تاریخ اسلام

دوم

417 24 $\frac{4}{41}$

422

كتبخانه وقف متصرفيه

سلسلۂ تاریخ عالم

نمبر ۲

۸۶۸۱۷

تاریخ اسلام

جلد دوم

(خلاصۃ الکلام فی تاریخ خیر الانام)

اسمیں ملک عرب کا مفصل جغرافیہ اور عرب کے زمانہ جاہلیت یعنی زمانہ قبل از اسلام کی تاریخ لکھنے کے بعد رسول اللہ صلعم کی مفصل و مکمل سوانح عمری زمانہ پیدائش سے وفات تک لکھی گئی ہے۔ بعثت ہجرت۔ جنگ بدر۔ جنگ احد۔ جنگ خندق۔ جنگ خیبر۔ صلح حدیبیہ۔ فتح مکہ۔ جنگ حنین۔ حجۃ الوداع۔ غدیر خم۔ ایام مرض۔ تجہیز جیش اسامہ۔ پیشنمازی حضرت ابوبکر۔ وفات و تجہیز و تکفین حضرت رسول اور قضیہ فدک کے حالات خصوصاً زیادہ تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔

از

ایس۔ ذاکر حسین جعفر۔ پروپرائٹر دفتر اتالیق انگریزی دہلی

مصنف

سیزدہ ۱۳ مجلدات اتالیق انگریزی۔ پاکٹ بک آف ہسٹری۔ مختصر تاریخ اسلام۔ تحفۃ الاحباب فی تاریخ الاصحاب وغیرہ

سنہ ۱۳۳۱ھ

۱۹۱۳ء

مقبول پریس دہلی میں منشی سید ظفریاب علی جوہر کے اہتمام سے چھپی

جس کتاب پر مؤلف کے قلمی دستخط یا مہر نہ ہوگی مسروقہ سمجھی جائے گی۔

قیمت کاغذ رسمی ایک روپیہ۔ کاغذ اعلیٰ عہر (رجسٹری شدہ) محصول ڈاک وغیرہ ۳ر

بسم اللہ الرحمن الرحیم ؁

الحمد للہ مسبب الاسباب ومفتح الابواب ۔ مقدر الامور ومدبر الدہور ۔ واجب الوجود وخالق الاخلاق والجود بفیض العقل وواہب الکل ۔ اقرانہ المالک الوجود مملو کا لعظمتہ واشہد انہ الفاطر وان الغیب غیر مستور لحکمتہ ۔ داعوذ بجلال عزہ من ذل الحجاب وبفضل جودہ من نقاش الحساب ونجانی علمہ مما فی الکتاب من العذاب ۔ واصلی علی النفوس العلویہ المطہرہ من الاوناس وعلی الاجسام الارضیۃ المنزہۃ عن الارجاس ۔ واخص من بینہم بافضل الصلوات الزاکیات واکمل التحیات النامیات من نادی والالسن حداد وارشد والاکباد غلاظ والقلوب جلاد ۔ محمد النبی الامی ذالتائیدات الالہیہ والتاکیدات الجلالیہ ۔ وآلہ الطیبین واصحابہ الصالحین ۔ الذین کانوا اصدقاء توہ وقد ارسل ونصرہ وقد خذل ۔ ماسیح جاد ودور زمانہ

امابعد ۔ مینے اپنی تاریخ اسلام کی پہلی جلد شایع کرنے کے بعد ہی دوسری جلد لکھنی شروع کردی تھی ۔ مگر اس زمانہ کی تاریخ جس سے ہماری جلد دوم وسوم کو تعلق ہے اسقدر سخت اور دشوار ہے کہ مضامین کے اخذ اور تحقیق کرنے میں ۹ سال کا طولانی زمانہ گذر گیا ۔ اگرچہ اس عرصہ میں مینے دیگر جلدوں کے واسطے بھی بہت کچھہ لازمہ جمع کرلیا ہے ✣

جس زمانہ سے ہماری تاریخ کی جلد دوم وسوم کو تعلق ہے اُسکے راوی ومورخ وہی لوگ ہیں جو آخر عہد بنی اُمیہ اور عہد حکومت بنی عباس میں ہوئے ہیں ۔ ابن ہشام ۔ اعثم کوفی ۔ طبری ۔ واقدی ۔ ابن قتیبہ ۔ بلاذری ۔ مسعودی ۔ ابن اثیر ۔ ابن خلکان وغیرہ تمام مشہور مورخین عباسیوں کے ہی عہد حکومت میں ہوئے ہیں ۔ یافعی ۔ ابوالفدا ۔ ابن خلدون ۔ ذہبی وغیرہ جو بعد میں ہوئے انہیں کے خوشہ چین ہیں ✣ الناس علی دین ملوکہم ۔ رعایا عموماً اپنے بادشاہوں کے رنگ پر ہوا کرتی ہے بعض دیندار خداپرست ہی ایسے ہوتے ہیں جو اس رنگ میں نہ رنگے جاتے ہوں ۔ اور چھینٹوں سے تو سوائے ایسے شخص کے جسے خدا ہی بچائے کوئی بچ نہیں سکتا ✣ دنیا بری بلا ہے ۔ بنی اُمیہ اور بنی عباس کو دنیا طلبی نے حق سے کوسوں دور کردیا تھا یہ اپنے اپنے زمانہ میں تمام دنیائے اسلام کو مٹھی میں لئے ہوئے تھے انکا اثر اپنی رعایا پر اتنا بڑھا ہوا تھا کہ معاویہ نے بدہ کے روز جمعہ کی نماز پڑھادی اور اُنہوں نے پڑھ لی ۔ منصور عباسی نے اپنی استحکام حکومت کی غرض سے اجماع کو نص ربانی کا حکم دیا اور ایسے بادشاہ کو جو لوگوں کے اجماع سے بنایا گیا ہو خلیفہ منصوص من اللہ منوا دیا ✣

جب معمولی بادشاہوں کے رنگ میں رعایا رنگی جاتی ہے تو ایسے بادشاہوں کا جو سچ مچ خلیفۂ رسول ہی مانے جاتے ہوں کیا کچھہ اثر نہ پڑتا ہوگا خصوصاً ایسی صورت میں کہ ایک طرف تلوار بھی میان سے نکلی ہو اور دوسری طرف خزانوں کے منہ بھی کھلے ہوں ✣ چونکہ اس زمانہ کی تاریخ سے مذہب کو بہت کچھہ تعلق ہے اور مورخ ہیں ایسے زمانہ کے جس کا ہمنے ذکر کیا ۔ اس سبب سے اس زمانہ کے اکثر واقعات گڑبڑ اور اکثر مخالف رنگ میں بادشاہوں کے اعتقاد کے موافق دکھائے گئے ہیں تاہم تاریخ کی ہر کتاب میں کہیں کہیں حق کی بھی جھلک دکھائی دیجاتی ہے ✣ اُس زمانہ کے مورخ مجبور ہونے کی حیثیت سے معذور ہیں ۔ مگر یہ عہد ہے سرکار انگلشیہ کا عہد جہاں بہت کچھہ مذہبی آزادی حاصل ہے ۔ تحقیق حق کیلئے اس سے بہتر زمانہ ہو نہیں سکتا ۔ پس اس زمانہ کے مورخ کا فرض ہے کہ تعصب اور ہٹ دہرمی کو بنی اُمیہ اور بنی عباس کے گورستان میں دفن کرکے روایت کو اصول درایت سے مقابلہ کرکے صحیح صحیح واقعات کو کتابوں سے چھان بین کرنیکے بعد درج کرے ✣ ہمنے اپنی تاریخ میں اسی اصول پر چلنے کی کوشش کی ہے ۔ اس امر کا اندازہ کہ ہم کہانتک کامیاب ہوئے ہیں ناظرین کی رائے پر چھوڑتے ہیں ✣ ہاں مجھے دو شخصوں کا شکریہ بھی ادا کرنا ہے ایک منشی شہاب الدین صاحب انبالوی کا خدا انکی عمر دراز اور خاتمہ بخیر ایمان پر کرے کہ مرد نیک اور تاریخ کے کمال شوقین ہیں ۔ میری تاریخ کی پہلی جلد دیکھتے ہی برابر ۹ سال سے ہر مہینہ جوابی پوسٹ کارڈ سے آگے کی جلدوں کی تکمیل کا تقاضا کرتے رہے ہیں اور مجھکو جگاتے اور ہشیار

ہوا رہے ہیں ۔ دوسرے [illegible] منشی اشفاق حسین [illegible] کا بیان [illegible] اور [illegible] حسین جعفر ۔ [illegible] ولی

عـــہ [illegible] میں منتہا [illegible] انوار کی [illegible] آمدہ

ہماری تاریخ اسلام کیا چیز ہے؟

یہ اسلام کی ایک تاریخ ہے جو ڈیڑھ سو سے زیادہ عربی۔ فارسی۔ اُردو اور انگریزی کتب تاریخ و سیر کا لب لباب ہے۔ تاریخی مادہ کی کوئی معتبر اور متداول کتاب ایسی نہیں ہے جس سے اسکی تیاری میں مدد نہ لی گئی ہو۔ کتب تفاسیر و احادیث سے بھی بہت مدد لی گئی ہے۔ برخلاف تمام دیگر تاریخوں کے اس تاریخ میں اسلام کی ہر شاخ و شعبہ سے بحث کیگئی ہے۔ سہولت کی نظر سے ہمنے اسکو سات جلدوں پر تقسیم کیا ہے۔ (۱) تاریخ اسلام جلد اول۔ اسمیں عرب کے زمانہ جاہلیت۔ رسول اللہ صلعم۔ خلفاء راشدین۔ خلفاء بنی اُمیہ و بنی عباس سلاطین آل سلجوق و سلاطین مغول کے حالات لکھنے کے بعد تمام ممالک اسلام ہندوستان۔ افغانستان۔ ترکستان۔ ایران۔ روم۔ عرب۔ طرابلس۔ تونس۔ الجزائر۔ مراکش۔ اندلس (سپین) اور اُن تمام مسلمان خاندانوں کی تاریخ جو ان ممالک میں ابتدائے اسلام سے زمانہ حال تک حکمران ہوئے بیان کی گئی ہے۔ [illegible] انبیائے کرام۔ سو مشائخ صوفیۂ عظام۔ سوا سات سو علمائے اسلام اور دو سو کے قریب عربی۔ فارسی اور اُردو شعرا کے حالات قلمبند کئے گئے ہیں قیمت عہ محصولڈاک وغیرہ ۳ر

(۲) تاریخ اسلام جلد دوم۔ اسمیں ملک عرب کا مفصل جغرافیہ اور عرب کے زمانہ جاہلیت یعنی زمانہ قبل از اسلام کی تاریخ لکھنے کے بعد رسول اللہ صلعم کی پوری سوانح عمری زمان پیدائش سے وقت وفات تک لکھی گئی ہے۔ بعثت۔ ہجرت۔ جنگ بدر۔ جنگ احد۔ جنگ خندق۔ جنگ خیبر۔ فتح مکہ۔ جنگ حنین۔ حجۃ الوداع۔ غدیر خم۔ تجہیز جیش اسامہ۔ ایام مرض۔ پیش نمازی حضرت ابوبکر۔ تجہیز و تکفین حضرت رسول اور قضیۂ فدک کے حالات خصوصًا زیادہ تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔

قیمت کاغذ رسمی عصہ کاغذ اعلیٰ عہ محصولڈاک وغیرہ ۳ر

(۳) تاریخ اسلام جلد سوم۔ اسمیں خلفاء اربعہ یعنی حضرت ابوبکر۔ حضرت عمر۔ حضرت عثمان۔ اور حضرت علی کی پوری سوانح عمریاں قلمبند کی گئی ہیں۔ واقعات سقیفہ۔ معاملہ خلافت۔ فتوحات مصر و شام و ایران۔ جنگ جمل۔ جنگ صفین اور جنگ نہروان کے تفصیلی حالات نہایت تحقیق کے ساتھ درج کئے گئے ہیں قیمت کاغذ رسمی عہ کاغذ اعلیٰ عہ

اسلامی تاریخ کا وہ حصہ جس سے جلد دوم و جلد سوم میں بحث کیگئی ہے سب سے زیادہ مشکل اور دقیق مگر ساتھ ہی سب سے زیادہ عجیب و مفید بھی ہے۔ اس زمانہ کے وہ واقعات متعلق ہیں جنکی تحقیق کی نسبت ارباب تحقیق و علمائے اسلام مختلف تاریخوں کی ورق گردانی کی مشقت اٹھاتے ہیں اور پھر بھی عمومًا بسبب کمیابی کتب تحقیق حق سے محروم رہتے ہیں ایسے واقعات خصوصًا معتبر اور مستند کتابوں سے چھان بین کرنیکے بعد مع حوالہ کتب لکھے گئے اور بہت سے عقد حل کر دیئے گئے ہیں۔ اس مادہ میں دنیا بھر کی اسلامی تاریخوں میں یہ دونو جلدیں منفرد ہیں۔ چونکہ بہت سا حصہ اس زمانہ کے واقعات کا مذہب سے تعلق رکھتا ہے مورخین اکثر واقعات دیدہ و دانستہ نظرانداز کر گئے ہیں اور بعض بہت سے واقعات کو برخلاف رنگ میں دکھا گئے ہیں ایسے واقعات کو مختلف کتابوں سے تحقیق کرنیمیں جو کچھ کاہش اُٹھانی پڑی ہے اُسے مؤلف ہی کا دل جانتا ہے کیسے کیسے گہرے سمندروں میں غوطہ لگاکر جواہر آبدار نکالے ہیں زیادہ تر مصیبت یہ ہوئی کہ مؤلف نے کسی خاص فرقے کی جنبہ داری نہیں کی بلکہ سنی شیعہ کے تفرقہ کو بالائے طاق رکھکر تعصب اور ہٹ دھرمی کو شیطان کے حوالے کرکے اصلی اور حقیقی واقعات کا کھوج نکالنے کی کوشش کی ہے۔

(۴) جلد چہارم تاریخ بنی امیہ و بنی ہاشم (۵) جلد پنجم میں دو ہزار سے زیادہ مشاہیر اسلام۔ اصحاب۔ تابعین۔ علماء۔ فقہاء۔ محدثین۔ مفسرین۔ مورخین۔ ادباء۔ شعراء۔ حکماء۔ اطباء اور ہر علم و فن کے کاملین کے حالات لکھے گئے ہیں (۶) جلد ششم۔ تمدن اسلام کی ہر شاخ سے بحث کیگئی ہے (۷) جلد ہفتم میں تمام اسلامی ملکوں کے تاریخی مقامات اور مشہور شہروں کے حالات بہ ترتیب حروف تہجی مع نقشہ جات

جلد چہارم سے ہفتم تک بعض تو قریب الاختتام ہیں اور بعض لکھی جا رہی ہیں اگر پبلک جلد اول و دوم و سوم کی قدر کریگی تو وہ بھی طبع کرادی جائینگی۔

ہماری جانفشانی کا اندازہ ان سینکڑوں روپیہ کی بڑی بڑی کتابوں کی فہرست سے ہوگا جن سے ہزارہا ورق پڑھکر مضامین اخذ کئے گئے ہیں چنانچہ علاوہ ۱۶۷ کتب تاریخ و سیر جنکے نام نسبت پر درج ہیں صحیح بخاری۔ صحیح مسلم۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابوداؤد۔ ابن ماجہ۔ موطا امام مالک۔ سنن۔ دار قطنی۔ مشکوۃ۔ کنز العمال۔ تفسیر کبیر۔ تفسیر در المنثور۔ تفسیر معالم التنزیل۔ تفسیر کشاف۔ تفسیر بیضاوی۔ تفسیر طبری۔ تفسیر نیشاپوری۔ تفسیر مدارک۔ تفسیر خازن۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید۔ نور الابصار

فہرست اُن کتابوں کی جنسے ہم نے اپنی تاریخ اسلام کے مضامین اخذ کئے ہیں

عربی کتب تاریخ وسیر ورجال

(۱) تاریخ طبری
(۲) تاریخ ابن اثیر
(۳) تاریخ مروج الذہب مسعودی
(۴) تاریخ روضۃ المناظر ابن شحنہ
(۵) تاریخ ابوالفدا
(۶) تاریخ ابن خلدون
(۷) تاریخ الخمیس
(۸) تاریخ الخلفا سیوطی
(۹) اخبار الدول و آثار الاول
(۱۰) تاریخ مختصر الدول ابن العبری
(۱۱) فتوح البلدان بلاذری
(۱۲) الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ
(۱۳) تمدن اسلام جرجی زیدان
(۱۴) بدایع الزہور
(۱۵) حسن المحاضرہ
(۱۶) کتاب الفخری
(۱۷) عجایب المقدور
(۱۸) اعلام الناس
(۱۹) عوانس المجالس
(۲۰) مطالب السئول
(۲۱) اقوم المسالک
(۲۲) سیرۃ ابن ہشام
(۲۳) زاد المعاد ابن قیم
(۲۴) سیرۃ الحلبیہ (انسان العیون)
(۲۵) سیرۃ المحمدیہ (مولوی کرامت علی)
(۲۶) سیرۃ النبویہ (دحلان)
(۲۷) کشف الغمہ
(۲۸) اعلام الوری
(۲۹) تحفۃ الناظرین
(۳۰) اخبار الاول فی آثار الدول
(۳۱) تاریخ الخفی
(۳۲) فتوحات الاسلامیہ (دحلان)
(۳۳) دول الاسلامیہ (دحلان)
(۳۴) حقایق الاخبار (اسمعیل آفندی)
(۳۵) نفح الطیب (مقری)
(۳۶) خریدۃ العجایب
(۳۷) معجم البلدان (یاقوت حموی)
(۳۸) نجم العمران
(۳۹) رحلہ ابن بطوطہ
(۴۰) استیعاب (ابن عبد البر)
(۴۱) اصابہ (ابن حجر)
(۴۲) میزان الاعتدال (ذہبی)
(۴۳) طبقات الحفاظ (ذہبی)
(۴۴) تقریب التہذیب (ابن حجر)
(۴۵) خلاصہ تذہیب التہذیب
(۴۶) طبقات الکبری (شعرانی)
(۴۷) طبقات الشافعیہ (سبکی)
(۴۸) فواید البہیہ
(۴۹) منہج المقال
(۵۰) روضات الجنات
(۵۱) عیون الانباء
(۵۲) صحاح الاخبار
(۵۳) کتاب الاذکیاء
(۵۴) اسماء رجال مشکوۃ
(۵۵) کشف الظنون
(۵۶) مفتاح السعادہ
(۵۷) اکتفاء القنوع
(۵۸) محاضرۃ الاوائل والاواخر
(۵۹) عمدۃ الطالب
(۶۰) عقد الفرید ابن عبد ربہ
(۶۱) سبائک الذہب
(۶۲) عمدۃ الطالب
(۶۳) وفیات الاعیان ابن خلکان
(۶۴) فوات الوفیات
(۶۵) ملل ونحل شہرستانی
(۶۶) حیوۃ الحیوان (دمیری)

فارسی کتب تاریخ وسیر وغیرہ

(۶۷) روضۃ الصفاء
(۶۸) حبیب السیر
(۶۹) روضۃ الاحباب
(۷۰) تاریخ طبری فارسی
(۷۱) تاریخ منتظم ناصری
(۷۲) جامع التواریخ
(۷۳) مفتاح التواریخ
(۷۴) حدیقۃ الاقالیم
(۷۵) ماوراء النہر
(۷۶) تاریخ التواریخ
(۷۷) حیات القلوب
(۷۸) تحفۃ العالم
(۷۹) تاریخ فرشتہ
(۸۰) سیر المتاخرین
(۸۱) نامۂ خسروان
(۸۲) تاریخ ملکم
(۸۳) تاریخ نگارستان
(۸۴) طبقات اکبری
(۸۵) منتخب التواریخ
(۸۶) سلطان نامہ
(۸۷) قصص العلماء
(۸۸) نامۂ دانشوران
(۸۹) مجالس المومنین
(۹۰) اکسیر التواریخ
(۹۱) معارج النبوۃ
(۹۲) مدارج النبوۃ
(۹۳) شواہد النبوۃ
(۹۴) روایح المصطفے
(۹۵) جنات الخلود
(۹۶) سفرنامہ ناصر خسرو
(۹۷) نجوم السماء
(۹۸) بستان المحدثین
(۹۹) دبستان المذاہب
(۱۰۰) کشف القناع
(۱۰۱) قلائد الجواہر
(۱۰۲) خزانۂ عامرہ
(۱۰۳) تذکرہ حسینی
(۱۰۴) تذکرہ مراۃ الخیال
(۱۰۵) تذکرہ دولت شاہ سمرقندی
(۱۰۶) گلشن بیخار
(۱۰۷) آتش کدہ آذر
(۱۰۸) خزینۃ الاصفیاء
(۱۰۹) تاریخ آل نجاد

کتب تاریخ وسیر اُردو

(۱۱۰) تمدن عرب
(۱۱۱) تاریخ اسلام (علا عباسی)
(۱۱۲) تذکرۃ الکرام
(۱۱۳) بہارستان تاریخ
(۱۱۴) منہاج النبوۃ
(۱۱۵) سنین الاسلام
(۱۱۶) مذاہب الاسلام
(۱۱۷) تاریخ جیولیہ
(۱۱۸) تاریخ عرب
(۱۱۹) کارنامہ ترک
(۱۲۰) فتوحات اسلام
(۱۲۱) تفریح الاذکیاء
(۱۲۲) ترجمہ اعثم کوفی
(۱۲۳) ترجمہ جذب القلوب
(۱۲۴) تاریخ مکہ معظمہ
(۱۲۵) اقصائے مغرب
(۱۲۶) تہذیب المتین
(۱۲۷) الکرار
(۱۲۸) ارجح المطالب
(۱۲۹) المرتضی
(۱۳۰) سوانح عمری حضرت علی
(۱۳۱) سوانح عمری رسول کریم
(۱۳۲) تاریخ خورشید جاہی
(۱۳۳) گلزار آصفیہ
(۱۳۴) ترجمہ معارف ابن قتیبہ
(۱۳۵) تذکرہ گلشن ہند
(۱۳۶) تاریخ طرابلس و تونس
(۱۳۷) تاریخ الجزایر
(۱۳۸) تاریخ مراکش
(۱۳۹) دنیائے اسلام
(۱۴۰) تاریخ ایران (بنجمن)
(۱۴۱) تاریخ اسپین
(۱۴۲) مشاہیر نسواں
(۱۴۳) تذکرہ آب حیات
(۱۴۴) تاریخ القرآن (اسلم)
(۱۴۵) تذکرۃ المعصومین
(۱۴۶) ازالۃ الخفاء (ترجمہ)
(۱۴۷) تاج الاقبال
(۱۴۸) تذکرہ علماء ہند (فارسی)
(۱۴۹) تذکرۂ علمائے حال
(۱۵۰) قصائد العرب
(۱۵۱) قصص الانبیاء
(۱۵۲) تاریخ عالم
(۱۵۳) حدایق الحنفیہ
(۱۵۴) تذکرہ فرید الدہر
(۱۵۵) تاریخ شعرائے اُردو

کتب تاریخ وسیر انگریزی

(۱۵۶) پریچنگ آف اسلام
(۱۵۷) امیر علی شورٹ ہسٹری آف سیرسنز
(۱۵۸) اوکلی ہسٹری آف سیراسنز
(۱۵۹) الین پول محمڈن ڈائی نسٹیز
(۱۶۰) ایرونگ لائف آف محمد
(۱۶۱) سکسسرز آف محمد
(۱۶۲) دی سیراسنز دگلمن
(۱۶۳) گبن فال آف رومن امپایر
(۱۶۴) کانڈی ہسٹری آف اسپین
(۱۶۵) کارلائل ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ
(۱۶۶) تاریخ خاندان عثمانیہ (اردو)

العبـ ... ل السیر، ڈاکٹر حسین جعفر - پیرو ... اسٹرط وفت ... انگریزی ولیلر

۷۸۶

مقدمہ

پہلی فصل ۔ ملک عرب کا جغرافیہ

(۱) حدود اربعہ عربستان گہوارہ مذہب اسلام اور مولد و موطن اُس عظیم الشان حکومت کا ہے جس کو حضرت محمد مصطفے صلعم اور اُن کے خلفائے راشدین نے قائم کیا تھا یہ عرب ایک بہت بڑا جزیرہ نما ہے جس کا ایک حصّہ ریگستان ہے اور جس کے تین طرف تین سمندر واقع ہوئے ہیں۔ یعنے مغرب کی جانب نہر سویس بحیرۂ احمر جسے بحیرۂ قلزم بھی کہتے ہیں اور باب المندب جنوب کی طرف بحر ہند۔ مشرق کی طرف بحیرہ عمان اور خلیج فارس۔ عراق اور الجزیرہ بحد شمالی وہ صحرائے شام ہے۔ اور فلسطین اور الجزیرہ۔ اس جزیرہ نما کی حد شمالی اس طرح پر ہے کہ غزہ سے جو فلسطین کا ایک شہر ہے اور بحیرۂ روم پر واقع ہے ایک خط جنوب سے بحیرہ لوط تک کھینچا جائے۔ اور وہاں سے دمشق اور دمشق سے دریاے فرات کے کنارہ کنارہ لاکر خلیج فارس سے ملایا جائے تو اِس خط کو حد شمالی عربستان کی کہہ سکیں گے۔

مغرب کی طرف خاکنائے سویس نے اس ملک کو مصر سے ملا دیا ہے۔ مگر ۱۸۶۹ء میں بحیرۂ قلزم اور بحیرۂ روم کو ملانے کی غرض سے انگریزوں فرانسیسوں اور خدیو مصر نے اتفاق کرکے اس خاکنائے میں ایک نہر کاٹ لی ہے جو ۱۰۰ میل لمبی اور پچاس سے سو گز تک چوڑی ہے اور نہر سویس کے نام سے مشہور ہے ✣

(۲) وسعت اس جزیرہ نما کا زیادہ سے زیادہ طول اٹھارہ سو ۱۸۰۰ میل اور عرض چھ سو ۶۰۰ میل اور کل رقبہ بارہ لاکھ تیس ہزار مربع میل جو ملک فرانس سے دُگنا اور ہندوستان سے پونا ہے۔ اس رقبہ میں سے پانچویں حصہ سے کچھ کم سلطان روم کے زیر حکم ہے ✣

(۳) آبادی آبادی کا تخمینہ پچاس لاکھ سے ایک کروڑ تک کیا گیا ہے۔ اور صاحب حقایق الاخبار نے ڈیڑھ کروڑ سے زائد لکھی ہے۔ جسمیں سے پانچواں حصہ بدوی ہیں۔ جن کو عرب البادیہ بھی کہتے ہیں۔ اور باقی مستوطن عرب یا عرب الحضر۔ بدوی خانہ بدوشی کی زندگی بسر کرتے ہیں اور ہمیشہ مسافرت کی حالت میں رہتے ہیں۔ صحراؤں میں جہاں کہیں کوئی نخلستان یا سرسبز مقام دیکھتے ہیں اپنے مویشی کو لئے پھرتے ہیں۔ یہ لوگ صحرائی زندگی کو شہر کے رہنے پر ترجیح دیتے ہیں اُن کی یہ ترجیح کچھ آج سے نہیں ہے بلکہ ہزاروں برس سے ہے اور اُن کے رسوم و رواج و لباس بلا تغیر کے اسوقت تک وہی ہیں جو قدیم الایام سے چلے آتے ہیں۔ لوٹ مار اور جنگجوئی انکی جبلت میں داخل ہے۔ اسی لوٹنے اور لڑنے کی خاصیت کی بدولت بدوئیں عرب خلفاے راشدین کے وقت میں بڑے بہادر سپاہی نکلے۔ اور اُنہوں نے نہایت سرعت کے ساتھ تمام عالم کو فتح کرلیا اگرچہ اُنکو جدید حالات و واقعات سے کام پڑا لیکن اُنکی جبلت نہیں بدلی۔ کیونکہ فی الواقع کسی قوم کی جبلت نہیں بدلتی البتہ دوسرے رنگ میں ظاہر ہوسکتی ہے۔ لوٹنے کی خاصیت ملک گیری کے ولولہ سے مبدل ہوگئی۔ سخاوت کی عادت سے وہ سپاہیانہ بہادری کا برتاؤ پیدا ہوا جس کی یورپ کی تمام اقوام نے تقلید کی۔ خلفائے راشدین کے وقت میں اسلامی فوج کا بہت بڑا حصہ یہی بدوی تھے۔ بدوی فہم و ادراک میں فی الواقع دنیا کے تمام کا جاننے والی اقوام پر فوقیت رکھتے ہیں۔ یعنے اُن سے بارہا گفتگو کی ہے اُنکے خیالات معیشت بہتیرے تعلیم یافتہ

اہل یورپ سے بہتر پائے ہیں۔ عادات و رسوم میں نیم وحشی ہیں مگر خیالات میں وحشی نہیں ہیں۔ پس یہ لوگ نیم وحشی تو ہیں مگر فہمیدہ اور ذہین[۱]"

"مُستوطن عربوں اور بدوؤں میں بے انتہا فرق ہے یہ ہرگز اس قسم کے نیم وحشی نہیں ہیں جیسے سمجھ لئے گئے ہیں۔

پالگریو[۳] نہایت حیرت کے ساتھ باشندگان عمان کے علم کی تعریف کرتا ہے اور اُسی کا قول ہے کہ نجد میں ایسے اشخاص بکثرت موجود ہیں جو مثل انگریزوں کے کلیں بنا سکتے ہیں۔ اور ریل کی پٹڑی بچھا سکتے ہیں۔ یمن میں دو دار العلوم ہیں ایک **زبید** میں اور دوسرا **ذمار** میں جو اگرچہ قاہرہ کی جامع ازہر کے برابر تو مشہور نہیں لیکن اس ملک کے روشن خیال گروہ میں اشاعت علم کا بڑا ذریعہ ہیں[۴]"

پالگریو کہتا ہے میں نے بہت سفر کیا ہے اور مختلف اقوام کے ساتھ میرے روابط رہے ہیں۔ جن میں افریقی۔ ایشیائی۔ اہل یورپ سب ہی ہیں لیکن کوئی قوم اُنمیں سے ایسی نہیں ہے جسے وسط عربستان کے عربوں پر ترجیح دیجا سکے۔ اِن مستوطنین کی وہی زبان ہے جو صحرائے بدویوں کی اور وہی خون اُنکی رگوں میں بھی دوڑتا ہے لیکن شتّان بینہما دونوں میں کسقدر بُعد عظیم ہے۔ پھر پالگریو کہتا ہے کہ وہابی بمقابل دوسرے عربوں کے بخیل اور مشکل مہموں میں شریک ہونے پر کم آمادہ ہیں اور نہ وہ مثل اور عربوں کے رنگیلے ہیں۔ اور نہ صاف دل اور کشادہ پیشانی۔ مگر اسکے ساتھ ہے وہ زیادہ ثابت قدم اور زیادہ عقلمند ہیں۔ اُنکی باتوں سے اُنکا اصلی خیال بہت کم ظاہر ہوتا ہے مگر وہ اپنے ارادوں میں نہایت مضبوط ہیں۔ دشمنی میں سخت اور دوستی میں اُن لوگوں کے ساتھ جو اُنکے ہم قوم نہیں ہیں نہایت مشتبہ انکے خاموش اور خشن بلکہ عبوس صورتیں شمالی عربوں کے نیک اور ہنس مکھ چہروں کو یاد دلاتی ہیں۔ وہ ہرگز فوری اُمنگوں پر کام نہیں کر بیٹھتے بلکہ پہلے سے سوچی سمجھی ہوئی چال پر چلتے ہیں اگرچہ اُنکی فہم اور ادراک محدود ہے لیکن اُنکے عزم قوی اور اُنکی ثابت قدمی نے اُنھیں اس لایق بنایا ہے کہ وہ اپنی تمدنی حالت کو نہایت مضبوط کرلیں اور اپنے ہمسایوں پر ظالمانہ حکومت کرسکیں۔ شدید اتحاد باہمی کی وجہ سے اُنکی کامیابی بمقابل ایسے دشمن کے یقینی ہے جسے آپس کی پھوٹ نے کمزور کر رکھا ہو۔ وہابیوں کی یہ خصائص اُنکی روزمرہ کی حرکات و سکنات سے ظاہر ہوتی ہیں۔ اور اُن سے گفتگو کرتے وقت انسان کو ضرور ہے کہ اپنے الفاظ اور اشارات کا ویسا ہی خیال رکھے جیسا کہ کسی دشمن سے گفتگو کرتے وقت رکھا جاتا ہے + شام کے بدوی چار قسم کے ہیں[۱]۔

(۱) **دروز**۔ بدویوں سے بہت قریب ہیں یہ مسلمانوں کا ایک مغرور اور خود مختار فرقہ ہے یہ لوگ نہایت جری ہیں انہیں اور لبنان کے موارنہ میں سخت عداوت ہے +

(۲) **موارنہ** یہ نصرانیوں کا ایک نہایت مغرور اور لاف زن فرقہ ہے اگرچہ اصل مواقع پر ان سے کوئی کام بہادری کا سرزد نہیں ہوا

(۳) **متاولہ** کوہستانی عرب انکا مذہب امامیہ ہے سخت متعصب ہیں کبھی کسی اجنبی کے ساتھ کھانا نہیں کھاتے۔ بالکل علیحدہ رہتے ہیں +

(۴) **نصاریہ**۔ بالکل علیحدہ پہاڑی قوم ہے انکا مذہب اسلام کی ایک شاخ مگر نہایت مختلف ہے۔ تناسخ کے قائل ہیں اور سورج اور چاند کی پرستش کرتے ہیں +

(۷) **آب و ہوا اور سرزمین کی حالت** یہ ملک مثل صحرائے افریقہ کے ایک عظیم الشان مسطح میدان ہے جس میں صحرائے

۱؎ تمدن عرب گیٹولیبان ۲؎ تمدن عرب گیٹولیبان ۔

۳؎ ایک انگریز سیاح تھا۔ عربی خوب جانتا تھا اس نے ۱۸۶۲ء میں بھیس بدلکر سیاحت کی ۱۸۲۶ء ولادت کا سال ہے اور ۱۸۸۸ء وفات کا ۴؎ تمدن عرب ۔

افریقہ کی طرح سوکھے ساکھے ریتیلے پتھریلے خطے شاداب زرخیز خطوں کے ساتھ ملے جلے ہیں - اس میدان کا اُتار خلیج فارس کی طرف واقع ہوا ہے - سرزمین کی غیر متناہی صحراؤں کے بیچ میں وادی اور پہاڑی حصے ہیں جن میں سینکڑوں قریے اور شہر آباد ہیں - اور جن کے باشندے زراعت پر بسر اوقات کرتے ہیں - ریگستان کے رہنے والے وہی خانہ بدوش بدوی ہیں - جو ہمیشہ مسافرت کی حالت میں رہتے ہیں ※

عربستان کے وسطی حصے کا نام نجد یعنے سرزمین بلند ہے[1] - یہ مثل سرسبز شاداب جزیرہ کے ہے جس کے ارد گرد پانی کی عوض پہاڑ اور ریگستان واقع ہوئے ہیں - تخمیناً نصف ملک عرب زرخیز اور شاداب ہے اور نصف ملک خشک اور غیر آباد - عربستان کے ملک میں کئی زنجیرے پہاڑوں کے واقع ہوئے ہیں جنمیں سے ایک زنجیرہ بحیرہ قلزم کے ساحل کے قریب چلا گیا ہے مگر یہ پہاڑ کچھ بہت اونچے نہیں ہیں اُس خطہ میں جو بحیرہ قلزم کے شمال میں واقع ہے - جبل سینا یا طور اور جبل حوریب واقع ہیں حوریب کے دامن میں صحرائے تیہ واقع ہے جہاں بنی اسرائیل نے مصر سے آتے ہوئے چھاونی ڈالی تھی - اسکے قریب مقام ایلہ ہے جسے اب عقبہ کہتے ہیں ※ اس ملک میں ایسی ندیاں اور رود خانے نہیں ہیں جنمیں ہمیشہ پانی رہتا ہو جو ندیاں ہیں وہ بھی اکثر سال کے مہینوں میں خشک رہتی ہیں - یہ خشک ندیاں جنکو وادی کہتے ہیں ملک کے ہر حصہ میں موجود ہیں - ایام بارش میں یہ ندیاں بہت بڑی بڑی نظر آتی ہیں - عربستان ہمیشہ سے خشکی گرمی اور کم خیزی میں مشہور رہا ہے اگر بارش کا موسم جو سال میں دو دفعہ ایک بہار میں اور دوسرا خزاں میں ہوا کرتا ہے اور اکثر کئی کئی مہینہ رہتا ہے نہوا کرتا تو عربستان کا ملک گویا بود و باش کے قابل ہی نہ ہوتا - اب بھی عرب کے جس حصہ میں کئی سال بارش نہیں ہوتی وہ تباہ ہو جاتا ہے ※ اس ناقابل برداشت خشکی کے ساتھ وہ ظالم ہوا چلا کرتی ہے جسے باد سموم یا باد خمسین کہتے ہیں - یہی سموم اور پانی کا نہ ملنا دو چیزیں ہیں جو عربستان میں قافلہ کی بربادی کا سبب ہوتی ہیں -

ایک عیسائی سیاح و مورخ **موسیو دیوژری** جسکا سال ولادت ۱۸۰۸ء اور سال وفات ۱۸۶۴ء ہے لکھتا ہے کہ باد خمسین کی آمد کے آثار قافلہ پر فوراً ظاہر ہو جاتے ہیں - آسمان پر جانب افق پہلے ایک سرخی نظر آتی ہے اسکے بعد تاریکی اور پھر زرد آفتاب شعاعوں سے معرا مثل ایک کرۂ خون کے نظر آنے لگتا ہے زمین و آسمان کے درمیان کا خلا باریک ریت سے بھر جاتا ہے جسے ہوا اسیطرح پھیلاتی ہے جیسے طوفان سمندر کے جھاگ کو اُڑاتا ہے - یہی وقت سر پر پاؤں رکھکر بھاگنے کا ہے کیونکہ ایک دم میں زمین و آسمان خمسین کی لپیٹ میں آنے والے ہیں - صحرا کی ریت ہوا کے زور سے اُڑ کر لہریں پیدا کر رہی ہے مسافر کا نفس تنگ ہو رہا ہے - آنکھیں سرخ ہیں - ہونٹ خشک - اور شتر اونٹوں کا یہ حال ہے کہ کبھی تو وہ گھبرا کر دوڑنے لگتے ہیں کبھی کھڑے ہو جاتے ہیں اور اپنی لمبی لمبی گردنیں ریگ کے اندر چھپاتے ہیں اور جوں جوں طوفان بڑھتا جاتا ہے اپنی تھوتھنیوں کو زمین پر ٹپکتی ہیں اور جان بچانے کی ہزاروں کوششیں کرتے ہیں - اگر طوفان کی گرد و باد میں قافلہ نے راہ گم نہ کی تو وہ کسی پتھر کے نیچے یا کسی غار میں چھپ جاتا ہے اور طوفان کے گزر جانے تک انتظار کرتا ہے - لیکن اگر اس بادیہ غیر متناہی میں ملجاد مامن سے دور قافلہ راہ بھول گیا یا طوفان بڑھتا گیا تو پھر انسان چارپائے دونو کے حواس گم ہو جاتے ہیں طاقت سلب ہو جاتی ہے جان بچانے کی عقل جو ہر ذی روح میں نظر آتی ہے زائل ہو جاتی ہے - اُسوقت گرمی کی شدت سے خستہ و پریشان دوران سر میں گرفتار ہاتھ پاؤں جواب دیدیتے ہیں - اور قافلہ کا قافلہ ریت میں بیٹھ جاتا ہے تھوڑی دیر میں ریت کی موجیں ہوا سے اُڑ کر اُسکو تہ خاک کر دیتی ہیں اُنکا نشاں بھی باقی نہیں رہتا یہانتک کہ سالہائے دراز میں کسی روز

---

[1] یہ ایک بلند سطح مرتفع ہے جو کوہستان حجاز کے مشرق سے صحرائے الاحسا اور بحرین تک چلی گئی ہے اسمیں ریگستان اور گھاٹیاں بہت ہیں اور جا بجا نخلستان ہیں جو صحرا میں بہت بڑی جائے پناہ ہوا کرتے ہیں - اس وسیع خطہ میں کوئی بڑا دریا نہیں ہے کہیں کہیں ندیاں ہیں جو زمین کو سیراب کرتی ہیں - مینہ کم برستا ہے اکثر علاقہ بنجر ہے مگر جہاں کہیں پانی ہے وہاں کی زرخیزی کا ٹھکانا نہیں - ساحلی مقامات میں سے اکثر سرسبز اور پر فضا ہیں ※

ویسا ہی طوفان اُٹھے اور ریت کو اُٹھا کر اُنکی سفید سفید ہڈیوں کی داستان ہمارے سامنے کھولکر رکھدے کہ اسے عبرت کی نگاہ سے دیکھو یہ بادِ سموم کے کارنامے ہیں ⁘

عربستان کے اندرونی حصہ میں گرمی ہمیشہ زیادہ رہتی ہے صحراؤں میں آلہ مقیاس الحرارت کا پارہ ½ ۱۰۹ درجے اور رات کو سو درجہ سے کم نہیں ہوتا - لیکن پہاڑی حصوں میں اور سواحل پر زیادہ گرمی نہیں ہوتی - نیبور کا بیان ہے کہ یمن میں اواخر جولائی تک کبھی پارہ ۸۴ درجہ سے متجاوز نہیں ہوتا - اور صنعا میں تو جاڑوں میں برف پڑتی ہے - جس شدید گرمی و خشکی کا ذکر ہوا عربستان کے ہر خطہ میں نہیں پائی جاتی - بعض خطے جو رقبہ میں یورپ کے بڑے اور معتبر ممالک سے کم نہیں ایسے موجود ہیں جنکی زمین نہایت سیر حاصل ہے مثلاً خطہ یمن اور خطہ نجد جسکی آب و ہوا بقول پالگریو تمام دنیا کی ہوا سے بہتر ہے اور گھوڑے تو خاص اس مقام کے تمام دنیا میں لاجواب مانے گئے ہیں ⁘

عربستان کے صحرا بالکل ریگستان ہیں اور اُن میں جابجا چشمے اور وادی واقع ہوئے ہیں - جہاں کہیں کھجور کے درخت اور جانوروں کا چارہ پیدا ہوتا ہے اُن صحراؤں میں اقوام بدوی رہا کرتی ہیں ⁘

(۵) پیداوار | بُن اور کھجور اس ملک کی مخصوص پیداوار ہے کہ دنیا میں کہیں اس سے بہتر نہیں ہوتی - کھجور اہل عرب کی خاص خوراک ہے - ناریل - لوبان - تیز پات - سنائے مکی - مختلف قسم کے گوند - عود - مُر - بلسان بھی اس ملک سے خصوصیت رکھتے ہیں - عربستان کے شاداب خطوں میں انار - خوبانی - شفتالو - سیب - بہی - انجیر - بادام - پستہ - انگور - لیموں - گیہوں جوار - جو - باجرا - گنا - سیم - مٹر - تماکو - خربزہ - تج - مرچ سیاہ - خوشبوئیں - مہندی - ادرک - جھاؤ - گلاب - نرگس - بنفشہ - نیل ترکاریوں کی مختلف قسمیں وغیرہ بھی پیدا ہوتی ہیں - کاشتکاروں کو مینہ کا پانی کنوؤں اور تالابوں میں جمع رکھنا پڑتا ہے ⁘

(۶) حیوانات | خچر - گدہا - بیل - بھینس - نیل گائے - بھیڑ - بکری - ہرن وغیرہ پلاو جانوروں میں اور شیر ببر - چیتے - تیندوے - چرخ - بھیڑیے - لومڑی - گیدڑ وغیرہ درندے بھی ہوتے ہیں - ٹڈیاں اگرچہ بعض وقت نقصان عظیم پہنچاتی ہیں مگر اکثر اوقات صحراؤں میں مدتوں مسافر اور اُسکے دواب کی غذا یہی ٹڈیاں ہوا کرتی ہیں - کل جانوروں میں گھوڑا اور اونٹ نہایت اعلےٰ درجہ کے اور مفید ہوتے ہیں - اونٹ تو گویا خاص الخاص عربستان کا جانور ہے اور صحرا میں بالکل ایسا ہی کام دیتا ہے جیسا سمندر میں جہاز - عرب کے یہ دونو جانور تمام عالم میں مشہور ہیں - عرب اپنے گھوڑوں کو مثل اپنے فرزندوں کے پالتے اور عزیز رکھتے ہیں - اور اُنکی نسل کو ہرگز بگڑنے نہیں دیتے - بلکہ آدمیوں کی طرح اُنکے نسب نامے رکھتے ہیں - پرندوں میں مرغ - شتر مرغ - بٹیر - باز - شکرا - کبوتر - فاختہ - گدھ - کوا - عقاب - چیل - ہدہد - حباری - آبی پرندے ⁘

(۷) معدنیات | تانبے اور لوہے کی کانیں تو جابجا ہیں - یمن میں لعل بھی ہوتا ہے اور عقیق یمنی تو قدیم سے مشہور چلا آتا ہے - فیروزہ اور جزع یمانی بھی ہوتا ہے ⁘

(۸) تجارت | عرب کی تجارت روم - افریقہ - ایران - ہندوستان اور یورپ سے عرصۂ دراز سے جاری ہے مگر یہ تجارت بذریعہ قافلوں کے ہوتی ہے - عربستان میں سڑکیں بالکل نہیں ہیں - کارواں کے راستے اکثر وادیوں میں سے ہو کر نکلے ہیں - اسوقت تک متعدد راہیں وہی ہیں جو قدیم الایام سے چلی آتی ہیں - اور انہیں سے زیادہ معروف وہ ہیں جو دمشق سے بغداد اور ریاض سے مکہ معظمہ کو اور مسقط سے بغداد و دمشق کو جاتی ہیں ⁘

۱؎ یمن کے بلند مقامات جنکو جبال الیمن کہتے ہیں اُنمیں بہت سی وسیع اور زرخیز وادیاں ہیں جہاں قہوہ نیل - کھجور سب قسم کی ترکاریاں اور پھل پیدا ہوتے ہیں آب و ہوا معتدل ہے جاڑوں میں اکثر پالا پڑتا ہے - خزاں اور بہار میں دو دفعہ برسات کا موسم ہوتا ہے - قدیم الایام سے انکی تجارت مصر - ہند - ایران وغیرہ سے جاری ہے - یہاں کے اکثر باشندے زیدیہ مذہب کے ہیں جن میں کچھ تو تجارت پیشہ ہیں اور کچھ کاشتکار ۲؎ تہامہ کا علاقہ بیشک دنیا کے گرم ترین علاقوں میں سے ہے -

۳؎ اس ملک کی تجارت قدیم زمانہ میں بہت وسیع تھی یہانتک کہ پچھلے دنوں یعنی نہر سویز کے تیار ہونے سے قبل تک بھی اہل عرب تجارت میں تمام قوموں پر سبقت لے گئے ہوئے تھے

(۹) ملکی تقسیم

عرب ۷ حصوں میں منقسم ہے۔

(۱) جزیرہ نمائے طور جس میں وادی تیہ شامل ہے خلیج عقبہ اور خلیج سویس کے درمیان خدیو مصر کے تحت میں ہے۔

(۲) حجاز کا علاقہ عقبہ سے یمن کی شمالی حد تک۔ سلطان روم کے زیر فرمان ہے۔

(۳) یمن۔ اسکی شمالی حد حجاز۔ غربی بحیرہ قلزم شرقی حضر موت جنوبی خلیج عدن ہے سلطان روم کے زیر حکم ہے۔ تمام عرب میں سب علاقوں سے زیادہ گنجان آباد ہے۔ قدیم زمانہ میں حضر موت مع مہرہ اور شحر کے اور علاقہ عمان یمن ہی میں شامل تھے

(۴) حضر موت جس میں مہرہ مع شحر کے شامل ہے۔ مختلف قبیلوں میں جُدا جُدا شیخ حکمرانی کرتے ہیں۔ ایک حصہ انگریزوں کے قبضہ میں ہے +

(۵) عمان۔ اسکی شمالی اور شرقی حد خلیج فارس جنوبی بحر ہند اور غربی حد حضر موت ہے۔ عرب کی آزاد ریاستوں میں یہ سب سے بڑی ہے۔ یہاں ایک خارجی سلطان کی حکومت ہے جو اب انگریزوں کا ماتحت ہو گیا ہے۔

(۶) الاحسا یا علاقہ بحرین جسکی شمال میں عراق عرب مشرق میں خلیج فارس جنوب میں عمان اور مغرب میں نجد ہے۔ یہ سلطان روم کے ماتحت ہے +

(۷) نجد جسکی شمال میں صحرائے شام مشرق میں عراق عرب اور بحرین جنوب میں ربع الخالی اور مغرب میں حجاز ہے۔ یہ ایک وہابی سلطان کی حکومت میں ہے۔ جو برائے نام سلطان روم کا باجگزار ہے۔ اسکے شمالی حصہ میں جبل الشمر کی مشہور ریاست ہے جو سلطان روم کو اپنا سردار مانتی ہے اور اس سبب سے شریف مکہ کو سالانہ خراج بھیجتی رہتی ہے۔

نوٹ (۱) حضر موت کے شمال میں ایک صحرا ہے جو ربع الخالی کے نام سے موسوم ہے اس صحرا کی شمال میں علاقہ یمامہ سلطنت نجد تک چلا گیا ہے۔ پس یمامہ کے شمال میں نجد جنوب میں ربع الخالی مشرق میں بحرین اور مغرب میں حجاز ہے۔ یمامہ بھی نجد ہی میں شامل ہے +

(۲) بحیرہ قلزم کے ساحل سے کچھ فاصلہ پر ایک پہاڑی سلسلہ چلا گیا ہے۔ پس وہ میدان جو ساحل بحیرہ قلزم اور اس سلسلہ کوہ کے درمیان جدہ اور مکہ سے لیکر یمن کے شہر مخا تک چلا گیا ہے تہامہ کے نام سے مشہور ہے اسکو غور بھی کہتے ہیں +

(۳) علاقہ یمامہ اور بحرین اور اُسکے توابع کو ملا کر عروض کے نام سے موسوم کرتے تھے اسکا دار الحکومت یمامہ تھا جسے پہلے جو کہتے تھے یاقوت معجم البلدان میں لکھتا ہے عروض صرف یمامہ سے مراد ہے۔

(۴) حجاز اور یمن کے درمیان ایک خطہ ہے اُسے دیار اثیر کہتے ہیں +

(۵) حجاز کے شمالی حصہ میں وہ پہاڑی علاقہ ہے جس میں قدیم زمانہ میں بنی ادوم اور بنی مدین رہتے تھے۔

مشہور شہر (۱) حجاز میں۔ مکہ (آبادی ساٹھ ہزار) جو بکہ اور بطحا کے نام سے بھی مشہور تھا۔ ایک تنگ ریتلی وادی میں واقع ہے چاروں طرف سے چٹیل پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے۔ مکہ کے اردگرد کے پہاڑ جبال فاران کہلاتے ہیں۔ جدہ سے ۶۵ میل مشرق میں واقع ہے۔ اسی میں خانہ کعبہ ہے جہاں تمام دنیا کے مسلمان حج کو جاتے ہیں۔ صفا۔ مروہ۔ عرفات اسکے قریب مشہور پہاڑ اور وادی منیٰ اور مزدلفہ مشہور مقامات ہیں۔ منیٰ اور مزدلفہ کے پاس ہی کوہ ثبیر ہے۔ مکہ کے جنوب مشرق میں قریب ہی کوہ ثور واقع ہے جس کے غار میں رسول اللہ صلعم نے شب ہجرت پناہ لی تھی۔ اسی پہاڑ میں منیٰ کے راستہ میں آبادی مکہ سے مشرق میں ۳ میل کے فاصلہ پر غار حرا واقع ہے جہاں رسول اللہ صلعم بعثت سے پہلے عبادت کیا کرتے تھے حرم شریف سے مشرق کی طرف کوہ ابو قبیس واقع

ﻠﮧ حجاز: شمال سے جنوب کو بحیرہ قلزم اور اس سلسلہ کوہ کے درمیان واقع ہے جو خلیج عقبہ سے بحر ہند تک چلا گیا ہے۔ حجاز کا خصوصاً وہ علاقہ جو مکہ کے گرد ہے بنجر ہے پہاڑ اور وادیاں دھوپ سے جلتی رہتی ہیں کہیں کہیں سبزہ نظر آتا ہے جس پر مویشی کا گذارہ ہوتا ہے مگر مشرق میں طائف کا علاقہ سبزی اور سایہ دار درختوں سے مستور ہے اور یہاں سیب انجیر انگور

ہے۔ مکہ کو عرب کا صدر مقام سمجھنا چاہیئے۔ شریف مکہ کو جو کعبہ کا متولی اور محافظ ہوتا ہے بہت بڑا رتبہ اور اقتدار حاصل ہے اُسکو سلطان روم کی طرف سے بہت بڑا وظیفہ ملتا ہے۔ مکہ کے شمال مغرب میں ایک منزل پر قریۂ حدیبیہ ہے۔ یہاں سے مدینہ ۹ منزل ہے۔

حرم شریف یعنے خانۂ کعبہ وسط شہر میں واقع ہے پہلی مرتبہ اسکو دنیا میں حضرت آدم علیہ السلام نے تعمیر کیا پھر اسکی جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بامداد حضرت اسمعیلؑ بعد طوفان نوحؑ تعمیر کیا پھر عمالقہ نے اُسکی مرمت کی اسکے بعد قصی بن کلاب نے کچھ مکانات جدید اصلی تعمیر کئے اور گرداگرد بنائے آنحضرت صلعم کی ولادت کے پینتیسویں سال اکابر قریش نے حرم شریف کی دیواریں اور کرسی بلند کر کے چھت بنائی اور آنحضرت صلعم نے حجر اسود کو اُسکی جگہ پر نصب کیا۔ حضرت عمر کے عہد خلافت میں ایک جدید دیوار خانہ کعبہ کے گرد بنائی گئی اور کچھ مکانات توڑ دیے گئے۔ حضرت عثمان نے بھی اپنے عہد خلافت میں تعمیر میں کچھ اضافہ کیا سنہ ۶۴ھ میں عبداللہ بن زبیر نے حطیم بذریعہ تعمیر جدید داخل حرم شریف کیا۔ سنہ ۷۴ھ میں بزمانہ حکومت عبدالملک حجاج بن یوسف نے شرارتاً حطیم حرم شریف سے خارج کر دیا بعدہ ولید نے کچھ ترمیم کی۔ ابو جعفر منصور نے کچھ مکانات جدید گرداگرد حرم شریف کے تعمیر کرائے معتضد باللہ عباسی نے شمال کی طرف باب الزیارہ تک پشت کعبہ کی طرف باب ابراہیم تک جدید عمارت تعمیر کر کے احاطہ حرم شریف کو بڑھایا۔ سنہ ۹۸۹ھ میں سلیمان خاں بادشاہ قسطنطنیہ نے عمارت حرم شریف کی از سر نو بکمال پختگی و خوبی تعمیر کرانا شروع کیا جو اُسکے بیٹے سلطان مراد خاں کے عہد حکومت میں ختم ہوئی۔ یہی تعمیر اسوقت تک موجود ہے خانہ کعبہ کے چار زاویہ ہیں اور قریب قریب مربع شکل ہے۔ خانہ کعبہ کی خدمت خاندان بنی شیبہ کے سپرد ہے یہ مکان مقدس باب الصفا کے سامنے حجر اسود سے رکن یمانی تک ۱۹ ہاتھ اور باقی سمتوں سے ۱۸ ہاتھ بلند ہے۔ پہلا وہ کونا ہے جسمیں حجر اسود نصب ہے اسی کونہ سے طواف شروع کرتے ہیں اسکا رخ مشرق کو ہے اسکو رکن اسود کہتے ہیں۔ اسکے بعد رکن عراقی ہے جسکا رُخ شمال کو ہے پھر رکن شامی جسکا رُخ مغرب کو ہے پھر رکن یمانی جسکا رُخ جنوب کو ہے۔ بیت اللہ شریف کا دروازہ رکن اسود اور رکن عراقی کے درمیان حجر اسود سے دس بالشت کے فاصلہ پر ہے۔ اسی فاصلہ کا نام ملتزم ہے۔ دروازہ زمین سے ۱۱ بالشت اونچا ہے چوکھٹ چاندی کی ہے اُسپر سونا چڑھا ہوا ہے۔ دروازہ کے اوپر دو بالشت چوڑی سونے کی تختی نصب ہے۔ دروازہ میں چاندی کی دو کنڈی ہیں اُنمیں قفل پڑے رہتے ہیں دروازہ کا رخ شرق کو ہے اسکا طول ۱۳ بالشت اور عرض ۸ بالشت ہے مکان مقدس کے اندر دور تک پتھر کا فرش ہے اوپر کی جانب آدہی آدہی دیواروں پر چاندی کی تہ دیکر موٹا سونا چڑھایا ہے۔ دیکھنے میں ساری سطح سونے کی معلوم ہوتی ہے۔ چھت ساگوں کی لکڑی کے تین ستونوں پر قایم ہے جو عمارت کی لمبائی میں لگے ہوئے ہیں۔ ہر ستون کے درمیان میں ۴ قدم کا فاصلہ ہے۔ چھت بالکل رنگین ہے اور ریشمی کپڑے کی چھتگیری لگی ہوئی ہے۔ باہر کا رُخ چاروں طرف سے سبز حریر کے پردوں سے ڈہکا ہوا ہے۔ پردوں کا تانا سوت کا اور بانا ریشم کا ہے اور اُسپر ریشم سے یہ آیت کڑہی ہوئی ہے۔ ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ

اور غلاف کے بانی خلیفہ ناصرلدین اللہ عباسی کا نام بھی تین ہاتھ چوڑی جگہ میں ریشم سے لکھا ہوا ہے۔ اسکے علاوہ پردوں میں طرح طرح کے نقش و نگار اور دعائیں بنی ہوئی ہیں۔ کل پردے تعداد میں ۳۴ ہیں مگر اُنکو آپس میں اسطرح ملا دیا ہے کہ ایک ہی پردہ معلوم ہوتا ہے۔ یہ پردے سال میں ایک بار بدلے جاتے ہیں۔ پانچ روشندان ہیں چار چاروں گوشوں میں اور ایک وسط سقف میں اُنپر منقش عراقی شیشے لگے ہوئے ہیں۔ ستونوں کے درمیان میں ۱۳ قندیلیں آویزاں ہیں ایک سونے کی باقی چاندی کی۔ رکن عراقی میں ایک دروازہ ہے جسکو باب الرحمۃ کہتے ہیں۔ اس دروازہ سے چھت پر جانیکا راستہ ہے۔ اس دروازہ میں گھستے ہی ایک چھوٹا سا گھر مقام کریم کے رہنے کا بنا ہوا ہے۔ مقام کریم حضرت ابراہیم کے کھڑے ہونے کی چیز ہے یہ ایک پتھر ہے تین بالشت بلند اور دو بالشت چوڑا چاندی سے منڈھا ہوا حضرت ابراہیم کے دو نو قدموں

اور اُنگلیوں کے اُسپر نشان ہیں۔ دروازہ مقدس کے بازو سے رکن عراقی کی طرف کو بارہ بالشت لمبا ساڑھے پانچ بالشت چوڑا اور بالشت بھر اونچا ایک حوض بنا ہوا ہے۔ حضرت ابراہیم کے زمانہ میں اِسی جگہ مقام کریم رکھا جاتا تھا۔ اب مقام کریم کی جگہ کعبہ شریف کے باہر دروازے اور رکن عراقی کی دیوار کے سامنے مصلے کے پاس ہے۔ مقام کریم پر لکڑی کا منقش قبہ قد آدم بلند لگا دیا ہے جسکا ہر ضلع چار بالشت کا ہے اس قبہ اور خانہ کعبہ کے درمیان ۱۰ قدم کا فاصلہ ہے اور ہر قدم ۳ بالشت کا ہوتا ہے۔ مقام کریم کا ایک لوہے کا قبہ قبۂ زمزم کے پاس رکھا ہوا ہے۔ ایام حج میں آدمیوں کی کثرت کی وجہ سے کاٹ کا قبہ ہٹا کر لوہے کا رکھ دیتے ہیں +

رکن اسود سے رکن عراقی تک چوّن بالشت کا فاصلہ ہے۔ حجر اسود زمین سے ۶ بالشت بلند لگا ہوا ہے۔ پستہ قد آدمی کو بوسہ لینے کے لئے اُچکنا پڑتا ہے +

رکن عراقی سے رکن شامی تک ۴۸ بالشت کا فاصلہ ہے مگر اس سمت کا یہ فاصلہ داخل حجر ہے بیرون حجر کا فاصلہ چالیس قدم یعنے ۱۲۰ بالشت ہے طواف بیرون حجر کرتے ہیں۔ رکن شامی سے رکن یمانی کا فاصلہ رکن اسود اور رکن عراقی کے برابر اور رکن یمانی سے رکن اسود کا فاصلہ رکن عراقی اور رکن شامی داخل حجر کے برابر تصور کرنا چاہیئے۔ طواف کی زمین پر پتھر کی بڑی بڑی چٹانوں کا فرش ہے طواف کے فرش کی زمین بیت اللہ شریف کی دیوار سے نو قدم تک چوڑی ہے۔ باقی حرم شریف کے کل صحن اور سب دالانوں میں سفید ریت بچھا ہوا ہے۔ عورتیں فرش سنگین کے باہر طواف کرتی ہیں رکن عراقی اور حجر کے درمیان میں حجر کے اندر داخل ہونے کا راستہ چار قدم یا چھ ہاتھ چوڑا ہے۔ رکن شامی کی طرف بھی اتنا ہی چوڑا راستہ ہے +

چاہ زمزم کا قبہ رکن اسود کے سامنے چوبیس قدم کے فاصلہ پر ہے۔ اس قبہ کے دہنی طرف دس قدم کے فاصلہ پر مصلے کی جگہ ہے۔ قبہ کے اندر بالکل سفید پتھر کا فرش ہے اور رکن اسود کے مقابل کی دیوار کے قریب یہ کنواں ہے کنویں کی گہرائی گیارہ قامت اور پانی کا عمق سات قامت ہے۔ قبہ کا دروازہ مشرق کی طرف ہے۔ اور کنوئیں کا من سنگ خام کا نہایت مضبوط بنایا گیا ہے۔ پھر پتھر کے جوڑ میں سیسہ پگھلا کر ڈالا ہے۔ گولی کے اندر بھی سیسہ سے جوڑ ملائے ہیں۔ سیسے کی بتیس سلاخیں گولے سے ملا کر پانی کے اندر تک لگائی ہیں۔ اور من کے اوپر اُنکے سرے خوب اچھی طرح جما دئے ہیں۔ من کا محیط چالیس بالشت اور بلندی ساڑھے چار بالشت اور چوڑائی ڈیڑھ بالشت ہے۔ قبہ کے اندر بالشت بھر چوڑا دو بالشت گہرا زمین سے پانچ بالشت اونچا سقایہ بنا ہوا ہے اسمیں وضو کے واسطے پانی بھرا رہتا ہے۔ سقایہ کے چاروں طرف چبوترہ ہے جسپر بیٹھکر لوگ وضو کرتے ہیں۔

حجر اسود سمت شرقی کے کونہ پر نصب ہے کہتے ہیں دو ہاتھ کے قریب دیوار میں دبا ہوا ہے دو ثلث بالشت کے قدر چوڑا اور ایک بالشت اور ایک انگل لمبا ہے۔ چاروں ٹکڑے جنکو قرمطی نے توڑا تھا چاندی کے پتروں سے باہم جڑے ہوئے ہیں حجر اسود کے سالم ٹکڑے میں جو مقابل کھڑے ہونیوالے کے دہنی طرف ہوتا ہے ایک سفید چمکتا ہوا نقطہ ہے۔ ہر شخص کو چاہیئے کہ اُس نقطہ کے چومنے میں کوشش کرے +

مسجد الحرام کی چار سمتوں میں تہرا دالان ایک دوسرے سے اس طرح ملا ہوا ہے گویا ایک ہی دالان ہے درمیان میں بہت بڑا صحن چار سو ہاتھ طویل اور تین سو ہاتھ عریض ہے۔ پتھر کے ستونوں کی تعداد ۴۷۱ ہے دار الندوہ کے چونے کے ستون اس شمار سے علیحدہ ہیں۔ دار الندوہ حرم شریف میں بڑھا لیا ہے +

حنفیوں کا مصلے حطیم کی طرف دو منزلہ ہے۔ مالکیوں کا مصلے خانہ کعبہ کی پشت پر ہے۔ شافعیوں کا مصلے چاہ زمزم کے پاس ہے خانہ کعبہ کے دروازہ کی جانب۔ حنبلیوں کا مصلے چاہ زمزم کی دیوار کی طرف سامنے۔ مطاف کے گرداگرد ایک چبوترہ ہے۔ اس چبوترہ کا ایک گز کنارہ چھوڑ کر یہ چاروں مصلے خانہ کعبہ کے چاروں طرف بنائے گئے ہیں جیسا کہ نقشہ مندرجہ ذیل

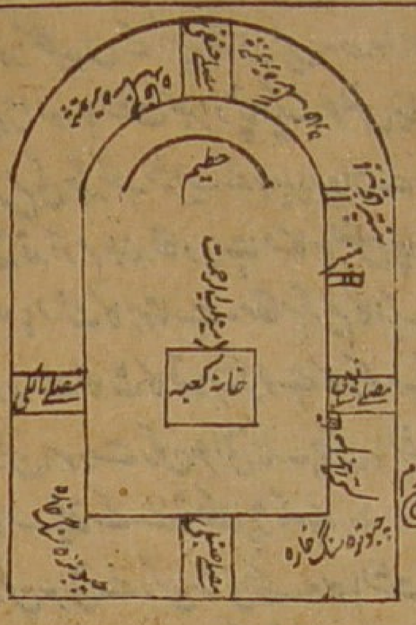

سے ظاہر ہے - یہ چاروں مصلے جیسا کہ کتاب مذاہب الاسلام میں تاج المکلل سے نقل کیا ہے اور امام شوکانی نے ارشاد السائل میں لکھا ہے کہ فرج بن برقوق چرکسی بادشاہ مصر نے جسکا لقب ناصر ہے جو ۷۹۱ھ میں پیدا ہوا اور ۸۰۱ھ سے ۸۱۵ھ تک بادشاہ رہا قایم کئے تھے - مدینہ (آبادی بیس ہزار) جسکو ہجرت سے پہلے یثرب کہتے تھے

شہر مدینہ ایک میدان میں پہاڑیوں کے ایک سلسلہ میں واقع ہوا ہے اور پہاڑیاں مغرب کی طرف سے ایک بڑی صحرا کی حدبندی کرتی ہیں - شہر پناہ چالیس فٹ اونچی ہے - تین بڑے پھاٹک ہیں جن میں سے جنوبی کا نام باب المصر ہے - شہر پناہ کے باہر بھی کسیقدر آبادی ہے آب و ہوا خوش آیندہ معتدل زمین زرخیز و شاداب ہے - کنوؤں کا پانی بمقابلہ مکہ شریف کے اچھا ہے یہاں کے لوگ خوبصورت نیک سیرت نفیس مہماں نواز اور خوش پوشاک ہوتے ہیں مکہ سے گیارہ بارہ روز میں یہاں قافلہ پہنچتا ہے - قافلہ حجاج شہر پناہ کے باہر مقام مناخہ میں ٹھیرتا ہے - مناخہ کی چار دیواری مثل نصف دائرہ کے مدینہ کی شہر پناہ کے غربی دروازہ سے شروع ہو کر جنوبی دیوار سے جا ملی ہے - شہر کے تمام کوچہ و بازار میں پٹی ہوئی نہر ہے - جسمیں جابجا بئیر کی بیچدار ٹونٹیاں لگی ہوئی ہیں - تاکہ جسکا جی چاہے بلا تکلف پانی پی لے - حرم شریف کے چاروں طرف نل لگے ہوئے ہیں - باب السلام کے قریب گھنٹہ گھر ہے - باب الشیبہ کی جانب ایک سنگین قلعہ بنا ہوا ہے - جس میں ترکی فوج رہتی ہے - گورنمنٹ ترکی کیطرف سے ایک پاشا (گورنر) یہاں بھی رہتا ہے ✣ (ماخوذ از خیر الکلام فی بلاد العرب و الاسلام)

بقیع الغرقد مدینہ کے مشرق میں ہے اسکا راستہ مدینہ کے دروازہ باب البقیع سے ہے - یہ نہایت مشہور قبرستان ہے - جسمیں اکثر افراد خاندان نبوت و بنی ہاشم و مہاجرین و انصار کے مقبرے ہیں حضرت فاطمہ - حضرت امام حسن - حضرت امام زین العابدین - حضرت امام محمد باقر - حضرت امام جعفر صادق - عقیل بن ابیطالب - عبد اللہ بن جعفر طیار اور امہات المومنین اور حضرت عباس عم رسول کے مزار ہیں - حضرت عباس کے مقبرہ میں امام حسن مدفون ہیں اسی قبہ کے برابر بیت الحزن ہے جہاں جناب فاطمہ بعد وفات اپنے پدر بزرگوار کے انکو رویا کرتی تہیں - بقیع سے ملا ہوا حش کوکب گورستان یہود ہے جس میں حضرت عثمان کو دفن کر دیا گیا تھا مگر معاویہ نے حضرت کی قبر کو بقیع میں شامل کر لیا - مقام قبا مدینہ سے قبلہ کیجانب دو میل کے فاصلہ پر ہے یہاں حضور صلعم نے مسجد تقوی بنائی تھی اسی کے قریب بیر اریس ہے جس میں حضرت عثمان کی انگوٹھی گری تھی قریب ہی دار الصفہ ہے یہاں عمار اور سلمان وغیرہ رضی اللہ عنہم رہا کرتے تھے ✣

مدینہ کی دوہری چار دیواری اور چار دروازے ہیں باب الحدید - باب الشریعہ - باب القبلہ - باب البقیع - مغرب میں ایک پرتاپ تیر کے فاصلہ پر وہ خندق ہے جو مخالفین دین کے ہجوم کے وقت آنحضرت نے سلمان فارسی کی صلاح سے تیار کرائی تھی - اور جہاں لڑائی ہوئی تھی ✣ مدینہ میں رسولخدا صلعم کا روضہ اقدس ہے - مکہ سے ۲۰۰ میل شمال کی طرف واقع ہے - اسکے ۳ میل شمال میں کوہ احد ہے اور جنوب میں کوہ عیر - مدینہ کو طیبہ بھی کہتے ہیں - مدینہ سے چار منزل کی مسافت پر شمال مشرق کیطرف خیبر واقع ہے - جار جو مدینہ کی بندرگاہ ہے مدینہ سے ایک شب و روز کی مسافت پر جنوب بمغرب میں واقع ہے - جار کے جنوب میں ایک رات کی مسافت پر آب قریہ بدر واقع ہے - بدر کے جنوب مشرق میں جحفہ ہے - جحفہ اور مکہ کے درمیان مکہ سے دو منزل یا ۴۶ میل عسفان ہے جسکو مدرج عثمان بھی کہتے ہیں - نواحی جحفہ میں جحفہ سے دو تین میل کے فاصلہ پر مکہ اور مدینہ

ف جحفہ مکہ اور مدینہ کے درمیان مکہ سے تین یا چار منزل مدینہ سے ۶ منزل - جار سے تین منزل -

کے درمیان غدیر خم واقع ہے۔ جہاں رسول اللہ صلعم نے حجۃ الوداع سے واپسی کے وقت سنہ ۱۰ھ میں پالانہائے شتر کا منبر تیار کرا کے خطبہ فصیح بلیغ فرما کر حضرت علی و اہلبیت کے بارہ میں بہت کچھ وصیت کی تھی اور من کنت مولاہ فعلی مولاہ ارشاد فرمایا تھا۔
ینبع مدینہ کے مغرب میں ساحل قلزم پر ایک مشہور بندرگاہ مدینہ سے ۱۰۰ میل یعنی ۷ منزل پر ہے۔ حُنین مکہ اور طائف کے درمیان مکہ سے دس نیدرہ میل پر۔ یلملم مکہ سے یمن کی طرف دو رات کی مسافت پر۔ قنفذہ حجاز کی بندرگاہ جدہ کی جنوب کی طرف۔
جدّہ (آبادی بتیس ہزار) مکہ کی بندرگاہ ہے۔ یہاں سلطان روم کا پاشا اور انگریزوں کا بالیوز رہتا ہے۔
طائف ۱۲ فرسخ مکہ کے مشرق میں واقع ہے۔ اور حجاز کے مقاموں میں سب سے زیادہ سرد ہے۔ اس میں طرح طرح کے میوے اور پھل پیدا ہوتے ہیں بنی ثقیف کا مسکن ہے۔ طائف سے ایک رات کی اور مکہ سے تین رات کی مسافت پر عکاظ ہے جہاں زمانہ جاہلیت میں ہر سال بڑا بھاری میلہ ہوا کرتا تھا +
تبوک ایلہ یعنے عقبہ کے جنوب مشرق میں واقع ہے مدینہ سے ۱۲ منزل کی مسافت پر + مدینہ اور عقبہ کے درمیان برابر فاصلہ پر تبوک سے ۴ منزل جنوب میں حجر جو قوم ثمود کا مسکن تھا وادی القریٰ کے علاقہ میں۔ اسکے پاس ہی مغرب کی طرف مدین تبوک سے ۶ منزل پر +
(۲) یمن میں۔ صنعاء (آبادی پچاس ہزار) یمن کا دار الحکومت ہے اسے قدیم زمانہ میں اُزال کہتے تھے۔ تمام عرب میں سب سے عمدہ اور خوبصورت شہر ہے۔ عدن سے ۲۰۰ میل کے فاصلہ پر ایک زرخیز وادی میں واقع ہے۔ اسکی آب و ہوا معتدل اور خوشگوار ہے۔ اسکے جنوب مشرق میں ۳ دن کی مسافت پر شہر مارب ہے جسکو سبا بھی کہتے ہیں۔ صنعاء کے شمال مغرب میں ۶۰ فرسخ پر صعدہ ہے یہاں کا کمایا ہوا چمڑہ دور دور ملکوں میں تجارت کو جاتا ہے۔ صنعا کے مغرب میں بحیرہ قلزم سے ایک منزل کی مسافت پر شہر زبید واقع ہے۔ جہاں سے قہوہ تجارت کے واسطے اطراف میں جاتا ہے زبید سے ۴ منزل اور صنعاء سے ۸ منزل پر بیت الفقیہ واقع ہے یہ بھی اراضی قہوہ میں ہے۔ زبید کے شمال مشرق میں شہر مہجم ہے صنعاء سے ۶ منزل کے فاصلہ پر۔ زبید کے جنوب میں قلعہ تعز ہے۔ صنعاء کے شمال میں دس منزل کی مسافت پر نجران ہے +
حُدیدہ (آبادی تیس ہزار) صنعاء سے ۱۵۰ میل جنوب مغرب کی طرف واقع ہے یہاں سے چمڑا اور قہوہ دساور کو جاتا ہے مشہور بندرگاہ ہے مخا آبنائے باب المندب پر واقع ہے پہلے قہوہ کے واسطے مشہور تھا۔ جند صنعاء سے ۵۰ فرسخ پر۔ ذمار صنعا سے دو منزل جنوب میں حصن المواہب صنعاء سے ۵ فرسخ شمال میں +
عدن اور اسکے ساتھ ایک علاقہ حضرموت کا سنہ ۱۸۳۹ء سے انگریزوں کے قبضہ میں ہے۔ گورنر بمبئی کی حکومت میں ہے۔ عدن کی آبادی ۶۴ ہزار ہے۔ یہاں نہر سویس سے گزرنے والے جہاز ٹھیرتے ہیں + دیگر امصار۔ رداعہ۔ خمیر۔ خیوان۔ لحیہ۔ توس۔ قرئی۔ توران (نجران کے مغرب میں ہے) +
(۳) احسا یعنے بلاد بحرین میں جسکے جنوبی حصہ کو احسا اور شمالی کو ہجر کہتے ہیں۔ جزیرہ بحرین جسمیں منامہ مشہور شہر ہے انگریزوں کی حمایت میں ہے۔ یہاں سے موتی بہت نکلتا ہے جو تمام دنیا میں بے نظیر ہوتا ہے۔ قطیف اچھی بندرگاہ ہے۔ دیگر امصار توبیت۔ منفرلیس۔ ہجر۔ خوف +
(۴) عمان میں۔ مسقط خارجی سلطان کا دار الحکومت ہے مشہور بندرگاہ اور موتیوں کی منڈی ہے خشک مچھلی اور میوہ دساور کو جاتا ہے۔ آب و ہوا خراب ہے۔ عرب کی بندرگاہوں میں جسقدر عمدہ جہازات ہیں سب مسقط ہی کی ساخت ہیں۔ سلطان مسقط عرب میں سب سے بڑھکر مالدار تاجر ہے ۵۰ تجارتی جہازوں کا مالک ہے + دیگر امصار۔ ہجر۔ برکہ۔ رستاق۔ سوہار۔ مرباط۔ ظفار۔

لہ زبان یہودی میں جہاں کہیں ہادوران کا نام آیا ہے بعض کہتے ہیں یمن سے مراد ہے بعض کہتے ہیں شام سے مراد ہے۔ ہمارا خیال یمن کی طرف ہے

(۵) نجد میں۔ریاض (آبادی ۳۰ ہزار) وہابی سلطان کا دار الحکومت ہے مکہ سے چار سو پچاس میل کی مسافت پر شمال مشرق کی طرف واقع ہے۔بڑا تجارتی مقام ہے۔یمامہ یا عقربا جو مسیلمہ کذاب کا صدر مقام تھا ریاض کے جنوب مشرق کی طرف قریب ہی واقع ہے۔درعیہ وہابیوں کا پہلا صدر مقام ریاض کے پاس شمال مغرب میں ہے۔دیگر امصار۔بریدہ۔خانقید اور اباتا جہاں محمد بن عبد الوہاب مذہب وہابیہ کا سرغنہ پیدا ہوا تھا +

جبل الشمر کا دار الحکومت شہر حائل ہے جسکو بطن الرمہ بھی کہتے ہیں اسکے قریب جبل سلما میں حاتم طائی کی قبر ہے۔وادیِ جوف جسکا صدر مقام شہر جوف ہے۔جبل الشمر کے سلطان کا باجگزار ہے۔جوف کے شمال میں دومۃ الجندل واقع ہے تیما حجر کے شمال مشرق میں۔تیماء کے شمال مشرق میں ثعلبیہ ہے۔ثعلبیہ کے شمال مشرق میں فیدہ ہے جو مدینہ کے شمال مشرق میں دو سو میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔قریب ہی کوہ سلما اور آجا واقع ہیں +

(۶) حضرموت میں۔مکلہ۔شحر۔وسقوط۔طریم۔ساوہ۔یانع۔ظفار (صوبہ شحر کا صدر مقام) ظفار کے شمال کیطرف احقاف کا ریگستان ہے جو قوم عاد کا ملک تھا +

(۱۰) باشندوں کی حالت | عرب کے لوگ عموماً میانہ قد گندم گوں چھریرے ہوتے ہیں - وہ جو سمندر کے کنارہ یا قصبوں اور دیہات میں رہتے ہیں غالباً تجارت زراعت فلاحت اور کسب علوم میں مشغول رہتے ہیں۔وہ جو وسط میں رہتے ہیں اپنے گلّے اور مویشی لئے ہوئے آب و گیاہ کی تلاش میں جابجا نقل مکان کرتے رہتے ہیں۔اور راہزنی اور دزدی سے گزران کرتے ہیں اور اُن کی غذا کے غالب اونٹ کا دودہ اور گوشت اور گوسفند ہے۔ہر قبیلہ کا ایک شیخ ہوتا ہے جو اُسکا رئیس سردار سمجھا جاتا ہے +

دوسری فصل۔عرب کی قدیم تاریخ

عرب جو اس وسیع ملک پر نہایت قدیم زمانہ سے قابض ہیں دو قسموں پر منقسم ہیں۔قدیم عرب (جو اب نیست و نابود ہو گئے ہیں) اور جدید عرب +

(ا) قدیم عرب یعنی عرب بایدہ | قدیم عرب اُسی نسل سے تھے جس سے قدیم کلدانی تھے۔اُنہوں نے تمدن و تہذیب میں بہت کچھ ترقی کی تھی جس کے آثار ابتک جنوبی عرب میں پائے جاتے ہیں بمعلوم ہوتا ہے کہ مصر و جزیرہ تک میں اُنہوں نے اپنا اقتدار بڑھا لیا تھا۔اُنہوں نے بڑے بڑے محل اور مندر بنائے تھے۔اور وہ بڑے بڑے تالاب جو عدن کے قریب ہیں انہیں سے منسوب کئے جاتے ہیں۔شریف الادریسی اپنی کتاب نزہت المشتاق میں لکھتا ہے کہ قدیم عرب بیشمار تھے اور اُنکے کئی قبیلے تھے وہ یا تو ہلاک و برباد ہو گئے یا دوسرے قبیلوں میں مخلوط ہو گئے اُنکے مفصّل حالات کی کوئی تحریر نہیں ہے۔اگرچہ اُنکے بڑے بڑے واقعات کی روایتیں موجود ہیں جن کی قرآن تصدیق کرتا ہے +

پس عرب کی قدیم تاریخ کا حال ہمیں کچھ تو قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے جسمیں ملک کے پرانے قصص کا بھی تذکرہ ہے اور کچھ اُن روایتوں سے جو عربوں میں برابر سینہ بسینہ چلی آتی تہیں۔اور جنکو آٹھویں صدی مسیحی اور اُسکے بعد کے عرب مورخوں نے بڑی جانفشانی اور محنت کے ساتھ جمع کیا ہے۔جہانتک کہ وہ کتبے پڑھے گئے ہیں جو یمن کے جنوب میں دستیاب ہوئے ہیں اُنسے اُس علم و واقفیت کی تصدیق ہوتی ہے جو قرآن اور روایتوں سے حاصل ہوا ہے۔ان پرانے عربوں کے مشہور قبیلے یہ تھے۔عاد۔ثمود۔طسم۔جدیس۔جرہم اولی اور عمالقہ +

(۱) قبیلہ عاد جو عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح کی نسل سے تھا۔جو اختلاف السنہ کے بعد حضرموت کے علاقہ احقاف میں

لہ سال پیدائش ۱۰۹۹ء سال وفات ۱۱۸۶ء لہ عرب کی قدیم ترین قدیم روایات حضرت ابراہیم سے آگے نہیں بڑھتیں گیٹو لیبان ص ۳ امیر علی و تاریخ اسلام ص ۲ یا ص ۳ مگر بعض

آ بسا تھا۔ یہاں اُسکی نسل بہت پھیلی - انکا پہلا بڑا بادشاہ شداد بن عاد تھا۔ جس نے اُس شہر کی تعمیر کو پورا کیا جسکی بنیاد اُسکے باپ نے ڈالی تھی۔ اسمیں اُس نے نہایت خوبصورت محل بنایا تھا۔ جسمیں بڑے بڑے نادر باغ تھے اور اُسکو مثل جنت کے آراستہ کیا تھا۔ تاکہ اپنی رعیت سے اپنے کو خدا کہوائے۔ اِس باغ کا نام باغ اِرم تھا۔ اسکا قرآن میں بھی ذکر ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ شہر اب بھی صحرائے عدن میں واقع ہے مگر ہر ایک کو نظر نہیں آتا۔ معاویہ کے زمانہ میں ایک شخص کولابہ نامی نے جو اپنا اونٹ ڈھونڈھنے آیا تھا اسکو بالکل ویرانی اور بربادی کی حالت میں دیکھا تھا۔ اور وہاں سے چند نادر پتھر لایا تھا جو اُس نے معاویہ کو دکھائے تھے۔ ابن خلدون لکھتا ہے یہ جنت اور باغ کا بنانا صرف ایک مصنوعی قصہ ہے۔ بلکہ قرآن میں جو ارم ذات العماد کا ذکر آیا ہے اُس سے قوی قوم عاد مراد ہے۔ جو ارم کی نسل سے تھے۔ کسی باغ یا شہر کا نام نہیں ہے۔ مسعودی اور ابن خلدون نے لکھا ہے کہ شداد نے ممالک ہند و شام و عراق کو بھی فتح کر لیا تھا +

علامہ بیضاوی اپنے تفسیر میں لکھتے ہیں کہ قبیلۂ عاد جب خدا کی پرستش چھوڑ کر رفتہ رفتہ بت پرست ہو گئے تو خدا نے ہود علیہ السلام[1] پیغمبر کو اُنکی ہدایت کیواسطے بھیجا جب اُن لوگوں نے اُنکی رسالت کو نہ مانا تو خدا نے اُن کو ایک گرم اور دم گھونٹنے والی ہوا سے معذب کیا۔ یہ ہوا برابر ۷ رات اور ۸ دن چلتی رہی نتھنوں میں سے گھسکر جسم میں سے نکل جاتی تھی۔ سب کو ہلاک کر دیا۔ صرف تھوڑے سے آدمی جو حضرت ہود پر ایمان لائے تھے بچگئے اور ہود کے ساتھ کہیں اور چلے گئے۔ اور پھر ہود حضر موت میں آکر رہنے لگے۔ اور مقام ہستی کے قریب دفن ہوئے جہاں ایک چھوٹا سا قصبہ قبر ہود کے نام سے آباد ہے۔ اس عذاب سخت میں مبتلا کرنے سے پہلے خدائے تعالیٰ نے قوم عاد میں عاجزی پیدا کرنے اور اپنے نبی کا کہا ماننے پر قائل کرنے کے لئے چار برس تک ایسا قحط بھیجا تھا کہ اُنکے تمام مویشی مر گئے تھے اور خود آپ بھی مرنے کے قریب پہنچ گئے تھے۔ جب یہ نوبت پہنچی تو قوم عاد نے لقمان[2] کو ساتھ آدمیوں کے ساتھ مکہ بھیجا کہ مینہ کے واسطے دعا کریں دعا قبول نہ ہوئی۔ مگر لقمان اور اُن کے بعض ہمراہی مکہ ہی میں تھے کہ قوم عاد پر عذاب ہوا کا نازل ہوا اور یہ لوگ مکہ میں اس عذاب سے بچگئے۔ ان کی نسل کے لوگ عاد ثانی کہلاتے ہیں وہ بعد میں اپنی بداعمالی سے بندروں کی صورت میں مسخ ہو گئے۔ جلال الدین سیوطی اور زمخشری نے اپنی اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ عاد اولی بڑے قد آور تھے زیادہ سے زیادہ سو ہاتھ اور کم سے کم ساٹھ ہاتھ لمبے ہوتے تھے +

(۳) قبیلہ ثمود - ثمود بن کاثر یا جاثر (گیدر) بن ارم بن سام کی اولاد تھے۔ جب اُنہوں نے بت پرستی اختیار کی تو اُنکی ہدایت کے واسطے صالح علیہ السلام[3] پیغمبر بھیجے گئے۔ یہ پیغمبر حضرت ہود اور حضرت ابراہیم کے درمیانی زمانہ میں ہوئے ہیں۔ تھوڑے لوگ صالح پر ایمان لائے۔ باقیوں نے کہا ہم اُسوقت ایمان لائینگے جب آپ ہمارے سامنے اس پہاڑ میں سے ایک حاملہ اونٹنی نکالیں۔ پس خدا نے صالح کی دُعا سے اونٹنی نکالی اور وہ نکلتے ہی بچہ جنی۔ مگر بجائے ایمان لانے کے اُن لوگوں نے اُس اونٹنی کو پے کر کے مار ڈالا۔ اُنکے اس کفران پر خدا نے ناراض ہو کر تین دن بعد زلزلہ اور گرج سے اُنکو ہلاک کر دیا۔ صالح اور وہ لوگ جو ایمان لائے تھے بچگئے۔ صالح پھر فلسطین کو چلے گئے پھر مکہ میں آکر انتقال کیا[4]۔ یہ قبیلہ پہلے یمن میں رہتا تھا۔ مگر جب حمیر بن سبا نے اُنکو نکال دیا تو صوبہ حجاز کے علاقہ حجر اور وادی القریٰ میں رہنے لگے[5]۔ ابن خلدون لکھتا ہے کہ ۱۸ میل مربع میں یہ خاندان آباد تھا۔ یہاں اُنکے پہاڑوں میں تراشے ہوئے مکان ابتک موجود ہیں۔ اور نیز اُس پہاڑ کا شگاف جسمیں سے اونٹنی نکلی تھی موجود ہے جسکو ابو موسیٰ اشعری نے دیکھ کر کہا تھا کہ ساٹھ ہاتھ چوڑا ہے[6]۔

---

[1] ہود بن عامر بن شالخ بن ارفخشد بن سام یا ہود بن عبداللہ بن رباح بن خلود بن عاد - عمر ۱۵۰ سال [2] یہ لقمان حکیم نہیں ہیں جو حضرت داؤد کے زمانہ میں تھے [3] جو فاضل لوکہارٹ کے نزدیک فاوگ ہیں - ابن خلدون صالح بن عبیل بن اسف بن شالخ بن عبیل بن کاثر بن ثمود لکھتا ہے [4] ابن شحنہ [5] یہ علاقہ مدین کے نام سے مشہور تھا [6] ابن خلدون لکھتا ہے کہ یہ لوگ بھی اپنے معاصرین کیطرح طویل القامت کثیر الاعمار تھے +

عاد اور ثمود کے عذاب الٰہی میں مبتلا ہونے کا ذکر کلام اللہ میں ہم لوگوں کی تنبیہ کے واسطے کئی جگہ آیا ہے +

(۳) قبیلہ طسم اور قبیلہ جدیس - طبری کہتا ہے کہ یہ دونو قبیلے لاؤذ ابن سام کی نسل سے ہیں اور یہ دونو یمامہ میں رہتے تھے - مگر کلبی کہتا ہے کہ جدیس ارم بن سام کا لڑکا کاثر کا بھائی تھا - ابو الفدا کہتا ہے کہ طسم لاؤذ بن سام کی نسل سے تھا اور جدیس کاثر بن ارم بن سام کی نسل سے تھا - یہ دونو قبیلے آپس میں مختلف طور پر ملے جلے بحرین میں رہتے تھے - طسم آخر حکمرانی کرتا تھا یہانتک کہ بنی طسم کے بادشاہ عشونامی نے جسکو علوق بھی کہتے ہیں بنی جدیس کو ایسا ذلیل و خوار کیا کہ بنی جدیس کی کوئی کنواری اپنے شوہر کے پاس اُسوقت تک نہ جاسکتی تھی جبتک وہ اُسکا ازالۂ بکارت نہ کر لیتا تھا - اسلئے بنی جدیس متحمل نہ ہوسکے - پس اُنہوں نے علوق اور اُسکے قوم کے لوگوں کو بلا کر ضیافت کی اور جب وہ شراب میں بیہوش ہوگئے تو حملہ کرکے بنی طسم کے بہت بڑے حصہ کو نیست و نابود کر دیا - تھوڑے سے بچکر بھاگے اُنہوں نے ذوحبشان بن تقرن بادشاہ یمن سے مدد لیکر بنی جدیس پر حملہ کیا اور اُنکو بالکل معدوم کر دیا - اُسوقت سے ان دونو قبیلوں کا کہیں ذکر بھی نہیں آتا +

(۴) جرہم اولیٰ - جنکی بابت بعض نے لکھا ہے کہ اُن اسّی آدمیوں میں سے ایک کی اولاد میں سے تھے جو نوح کے ساتھ کشتی میں طوفان سے بچے تھے - بنی عاد کے معاصر تھے - ابن شحنہ کہتا ہے یہ سب بھی ہلاک ہوگئے - انکی سکونت ملک یمن میں تھی - عبرانی زبان بولتے تھے - یہ چاروں قومیں قریب قریب ایک دوسرے کی ہمعصر تھیں +

(۵) عمالقہ اولیٰ - عمالق بن الیفاذ بن عیصو بن اسحٰق بن ابراہیم کی نسل سے تھے - ابن خلدون اور طبری عملیق بن لاؤذ کی اولاد سے بتاتے ہیں - بعض کہتے ہیں کہ عمالق حام بن نوح کا بیٹا تھا اور ابن شحنہ کہتا ہے کہ ارذ بن سام کا بیٹا تھا - عمالق کی نسل بڑی زبردست ہوئی ہے اور حضرت عیسٰے سے ۱۹ سو برس قبل حضرت یوسفؑ کے زمانہ سے پہلے اُنکے بادشاہ ولید نے مصر زیریں (لوئر ایجپٹ) کو فتح کر لیا تھا یہ ولید پہلا شخص تھا جس نے فرعون کا لقب اختیار کیا[1] لیکن جب کئی پشتوں تک مصر میں حکمرانی کر چکے تو مصر کے اصلی باشندوں نے اُن کو نکالدیا - اور آخر کو بنی اسرائیل نے اُن کو ملّت کر دیا - طبری کہتا ہے کہ عمالقہ اگرچہ مختلف ممالک میں پھیلے ہوئے تھے چنانچہ اہالیان مشرق و عمان و بحرین و حجاز اور مصر میں فراعنہ اور شام میں جبابرہ جنکو کنعانین کہتے ہیں انہیں میں سے تھے مگر اُنکا ہیڈ کوارٹر ملک نجد تھا - عمالقہ بلند قامتی اور جسامت میں ضرب المثل ہیں +

تنبیہ - مصر پر عمالقہ اُسوقت سے قابض ہوئے جبکہ مصر کے کسی قبطی بادشاہ نے عمالقہ کے بادشاہ ولید بن دومع سے جو شام میں حکمرانی کرتا تھا مدد مانگی تھی - یہ مدد کو آیا تھا اور پھر قبطی بادشاہ سے ملک کو چھین کر خود متسلط ہوگیا تھا انہیں میں سے حضرت ابراہیم کے زمانہ کا فرعون سنان ابن اشل یعنے عملیق کے پوتے کا پوتا تھا اور حضرت یوسفؑ کے زمانے کا فرعون ریان ابن ولید اور جناب موسیٰ کے زمانہ کا فرعون ولید ابن مصعب تھا - مگر ولید ابن مصعب ایک نجار تھا جو خاندان سلطنت پر غالب آکر مصر میں خاندان عمالقہ کی سلطنت کا خاتمہ کر دیا - اور پھر جب اسنے جناب موسیٰ کا تعاقب کیا اور نیل میں ڈوب گیا تو مصر پھر قبطیوں کے قبضہ میں آگیا (ابن خلدون)

(۲) جدید عرب جدید عرب دو نسل کے ہیں - ایک قحطان یا یقطان بن عابر بن ارفخشد بن سام بن نوح کی نسل سے جو عرب عاربہ کہلاتے ہیں - اور دوسرے عدنان کی اولاد جو اسمٰعیل بن ابراہیم کی نسل سے تھا - یہ عرب مستعربہ کہلاتے ہیں +

(۱) **بنو قحطان یا عرب عاربہ** - عرب کئی صدی تک اولاد قحطانؑ کے زیر حکومت رہے - انکے نامی قبائل

[1] ابن خلدون جسان بن تبع لکھتا ہے ۲۵ برس لکھتا ہے کہ ان عمالقہ سے وہی لوگ سمجھے جاتے ہیں جنکو مصر کی تاریخوں میں فلشین شیپرڈ (راعیان فلسطین یعنی گڈریے) لکھا ہے گسٹیو لیبان لکھتا ہے کہ ہکساس مصر کے سلاطین راعیہ تھے انکی حکومت تقریباً ۲۲۰۰ قبل مسیح سے ۱۷۰۰ قبل مسیح تک رہی ہے یہ لوگ سمیا طیقی نسل کے تھے یعنے سام کی اولاد - فرات کے مشرق کی طرف سے کسی ملک سے آئے تھے اور قدیم عربوں کو غارت کرکے یمن اور حضرموت کے حصوں میں آباد ہوگئے تھے (امیر علی - تاریخ اسلام)

یہ تھے ۔ جرہم ثانیہ ۔ حصور[1] ۔ حضرموت ۔ سلف + قحطان اس خاندان کا اول بادشاہ ہے جس نے مسیح سے ۲۰۳۰ برس قبل تاج سر پر رکھا ۔ قحطان کا ایک بیٹا یعرب تھا جس نے سلطنت یمن کی بنیاد ڈالی اور ملک عرب کا نام اُسکے نام پر عرب مشہور ہوا ۔ اور جرہم بن قحطان بلاد حجاز کا والی مقرر کیا گیا ۔ اسکی نسل عرصہ تک حجاز پر حکمراں رہی ۔ حضرت اسمعیل بن ابراہیم علیہ السلام نے قبیلہ جرہم ہی میں نشو و نما پایا تھا اور انہیں کی طرف مبعوث ہوئے تھے ۔ جرہم کی نویں پشت میں مضاض (یا مزداد) ہوا جسکی بیٹی سے آپکی شادی ہوئی تھی ۔ یعرب کا ایک بیٹا یشجب تھا جسکو یمن بھی کہتے تھے ۔ غالباً ملک یمن کا نام اُسی کے نام پر ہے یشجب کا بیٹا عبدشمس تھا جو سبا[2] کے نام سے بھی مشہور ہے ۔ اس نے اپنے نام شہر سبا آباد کیا ۔ سبا کے دس بیٹے تھے منجملہ اُنکے چھ یعنی مذحج ۔ کندہ ۔ ازد ۔ اشعر ۔ حمیر ۔ کہلان ۔ یمن میں سکونت پذیر رہے ۔ اور چار یعنی ۔ لخم ۔ جذام ۔ عاملہ اور غسان شام میں مقیم ہوئے اُسکے بیٹوں میں حمیر اور کہلان زیادہ مشہور ہیں + یہ قحطانی بادشاہ بڑے فتاح[3] اور شہر بنانیوالے تھے ۔ سب تبع کے لقب سے مشہور ہیں اُنکا دار الحکومت شہر صنعا اور مارب (سبا) میں تھا انکا تسلط یمن اور عرب کے دیگر حصوں پر ساتویں صدی تک رہا ۔ ملکہ بلقیس اسی قوم و گروہ کی بادشاہ ہوئی ۔ اسکا تخت نہایت قیمتی اور تیس گز کا مربع تھا جو حضرت سلیمان نے منگالیا تھا اور یمن فتح کرکے بلقیس سے نکاح کیا تھا + عبدشمس (سبا) نے (اور بقول بعض مورخین کے حمیر بن سبا نے اور بقول بعض کے ملکہ بلقیس نے) دو پہاڑوں کے درمیان میں ایک دیوار بنوادی تھی جس سے چشموں اور تمام بارش کا پانی سمٹکر ایک ہی جگہ پر رُکا رہتا تھا موقع و محل سے کھڑکیاں رکھی تھیں بقدر احتیاج اُس سے وقتاً فوقتاً اہل شہر اپنی روزانہ ضروریات اور زراعت کے لئے پانی لیتے تھے یہ بادشاہ زیادہ پانی قبضہ میں ہونے پر اپنی عظمت اور فخر بھی سمجھتے تھے ۔ اصل یہ ہے کہ یہ بند عبدشمس نے شروع کیا تھا اور اُسکے جانشینوں نے اتمام و کمال کو پہنچایا ۔ اسمیں بڑی صناعی صرف کی گئی تھی ۔ یہ بند شہر سبا پر پہاڑ کی مانند کھڑا تھا اور ایسا مضبوط بنا ہوا تھا کہ اُسکی ٹوٹنے کا گمان بھی نہ تھا پانی کوئی چالیس گز اونچا تھا ۔ دیواریں ایسی چوڑی تہیں کہ بعض باشندوں نے اُنکے اوپر مکان بنا رکھے تھے ہر کنبہ میں نالیوں کے ذریعہ سے پانی پہنچتا تھا لیکن آخر کار خدا کو اُنکا غرور اور تکبر بُرا معلوم ہوا اور اُنکو متواضع بنانے اور منتشر کرنے کے لئے طوفان برپا کردیا یعنی رات کو جب سب سوتے تھے بند ٹوٹ گیا جس سے تمام شہر اور قرب و جوار کے علاقے اور لوگ تباہ و برباد ہوگئے ۔ یہ بند عرم کے نام سے مشہور تھا ۔ اور یہ طوفان سکندر اعظم کا زمانہ ختم ہوتے ہی ۳۲۰ قبل مسیح میں واقع ہوا تھا ۔ اس موقعہ پر آٹھ قبیلے اپنے گھر چھوڑنے پر مجبور ہوگئے ۔ انمیں سے ایک قبیلہ نے دریائے فرات کے کنارہ مقام حیرہ میں اور ایک فرقہ نے شام کے جنوب میں غسان کی حکومت قایم کی شاید ان ہی نقل مکان کرنیوالوں میں سے ان کے تین سردار بکر ۔ مضر ۔ اور ربیعہ عراق کے علاقہ میں چلے گئے تھے جنکے نام سے تین علاقے دیار بکر ۔ دیار مضر اور دیار ربیعہ ابتک مشہور ہیں ۔ جو قومیں یمن میں رہ گئیں وہ پہلے ہی شاہی خاندان کے ماتحت رہیں ۔ یہانتک کہ جب یمن کے حمیری متعصب یہودی بادشاہ ذو نواس نے (جو ۵۲۰ء میں تخت پر بیٹھا تھا اور

[1] حصور دیار رس میں رہتے تھے اور اہل کفر و بت پرست تھے اُنکی طرف شعیب نبی مبعوث ہوئے مگر وہ ایمان نہ لائے اور آخر اور گروہوں کی طرح ہلاک ہوگئے ۔ شعیب کا اصلی نام یثرون تھا یہ حضرت ابراہیم کے بیٹے مدین کے پوتے کے پوتے تھے انکی والدہ لوط بن ہاران بن تارح کی بیٹی تہیں ۔ حضرت شعیب اہل مدین اور اصحاب الایکہ اور اہل الرس کی طرف مبعوث ہوئے تھے انمیں سے اصحاب الایکہ کو بسبب انکی بت پرستی اور بددیانتی پر قایم رہنے کے اللہ تعالی نے ابر سے آگ برساکر ہلاک کردیا سوائے مومنین اور حضرت شعیب کے کوئی نہ بچا اسیطرح جناب شعیب نے اہل الرس کو جو کفر و بت پرستی میں ڈوبے ہوئے تھے مدتوں سمجھایا جب وہ نمانے تو اُنکو بھی خدا نے اسیطرح ہلاک کیا (ترجمہ ابن خلدون) [2] اسی سبب سے اس خاندان کے بادشاہ سبائیین بھی کہلاتے تھے مگر سبا کے بیٹے حمیر کے نام پر زیادہ تر حمیری مشہور ہیں یہانتک کہ حمیر کے بعد کہلان بادشاہ ہوا تو اس نے بھی اپنے لئے شاہ حمیر کا خطاب جاری رکھا ۔ بنی حمیر اور بنی کہلان میں اکثر تخت کے لئے جنگ و جدل برپا رہتا تھا انھوں نے کئی صدی تک حکومت کی اُنہی میں سے صعب ہوا ہے جسکی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ وہی ذوالقرنین تھا (ابن خلدون) [3] حقایق الاخبار اور تاریخ ابن خلدون میں لکھا ہے کہ کبھی یہ بادشاہ عراق اور ہند اور چین اور سرزمین مغرب و قسطنطنیہ پر چڑھائی کرتے تھے اور کامیابی و فتح نصیبی کا سکہ تمام عالم میں جمادیتے تھے ۔ یمن کے بادشاہ افریقش نے ۱۹۰۰ قبل مسیح میں قبائل عرب کو افریقہ میں بیجاکر آنکی بستیاں بسائیں اور اُسی کے نام پر اس ملک کا نام افریقہ مشہور ہوا ۱۶۵۰ قبل مسیح میں ہدہاد یمن کا بادشاہ فوت ہوا اور اسکی بیٹی بلقیس جو حضرت سلیمان کی ہمعصر تھی اُسکی جگہ ۲۰ سال حکمراں رہی ۔ یمن کا بادشاہ مرعش بڑا فتاح تھا ۸۰۰ قبل مسیح میں تین

جس نے بادشاہ ہوکر مذہب یہود اختیار کیا تھا) یمن کے عیسائیوں کو ستانا شروع کیا[1] تو حبشہ کے بادشاہ[2] نے جو عیسائی مذہب رکھتا تھا عیسائیوں کی مدد کے واسطے سنہ ۵۲۵ء میں (اور حقائق الاخبار کے موافق سنہ ۵۲۹ء میں) اپنے ایک نامی سردار ارباط اور نامور جرنیل ابرہۃ الاشرم کے ماتحت ایک بڑی فوج روانہ کی دونوں میں سخت لڑائی ہوئی یہانتک کہ ذونواس نے مجبور ہوکر سمندر میں گھوڑا ڈالدیا اور ڈوب کر مر گیا۔ اور یمن پر ارباط اور پھر تھوڑے دنوں میں ارباط کو مارکر ابرہۃ الاشرم بادشاہ حبشہ کی طرف سے حکومت کرنے لگا[3]۔ اس فتح کے بعد حبشہ والوں نے یمن میں عیسائی مذہب کو شایع کرنے کی کوشش کی بلکہ بہت سے قبائل کو عیسائی بنا بھی لیا۔ ابتدا سے حبشہ کے چار گورنر یمن پر حکمران رہے یہانتک کہ سنہ ۵۹۷ء میں (اور بروایت حقائق الاخبار سنہ ۶۰۱ء میں) سیف بن ذویزن حمیری نے پہلے ہرقل بادشاہ روم سے مدد مانگی مگر جب اُس نے انکار کیا تو خسرو انوشیروان بادشاہ ایران سے مدد لیکر اپنے بزرگوں کا تخت حاصل کرلیا۔ اور حبشیوں کو نکالدیا[4] مگر بعض حبشی جو رہ گئے تھے اور ذویزن کے خواصوں میں سے تھے اُنہوں نے ذویزن کو مار دیا۔ ذویزن کے قتل ہوجانے پر شاہ ایران نے یکے بعد دیگرے یمن میں آٹھ حاکم مقرر کئے جو مرزبان کہلاتے تھے۔ ایرانیوں کی حکومت یمن۔ حضرموت اور عمان میں عین زمانہ آنحضرت تک قائم رہی یہانتک کہ یمن مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا اور یہاں کا آخری حاکم باذان مسلمان ہوکر پیغمبر خدا کی طرف سے اپنے عہدے پر بحال رکھا گیا[5]۔ ابو الفدا نے حمیری خاندان کی مدت حکومت دو ہزار بیس سال اور الجنابی اور احمد بن یوسف نے اور گسٹیو لیبان نے تین ہزار سال لکھی ہے۔ لیبان یہ بھی لکھتا ہے کہ یمن کا تمدن زمانہ قدیم میں اعلیٰ درجہ کا تھا۔ اور اسکا چین و آرام ضرب المثل ہوگیا تھا +

(۲) بنو عدنان یا عرب مستعربہ۔ حضرت اسمعیل بن ابراہیم کی نسل سے ہیں۔ ابراہیم بن آذر[6] حضرت سام بن نوح کی دسویں یا گیارہویں پشت میں تھے اور حضرت نوح کی وفات کے وقت انکی عمر ۵۳ سال کی تھی۔ حضرت ابراہیم نمرود بن کنعان بن کوش بن سام کے عہد حکومت میں علاقہ سواد کے شہر کوثا یا بابل یا حرّان میں پیدا ہوئے۔ عنفوان شباب میں نبوت حاصل ہوئی اپنے باپ (چچا سے مراد ہے جسکا نام آذر تھا چونکہ عرب میں چچا کو بھی باپ کہتے ہیں اس سبب سے بعض مورخین و مفسرین کو دھوکا ہوا ہے۔ مؤلف) کو توحید کیطرف بلایا اُس نے انکار کیا آپ نے بتوں کو توڑ ڈالا اس جرم میں لوگ نمرود کے سامنے پکڑ کر لائے۔ اور اُسکے حکم سے آگ میں ڈالے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آگ کو ایسا ٹھنڈا کردیا کہ جس سے اُنکو مطلق اذیت نہ پہنچی۔ اسکے بعد نمرود نے حضرت ابراہیم کو جلاوطن کردیا اور حضرت ابراہیم اپنے باپ تارخ اور ناحور بن تارخ اور اُنکی بیوی ملکا بنت ہاران (ناحور کے بھائی) اور لوط بن ہاران (برادر ابراہیم) اور سارہ[7] (زوجہ ابراہیم) ارض کلدانیین سے ہجرت کرکے حرّان میں چلے آئے۔ پھر ۷۵ برس کی عمر میں ملک کنعان میں اُس جگہ آکر قیام کیا جہاں اب بیت المقدس ہے جہاں پر اُنکی نسل کی ترقی ہوئی۔ تھوڑے دنوں بعد جب کنعان میں قحط پڑا تو مع اپنی اہل بیت کے مصر چلے آئے۔ یہاں فرعون مصر حضرت سارہ پر عاشق ہوگیا انکی طرف ہاتھ بڑھایا دونو ہاتھ خشک ہوگئے۔ فرعون نے توبہ کی سارہ کی دعا سے اچھے ہوگئے تین مرتبہ ایسا ہی ہوا آخر اُس نے معافی چاہی اور توبہ کی اور اپنی بیٹی یا کنیز ہاجرہ کو جناب سارہ کی نذر کیا۔ اور ابراہیم اپنی اہلبیت کو لیکر کنعان واپس آئے۔ اور مقام جبرون میں جسے اب خلیل کہتے ہیں قیام کیا + مصر سے مراجعت کرنے کے بعد دسویں برس سارہ نے

[1] سنہ ۵۲۳ء عیسائیوں کو دہکتی ہوئی آگ کے گڑھوں میں ڈلوا دیا جنکو اُخدود کہتے ہیں اور اسی سبب سے ذونواس صاحب الاخدود کہلاتا ہے [2] حبشہ یعنی ابی سینیا کے بادشاہوں کا لقب سلف سے نجاشی (نگس) چلا آتا ہے [3] یہ پہلا وقت ہے کہ عرب کے ایک حصہ پر دوسرے ملک کے بادشاہ کی سلطنت قایم ہوئی اسوقت تک سوائے عرب بادشاہوں کے کسی نے حکومت نہیں کی تھی [4] حبشیوں نے ۷۲ سال یمن میں حکومت کی [5] سید امیر علی اپنی تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں کہ ایک صدی سے کچھ زیادہ تک ایرانی گورنر یمن خاص پر حکومت کرتے رہے [6] آذر یا تارح یا تارخ ایک ہی نام ہے ابراہیم ہاران و ناحور تارخ کے تین بیٹے تھے لوط بن ہاران ابراہیم کے بھتیجے تھے (ابن خلدون) مگر اکثر مورخین نے آذر کو تارخ کا بھائی ابراہیم کا چچا لکھا ہے [7] سارہ ملکا بنت ہاران کی بہن تھیں حران پہنچکر ابراہیم نے

(ابن خلدون) [illegible]

حضرت ابراہیم کو ہاجرہ سے نکاح کرنے کی اجازت دی۔ اس خیال سے کہ شاید اللہ جل شانہ انہیں سے کوئی لڑکا مرحمت فرمائے کیونکہ سارہ کی عمر زیادہ ہوگئی تہی وہ لڑکا ہونے سے نا اُمید ہوچکی تہیں۔ جب حضرت ابراہیم کی چھیاسی برس کی عمر ہوئی تو اسمعیل ذبیح اللہ ہاجرہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ اور جناب باری سے وحی نازل ہوئی کہ اس لڑکے کی بارہ اولادیں ہونگی اور بڑے سلسلہ کا رئیس ہوگا[1]۔ اسپر سارہ نے رشک کرکے ان ماں بیٹوں کو نکالنے کا دباؤ ابراہیم پر ڈالا اور کہا کہ انکو کسی آباد قریہ میں نہ ٹھیرانا اللہ جل شانہ نے مکہ کی طرف لیجانے کا حکم صادر فرمایا۔ چنانچہ حضرت ابراہیم تھوڑا سا زادراہ (کہانا پانی) ہمراہ لیکر ہاجرہ اور اسمعیل کو ایک خچر یا اونٹ پر سوار کرکے جناب باری کے حکم سے سرزمین مکہ مقام زمزم میں ٹھیرا کر اُنکے واسطے خدا سے دعا کرکے واپس ہوئے۔ ہاجرہ اور اسمعیل اس بیابان میں تنہا رہ گئے جو پانی ساتھ تھا وہ بھی اُسی روز ختم ہوگیا اور اسمعیل غلبہ تشنگی سے بیتاب ہوئے۔ ہاجرہ پانی کی تلاش میں ۷ مرتبہ کوہ صفا اور ۷ مرتبہ کوہ مروہ کی چوٹیوں تک آئی گئیں آٹھواں بار شروع نہ ہونے پایا تھا کہ اپنے شیرخوار بچے کے رونے کی آواز سُنکر دوڑ آئیں۔ اسمعیل زمین پر پاؤں مار رہے تھے جس سے بعنایت الٰہی چشمہ زمزم اُبل پڑا۔ سُدی سے روایت کی جاتی ہے کہ اسمعیل کو ہاجرہ مقام حجر میں چھوڑ گئیں تہیں اور اُنکے لئے ایک عریش (چھپر) بنا دیا تھا اور جبرئیل نے آکر ہاجرہ کے بعد چشمہ کھولدیا تھا اور اُنہوں ہی نے جاکر ہاجرہ کو اُس سے آگاہ کیا اور یہ بتلایا کہ اسی چشمہ سے اللہ کے مہمان (حاجی) سیراب ہونگے اور تھوڑے دنوں بعد اس لڑکے کا باپ آئے گا۔ اور دونوں ملکر اللہ تعالیٰ کا گھر بنائیں گے۔ ورود کے پانچویں دن جرہم ثانیہ کا ایک گروہ اُس طرف سے گزرا وہ پرندوں کو اڑتے ہوئے دیکھکر تعجب سے کہنے لگے اس وادی میں تو پانی نہیں ہے۔ پرند کیوں اُڑ رہے ہیں قریب آئے تو ایک عورت ایک بچہ اور ایک چشمہ کو دیکھا اور وہیں اُن سبھوں نے قیام کیا۔ الغرض ہاجرہ نے دوڑکر اپنے بچہ کو جپ کیا اور اُس اُبلتے ہوئے پانی کے چاروں طرف ایک مینڈہ سی باندہ دی۔ اسکے بعد بنی جرہم نے ہاجرہ کی اجازت سے اس مقام پر قیام اختیار کیا۔ اسمعیل نے اسی گروہ میں پرورش پائی۔ انہیں لوگوں سے زبان عربی سیکھی اور بنی جرہم نے اپنے خاندان کی ایک عورت (رعلہ یا سعیدہ بنت مضاض) کے ساتھ آپکا عقد کردیا) اسمعیل پندرہ برس کے نہ ہوئے تھے کہ ہاجرہ کا انتقال ہوگیا اور اسمعیل نے انکو مقام حجر میں دفن کردیا۔

جب حضرت ابراہیم ہاجرہ اور اسمعیل کو مکہ میں پہنچا کر شام کو واپس چلے آئے اور بیت المقدس میں مقیم ہوئے اور اُنکی عمر سو سال کی اور سارہ کی نوے برس کی ہوئی تو سارہ سے اسحاق پیدا ہوئے۔ اسحاق کی ولادت کے بعد اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ بنانیکا حکم دیا پس ابراہیمؑ شام سے جبرئیل کے ساتھ مکہ میں آئے اور دونوں باپ بیٹوں نے خانہ کعبہ کو اسطرح بنانا شروع کیا کہ ابراہیمؑ تو چنائی کا کام کرتے تھے اور اسمعیل گارہ اور پتھر اُٹھا اُٹھا کر دیتے تھے۔ جسوقت دیوار کسیقدر بلند ہوئی اور ابراہیم چنائی سے مجبور ہوئے تو ایک پتھر پر کھڑے ہوکر کام کرنے لگے یہ وہی مقام ہے جسکو اب مقام ابراہیم کہتے ہیں۔ پھر ابراہیمؑ نے جبرئیل کی ہدایت اور پتہ کے موافق اسمعیل کیسے حجر اسود کو منگا کر مقام رکن پر رکھ دیا۔ بیت اللہ کی تیاری کے بعد ابراہیم حسب حکم باری تعالیٰ مکہ مکرمہ کے پہاڑ کی بلند چوٹی پر چڑھ گئے اور باواز بلند فرمایا اے لوگوں بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے گھر بنا دیا ہے اور تمہیں اُسکی حج اور زیارت کو بلایا ہے پس تم لوگ آؤ

[1] ابن خلدون ۳۷۰ ابن اثیر ۲۵۸ ابن اثیر کی اس روایت سے کہ اسحق اور اسمعیل جب کسیقدر بڑے ہوئے تو ان میں ایکدن چھیڑ چھاڑ ہوئی اسپر سارہ نے ہاجرہ اور اسمعیل کے جلا وطن کرنیکا دباؤ ڈالا ثابت ہوتا ہے کہ اسمعیل اسوقت شیرخوار نہ تھے جیسا کہ ابن خلدون نے لکھا ہے مگر ابن خلدون نے چھیڑ چھاڑ کا قصہ ہی نہیں لکھا بلکہ ہاجرہ اور اسمعیل کی جلا وطنی کا باعث اُس رشک کو لکھا ہے جو سارہ کو اسمعیل کی نسبت بارہ اولادیں عطا کرنیکی وحی پر ہوا تھا۔ اور یہی ہمارے نزدیک صحیح معلوم ہوتا ہے۔ تفریح الاذکیا اور اکسیر التواریخ اور بعض دیگر کتب میں اسوقت حضرت اسمعیل کی عمر دو تین ہی سال کی لکھی ہے۔ ابو الفدا نے کتب یہود سے لکھا ہے کہ جلا وطنی کے وقت حضرت اسمعیل کی عمر ۱۳ سال کی اور حضرت ابراہیم کی سو سال کی تھی ایسی ہی ابن اثیر کی روایت بھی توریت کے موافق

اسکے بعد یہ دونوں بزرگ مع اُن لوگوں کے جو آپ پر ایمان لا چکے تھے مقام منا اور عرفات کی طرف گئے۔ قربانی کی اور خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ بعد ازاں ابراہیم شام کی طرف چلے گئے۔ اور تا حیات ہر سال خانہ کعبہ کی زیارت اور حج کو آتے رہے[1] اسمٰعیل ع جیسا کہ قبل انتقال ابراہیمؑ مکہ میں رہتے تھے ویسا ہی بعد انتقال بھی مکہ میں رہے۔ وہ بنی جرہم اور مکہ کے گرد و نواح کی عمالقہ اور اہل یمن کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ اُنمیں سے بعض تو ایمان لائے اور بعض بدستور اپنے کفر و الحاد پر قائم رہے۔ وقت انتقال وہ اپنے ۱۲ لڑکے بنی جرہم میں چھوڑ گئے۔ توریت میں اُنکی عمر ۱۳۷ سال لکھی ہے اور ابن اسحق ۱۳۰ سال لکھتا ہے اپنی ماں کے پاس میزاب اور حجر کے درمیان میں دفن کئے گئے۔ بعد میں قبیلہ قریش[2] آپ ہی کی نسل سے ہوا

(۳۳) عربوں کا مذہب زمانہ جاہلیت[3] میں اسلام سے پہلے عرب میں سخت بت پرستی جاری تھی۔ اور تقریباً تمام قوم میں صابئی مذہب پھیلا ہوا تھا۔ بہت سے عیسائی۔ یہودی اور آتش پرست بھی تھے۔

صابئین خدا پرست بھی ہیں اور اُسکی وحدانیت کی بڑی بڑی دلیلیں بھی پیش کرتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی ستاروں کی یا فرشتوں اور ارواحوں کی جنکو وہ خیال کرتے ہیں کہ ستاروں میں رہتے ہیں پرستش کرتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ وہ خدا کے نیچے دنیا پر حکومت کرتے ہیں۔ وہ چار عقلی خوبیوں میں کمال پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اُنکا اعتقاد یہ ہے کہ بدکار ۹ ہزار عمروں تک سزا دیے جائیں گے لیکن بعد میں نجات پائیں گے۔ دن میں تین نمازیں اُنپر فرض ہیں پہلی نماز سورج نکلنے سے آدھ گھنٹہ یا اس سے کچھ کم پہلے اسطرح کہ جب سورج نکلے تو وہ تین تین سجدوں کی آٹھ رکعتیں ختم کر چکے ہوں۔ دوسری نماز ٹھیک دوپہر کو ختم ہوتی ہے جب سورج کو زوال شروع ہوتا ہے۔ اسکی پانچ رکعتیں ہیں۔ تیسری نماز ٹھیک غروب آفتاب کے وقت پانچ رکعت۔ سال میں تین دفعہ روزے رکھتے ہیں اول دفعہ ۳۰ دن دوسری دفعہ ۹ دن اور تیسری دفعہ ۷ دن قربانیاں بھی کرتے ہیں مگر قربانی میں سے کچھ کھاتے نہیں سب کو جلا دیتے ہیں۔ اقسام لوبیا۔ لہسن اور بعض اور دالیں اور ترکاریاں نہیں کھاتے۔ اِنکے قبلہ میں مورخین کو اختلاف ہے بعض کہتے ہیں شمال کیطرف بعض جنوب کیطرف بعض مکہ کیطرف۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اُس ستارہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے ہیں جسکی وہ پرستش کرتے ہیں۔ وہ الجزیرہ کے شہر حران میں حج کو جاتے ہیں۔ وہاں بہت سے صابئین رہتے ہیں۔ مسجد مکہ کی بھی بہت عزت کرتے ہیں۔ اور اہرام مصری کی بھی بہت تعظیم کرتے ہیں کیونکہ وہ اُنکے خیال میں شیث پیغمبر اور اُن کے دو بیٹوں ادریس اور صابی کی قبریں ہیں۔ جنکو وہ اپنے مذہب کا موجد خیال کرتے ہیں۔ ان عمارتوں پر وہ ایک مرغ اور ایک کالا بچھڑا قربان کرتے ہیں اور لوبان جلاتے ہیں۔ علاوہ زبور کے جو خاص اُنکی مذہبی کتاب ہے اُنکی اور بھی کتابیں ہیں جنکو وہ ایسا ہی متبرک خیال کرتے ہیں۔ خصوصاً ایک کلدانی زبان کی کتاب جسکو وہ صحیفہ شیث کہتے ہیں اور جسمیں بہت سی اخلاقی باتیں بھری ہوئی ہیں۔ کہتے ہیں کہ اس مذہب کا نام صابی بن شیث کے نام پر ہے۔ مگر فرنگی مورخوں کی رائے ہے کہ یہ لفظ سبا سے مشتق ہے جس کے معنی آسمانی فوج کے ہیں جسکی وہ پرستش کرتے ہیں۔ فرنگی سیاح اُنکو جان دی بپٹسٹ (یحیی) کے فرقہ کا عیسائی بتاتے ہیں کیونکہ صابئین اپنے کو اُنکا بھی مرید اور مقلد کہتے ہیں انمیں عیسائیت کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ اُنمیں ایک قسم کا بپتسما (اصطباغ) بھی ہوتا ہے۔ پیغمبر خدا نے انکو بھی اہل کتاب میں شمار کیا ہے اور انکو بھی جزیہ دینے کے بعد

[1] گستاولیبان نے اپنی کتاب تمدن عرب میں لکھا ہے کہ کعبہ کل اقوام جزیرۃ العرب کی نظروں میں ایک متبرک مقام تھا یہ اصل میں عربستان کے دیوتاؤں کا مندر تھا کل اقوام عرب کعبہ کی آرایش کو اپنا فخر سمجھتی تھیں یہودیوں کے نزدیک بھی یہ مقام متبرک تھا۔ کعبہ کی حفاظت قبیلہ قریش کے سپرد تھی اور اس سبب سے اس قبیلہ کا مذہبی وقار تمام ملک میں مانا جاتا تھا۔ المرتضی میں لکھا ہے کہ خانہ کعبہ دنیا میں سب سے پہلا گھر ہے جو عبادت الٰہی کے واسطے حضرت ابراہیم نے سنہ ہجری کے ۲۷۹۳ برس پیشتر بنایا تھا [2] دیکھو نمبر ۶ آتی فصل کا [3] شیوع اسلام سے پیشتر کے زمانہ کو مورخین کی اصطلاح میں زمانہ جاہلیت کہتے ہیں

اپنے مذہب پر قایم رہنے کی اجازت دی ہے - عرب کے صابئین کی بت پرستی یہ تھی کہ وہ ستاروں کو پوجتے تھے تو ثوابت اور سیاروں دونوں کو اور فرشتوں کو اور اُنکی مورتوں کو جن کو وہ گھٹیا درجہ کے دیوتا سمجھتے تھے اور جن کو وہ خدا کے ساتھ اپنا شفیع خیال کرتے تھے کیونکہ عرب لوگ ایک خدا کے قائل تھے جسے وہ اللہ تعالیٰ کہتے تھے اور دوسرے دیوتاؤں کو جنہیں وہ اُس کا ماتحت سمجھتے تھے الٰہیات کہا کرتے تھے - اسی بت پرستی کے دور کرنے اور کامل توحید پھیلانے کیلئے آنحضرت صلعم مبعوث ہوئے تھے + قدیم اہل عرب اور اہل ہند ان دونوں کو مذہب میں بڑی مناسبت تھی ان دونوں میں سبعہ سیارات کے نام پر سات مشہور مندر تھے انسان کی قربانی کا بھی اکثر رواج تھا - ان مندروں میں سے ایک خاص کر جو بیت غمدان کہلاتا تھا صنعا میں ضحاک نے زہرہ سے نامزد کیا تھا جسے خلیفہ عثمان رضؓ نے مسمار کرایا - مکہ کا معبد زحل سے منسوب تھا - اِن دیوتاؤں کو تو سب ہی عرب مانتے تھے انکے علاوہ ہر ایک قبیلہ کا جدا جدا دیوتا بھی ہوتا تھا - مثلاً ستاروں میں سے بنی حمیر سورج کی پرستش کرتے تھے - بنی تمیم دبران (یعنی سانڈ کی آنکھ) کی - بنی لخم اور بنی جذام مشتری کی - بنی طے سُہیل کی بنی قیس شعریٰ کی بنی اسد عطارد کی پرستش کیا کرتے تھے - شعریٰ کی پرستش کرنیوالوں میں ایک شخص ابو کبشہ نامی بڑا مشہور تھا - بعض کہتے ہیں کہ یہ حضرت رسولخدا صلعم کا رشتہ کا نانا تھا - مگر بعض کہتے ہیں کہ وہ بنو خزاعہ سے تھا یہ قبیلہ قریش کو سمجھایا کرتا تھا کہ اپنے بتوں کو چھوڑ کر اس ستارہ کی پرستش کیا کرو اس سبب سے قریش پیغمبر خدا صلعم کو جو انہیں اُنکے بتوں کی پرستش سے روکتے تھے طنزاً ابن ابو کبشہ کہا کرتے تھے + فرشتوں کی پرستش کی نسبت قرآن شریف میں صرف تین کا ذکر ہے جن کے نام مونث ہیں - لات - عزّیٰ اور منات اِنکو وہ خدا کی بیٹیاں کہتے تھے صرف فرشتوں ہی کو نہیں بلکہ اُنکی مورتوں کو بھی یہی کہتے تھے ان مورتوں کو یا تو وہ یہ خیال کرتے تھے کہ انہیں خدا جان ڈالدے گا یا فرشتے اِنہیں حلول کرینگے - وہ ان مورتوں کی مثل خدا کے پرستش کرتے تھے اور اُن کو اپنا شفیع سمجھتے تھے +

اللات بُت بنی ثقیف کی دیوی تھی جو طائف میں رہتے تھے اور اُنہوں نے نخلہ میں اُسکا مندر بنا رکھا تھا - بنی مغیث اسکے متولی تھے اس بت کو مغیرہ نے پیغمبر خدا کے حکم سے برباد کیا جسکو سنہ ۹ ھ میں ابو سفیان کے ساتھ وہاں بھیجا گیا تھا - بعض نے لکھا ہے کہ اللات مؤنث ہے اللہ کا + عزّیٰ بت قریش اور کنانہ کا بت تھا بعض بنی سلیم بھی اسے مانتے تھے بنی شیبہ اسکے متولی تھے - بعض کہتے ہیں کہ وہ ایک ببول کا درخت تھا جسکی بنو غطفان پرستش کرتے تھے - اور اُسکے اوپر مندر بنا ہوا تھا سنہ ۸ ھ میں خالد بن ولید نے نبی خدا کے حکم سے وہاں جاکر اُسے مسمار کر ڈالا بعض کہتے ہیں کہ ایک بادشاہ ظالم نامی نے یہ مندر اس غرض سے بنایا تھا کہ لوگ کعبہ کو چھوڑ کر اسکی طرف رجوع کریں + منات بت کی پرستش بنی ھذیل اور بنی خزاعہ کرتے تھے جو مکہ اور مدینہ کے درمیانی علاقہ میں رہتے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ اوس اور خزرج اور ثقیف بھی اُسکی پرستش کرتے تھے یہ ایک بڑا سا پتھر تھا ایک مندر میں رکھا تھا اسے سنہ ۸ ھ میں رسولخدا صلعم کے حکم سے سعد نے مسمار کیا + علاوہ ان تین بتوں کے قرآن میں پانچ کا اور ذکر ہے - یعنے وَدّ - سواع - یغوث - یعوق اور نسر کہتے ہیں کہ یہ بت طوفان نوح سے پہلے کے ہیں حضرت نوح نے انہیں کی پرستش کے خلاف اپنی امت کو ہدایت کی تھی - بعد میں عربوں نے انکو دیوتا مانا - وہ انکو اپنے زمانہ کا بڑا نیک اور پارسا سمجھکر عزت کرتے تھے - اِن پارساؤں کے بتوں کی اول تو معمولی تعظیم ہوتی تھی پھر مثل خدا کے پرستش ہونے لگی +

وَدّ بت آسمان کو سمجھا گیا تھا - اور ایک مرد کی صورت میں پرستش کیا جاتا تھا - دومۃ الجندل میں بنی کلب اسکی پرستش کرتے تھے سواع بت کی ایک عورت کی صورت میں بنی ہمدان یا بنی ہذیل مقام رہط میں پرستش کرتے تھے - بنی ہذیل اسکی زیارت کو آیا کرتے تھے - یغوث بت ایک شیر کی صورت کا بت تھا قبیلہ مذحج کا دیوتا تھا - اور بعض اور قبیلوں کا جو یمن میں رہتے تھے [1]

---

[1] بامیان علاقہ کابل میں بھی دو بت یغوث اور یعوق یا لات اور منات کے نام کے پچاس پچاس ہاتھ اونچے تھے اور تیسرا ایک بڑھیا عورت کی صورت میں ستر ہاتھ یعنے نسر تھا
[illegible]

یعوق بقولے بنی مراد کا اور بقولے بنی ہمدان کا دیوتا تھا یہ بت گھوڑے کی صورت تھا۔ کہتے ہیں ایام جہالت میں یہ بڑا بار سلطانی تھا
نسر گرگس یا عقاب کی صورت میں ایک بت تھا جسکی بنی حمیر پرستش کرتے تھے۔ قبیلہ ذوالکلاع میں جو اُنکے علاقہ میں تھا۔

انکے علاوہ اور بھی بہت سے بت تھے جن کی عرب پرستش کرتے تھے اور جن کا ذکر کرنا فضول اور موجب طول ہے۔ کیونکہ علاوہ ہر گھر کے جدا جدا بت کے خانہ کعبہ میں اندر اور باہر ۳۶۰ بت تعداد ایام سال کے تھے۔ جن میں سب سے بڑا اور مشہور ہبل تھا جو شام کے علاقہ بلقار سے جہاں عمالقہ اُسکی پرستش کرتے تھے عمر بن لحی ابو خزاعہ اپنے سفر سے واپسی کے وقت لایا تھا کہتا تھا کہ جب ضرورت ہوگی یہ منہ پر سائیگا۔ یہ آدمی کی صورت کا بت سنگ یشب کا بنا ہوا تھا جسکا کسی حادثہ میں ایک ہاتھ ضایع ہو گیا تھا قریش نے اُسمیں سونے کا بنا کر لگا دیا تھا۔ اُسکے ہاتھ میں سات تیر بے پیکان اور بے پیر کے تھے۔ کہتے ہیں کہ یہ بت حضرت ابراہیم کی صورت پر بنا تھا۔ اسکو ہی پیغمبر خدا نے فتح مکہ کے وقت ۸ھ میں توڑا تھا۔ اسکے گرد بہت سے فرشتوں اور نبیوں کی مورتیں تھیں جو اُس سے گھٹیا دیوتا سمجھے جاتے تھے۔ انہیں اسمٰعیل کی بھی مورت تھی اور اُسکے ہاتھ میں بھی تیر تھے ✣ بنی حنیفہ نے ایک آٹے کے پیڑے کو دیوتا بنا رکھا تھا۔ ایک دفعہ جو قحط پڑا اُسے کھا گئے۔ اساف اور نائلہ پہلا ایک مرد کی مورت اور دوسرا ایک عورت کی یہ بھی ہُبل کے ساتھ شام سے لائے گئے تھے ✣

اساف کو کوہ صفا پر اور نائلہ کو کوہ مروہ پر رکھا گیا تھا۔ لوگوں کا بیان ہے کہ اساف بن عمرو اور نائلہ بنت سہال دونو قبیلہ جرہم سے تھے اُنھوں نے خانہ کعبہ میں زنا کیا تھا خدا نے اس سبب سے اُن کو پتھر کا بنا دیا۔ بعد میں قریش اُن کی پرستش کرنے لگے۔ ان بتوں میں سے بعض تو مثل سنات کے صرف بڑے بڑے بیڈھنگے پتھر تھے انکی پرستش پہلے اسمٰعیل کی اولاد نے شروع کی تھی۔ بات یہ ہے کہ جب بنی اسمٰعیل مکہ میں اسقدر پھیل گئے کہ علاقہ مکہ میں اُنکے رہنے کی گنجائش نہ رہی تو بہت سوں نے دوسرے مقاموں میں سکونت تلاش کی۔ وہ اپنی نقل مکان میں اُس مبارک زمین (حرم) کے کچھ پتھر بھی لیجاتے تھے۔ اور جن مقاموں میں سکونت اختیار کرتے وہاں کعبہ کی یادگار میں اُنھیں جما دیتے تھے۔ اور مثل کعبہ کے اُنکے گرد طواف کرتے تھے۔ بعد میں بنو اسمٰعیل اپنے آبا و اجداد اسمٰعیل و ابراہیم کا مذہب تو بھول گئے اور ان پتھروں کی پرستش کرنے لگے۔ یہاں تک کہ جہاں کہیں اُنھیں کوئی خوبصورت پتھر ملتا اُسے پوجنے لگتے ✣ بعض کفار عرب دہریے تھے وہ دنیا کے آغاز و انجام کے قائل نہ تھے۔ حشر و نشر قیامت کو نہ مانتے تھے۔ چیزوں کی پیدائش کو نیچر سے منسوب کرتے تھے اور کہتے تھے کہ زمانہ اُنکی بربادی کا باعث ہوتا ہے ✣

بعض آغاز و انجام اور قیامت کے قائل تھے اور اُنہیں سے ایسے بھی تھے کہ مرنے کے بعد اُنکی قبر پر اونٹ باندھ دیا جاتا تھا جسے بے دانہ پانی کے رکھتے تھے وہ وہاں مر جاتا تھا یہ اسلیئے کیا جاتا تھا کہ میدان حشر میں متوفی کو پیدل نہ جانا پڑے جو بڑے بے عزتی کی بات ہے بعض خالق کو مانتے تھے مگر قیامت کے منکر تھے۔ یہ تو بت پرست عربوں کا حال تھا۔ اب اُن کا حال سنئے جنہوں نے زیادہ عقلی مذہب اختیار کیا ہوا تھا ✣

پارسیوں نے چونکہ عرب سے قریب تھے اور اکثر عربوں سے اُنکا میل جول رہتا تھا پیغمبر خدا کی پیدائش سے بہت پہلے بعض قبیلوں میں خصوصاً بنی تمیم میں آتش پرستی پھیلا دی تھی۔ یہودی جن کے غول کے غول بخت نصر اور رومیوں کی خوفناک تباہی سے بھاگ کر عرب میں پناہ گزین ہوئے تھے یہاں نہایت صاحب اقتدار ہو گئے تھے اور کئی علاقوں کے بادشاہوں اور رعایا نے انکا دین قبول کر لیا تھا۔ خصوصاً بنی کنانہ۔ بنی حرث۔ بنی کعب۔ بنی نمیر اور بنی کندہ نے ✣ یہودیوں نے تھوڑے عرصہ میں بہت کچھ طاقت حاصل کر لی تھی اور عرب کے کئی شہروں اور قلعوں پر قابض ہو گئے تھے۔ مگر مذہب یہود اس سے پہلے سے عرب میں موجود تھا یعنی

سند مذہب سے بڑے اور بدرجہ نسبت دشمن پیغمبر خدا کے یہی لوگ تھے۔ تمام عمر اُن حضرت کو ستاتے اور دق کرتے رہے اسی سبب سے مسلمان عیسائیوں سے اسقدر نفرت نہیں کرتے جتنی یہودیوں سے

رومیوں کے شام کو تباہ کرنے سے سو برس پہلے سے - پیغمبر خدا سے سات سو برس پہلے ابو کرب اسد حمیری بادشاہ یمن نے یہ مذہب بنی حمیر کے بت پرستوں میں پھیلا دیا تھا - اُسکے بعض جانشین بھی اسی مذہب پر ہوئے - اُنمیں سے ایک یوسف نامی جسکا لقب ذو نواس تھا وہ اس مذہب میں ایسا سرگرم تھا کہ اُس نے حکم دیا تھا کہ جو کوئی مذہب یہود اختیار نہ کرے اُسے بڑی عقاب کے ساتھ قتل کیا جائے - عموماً اُسکو دہکتی ہوئی آگ کے تنور میں ڈالدیا جاتا تھا - اس سبب سے اس بادشاہ کو صاحب الخدود (یعنی گڈھے والا) کہا کرتے تھے - عیسائی مذہب پیغمبر خدا کے ظہور سے پہلے عرب میں بہت کچھ پھیل گیا تھا - یہ تو تحقیق نہیں کہ کبھی سینٹ پال نے عرب کے کسی حصہ میں انجیل کی تعلیم دی ہو مگر وہ ظلم اور بد انتظامی جو شرقی گرجا میں تیسری صدی مسیحی شروع ہوتے ہی واقع ہوئی تھی اُسنے بہت سے عیسائیوں کو مجبور کیا تھا کہ اس آزادی کے ملک میں چلے آئیں - چونکہ یہ عیسائی یعقوبی فرقہ کے تھے اس سبب سے عموماً یہی مذہب عرب میں جاری ہو گیا - بڑے قبیلے جنہوں نے عیسائی مذہب اختیار کیا یہ تھے - بنی حمیر - غسّان - ربیعہ - تغلب - بجرہ - تنوخ اور کسیقدر بنی طے اور بنی قزاعہ اہل نجران اور حیرہ کے عرب + اہل نجران ذو نواس کے عہد میں عیسائی ہوئے تھے - ذو نواس کی سختی سے تنگ آ کر عیسائیوں کے کئی قبیلے بمقام حیرہ چلے گئے تھے جس سے حیرہ کے عیسائیوں کی تعداد میں بڑا اضافہ ہو گیا تھا +

چونکہ عرب میں عیسائی مذہب نے ترقی بہت کی تھی اس سبب سے اُنکے گرجا کے باقاعدہ انتظام کے واسطے بشپ (اُسقف) بھی مختلف حصوں میں مقرر تھے ایک بشپ نجران میں رہتا تھا ایک اقولہ یعنے کوفہ میں اور ایک حیرہ میں - کوفہ اور حیرہ کے بشپ شام کے نسطورے بشپ کے ماتحت سمجھے جاتے تھے +

مسٹر سیل لکھتے ہیں کہ تیسری صدی مسیحی سے عیسائی مذہب کی تمام خوبیاں معدوم ہو کر طرح طرح کی خرابیاں پیدا ہو گئی تھیں پادری لوگ اپنی ذہنی خیالی باتوں پر بہت کچھ بحث مباحثہ کرتے تھے اور اصلیت کی طرف بالکل توجہ نہ تھی - گویا عیسائیت کو بالکل دنیا سے معدوم کر دیا تھا - نوبت بہ پرستی پہنچگئی تھی - اٹلی تک کے کلیسا میں اُس زمانہ ظلمت میں ایسے ایسے وہم و وسواس اور خرابیاں پیدا بلکہ قایم ہو گئی تھیں کہ اگر اصلاح کی نظر سے جلسے اور مجلسیں بھی قایم کیجاتی تھیں تو اپنی اپنی مرضی اور خواہش کے موافق اصول قایم کرلئے جاتے تھے - بڑے بڑے پادری دنیاوی شان و شوکت اور فائدہ کی طرف نظر کرتے تھے - بڑے شہروں کے بڑے بڑے پادری امیروں اور بادشاہوں کی طرح کھاتے پہنتے اور بگھیوں اور میانوں میں نکلتے تھے - صرف دیہات وغیرہ کے پادریوں میں کسیقدر پرہیزگاری اور حیا باقی رہ گئی تھی - جب پادریوں یعنی علمائے دین کی یہ نوبت ہو تو پھر دنیاداران عوام کی حالت جسقدر خراب ہو کم ہے - ہر طبقہ کے آدمی کا یہ کام تھا کہ جس طرح ہو سکے روپیہ حاصل کیجئے اور عیش و عیاشی میں اُڑائیے" + (ترجمہ قرآن - مقدمہ ص ۲۶)

عرب کے بعض عیسائیوں میں یہ اعتقاد پیدا ہو گیا تھا کہ جسم کے ساتھ روح بھی مر جاتی ہے قیامت کے دن جسم کے ساتھ روح بھی پیدا ہو جائیگی - حضرت مریم کو بھی خدا سمجھنے لگے تھے - فرانس کے شہر نیس میں ایک مجلس ہوئی تھی اُسمیں بھی یہی قرار پایا تھا کہ خدا کے علاوہ دو خدا اور ہیں حضرت عیسےٰ و حضرت مریم + پس اسلام سے پہلے عرب کے مشہور مذہب یہ تھے جو بیان ہوئے - مگر چونکہ ملک آزاد تھا اس سبب سے خیالات بھی آزاد تھے - اور بعضوں کی رائے ان مذہبوں سے بھی خلاف تھی + قریش اکثر زندیقی تھے اور

ل یورپ والے علم سے ایسے بے بہرہ ہو گئے تھے اور نویں اور دسویں صدی مسیحی تک ایسے بے بہرہ رہے کہ گستاولیبان اپنی کتاب تمدن عرب میں لکھتے ہیں - "نویں اور دسویں صدی عیسوی (یعنی تیسری اور چوتھی صدی ہجری) میں جسوقت مسلمانوں کا تمدن اندلس میں اعلیٰ درجہ کی ترقی پر تھا ہمارے امرا اونیم وحشی حالت میں رہتے تھے اور اسپر فخر کرتے تھے کہ انہیں لکھنا پڑھنا نہیں آتا - عیسائیوں میں سب سے زیادہ ذی علم وہ بیچارے جاہل راہب تھے جو اپنے وقت کو خانقاہوں کے کتب خانوں سے یونان و روم کی پرانی تصنیفات کو کھرچ کر انکو چھیلنے اور ان چرمی ورقوں پر اپنی مہمل مذہبی تصنیفات لکھنے میں صرف کرتے تھے - گیارہویں اور زیادہ تر بارہویں صدی میں چند روشن خیال ... انہوں نے اپنے عربوں کیطرف جو اس زمانہ کے اساتذہ تھے رجوع کی"

اکثر ایک خدا کے ماننے والے ہی تھے - بت پرستی نہ کرتے تھے - مگر کسی مذہب ملکی کے بھی پیرو نہ تھے +

(۴۳) حکومت نور نبوت محمدی کی ظہور سے پیشتر کا زمانہ زمانہ جاہلیت کہلاتا ہے - اس زمانہ میں تین سلطنتیں بہت مشہور ہوئی ہیں (۱) یمن کا حمیری خاندان (۲) حیرہ کا خاندان منذر اور (۳) جنوبی شام میں خاندان غسان -

یمن کی حمیری خاندان کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں یہاں ہم یہ جتاتے ہیں کہ حیرہ میں ایرانی تمدن کا اور غسان میں رومی تمدن کا ضرور اثر ہوا ہوگا - مگر یمن کا تمدن خالصاً عربی تمدن تھا - اور زمانہ قدیم میں اعلیٰ درجہ کا تمدن تھا -

بنو غسان کی بنیاد بنی ازد نے ڈالی تھی چونکہ یہ لوگ دمشق شام میں دریائے غسان کے کنارے جا کر بسے تھے اس سبب سے اس نام سے مشہور ہوئے - انکی حکومت جنوبی شام میں ۶۱۶ سال تک رہی انکا آخری بادشاہ جبلہ بن ایہم تھا جو حضرت عمر کے عہد میں شام میں مسلمانوں کی کامیابی کے زمانہ میں مسلمان ہوگیا تھا مگر پھر حضرت عمر کی بے اعتنائی سے مرتد ہو کر قسطنطنیہ چلا گیا تھا - قبیلہ غسان عیسائی مذہب رکھتا تھا - پچھلے زمانہ میں یہ بادشاہ شہنشاہ قسطنطنیہ کے باجگزار ہوگئے تھے - صاحب تمدن عرب نے لکھا ہے کہ یہ سلطنت بھی ایسی ہی باوقعت تھی جیسی حیرہ کی اسکے بانی بھی یمن کے عرب تھے یہ سلطنت اوائل سنہ مسیحی میں قایم ہوئی تھی ۵ سو برس تک رہ کر یونانیوں کی باجگزار ہوگئی تھی - بصریٰ اسکا دار السلطنت تھا + حیرہ[۱] کی سلطنت کا بانی کہلان کی نسل سے مالک نامی ہوا ہی مگر تین پشت کے بعد شادی کے رشتہ سے تخت بنی لخمیین میں منتقل ہوگیا جنکو بنی منذر بھی کہتے ہیں جنہوں نے باوجود ایرانیوں کی مداخلت کے اپنے حکومت کو حضرت ابو بکر کی خلافت تک قایم رکھا اُنھوں نے بھی عیسائی مذہب اختیار کر لیا تھا - اسکا آخری بادشاہ المنذر المغرور خالد بن ولید کے ہاتھوں اپنی جان اور سلطنت گنوا بیٹھا یہ سلطنت ۶۲۲ سال ۸ ماہ قایم رہی - آخر میں بنی منذر عراق پر بطور گورنران ایران کے حکومت کرتے تھے - صاحب تمدن عرب لکھتے ہیں کہ جسوقت رومیوں کا دار السلطنت قسطنطنیہ میں آیا اُسوقت عربوں نے دریائے فرات کی حکومت کے لیے ایرانیوں اور یونانیوں کا مقابلہ کیا یمن سے جو قبائل آئے تھے اُنھوں نے بہت زمانہ سے اس ملک پر چڑھائی کی تھی اور ۱۹۵ء میں بابل کے جنوب میں دریائے فرات کے کنارہ پر کوفہ کے قریب حیرہ کا مشہور شہر بنایا تھا - یہاں کے بادشاہ تزک و احتشام میں شاہان ایران و قسطنطنیہ کا مقابلہ کرتے تھے ان سلاطین حیرہ کے قصر نہیں زیادہ سے زیادہ قیمتی اسباب سجا ہوا تھا اور اُنکے باغات میں نادر سے نادر پھول اور پھل تھے - دریائے فرات میں بے انتہا خوبصورت کشتیاں پڑی ہوئی تھیں - راتوں کو ان کشتیوں کے ہزارہا چراغ دریا کی لہروں میں چمکتے تھے اور یہ اُسوقت تمام مشرقی زمین میں سب سے پُر تکلف اور خوش آب و ہوا مکانات تصور کئے جاتے تھے - وہ لکھتے ہیں کہ حیرہ کی سلطنت چار سو برس تک قایم رہی ۶۰۵ء میں یہ ملک سلطنت ایران کا ایک صوبہ بنگیا تھا - مگر تھوڑے ہی عرصہ بعد حضرت ابو بکر کے زمانہ میں مسلمانوں کے ہاتھوں اس خاندان کا بالکل خاتمہ ہوگیا - انکے مشہور محل کا نام قصر خورنق تھا + حضرت اسمٰعیل کے زمانہ میں بنی جرہم[۲] حجاز پر حکمرانی کرتے تھے یہاں تک کہ اُنکے رئیس مضاض کی بیٹی سے اسمٰعیل نے شادی کی اور قیدار جو اسمٰعیل اور مضاض کی بیٹی سے پیدا ہوا تھا حکمراں ہوا - اُسوقت جرہمی جہینہ کیطرف جلاوطن ہوگئے - بنی جرہم کے نکل جانیکے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حجاز کی حکومت کئی صدی تک ایک بادشاہ کے ماتحت نہیں رہی بلکہ کچھ عرصہ کے بعد قبیلوں کے سردار جدا جدا حکمرانی کرنے لگے جسطرح آجکل کے بدوؤں پر ہر قبیلہ کا شیخ جدا جدا حکمرانی کرتا ہے - مکہ میں حکومت امرا قایم ہوگئی تھی اور یہاں کا خاص انتظام پیغمبر خدا کے زمانہ تک قریش سے متعلق تھا - خصوصاً اُسوقت سے جب سے قصیٰ نے بنو خزاعہ سے کعبہ کی تولیت حاصل کی تھی -

---

[۱] جرہم ثانیہ [۲] جرہم کی نویں پشت میں تھا +

علاوہ اُن حکومتوں کے جن کا ذکر ہوا اور بہی قبیلے تھے جنکے بعد میں اپنے اپنے حکمراں ہوئے۔ مثلاً قبیلہ کندہ۔ مگر یہ حکومتیں کچھ زیادہ مشہور نہیں ہیں +

پیغمبر خدا کے وفات کے بعد کوئی تین صدی تک عرب خلفار کی حکومت میں رہا۔ مگر ۳۲۲ھ میں عرب کا بہت سا حصہ قرمطیوں کے قبضہ میں آگیا۔ مکہ بھی اُنکے تصرف میں تھا اور خلفار بغداد تک اُنکو اس سبب سے خراج دیتے تھے کہ وہ لوگوں کے حج کرنے میں مزاحم نہوں +

یمن میں بعد میں خاندان طباطبائیہ جو اولاد علی سے تھا حکمرانی کرتا تھا۔ مگر جو خاندان حال میں حکمراں ہے وہ غالباً بنی ایوب سے ہے جو تیرہویں صدی مسیحی میں وہاں حکمرانی کر چکے ہیں۔ یہاں کے حاکم امام کہلاتے ہیں مگر تمام ملک یمن پر قابض نہیں ہیں کیونکہ یمن میں اور بہی کئی آزاد حکومتیں ہیں خاصکر فرتق کی حکومت۔ کچھ عرصہ سے یمن کا حکمراں (امام) سلطان روم کا باجگزار ہو گیا ہے +

مکہ اور مدینہ کے گورنر جو ہمیشہ پیغمبر خدا کی نسل سے ہوا کرتے ہیں خلفائے بغداد تک کو نہ گردانتے تھے۔ آزادانہ حکومت کرتے تھے اُسوقت سے چار بڑے خاندان حضرت امام حسن کی اولاد سے حکمراں رہے ہیں۔ یہ گورنر شریف مکہ کے نام سے ملقب ہوتے ہیں۔ ان خاندانوں کے نام یہ ہیں۔ بنو قادر۔ بنو موسی ثانی۔ بنو ہاشم اور بنو قتادہ۔ بنو قتادہ کو سیل کے زمانہ میں جو ۱۷۳۶ء میں مرا ہے مکہ میں حکومت کرتے ہوئے ۵ سو برس ہو چکے تھے۔ مدینہ میں بنو ہاشم حکمراں ہیں جو بنو قتادہ سے پہلے مکہ میں بہی حکمراں تھے۔ اب ترکوں کا اقتدار مکہ اور مدینہ میں بہی بڑھ گیا ہے۔ چنانچہ سلطان روم کی طرف سے ایک پاشا حجاز کی نگرانی کے لئے مقرر ہے جو جدہ میں رہتا ہے۔

پس عرب زمانہ طوفان سے ابتک آزاد ہیں۔ اعصاری۔ رومی۔ ایرانی کوئی انکو مغلوب نہ کر سکا اور یہ لوگ ایسے زبردست تھے کہ کیمبی سیز (لہراسپ) نے جب مصر پر حملہ کیا ہے تو اُس نے مجبور اً عربوں سے اُنکے ملک میں سے گزرنے کی اجازت مانگی تہی۔ سکندر نے ایران فتح کر لیا مگر عربوں نے اپنی سفارت تک اُسکے پاس نہ بہیجی۔ اور وہ عرب پر حملہ کرنے کی آرزو ہی میں مر گیا۔ اور اُسکے مصر یا ایشیا کے جانشینوں میں سے کسیکی ہمت نہ پڑی کہ عرب پر حملہ کرتا۔ رومیوں کی اتنی بڑی سلطنت تہی مگر اُن سے بہی عرب فتح نہ ہو سکا۔ بہت ہوا تو یہ ہوا کہ شام کے بعض قبیلوں کو اُنہوں نے باجگزار بنا لیا۔

قسطنطین کی وفات کے بعد سے سلطنت روم بہت جلد زوال پذیر ہوتی چلی جاتی تہی۔ اُسکے جانشین برابر بزدل اور بیرحم ہوتے چلے آئے۔ پیغمبر خدا کی پیدائش کے قریب ہی سلطنت روم کے مغربی حصہ کو قوم گوتھ پامال کر چکی تہی اور شرقی روم کی سلطنت کو ایک طرف سے قوم ہن نے اور دوسری طرف سے ایرانیوں نے اس حالت کو پہنچا دیا تھا کہ اُسمیں کسی زبردست حملہ آور کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہ رہی تہی۔ شہنشاہ مورس قوم ہن کے خاقان کا باجگزار ہو گیا تھا۔ بعد میں اگرچہ شہنشاہ ہرقل قابل تعریف بہادری اور چلن کا بادشاہ ہوا اور اُس نے جو کچھ اُس سے ممکن ہو سکا فوج کی درستی اور انتظام میں کیا اور ایرانیوں کے مقابلہ میں ایسی کامیابیاں حاصل کیں کہ نہ صرف انہی علاقہ سے نہیں نکالدیا بلکہ بہت سا ملک بہی اُنکا لیلیا۔ تاہم سلطنت کی جڑ ہل چکی تہی۔ اور چونکہ عیسائی مذہب اپنی اصلیت پر نہ رہا تھا لوگ اس پاک مذہب پر نہ چلتے تھے اس ظلم عدولی کی سزا میں خداوند کریم نے مسلمانوں کو عیسائی کلیسا پر مسلط کیا۔

ایرانی بہی پیغمبر خدا کی پیدائش سے کچھ عرصہ پہلے سے بسبب اپنی آپس کی لڑائی جھگڑوں کے انحطاط کی حالت میں مبتلا تھے جو زیادہ تر مانی اور مزدک کی شیطانی تعلیم سے پیدا ہوئے تھے۔ نوشیرواں کا باپ قباد تو مزدک کا پیرو ہو گیا تھا۔ مگر جب نوشیرواں بادشاہ ہوا تو اسنے مزدک اور اُسکے پیرووں کو مروا دیا۔ اور مانی کے پیرو بہی قدیم مذہب

زردشت کے پیرو ہو گئے تھے مگر ان جھگڑوں نے خاصکر سلطنت ایران کو بڑا نقصان پہنچایا تھا۔ اسی نوشیروانِ عادل کے عہد حکومت کے چالیسویں سال ۵۷۰ء میں حضرت پیغمبر خدا پیدا ہوئے +

ایران کی شہنشاہی تو ۵۷۹ء میں نوشیرواں کی وفات پر ختم ہو گئی۔ اسکے بعد ہمیشہ تخت پر جھگڑا ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ عربوں نے آدبوچا۔ نوشیرواں کا بیٹا ہرمز ایسا ظالم تھا کہ اُسکی رعیت اُس سے نفرت کرنے لگی تھی۔ اُسکے سالوں نے اُسکی آنکھیں نکالڈالیں وہ تخت چھوڑنے پر مجبور ہوا۔ اور اُسکا بیٹا خسرو پرویز بادشاہ ہوا۔ خسرو نے بہرام چوبین کی سازش سے ہرمز کو پھانسی دیدی۔ تھوڑے عرصہ میں خسرو کو مجبور ہو کر تخت بہرام کے حوالہ کرنا پڑا۔ مگر موریس شہنشاہ قسطنطنیہ کی مدد سے پھر اپنا تخت حاصل کر لیا لیکن اپنے آخر زمانہ میں وہ ایسا ظالم ہو گیا کہ اُسکی رعیت نے مخفی طور پر اہل عرب سے خط و کتابت شروع کر دی۔ اور آخر کو اُسکے بیٹے شیرویہ نے تخت سے اُتار کر قید کر دیا اور پھر قتل کرڈالا۔ شیرویہ ۶۲۸ء میں مارا گیا اسکے بعد ۶ برس سے کم عرصہ میں ۶ بادشاہ تخت ایران پر متمکن ہوئے۔ ان خانگی جھگڑوں نے ایران کی سلطنت کا خاتمہ کر دیا۔ اور ایرانیوں کو برباد کر دیا۔ کیونکہ اگرچہ اُنہوں نے خسرو پرویز کے زمانہ میں بادشاہ قسطنطنیہ کو کمزور پاکر نہ اپنی بل سے بلکہ اُنکی کمزوری سے فائدہ اُٹھا کر ۶۱۶ء میں شام کو تاراج کیا اور بیت المقدس اور دمشق کو لوٹ لیا اور مصر پر قبضہ کر لیا اور جبکہ عرب کا گروہ گروہ علیحدہ تھا اور اسلام نے اُنکی مٹھی نہ باندھی تھی صوبہ یمن میں کچھ اقتدار حاصل کر لیا تھا اور چار حاکم یکے بعد دیگرے پیغمبر خدا سے پہلے اُنہوں نے اپنی طرف سے یمن میں مقرر کئے تھے لیکن جب ۶۲۲ء میں یونانیوں نے قسطنطنیہ کے بادشاہ ہرقل کے ماتحت حملہ کیا اُنہوں نے اپنی فتوحات جدیدہ ہی کو نہیں کھو دیا بلکہ خود اپنی سلطنت کا ایک حصہ کھو بیٹھے یعنی اسوقت سے دریائے فرات روم اور ایران کی سلطنتوں کا حد فاصل قرار پایا۔ اور جونہیں پیغمبر خدا نے اہل عرب کو متحد کیا۔ عرب اُن کو ہر لڑائی میں شکست دیتے رہے۔ اور چند سال میں اُنکو مغلوب کر لیا۔[1]

جوں جوں ایران اور روم کی سلطنت میں ضعف آتا گیا محمد اہل عرب کو طاقتور اور اقبال مند بناتے گئے بلکہ شاہنشاہوں کی رعایا اپنے ملک کی سلطنت کے جور و ستم سے ناراض ہو کر عرب میں مامن ڈھونڈھنے لگے اور اس طرح عرب کی آبادی بہت بڑھ گئی + ایران اور روم کے بادشاہ اور رعایا عموماً زرق برق کی پر تکلف زندگی گذارتے تھے۔ عرب بالکل سیدھے سادی زندگی کے عادی تھے اور عیش و عشرت کی زندگانی سے ناواقف۔ تمام قسم کی سختیوں کے عادی اس سبب سے جب پیغمبر خدا نے اُن کو اسلام کی لڑی میں منسلک کرکے ایک کر دیا تو اُن کو اِن عیاش قوموں پر غلبہ حاصل کرنے میں کچھ زیادہ دقت معلوم نہ ہوئی +

(۵) **عربوں کی حالت اسلام سے پہلے**۔ علی العموم عرب کے زمانہ جاہلیت کی کل قومیں نہایت سادہ مزاج تھیں اُنکا طریقہ معاشرت بیحد سادہ اور بے تکلف تھا ایک گروہ اُنکا وہ تھا جو پانی اور چراگاہ کی جستجو میں پھرا کرتا تھا خیموں میں رہتا

[1] اس زمانہ میں روم کی مشرقی سلطنت قسطنطنیہ سے جنوبی یورپ و ایشیائے کوچک اور افریقہ کے تمام شمالی حصہ پر جو مصر سے بحر ظلمات تک واقع ہے پھیلی ہوئی تھی اور ایران کی حکومت دریائے فرات سے مشرق میں ترکستان و سرحد چین تک پھیلی ہوئی تھی۔ یورپ کا شمالی اور غربی حصہ اُن وحشی اقوام کی غارتگری میں پھنسا ہوا تھا جو بلا انتظام کے رہتی اور رومیوں کے بچے بچے ملک کا دعوی ایک دوسرے سے کرتی۔ اُندلس۔ عیسائی وزی گوتھوں کے ہاتھ میں تھا انہیں فتح کرنیکی طاقت تو تھی مگر انتظام کی مطلق صلاحیت نہ تھی۔ اطالیہ میں روم کی عظمت و شان کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ شہر روما پر اُن وحشیوں کی حکومت تھی جو یکے بعد دیگرے اُسے فتح کرتے گئے۔ حجاز کی حکومت کا یہ حال تھا کہ مکہ معظمہ اور اُسکے اطراف عرب قبائل میں تقسیم تھے اور ہر قبیلہ کا سردار اُنکا حاکم تھا مگر قریش کی برتری کو یہ سب تسلیم کرتے تھے۔ اور گویا ملوک مکہ قریش میں سے ہوتے تھے۔ تہامہ میں بنی بکر اور بنی تغلب کے شیوخ کی حکومت تھی۔ مدینہ طیبہ میں اوس و خزرج قبیلوں کی حکومت تھی اور اُسکے اطراف خیبر وغیرہ میں یہودی حکمراں تھے۔ علاوہ ازیں مشرقی اور شمالی بادیۃ العرب میں متفرق

(بلاد عرب ... تیر دکش ... لسان)

دشت بدشت کوہ بکوہ پھرنا اُنکا کام تھا اُنکے معاشرت ایک چرواہے کی حیثیت سے کچھہ بھی زیادہ نہ تھی - اور دوسرا گروہ اُنکا جو بنسبت اُنکے تمدن پسند تھا وہ اپنے خیموں کو باقاعدہ ترتیبٗ انتظام سے دیہات اور دیہات سے قصبات اور قصبات سے شہر بنالیتا تھا - اُنکا وقت کاشتکاری اور تجارت میں صرف ہوتا تھا اُنکی زندگانی کسیقدر مہذب طریقہ سے بسر ہوتی تھی لیکن ان دونو گروہوں کا قومی اور رواجی چال چلن ایک سا تھا - کھانے پینے میں کفایت شعاری تھوڑی سی آمدنی پر قناعت اور معتدل النوم ہونا علے الصباح اُٹھنا فیاضی اور مہمان نوازی اعلیٰ درجہ کی صفت اور قومی خاصہ شمار کیا جاتا تھا - اور اس صفت کی اسقدر عزت تھی کہ دنیا کی کسی قوم میں اُسکی نظیر نہیں ملتی خصوصًا حاتم طائی اور حسن فزارہ فیاضی میں کمال مشہور رہے ہیں - طلوع اسلام کے بعد بھی فیاضی کا وصف اُنمیں قایم رہا - چنانچہ حسن بن علی معن ابن زائدہ - فضل بن یحییٰ برمکی فیاضی میں شہرہ آفاق ہوئے ہیں - بخل سے بدتر کوئی دوسرا عیب سمجھا جاتا تھا - ہمسایہ کے حال پر مہربانی اور اُسکی خبر گیری مکان اور خاندان و مال کی نگرانی - قیدیوں کو چھوڑانا - محتاجوں بیکسوں کی مدد کرنا - اوصاف حمیدہ وخصائل پسندیدہ میں شامل تھا - ہر عرب کو اپنی عزت اور وعدہ کا خیال ایسا ہی ضرور تھا جیسا کہ مذکورہٗ بالا اوصاف ضروری سمجھے جاتے تھے - ہر دوط (ہیرو ڈوٹس) لکھتا ہو کہ عرب قول کے کمال سچے تھے - رشتہ داروں کا بہت لحاظ کرتے تھے - تیز فہمی طبیعت کی غواصی - لطیفہ گوئی - بذلہ سنجی میں بھی مشہور تھے - بالونکو مشک سے معطر کرنا خوشبو دار چمڑوں کی جوتیاں پہننی شان امارت میں داخل تھا - شہسواری اور بھیڑیے کا شکار کرنا - بہادری اور جوانمردی کا عمدہ ترین ثبوت تھا - چونکہ وہ آزاد تھے اور اُن میں آپس میں اکثر لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں اس سبب سے ہتیاروں کے استعمال اور شہسواری میں بھی کمال رکھتے تھے - حواس کے ایسے تیز تھے کہ ایک مٹھی ریت کے سونگھ لینے سے ریگستان کے طول وعرض کا اندازہ کر لیتے تھے +

ابوالفدا لکھتا ہے کہ عرب ایام جاہلیت میں بھی ماں اور بیٹی سے نکاح نہ کرتے تھے - ایک بہن کی حیات میں دوسری بہن سے نکاح کرنا ناجائز سمجھتے تھے - سوتیلی ماں سے نکاح کرنا بھی معیوب جانتے تھے - حج کے تمام ارکان عمرہ احرام طواف سعی وغیرہ کل بجالاتے تھے - غسل جنابت کرتے تھے - کلی غرارہ - ناک میں پانی ڈالنا - مسواک کرنا - استنجا کرنا - ناخن ترشنا بغلوں اور زہار کے بالوں کا منڈانا - مانگ نکالنا اور ختنہ کرانا - چور کا دایاں ہاتھ کاٹ ڈالنا - اُنمیں مداومت کے ساتھہ جاری تھا جہاں اُنمیں یہ خوبیاں تھیں اسکے ساتھہ ہی اُنمیں جہالت بھی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی - جیسا کہ اور قوموں میں بھی نقص اور عیب ہوا کرتے ہیں - خونریزی جنگجوئی - بیرحمی - رہزنی اور غارتگری سے اُنکو قدرتی میلان تھا - کینہ ایسے کہ عمریں گذر جاتیں اور کینہ قایم رہتا - جسکی نسبت حکمار کا قول ہے کہ اونٹ کا گوشت کھانے کے سبب سے تھا - کیونکہ اونٹ بڑا کمینہ ور جانور ہوتا ہے - چھوٹے بچے دیوتاؤں پر چڑھائے جاتے - لڑکیاں پیدا ہوتے ہی اکثر زندہ گاڑ دیجاتیں یا ویسے ہی ماردی جاتی تھیں - میت کا سوگ ایک برس تک رکھتے تھے - عورتیں کسی جانور کا دودھ نہیں دوہتی تھیں - مردہ جانوروں کا گوشت عمدہ اور لذیذ ترین غذا سے تھا - اونٹنی بھیڑ - بکری دس بچے جننے کے بعد چھوڑ دیجاتی تھی - اور جب وہ مرجاتی تھی تو اُسکا گوشت نہایت شوق سے صرف مرد کھایا کرتے تھے - الغرض اس قسم کی قبیح رسمیں اور عادتیں اس نیم وحشی لیکن عالی دماغ اور آزاد منش قوم میں بہت سی رواج پذیر ہوگئی تھیں +

لہ قبائل مضر بلکہ کل عرب بلا استثنار کسی قوم کے بت پرست ملحد - قاطع الرحم اللہ کے ذکر سے اعراض کرنیوالے - ٹوٹکے شگون لینے والے ستاروں اور پتھروں کے پوجنے والے تھے - گوہ - بچھو - سانپ اور مردہ جانوروں کو کھاتے تھے - قحط و خشک سالی میں اونٹوں کو زخمی کرکے اُنکا خون پیا کرتے تھے اُنکی عمدہ غذاؤں میں سے اونٹ کا گوشت تھا اور بڑی عزت اُنکی اسیمیں تھی کہ وہ ملوک آل منذر - آل جفنہ - شہ حبشہ کے پاس سفیر ہوکر جاتے تھے

علم اِن لوگوں میں صرف یہ تھا کہ ہم جدیوں کے نسب نامے اور شجرے یاد رکھتے اُنکی تاریخ سے واقف رہتے خوابوں کی تعبیر جانوروں کی آواز اور پرواز سے شگون لیتے اور از روئے تجربہ آثار نجوم وغیرہ سے حکم لگاتے تھے - بڑی بڑے سن رسیدہ بڈھے دنیا اور دنیا کی لذتوں سے تارک ہوکر جنگلوں اور پہاڑوں کے غاروں یا عبادت گاہوں میں بیٹھے غیب دانی اور پیشین گوئی کے دعوی باندھتے تھے - یہ لوگ راہب اور کاہن کہلاتے تھے + تمام قومیں آزادانہ گذارہ کرتی تہیں مگر آپس میں اُنکی ذرہ ذرہ سی بات پر خونریزیاں واقع ہوجاتی تہیں چنانچہ ایک دفعہ بنی تغلب کی ایک عورت بسوس نامی کے ایک مہمان کی اونٹنی بنی بکر کے ایک شخص کی چراگاہ میں چلی گئی - کھیت والے نے اُس اونٹنی کے تھن کاٹ ڈالے اُس عورت نے اپنے بھانجے سے فریاد کی اُس نے چراگاہ والے کو جاکر مار ڈالا - اسپر اول بنی بکر اور بنی تغلب میں اور پھر رفتہ رفتہ ایک دوسرے کی حمایت پر تمام قبیلوں میں چالیس برس ۴۹۴ء سے ۵۳۴ء تک لڑائی ہوتی رہی جو حرب بسوس کے نام سے مشہور ہے - اور جس میں اول سے آخر تک ستر ہزار آدمی مارے گئے - اسیطرح ۵۶۸ء میں داحس نام ایک گھوڑی کو گھوڑ دوڑ میں نکلتے ہوئی کسی شخص نے بڑھکر بدکا دیا اسپر چالیس برس ۶۰۸ء تک لڑائی رہی اور قبیلے کے قبیلے کٹ مرے بلکہ ۶۳۱ء میں جب بعض قبیلے مشرف باسلام ہوئے ہیں اُسوقت حرب داحس کا پورا پورا خاتمہ ہوا ہے +

آنحضرت کے ظہور کے وقت عربستان میں ایک اعلے درجہ کی زبان اور اُس زبان میں تصنیفات موجود تہیں اور اعراب جاہلیت نے دو ہزار سال سے دنیا کی مہذب ترین اقوام کے ساتھ تجارتی تعلقات قائم کرلئے تھے اور اقلاً سو برس سے تو اُنہوں نے ایسی ترقی کی تہی جسے منجملہ اُن ترقیوں کے شمار کرنا چاہیئے - جنکی یادگار ابتک دنیا میں موجود ہے - عربوں کی تجارت اقصائے ربع مسکون تک پہنچگئی تہی - اور یہ تجارت اُنکی اسقدر قدیم ہے کہ توارات میں اُسکا ذکر موجود ہے ۲ ہزار سال تک عرب تمام عالم کے مرکز تجارت بنے رہے - زمانہ قدیم میں عربوں ہی کی بدولت یورپ کے تعلقات اقصائے ممالک ایشیا کے ساتھ قایم رہے +

عربی زبان دنیا کی نہایت قدیم زبانوں میں سے ہے - اس زبان کی کئی قسمیں تہیں جن میں سے قریش اور بنی حمیر کی زبان سب سے اعلے مانی جاتی تہی خاصکر قریش کی زبان خالص عربی سمجھی جاتی تہی - قرآن شریف اسی زبان میں نازل ہوا ہے +

لکھنا اہل عرب نہ جانتے تھے اگرچہ حضرت ایوب اور بنی حمیر کو لکھنا آتا تھا - بنی حمیر ایک عجیب پیچیدہ طرز تحریر رکھتے تھے اور اُنمیں بلا اجازت سرکار سکھانے کا بھی قاعدہ نہ تھا - عام لوگوں کو لکھنا نہیں سکھاتے تھے باقی عرب سوائے عیسائیوں اور یہودیوں کے لکھنے سے بالکل بے بہرہ تھے +

مُرامر ابن مُرّہ انباری جو پیغمبر خدا سے بہت برس پہلے نہیں ہوا ہے - عربی حروف کا موجد ہے - بشر کندی انباریوں سے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۰) قماربازی اُنکا ہر دلعزیز کھیل تھا - بدکاری سے نفرت نہ تہی - شراب نوشی اور عرقیات منشی پینے کا ازحد شوق تہا - اعجاز التنزیل (صفحہ ۹ و ۱۰) میں لکھا ہے کہ اُنکی حرامکاری بے حیائی اور بے شرمی کی یہ نوبت تہی کہ کنواری اور بیاہی عورتیں زنا کو فخر سمجھتی تہیں اور جس طرح مرد کسی نامی عورت یا مشہور خاندان کی عورت سے زنا کرنا فخر کے طور پر بیان کرتا تہا اسیطرح عورتیں کسی نامی مرد یا مشہور خاندان کے مرد سے زنا کرنا فخریہ بیان کرتی تہیں اکثر مفلس عورتیں اور مرد مادر زاد برہنہ کعبہ کا طواف کرتے تھے باپ کے مرنیکے بعد بیٹا ورثہ کے طور پر اپنی سوتیلی ماؤں پر جبراً متصرف ہوجاتا اور گھر میں ڈال لیتا تہا - یتیم بچونکا مال کھالینے میں ذرا بھی تامل نہ کرتے تھے حق ہمسائیگی کوئی چیز ہی نہ تہا جسکا پاس و لحاظ کرتے - تعلیم و تربیت کی پرچھائیں تک اُنپر نہ پڑی تہی مبداء و معاد کی خبر ہی نہ تہی انسان کی ہستی کا مآل صرف یہ سمجھے ہوئے تہے کہ جینا مرنا جو کچھ ہے اسی دنیا میں ہے اسکے بعد کچھ نہیں جب وقت پورا ہوجاتا ہے مرجاتے ہیں ہارنے جلانیوالا کوئی نہیں لے گبن لکھتا ہے کہ آنحضرت صلعم کے ظہور سے پہلے ان عربوں میں سترہ سو لڑائیاں ہوچکی تہیں اور یہ لڑائیاں اس

[illegible] تہی کہ اگر ایک قبیلہ کا آدمی دوسرے قبیلے کے آدمی کو مار دیتا تھا تو اُسکا قصاص لینے کے لئے پچاس پچاس برس تک لڑائی قایم رہتی تہی +

سیکھکر آیا اور اہل مکہ کو سکھایا۔ یہ بات شیوع اسلام سے کچھ ہی پہلے کی ہے (سیل کا مقدمہ ترجمہ قرآن صفحہ ۲)

ا؎ سید امیر علی اپنی تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں کہ عربی تحریر کا فن قریش میں شیوع اسلام سے ذرا ہی پہلے رائج ہوا تہا۔ اول اسی مرامر بن مرہ نے ایجاد کیا جو حیرہ کے قریب شہر انبار کا باشندہ تھا انبار سے فن تحریر حیرہ میں گیا ابوسفیان کے باپ حرب نے جب وہ حیرہ میں گیا تو اسلم بن سدرہ نامی ایک شخص سے اس فن کو سیکھا اور اپنی اہل شہر یعنے اہل مکہ کو سکھایا۔ اسکے بعد آناً فاناً یہ فن قریش میں پہیل گیا۔ حمیریوں کا طرز تحریر اس سے مختلف تہا جسے بقول ابن خلکان المسند کہتے تھے اسکے سب حروف جدا جدا ہوتے تھے۔ وہ عوام الناس کو اس فن کے سیکھنے سے روکتے تھے اور بغیر اُن کی اجازت کے کوئی اُسکا استعمال نہیں کر سکتا تھا جب اسلام شایع ہوا تو یمن میں ایک شخص بہی ایسا نہ تھا جو لکھنا پڑھنا جانتا ہو۔ زوال خاندان بنی اُمیہ کے وقت متروک کوفی طرز تحریر نے کئی صورتیں اختیار کر لی تہیں۔ جن میں سے سب سے عام صورت کا نام نسخ تھا۔ چوتہی صدی کے آخر اور پانچویں کے شروع میں نسخ کو دو بڑے خوشنویسوں ابوالحسن ابن بواب اور ابوطالب المبارک نے اور بہی ترقی دی۔ صلاح الدین کے عہد حکومت میں ہم ایک بڑے گول خط کا ذکر سنتے ہیں اور یہ نسخ کی اور ترقی دی ہوئی صورت تہی اسے ثلث کہتے تہے اور ایران کے نستعلیق سے ملتا ہوا تھا+ سیل اپنے مقدمہ ترجمہ قرآن (صفحہ ۲۱) میں لکھتا ہے کہ مرامر کے حروف خط کوفی سے بہت مشابہ تھے اور حمیری سے بالکل مختلف۔ اول قرآن بہی اسی خط میں لکہا گیا تہا یہ خوبصورت حرف جو اب دیکھے جاتے ہیں ابن مقلہ وزیر معتقد عباسی نے پیغمبر خدا کی وفات کے تین سو برس بعد خط کوفی سے ایجاد کئے ہیں اسی خط کو چوتہی صدی میں علی بن بواب نے اور اصلاح دیکر درست کیا مگر جس نے حال کی صورت میں اسے تکمیل پر پہنچایا وہ یاقوت مستعصمی تہا یعنے خلیفہ مستعصم کا کاتب دیوان۔ اسی سبب سے وہ خطاط کے نام سے مشہور ہے۔ یہ ابن خلکان کی تحریر ہے دوسروں نے علی بن بواب کے بدلے ابن مقلہ کے بہائی عبداللہ الحسن کا نام لکھا ہے وہ کہتے ہیں کہ اُسکی تکمیل ابن عمید کاتب نے کی ہے بعد اس کے کہ عبدالحمید اُسکو بہت کچھ درست کر چکا تہا+

ابن خلکان (جلد اول صفحہ ۳۲۵) میں لکھتا ہے کہ لوگ حضرت عثمان کے مصحف میں کچھ اوپر چالیس برس عبدالملک بن مروان کے عہد تک پڑہتے رہے لیکن نقطے نہ ہونیکی وجہ سے عراق میں تصحیف بہت ہونے لگی (یعنے متشابہ حرف کچھ کے کچھ پڑھے جانے لگے) اسپر حجاج بن یوسف کے حکم سے اُسکے کاتب نصر بن عاصم (یا یحییٰ بن یعمر) نے نقطے ایجاد کئے۔ کسی حرف کے لئے ایک کسیکے لئے دو کسی کے لئے تین۔ کسیکے اوپر کسیکے نیچے کسیکے بیچ میں۔ اب حرف تو صحیح پڑھے جانے لگے مگر زیر۔ زبر۔ پیش کی غلطیاں باقی رہیں۔ اس لئے بعد میں اعراب یا حرکات کو وضع کیا گیا+

مفتاح السعادہ جلد اول صفحہ ۷۳ میں لکھا ہے کہ خط عربی بنی طے کے قبیلہ بولان سے تین شخصوں نے ایجاد کیا ہے جو شہر انبار میں گئے تھے۔ اول اُنمیں سے مرامر ہے جس نے حرفوں کی شکلیں وضع کیں اور نقطے لگائے۔ دوسرا اسلم جس نے وصل و فصل قرار دیا۔ تیسرا عامر جس نے حرکتیں (زیر۔ زبر۔ پیش) لگائیں۔ ابوسفیان برادر حرب حیرہ سے سیکھکر مکہ میں آیا اور اپنے بہتیجے ابوسفیان بن حرب کو سکھایا۔ ابوسفیان بن حرب سے عمر فاروق اور قریشیوں کی ایک جماعت نے سیکھا۔ لیکن اوس و خزرج نے یہودیوں سے سیکھا۔ جب اسلام کا ظہور ہوا تو اُنمیں کچھ اوپر دس آدمی لکھنا جانتے تہے جیسے سعد بن زرارہ۔ منذر بن عمرو۔ اُبے بن کعب۔ زید بن ثابت (یہ چاروں عربی بہی لکھ سکتے تھے اور عبرانی بہی) رافع بن مالک۔ اُسید بن حُضیر۔ معن بن عدی۔ ابوعبس بن کثیر۔ اوس بن خولی اور بشیر بن سعد۔ اسی کتاب کے صفحہ ۸۰ میں لکھا ہے کہ "کہتے ہیں کہ نقطے اور اعراب حضرت علی کی تلقین سے ابوالاسود دوئلی نے وضع کئے ہیں۔ مگر ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابوالاسود نے صرف اعراب وضع کئے ہیں کیونکہ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اکثر حروف باوجود صورت میں مشابہ ہونیکے قرآن شریف پر نقطے دینے کے وقت تک نقطوں سے خالی رہے ہوں"۔ ہمارے خیال میں نقطے اور حرکتیں ایک ہی وقت میں ایجاد ہوئیں۔ مگر بعد میں اہل زبان نقطے اور حرکتیں لکھنے کو معیوب سمجھنے لگے۔ چنانچہ مفتاح السعادہ صفحہ ۸۱ میں لکھا ہے کہ وہ نقطے اور حرکتیں لکھنے کو مکتوب الیہ کی نالیاقتی پر محمول کرتے تہے۔ عبداللہ بن طاہر کو کسی نے کچھ لکھا ہوا دکھایا جو بہت خوشخط تہا جسمیں نقطے بہی دئے ہوئے تھے۔ عبداللہ نے دیکھکر کہا کیا ہی اچھا خط تھا اگر اسپر کلونجی بکھری ہوئی نہ ہوتی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگرچہ حرفوں کے ساتھ ہی نقطے اور حرکتیں بہی وضع کی گئی ہوں تاہم اہل زبان ان کا استعمال نہ کرتے تہے۔ بعد میں جب غیر ملک والوں کو قرآن شریف کے پڑھنے میں دقت ہوئی اور غلطیاں کرنے لگے تو حضرت علی کی تلقین سے ابوالاسود نے یا باختلاف الروایات حجاج بن یوسف کے حکم سے (دیکھو صفحہ ۲۶)

عربوں نے فصاحت وبلاغت زبان کو درجہ کمال پر پہنچا یا ہوا تھا۔ اسکو بہت بڑی فضیلت سمجھتے تھے اور اسپر انکو بہت بڑا فخر اور ناز تھا۔ زبان میں تقریریں اور نظمیں ترتیب دیکر مشق کیا کرتے تھے۔ اُنکی تقریریں دو قسم کی ہوا کرتی تھیں۔ منثور اور منظوم۔ اور دونوں میں وہ اعلیٰ درجہ کا کمال حاصل کرنے میں کوشش کرتے تھے۔ اور جو لوگ اس فن میں کمال حاصل کرکے اس قابل ہوتے تھے کہ کسی جلسہ میں لوگوں کو کسی بڑی مہم پر آمادہ کریں یا کسی خطرناک کام سے باز رکھیں یا انہیں کوئی اور نیک صلاح دیں وہ خطیب کے نام سے ممتاز ہوتے تھے +

شاعری میں یہ لوگ کمال رکھتے تھے۔ مقام عکاظ میں جو مکہ کے قریب ہے ہر اتوار کو پینٹھ تو لگتی ہی تھی پر سویں دن ایک بڑا بھاری میلا بھی ہوا کرتا تھا جو ایک مہینہ تک ہوا کرتا تھا۔ اس میلہ میں صرف تجارت ہی نہ کرتے تھے بلکہ اپنے اشعار اور نظمیں بھی پڑھتے تھے اور انعام حاصل کرنے کی غرض سے اُمیں مقابلہ ہوتا تھا۔ جو نظمیں سب سے اعلےٰ درجہ کی ہوتی تھیں وہ اُنکے بادشاہوں کے خزانوں میں رکھی جاتی تھیں۔ ان میں سے وہ سات نظمیں تھیں جو آجتک سبعہ معلقات کے نام سے مشہور ہیں اور خانہ کعبہ میں لٹکائی گئی تھیں۔ یہ چونکہ مصر کے ریشمی کپڑے پر سونے کے حرفوں سے لکھی ہوئی

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۵) نصر بن عاصم نے قرآن شریف پر نقطے اور اعراب لگائے۔ تاریخ القرآن (صفحہ ۱۷) میں لکھا ہے۔ چارلس ڈالمین صاحب لکھتے ہیں کہ گذشتہ زمانہ میں لکھنے کا طریقہ یہ تھا کہ لوہے یا پیتل یا ہڈی کی سلائی سے لکڑی یا موم وغیرہ کی تختیوں پر لفظوں کے نقش کھود دیا کرتے تھے سب سے پہلے مصر والوں نے پیپرس کے درخت کے پتے ان تختیوں کی بجائے استعمال کرنے شروع کئے (اسی پیپرس سے انگریزی لفظ پیپر کاغذ کے معنوں میں مستعمل ہے) آٹھویں صدی عیسوی میں روئی اور ریشم سے کاغذ تیار ہوا۔ پہلے کتابیں ایک ہی طرف لکھی جاتی تھیں اور اُنکو بلندہ بنا کر رکھتے تھے کھولنے کے لئے بڑی جگہ درکار ہوتی تھی اور بڑی دقت پیش آتی تھی۔ کتابوں کا لکھنا۔ ترجمہ کرنا پڑھنا اور حفاظت سے رکھنا اُس زمانہ میں ایک مشکل کام تھا نیز ان کتابوں میں بالارادہ یا کسی اور سبب سے تغیر و تبدل کا ہو جانا نہایت آسان تھا ملحدوں کا خیال کرتے ہوئے اس قسم کی خرابیوں کی بائبل میں بھی زیادہ قابلیت تھی +

کاغذ کی ایجاد کی نسبت گسٹاؤ لیبان اپنی کتاب تمدن عرب میں لکھتا ہے کہ "ازمنہ متوسط کے اہل یورپ ایک مدت تک صرف چمڑے پر لکھتے رہے اور یہ اسقدر گراں تھا کہ کتابوں کی اشاعت بخوبی نہ ہو سکتی تھی چند روز میں یہ اسقدر نایاب ہو گیا کہ یونان و روم کے رہبان بڑی بڑی قدیم تصنیفات کے حروف چھیلکر اُنکی سطروں پر اپنے مذہبی رسائل لکھنے لگے اور اگر عربوں نے کاغذ ایجاد نہ کیا ہوتا تو یہ رہبان کل قدیم تصنیفات کو جن کے وہ محافظ سمجھے جاتے تھے تلف کر دیتے اسکوریل (سپین) کے کتب خانہ میں جو سوتی کاغذ پر ۱۰۰۹ء کی لکھی ہوئی کتاب ہے جو یورپ کے کتب خانوں میں سب سے قدیم نسخہ ہے اُسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عربوں ہی نے پہلے پہل چرم کے بدلے کاغذ کا استعمال کیا ہے۔ بہت ہی قدیم زمانہ سے چینی ایک قسم کا کاغذ ریشمی کیڑے کے خول سے بناتے تھے یہ ایجاد اوائل سنین ہجری میں چین سے سمرقند میں آئی۔ جب عربوں نے سمرقند فتح کیا تو وہاں کاغذ کا کارخانہ پایا۔ اور اُنہوں نے ریشم کی جگہ روئی سے کام لیا۔ اُن کی پرانی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنہوں نے اس کاغذ کے بنانے میں ترقی کی تھی۔ اور اُن سے بہتر کاغذ اسوقت تک نہیں بنا۔ یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ عربوں نے چیتھڑوں سے کاغذ بنانا ایجاد کیا جو نہایت مشکل اور متعدد دستکاریوں کا محتاج ہے۔ یورپ کی سب سے پرانی تحریر جو کاغذ پر لکھی گئی ہے ژوان ویل کا خط ہے جو اُس نے سینٹ لوئی کے نام ۱۲۷۰ء کے قریب لکھا تھا"

جانسنز عربک پرشین ڈکشنری میں لکھا ہے کہ "کاغذ کا کارخانہ ۱۳۴ھ میں سمرقند میں اور ۱۷۸ھ میں مکہ میں کھولا گیا" خاص ظہور اسلام کے وقت عرب میں کاغذ نہ تھا نہ لکھنے کا شوق تھا۔ جن لوگوں نے لکھنا سیکھ بھی لیا تھا وہ باریک چمڑے۔ جانوروں کے شانے۔ پتوں۔ پتھروں۔ ٹھیکروں لکڑی کی تختیوں اور اونٹ کی پسلیوں پر کچھ لکھ لیا کرتے تھے (تاریخ القرآن) ۱؎ اُنکے اس فخر کو کلام اللہ نے بالکل توڑ دیا وہ مثل اُسکے ایک چھوٹی سی سورت بنانے سے بھی عاجز آ گئے۔ اُنکے بڑے بڑے فصیح و بلیغ بے اختیار بول اُٹھے کہ یہ کلام بشر نہیں ہے اور ہم ایسا کلام بنانے سے عاجز ہیں۔ اسیوجہ سے کلام اللہ کو آنحضرت کے سب سے بڑا معجزہ قرار دیا گیا ہے جو تا قیام قیامت قائم رہیگا (مؤلف)

تہیں اس سبب سے مذہبات بہی کہلاتی تہیں - کعبہ کی دیوار پر قصیدہ کا آویزاں ہونا بڑی ہی فخر کی بات تہی - اس پر مصنف کے پاس مبارکباد کے خط آتے تہے - یہ ہرن - بکری یا اونٹ کی جھلی یا ریشمی کپڑے پر سنہری حرفوں میں نقش و نگار ہوکر کعبہ کے دیواروں پر لٹکائے جاتے تھے (اعجاز التنزیل صفحہ ۱۱)

لیکن اگرچہ عرب ایسے قدیم زمانہ سے نظم سے واقف تھے مگر اُنمیں عروض کے قواعد مقرر نہیں ہوئے تھے اور یہ حال آنحضرت صلعم کی وفات کے کچھ عرصہ بعد تک رہا - یہ قواعد خلیل احمد الفراہدی نے ہارون رشید کے زمانہ میں بنائے ہیں -

(۶) **قبیلہ قریش** - اسمعیل بن ابراہیم کے بعد اُنکا بیٹا نابت بیت اللہ کا متولی ہوا اور مکہ میں اپنے بہائیوں کے ساتھ مقیم رہا تا آنکہ اُنکی نسل کی اسقدر ترقی ہوئی کہ مکہ میں نہ سما سکی اور اطراف و جوانب میں حجاز کے پہیلگئی +

قیذار بن اسمعیل کی چالیسویں پشت میں عدنان اول ہوا ہے جو بنو نزار کا جد اعلی ہے[ل] - عدنان اول سے بیٹے معد اول کے اُنیسویں پشت میں فہر بن مالک بن نضر ہوا ہے جسکو قریش بہی کہتے ہیں[۲] - فہر تیسری صدی مسیحی میں ہوا ہے دوسرے قبائل کے مقابلہ میں قریش ہمیشہ اپنے حسب و نسب پر فخر کرتے رہے ہیں اور وہ عرب کے تمام قبیلوں سے زیادہ شریف اور اعلے سمجہے جاتے ہیں[۳] - پانچویں صدی مسیحی میں فہر کی اولاد میں سے ایک شخص قصی[۴] نے مکہ پر اقتدار حاصل کرکے بتدریج سارے حجاز کو اپنے قبضہ میں کرلیا - اسکے زمانہ تک مکہ صرف ایک گاؤں تھا وہ بہی بکھری ہوئی اور منتشر حالت میں اسمیں دور دور جہونپڑیاں اور ڈیرے پڑے ہوئے تھے - قصی نے کعبہ کو دوبارہ تعمیر کیا اور اپنے واسطے ایک محل بنایا جسمیں ایک بڑا کمرہ امور عامہ کی انجام دہی کے لئے لوگوں کی کونسل کے کام آتا تھا اور اس سبب سے دار الندوہ کہلاتا تہا - اور قریش کے مختلف قبائل کو جو بپاس ادب مکہ سے معقول فاصلہ پر رہا کرتے تھے کعبہ کے اردگرد پتھر کے مکان بنانے اور اُنہیں سکونت رکھنے کی ترغیب دی + لوگوں پر مناسب طور سے حکومت کرنے ٹیکس اور رسوم کے وصول کرنے اور اُن حاجیوں کے کہانے پینے کے انتظام کے لئے جو عرب کے بہت سے حصوں سے خانہ کعبہ کی زیارت کو آتے تھے اُس نے آئین و قوانین بہی بنائے - اور کعبہ کے متعلق پانچ بڑی خدمتیں حسب ذیل تجویز کیں +

(۱) سقایہ و رفادہ یعنے حاجیوں کو پانی اور کہانا دینے کا عہدہ اور اسلئے ٹیکس وصول کرنا (۲) قیادہ یعنی لڑائی کے وقت فوج کی سپہ سالاری کرنا (۳) لواء حرب یعنی علمبرداری کا عہدہ (۴) حجابت یعنی خانہ کعبہ کی حفاظت کا عہدہ (۵) دار الندوہ یعنی دار الندوہ (مجلس شوری) میں صدر انجمن ہونے کا استحقاق - قصی اس طرح تمام اعلے مذہبی اور ملکی امور اپنی ذات میں جمع کرکے قریش کا بادشاہ بہی اور مذہبی پیشوا بنگیا - قریش نے بہی اُسکے زمانہ میں حضرت اسمعیل کی دیگر اولاد کی نسبت نمایاں سبقت حاصل کی +

قصی ۴۸۰ء کے قریب رحلت کرگیا اور اُسکا بیٹا عبد الدار اُسکا جانشین ہوا - اپنے باپ کے تمام اعزاز اُس نے بہی حاصل کیے - جب عبد الدار مرگیا تو اُسکی جگہ اُسکے بیٹے مامور ہوتے رہے اور ایک زمانہ تک اس حالت پر رہی مکہ اور قریش کی حکو

ل اکثر نسابین کا اسپر اتفاق ہے کہ عدنان قیذار کی نسل سے ہے اگرچہ بعض نے نابت کی نسل سے لکہا ہے ۲ اکثر اہل علم کا یہ خیال بہی ہے کہ قحطانی عرب بہی اسمعیل ہی کے کسی بیٹے کی نسل سے ہیں - بنا بریں اسمعیل کل عربوں کے جو اُنکے بعد ظہور میں آئے مورث اعلی اور جد اکبر ہوئے یہ عدنان چہٹی صدی قبل مسیح میں ہوا ہے اور اسکا بیٹا معد جسکی نسل سے محمد مصطفے ہوئے ہیں ۵۳۸ قبل مسیح میں پیدا ہوا تھا - اور اسمعیل بن ابراہیم ۱۹۱۰ قبل مسیح میں پیدا ہوئے تہے (ترجمہ ابن خلدون) ۳ قدیم عربی میں قریش کے معنے سوداگر کے ہیں ۴ یہ بہی تہا کہ کعبہ کل اہل عرب کی نظروں میں متبرک مقام تہا - زمانہ دراز سے وہاں حج ہوتا تہا - قریش اُسکے متولی تہے - اس سے بہی اُنکی عظمت اور اُنکا وقار لوگوں کی نظروں میں بہت تھا ۵ یعنی قصی بن کلاب بن کعب بن لوے بن غالب بن قریش +

سرداری اُن سے متعلق رہی یہانتک کہ عبدالدار کے پوتوں اور اُسکے بھائی عبدمناف کے بیٹوں میں مکہ کی حکومت کی بابت جھگڑا ہوا اس تنازع کا فیصلہ تقسیم حکومت پر اس طرح ہوا کہ مکہ کی سقایہ اور رفادہ (یعنی حاجیوں کے واسطے ٹیکس وصول کرنے کا کام) بنی عبدمناف کو سپرد ہوا اور کعبہ اور دار الندوہ اور جنگی جھنڈے کی حفاظت بنی عبدالدار کے ہاتھ میں رہی۔ اس تنازع میں بنو عبدمناف کا سرکردہ عبدمناف کا سب سے بڑا بیٹا عبدالشمس تھا مگر چونکہ عبدالشمس کا تجارت کی وجہ سے مکہ میں کم قیام رہتا تھا اکثر اوقات شام کیطرف چلاجاتا تھا اس سبب سے بنو عبدمناف کی سرداری اور سقایہ اور رفادہ کا اہتمام ہاشم بن عبدمناف کے سپرد کیا گیا۔ جو قریش میں بہت مالدار اور ذی وجاہت و بااثر تھا اور پردیسیوں اور اجنبیوں کے ساتھ فیاضی کرنے میں مشہور تھا۔ اُس نے قریش کے وہ ٹیکس وصول کرنے شروع کئے جو قصیٰ نے حاجیوں کی امداد کے واسطے اُن پر لگائے تھے۔ اور پھر حاجیوں کی خبر گیری کی خدمت کو بڑی فیاضی و سیر چشمی اور دریادلی سے ادا کیا۔ اور ہر سال تجارتی قافلے باہر کو روانہ کرنے تجویز کئے۔ ایک موسم سرما میں یمن کی طرف اور دوسرا موسم گرما میں شام کی طرف۔ ہاشم سنہ ... ء کی آخر میں انتقال کر گیا۔ اور اُسکی جگہ اُسکے بھائی مطلب کو جو فیاض کے نام سے مشہور ہے سقایہ اور رفادہ کی خدمت ملگئی۔ مطلب سنہ ۲۰ ... ء کی آخر میں مرگیا اور اُسکا بھتیجا عبدالمطلب بن ہاشم جسکو شیبہ بھی کہتے تھے اُسکا جانشین ہوا اسی اثنا میں عبدالدار کے پوتے امیر ہوتے چلے جاتے تھے۔ لوگوں کی نظروں میں بنی ہاشم کی عزت و آبرو و حرمت و وجاہت کو دیکھکر اُنکو حسد و رشک پیدا ہوا اور چاہتے تھے کہ تمام اختیارات اپنے ہی قبضہ میں کرلیں اور مکہ کے حاکم بنجائیں۔ عبدالشمس کا حریص و طماع بیٹا اُمیّہ بھی اُنسے ملگیا۔ لیکن بااینہمہ اپنی خوش ارادی اور نیک چلنی کے باعث اور اس سبب سے کہ تمام قریش اُسکی بڑی قدر و منزلت کرتے تھے عبدالمطلب ۵۹ برس تک مکہ پر حکومت کرتے رہے اور قریش کے دس بڑے قبیلوں کے سردار جو شیوخ کہلاتے تھے اُن سبکی حکومت میں اُنکے ممد و معاون رہے اور اُنکا ہاتھ بٹاتے رہے+ عبدالمطلب ہی کے زمانہ میں سنہ ... ء میں حبشہ کے ایک بڑی فوج نے ابرہہ کی ماتحتی میں حجاز پر حملہ کیا تھا جسکی مختصر کیفیت یہ ہے کہ جب ابرہۃ الاشرم کو بادشاہ حبشہ کی طرف سے یمن کی حکومت بالاستقلال ملگئی تو اُسکے شکریہ میں اُسنے شہر صنعا میں قُلّیس نام ایک کلیسا تعمیر کیا جسمیں قیمتی پتھروں کی پچیکاری کرائی اور شیشہ آلات سے خوب سجایا اور چاہا کہ عرب کو حج کعبہ سے روکے اور اُسکے طواف کی طرف مائل کرے۔ اسی خیال سے اطراف عرب میں آدمیوں کو روانہ کیا جسوقت یہ داعی بنی کنانہ (قریش) کے شہر مکہ میں پہنچا تو عرفہ بن عیاض نے اُسے تیر سے ہلاک کردیا۔

+ عبدالمطلب کا سنہ ... ء میں انتقال ہوگیا۔ زبیر بن عبدالمطلب نے اُنکی جگہ پائی مگر زبیر سے یہ کام نہ چل سکا تو اُنہوں نے اپنے بھائی ابوطالب کو یہ خدمت دیدی اُنہوں نے یہ کام مشکل سمجھکر حضرت عباس کے حوالہ کردیا (المرتضی) مگر ابن اثیر لکھتا ہے کہ ابوطالب مفلس ہوگئے تھے اُنہوں نے عباس بن عبدالمطلب سے کچھ قرض لیا تھا وہ ادا نہ کرسکے اور اُس قرضہ کی عوض سقایۃ اور رفادہ کا منصب عباس کو دیدیا جو بعد میں عباس کی نسل میں جاری رہا۔ ۲ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ ایک شخص بنی کنانہ کے قبیلہ کا وہاں پہنچا اور اُس کلیسا کا جاروب کش اور فراش مقرر ہوا۔ جب آمد و رفت اُسکی بخوبی اُسمیں ہوگئی تو ایک رات کو اُس نے جابجا اُس مصفا مکان میں پاخانہ پھرا اور صبح ہوتے بھاگ گیا۔ ابرہہ اس خبر کو سنکر نہایت غضبناک ہوا اور جانا کہ عرب کے رہنے والے لوگ جو کعبہ کے حج کے مائل ہیں اس مکان سے عداوت رکھتے ہیں اور جبتک کعبہ مسمار نہ ہوگا اس مکان کی بزرگی شایع نہ ہوگی۔ ابرہہ اس ارادہ میں تھا کہ ناگاہ ایک قافلہ عرب کا کہ حرم کے رہنے والے لوگ اُس میں تھے رات کو اُس مکان کے پاس شب باش ہوا دو گھڑی رات رہے جو قافلہ والوں نے آگ روشن کی تیز ہوا چل رہی تھی اتفاقاً آگ اُڑ کر اُس کلیسا کے اسباب سامان میں جا لگی اور کل سامان جلکر خاک سیاہ ہوگیا۔ یہ حال دیکھکر وہ سب عرب بھاگ گئے چونکہ یہ سب نقصان بھی اس عرب کے سبب سے ہوا تھا ابرہہ نے یمن سے ہاتھیوں کا لشکر اور بیشمار فوج لیکر مکہ پر چڑھائی کی (حقائق الاخبار وگلزار ...)

ابرہہ کو جب یہ خبر پہنچی تو نہایت برافروختہ ہوا اور اُسیوقت ایک جرار اور کثیر فوج لیکر مع ہاتھیوں کے مکہ کیطرف اِس غرض سے روانہ ہوا کہ کعبہ کو منہدم کردے اور بنی کنانہ (قریش) کو قتل کر ڈالے۔ اور مکہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر مقام مغمس پر قیام کر کے ایک دستہ سواروں کا اسود بن مقصود کی ماتحتی میں بھیجا کہ اونٹ وغیرہ بار برداری کیلئے اور کچھ آدمی اسباب وغیرہ کے اُٹھانے اور لادنے کے لئے گرفتار کر لاوے۔ پس اسود اہل مکہ کے کچھ مویشی اور اونٹ جس میں دوسو اونٹ عبدالمطلب کے بھی تھے پکڑ لایا عبدالمطلب ان دنوں قریش کے سردار مکہ کے سربرآوردہ آدمیوں میں تھے۔ مقابلہ کی طاقت نہ دیکھ کر خاموش ہو رہے۔ دوسرے دن ابرہہ نے پیغام بھیجا کہ اگر اہل مکہ انہدام کعبہ سے کچھ چون وچرا کریں تو لڑائی پر آمادہ ہو جائیں۔ عبدالمطلب نے یہ سنکر کہا کہ خدا کی قسم ہے ہم اس سے لڑائی کا ارادہ نہیں رکھتے۔ یہ اللہ کا گھر ہے پس اگر خدا اُسکو روکے تو یہ اُسکا گھر ہے اور اگر وہ اُس سے کچھ تعرض نہ کرے تو ہم اُسکو دور نہیں کر سکتے۔ اور چند روسائے قریش کو ساتھ لیکر ابرہہ کے پاس گئے۔ ابرہہ بڑے تپاک سے پیش آیا تخت سے اُتر کر انکے ساتھ فرش پر بیٹھا۔ اثنائے کلام میں عبدالمطلب نے اپنے اونٹوں کی رہائی کی سفارش کی ابرہہ نے متعجب ہو کر کہا بڑے تعجب کی بات ہے کہ کعبہ کے بارے میں تمنے مجھ سے کچھ التجا نہ کی یہ تو تمہارے آباواجداد کا مذہبی مکان ہے اور اونٹوں کا سوال کیا۔ عبدالمطلب نے جواب دیا میں اونٹوں کا مالک ہوں اونٹوں کو مانگتا ہوں اور اس گھر کا بھی ایک مالک ہے وہ غالباً روکیگا۔ ابرہہ نے یہ سنکر تھوڑی دیر تک سکوت کیا۔ اور بلاتامل عبدالمطلب کے اونٹ واپس کر دیے +

علامہ طبری لکھتے ہیں کہ اکثر مورخین کا یہ خیال ہے کہ ابرہہ سے یہ درخواست کی تھی کہ تہامہ کی ثلث آمدنی خراج میں دیجائیگی بشرطیکہ کعبہ منہدم نہ کیا جائے۔ لیکن جب ابرہہ نے اس سے انکار کیا تو عبدالمطلب مع اپنے ہمراہیوں کے واپس آئے اور قریش اور کل اہل مکہ کو ہدایت کی کہ مکہ چھوڑ کر پہاڑوں پر چلے جائیں اور خود وقت روانگی خانہ کعبہ کا دروازہ پکڑ کر کھڑے ہو گئے اُسوقت اُنکے پاس قریش کے چند منتخب آدمی موجود تھے اور سب گڑگڑا کر دعائیں کر رہے تھے۔ بعد اسکے عبدالمطلب معہ اپنے ہمراہیوں کے پہاڑ پر چڑھ گئے اور ابرہہ کعبہ کو گرانے کی غرض سے مکہ کیطرف بڑھا۔ اللہ جل شانہ نے اُسپر پرندوں کا ایک جھنڈ دریا سے بھیجا جو اُس ناہنجار لشکر پر کنکریاں برسانے لگا۔ جسپر وہ کنکر پڑ جاتا تھا وہ اُسی مقام پر رہجاتا تھا۔ اور مقام تحجر میں اُنکے اجسام پر چیچک کے سے دانے بھی نکل آئے تھے۔ جس سے اکثر ہلاک ہو گئے ابرہہ کے بدن پر بھی چند دانے نکل آئے جسکی وجہ سے اُسکے کل اعضا ریکے بعد دیگرے کٹ کٹ کر گر گئے۔ جب لشکر کا یہ حال ہوا تو ہاتھیوں کو آگے کیا جو ہاتھی آگے بڑھایا جاتا تھا وہ بجائے آگے بڑھنے کے پیچھے کو ہٹتا تھا۔ آخرالامر ہاتھیوں کے اجسام پر بھی چیچک کی طرح دانے نکل آئے اور وہ سب مر گئے۔ تب اللہ جل شانہ نے ایک سیل بھیجا جو ان سب کو دریا میں بہا لیگیا[۱]۔ یہ واقعہ ۵۷۰ء کا ہے اور اسی واقعہ کی یادگار میں یہ سال عام الفیل کہلاتا ہے +

سید امیر علی لکھتے ہیں کہ چونکہ ابرہہ مکہ پر چڑھائی کرنے کے وقت ایک ہاتھی پر سوار تھا (جسکا نام محمود تھا) اور یہ جانور عرب والوں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا اس سبب سے اُس سال کا نام عام الفیل کہا گیا وہ لکھتے ہیں کہ یہ حملہ آور فوج کچھ تو وبا کے نمودار ہو جانے سے اور کچھ مینہ اور اولوں کے خوفناک طوفان سے تباہ و برباد ہو گئی۔ جسجگہ اُنکے خیمے ڈیرے لگے تھے وہاں پانی نے اپنا قیام کر کے اُنکا کوچ نقارہ بجا دیا +

عبدالمطلب کے سب سے چھوٹے بیٹے عبداللہ تھے جن کی پشت سے اسی عام الفیل میں نور محمدی نے ظہور کیا یعنے محمد مصطفےٰ صلعم پیدا ہوئے

---

۱ ابرہہ کے بعد ۵۷۵ء میں اُسکا بیٹا یکسوم اور یکسوم کے بعد یکسوم کا بھائی مسروق یمن کا بادشاہ ہوا۔ ان دونوں نے حد سے زیادہ ظلم وستم رعایا پر کیا پس سیف بن ذی یزن حمیری نوشیرواں کے پاس جا کر اپنے ساتھ مدد لایا اور مسروق کو قتل کر کے اپنے آبائی تخت پر بیٹھ گیا +

(۷) شجرہ نسب

ذیل میں ہم ایک شجرہ درج کرتے ہیں جس سے آنحضرت صلعم اور تمام مشاہیر قریش کے نسب کی کیفیت واضح ہوگی

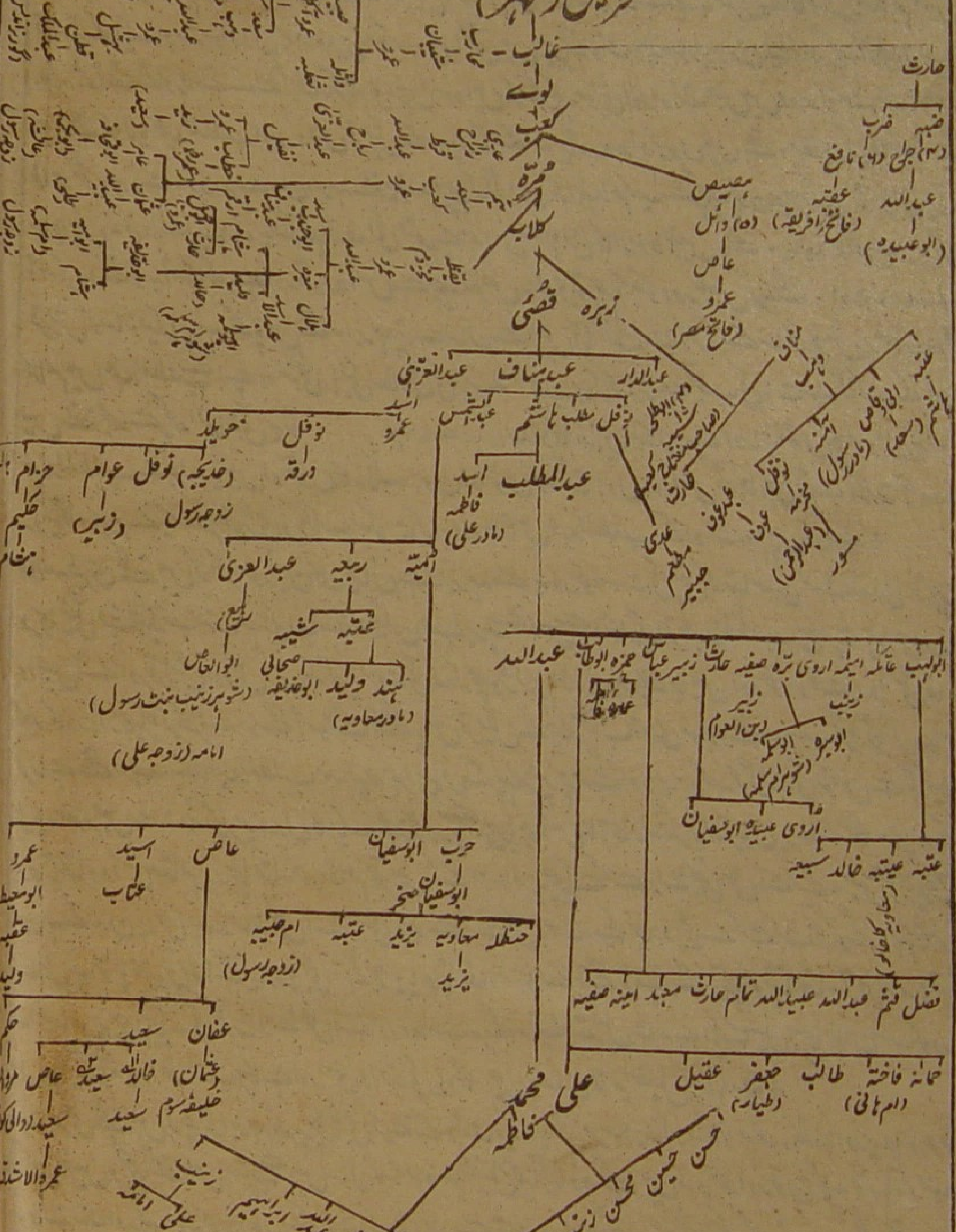

نوٹ (۱) اس شجرہ میں جسجگہ نام کے ساتھ قوسین میں ہندسہ ہے وہاں غیر مشہور پشتیں چھوڑ کر پشت کا نمبر لکھ دیا ہے مثلاً (۳) سے پوتا اور (۴) سے پڑپوتا مراد ہے۔ (۲) بنو عبدالشمس اور بنو ہاشم حکومت اور ریاست عبدمناف کی باہم تقسیم کئے ہوئے تھے اور بنو مطلب بنی ہاشم کے اور بنو نوفل بنی عبدالشمس کے احلاف یعنی طرفداروں میں تھے ابوجہل حضرت عمر کا ماموں تھا عمرو بن عبدود لوے کی نسل سے تھا امام شافعی مطلب کی نسل

باب اول حضرت محمد مصطفےٰ

فصل اول پیدائش سے بعثت تک

(۱) ولادت آنحضرت صلعم ۱۲ ربیع الاول عام الفیل[۱] سنہ ۴۲ جلوس[۲] نوشیروان عادل مطابق ۲۹ اگست ۵۷۰ء کو اردنیا میں تشریف لائے[۳]

لہ یعنی جس سال ابرہہ نے کعبہ پر حملہ کیا ہے ۵۷۰ء ابن اثیر اور اکثر دیگر مورخین اسلام نے آپ کا سنہ ولادت ۴۲ جلوس نوشیروانی قرار دیا ہے۔ مگر کاسن ڈی پرسول فرنگی مورخ نے اپنی تاریخ میں قوی وجوہ سے ثابت کیا ہے کہ آپ کا صحیح سنہ ولادت ۴۰ جلوس نوشیروانی ہے اور حساب لگا کر لکھا ہے کہ ۲۹ اگست ۵۷۰ء کو ۱۲ ربیع الاول سنہ اول عام الفیل تھا۔ صاحب حیات القلوب (ج ۲ ص ۴۴) لکھتے ہیں "علمائے امامیہ کا اس پر اجماع اور اتفاق ہے کہ آپ ۱۷ ربیع الاول یوم جمعہ کو بوقت شب یا بوقت صبح صادق شعب ابوطالب میں پیدا ہوئے۔ اُسوقت نوشیرواں کو ایران میں سلطنت کرتے ہوئے بیالیسواں سال تھا" رسول اللہ ابرہہ کے حملہ کے ۵۰ یا ۵۵ دن بعد اور بروایتی اُسی روز پیدا ہوئے تھے (حیات القلوب ج ۲ ص ۴۵) روم میں قیصر جسٹنین نوشیروان کا ہمعصر تہا +

۳ہ مسلمان مورخ واہل سیر لکھتے ہیں کہ آپکی پیدائش کے وقت اکثر امور تعجب انگیز ظہور میں آئے۔ آپکی والدہ ماجدہ کو بار حمل سے کسی قسم کی تکلیف جو عورتوں کو پیش آتی ہے نہیں ہوئی۔ پیدا ہوئے تو ایک نور ظاہر ہوا جس سے اطراف کے ملک روشن ہوگئے سر آسمان کی طرف اُٹھا کر فرمایا اللہ اکبر لا الہ الا اللہ انا رسول اللہ۔ پیدائش کے وقت زمین و آسمان کانپے۔ جھیل ساوہ جسکی پرستش ہوتی تہی اور کاشان کے قریب ہے خشک ہوگئی۔ وادی سماوہ میں جو شام میں ہے اور ہزار سال سے خشک پڑا تھا پانی جاری ہوگیا۔ دجلہ میں اسقدر طغیانی ہوئی کہ اُسکا پانی نواح کے علاقوں میں اور محل کسریٰ میں پہیلگیا۔ کسریٰ کے دیوان میں ایسا زلزلہ آیا کہ ۱۴ کنگرے اُسکے گر پڑے۔ اور طاق کسریٰ بیچ میں سے دو ہوگیا۔ اسی رات کو فارس کے موبد موبدان نے خواب میں دیکھا کہ تند و سرکش وحشی اونٹ اور عربی گھوڑوں کو دریائے دجلہ سے گذار کر بلاد فارس میں متفرق کرتے ہیں۔ اُس نے یہ خواب بادشاہ سے ذکر کیا۔ نوشیرواں نے ایک قاصد نعمان ابن منذر کے پاس بہیجا جو اُس کی طرف سے حیرہ میں گورنری کرتا تہا۔ کہ کسی ایسے عقلمند کو ہمارے پاس بہیجو جو ہماری بعض باتوں کا جواب دے۔ نعمان نے عبدالمسیح بن عمر الغسانی کو بہیجدیا۔ نوشیرواں نے اُس سے ان واقعات کو بیان کیا۔ عبدالمسیح نے کہا کہ شام میں میرا ماموں سطیح کاہن بڑا عالم ہے وہ ان باتوں کا جواب دیسکتا ہے۔ در روضۃ الاحباب جلد اول صفحہ ۵۶ سیرۃ الحلبیہ جلد اول صفحہ ۸۳ حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۵۱ اور دیگر کتب سیر میں لکھا ہے کہ سطیح کے بدن میں مفاصل نہ تھے اور اس لئے اُٹھ بیٹھ نہ سکتا تہا۔ مگر غصہ کے وقت اُٹھ بیٹھتا تھا۔ اسکے بدن میں سوائے کھوپری کے کوئی ہڈی نہ تہی۔ سر و گردن نہ تھے منہ سینہ میں تہا۔ جابیہ میں رہتا تھا۔ جب کبھی کہیں اُسے لیجانا چاہتے تہے مثل گٹھڑی کے باندھ لیتے تہے کہ وہ کہانت (غیب کی خبریں بیان) کرے تو اُسے خوب جھنجوڑتے تہے وہ اوندہا ہوجاتا اور غیب کی خبریں دیتا تہا۔ اُسوقت اُسکی عمر بروایت روضۃ الاحباب ۲۰۰ سال اور بروایت حیات القلوب ۹ سو سال کی تہی۔ غرض نوشیرواں نے عبدالمسیح کو سطیح کے پاس بہیجا۔ عبدالمسیح نے اُس سے اُن گران باتوں کا جواب پوچہنا چاہا تو سطیح حالت احتضار میں تہا۔ تاہم بغیر عبدالمسیح کے کہے اُس نے تمام واقعات بیان کر دیئے۔ اور یہ کہکر کہ نوشیرواں کی نسل سے ۱۴ مرد و زن حکمرانی کر کے ملک دوسروں میں منتقل ہوجائیگا۔ سطیح نے انتقال کیا۔

اسی رات کو آتش پرستوں کا آتشکدہ جو ہزار برس سے متواتر روشن تھا یکا یک بجھ گیا۔ اور تمام دنیا کے بت سرنگوں ہوگئے۔ شیطان اور اُس کی اولاد کا آسمان پر جانا بالکل بند ہوگیا۔ حضرت عیسٰی کی پیدائش کے وقت تین آسمانوں سے بندی ہوئی تہی۔ آنحضرت کی پیدائش کے وقت سے بقیہ چار آسمانوں سے بہی بندی ہوگئی (روضۃ الاحباب ص ۵۸ سیرۃ الحلبیہ جلد اول ص ۷۶۔ حیاۃ القلوب جلد دوم ص ۴۶ وغیرہ)+

آپ نجیب الطرفین اور قریش کے شجاع اور نامی قبیلہ سے تھے جسکی دو بہائیوں ہاشم اور عبد الشمس[۱] سے دو شاخیں ہوگئی تہیں - ہاشم جو آنحضرت کے جد اعلے تھے شہر مکہ کے بڑی بہی خواہ تھے - یہ شہر بنجر اور پتہریلے علاقہ میں واقع ہے اور زمانہ سابق میں یہاں اکثر قحط پڑا رہتا تھا - چھٹی صدی مسیحی کے شروع میں ہاشم نے سال میں دو قافلے قائم کئے ایک جاڑے کے موسم میں یمن کی طرف اور دوسرا ایام گرما میں شام کیطرف جاتا تھا - اس وسیلہ سے رسد وغیرہ کثرت سے مکہ میں لائی جانے لگی - علاوہ ازیں گوناگوں اسباب تجارت بہی آنے لگا - اور یہ شہر تجارت کا مرکز بنگیا - قوم قریش کے لوگ اس تجارت کے کام میں مصروف ہوکر مالدار اور صاحب اقتدار ہوگئے - ایک تو یہ امر اُنکے اعزاز و اکرام کا باعث ہوا دوسرے موروثی طور پر کعبہ کے متولی ہونے کی حیثیت سے انکو بہت کچھ اعزاز ظاہری اور حقوق حاصل تھے - پس یہ شہر مکہ کے سردار سمجھے جاتے تھے - ہاشم کے انتقال کے بعد اُنکے بیٹے عبد المطلب جانشین ہوئے اور وہی عزت و حقوق ورثہ میں پائے - عبد المطلب کے تیرہ[۱۳] بیٹے اور کئی بیٹیاں تہیں اُنمیں سے سب سے چھوٹے عبد اللہ کی شادی آمنہ بنت وہب بن مناف سے ہوئی - اس مناکحت کے اکلوتے ثمر حضرت محمد مصطفے تھے - پیدایش کے ساتویں روز آپکے جد امجد حضرت عبد المطلب نے تمام سرداران قریش کی دعوت کی اور اُس بچہ کو سب کے سامنے لاکر کہا کہ یہ لڑکا فخر خاندان اور ممدوح خلائق ہوگا - اور اسلئے آپ کا نام محمد یعنی سراہا ہوا رکھا

(۲) ایام طفولیت بروایتے آپ کے پیدا ہونے سے پہلے اور بروایتے آپ دو ماہ کے بہی نہ ہونے پائے تھے کہ آپکے والد عبد اللہ کا انتقال ہوگیا[۲] - اور سوائے پانچ اونٹ اور چند بہیڑوں اور ایک حبشی کنیز مسماۃ ام ایمن (برکت) کے اور کچھہ ورثہ نچھوڑا - حضرت آمنہ کو حضرت عبد اللہ کی وفات کا اتنا صدمہ ہوا کہ دودہ خشک ہوگیا - چونکہ مکہ کی آب وہوا بچوں کے واسطے چنداں موافق نہ تہی اسواسطے نواح کی بدو عورتوں میں سے دودہ پلانے کے واسطے تلاش کی گئی - اناکے دستیاب ہوتے تک ابولہب کی کنیزک ثوبیہ نے آنحضرت کو تین چار مہینہ تک دودہ پلایا[۳] - اقوام بدو کی عادت تہی کہ سال میں دو مرتبہ موسم بہار اور موسم خزاں میں دودہ پلانے اور بچے پالنے کی نوکری کی تلاش میں مکہ میں آیا کرتی تہیں آخر حلیمہ سعدیہ[۴] کے نصیبہ نے زور کیا اور وہ آپ کو اپنے گھر لیگئیں - اور آپ حلیمہ کے پاس پرورش پانے لگے[۵] آپ میں نمو کی قوت اپنے سن کے اعتبار سے بہت زیادہ تہی - جب تین مہینے کے ہوئے

۱ھ کارہائے نمایاں اور خدمات لایقہ کے سبب سے خانہ کعبہ کی خدمت بنی ہاشم میں موروثی ہوگئی تہی اس سبب سے بنی عبد شمس یعنی بنی اُمیہ میں بنی ہاشم کی طرف سے نہایت اضطراب و رشک پیدا ہوگیا تہا مورخین و اہل سیر نے بنی ہاشم اور بنی اُمیہ میں دشمنی ہونے کی یہ وجہ لکہی ہے کہ ہاشم اور عبد شمس توام پیدا ہوئے تھے دونوں کی پیشانیاں جوڑی ہوئی تہیں - جو کسیطرح جدا نہ ہوسکیں - آخر تلوار سے جدا کی گئیں - عقلائے عرب میں سے کسی کو خبر ہوئی تو اُس نے کہا تلوار کے سوا کسی اور چیز سے جدا کرنا چاہئے تھا - اب ہمیشہ ان دونوں کی اولاد میں عداوت رہیگی اور تلوار چلتی رہے گی - چنانچہ ایسا ہی ہوا - (روضۃ الاحباب جلد اول صفحہ ۴۸ طبری جلد دوم صفحہ ۱۰۸ میں ہے کہ ایک دوسرے کی اُنگلیاں ایک دوسرے کی پیشانی سے چپکی ہوئی تہیں - ۲ھ انکی وفات ۲۵ برس کی عمر میں بحالت سفر مدینہ میں ہوئی ۳ھ اسی ثوبیہ نے حمزہ بن عبد المطلب - ابو سلمہ مخزومی اور عبد اللہ بن جحش اسدی کو دودہ پلایا تہا - روضۃ الاحباب جلد اول صفحہ ۵۸ حیاۃ القلوب ج ۲ صفحہ ۹۲ ۴ھ قبیلہ بنی سعد قحطان کی نسل سے ہیں اُنکی سکونت اُن پہاڑوں کے دروں میں ہے جن کا سلسلہ طائف سے جنوب کی طرف چلا گیا ہے ۵ھ مسلمان مورخ و اہل سیر لکہتے ہیں کہ جبتک آنحضرت حلیمہ کے گھر میں رہے حلیمہ کو برابر ترقی رہی اُنکے علاقہ کے کنوئیں اور چشمے کبہی خشک نہ ہوئے - چراگاہ ہمیشہ سرسبز و شاداب رہی - اُن کے بکریوں کے گلہ میں بڑی افزایش ہوئی اُنکی زراعت میں خوب پیداوار ہوئی اور اُنکے مکان میں برابر امن و امان رہا +

تو کھڑے ہونے لگے سات مہینے کے ہوئے تو چلنے لگے اور دس مہینہ کی عمر میں لڑکوں کے ساتھ تیر کمان لئے پھرتے تھے۔ آٹھویں مہینہ ایسا بولنے لگے کہ لوگوں کی سمجھ میں آنے لگا۔ اور نویں مہینے ایسی فصاحت سے کلام اور ایسی عقل کی باتیں کرنے لگے کہ سننے والوں کو تعجب ہوتا تھا۔ (ایرونگ)

تین برس کی عمر[1] میں ایک دن اپنے رضاعی بھائی مسرور کے ساتھ میدان میں تھے کہ دو فرشتے براق لباس پہنے ہوئے نمودار ہوئے فرشتوں نے آپکو زمین پر لٹایا اور ایک نے جس کا نام جبرئیل تھا آپ کا سینہ چاک کیا[2]۔ مگر اس سے آپ کو تکلیف نہیں ہوئی آپ کا دل نکالکر صاف کیا اور اُس سے وہ سیاہ خون دور کیا جو اصل عصیان کی بنیاد ہے جب اُسکو صاف کر چکے تو اُسمیں نور ایمان اور علم اور نور رسالت بھر کر سینہ میں رکھکر برابر کر دیا۔ اب آپکے چہرہ مبارک سے وہ نور چمکنے لگا جو حضرت آدم کے وقت سے برابر حضرت اسمعیل تک چلا آیا تھا اور بعدِ اسمعیل کنز مخفیہ کے طور پر ودیعت چلا آتا تھا اور ظاہر نہوا تھا۔ وہی نور اب زیادہ چمک کے ساتھ نمودار ہوا[3]+

جب اس واقعہ کی خبر حلیمہ اور اُنکے شوہر کو ملی اُنہوں نے پری یا جن کا سایہ سمجھکر اندیشہ کیا اور آپ کو آپکی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کے پاس پہنچا دیا (ایرونگ صفحہ ۱۵ روضۃ الاحباب ج ۱ ص ۶۶)

حیات القلوب صفحہ ۶۲ اور اکثر کتب میں لکھا ہے کہ حلیمہ نے آنحضرت کو پانچ برس تک اپنے پاس رکھا دو برس کے بعد وہ آمنہ کے پاس لیگئی تھیں پھر کچھ سنکر آمنہ کو راضی کر لیا تھا۔ لیکن کبتک دوسرے کے بچے کو اپنے پاس رکھ سکتی تھی آخر مکہ میں پہنچا گئی۔ اور یہاں آپ کی حضانت عبداللہ کی کنیز ام ایمن کے متعلق ہوئی جو آپ کو ترکہ پدری میں ملی تھی تھوڑے دنوں کے بعد حضرت آمنہ کسی اہل قرابت سے ملنے آپ کو لیکر مدینہ گئیں وہاں ایک مہینہ قیام کیا جب وہاں سے واپس ہوئیں تو راہ میں ابوا[4] کے مقام پر انتقال فرمایا۔ اور وہیں دفن ہوئیں آپکی خادمہ ام ایمن آپ کو لیکر مکہ میں آئیں اسوقت حضرت کی عمر کا چھٹا سال ختم نہوا تھا۔ (روضۃ الاحباب ص ۶۷)

آپکی حضانت بدستور ام ایمن سے متعلق رہی مگر حضرت کے دادا عبدالمطلب جو مکہ کے متولی تھے ہر طرح سے نگرانی رکھتے اور اپنی تمام اولاد سے زیادہ چاہتے تھے+

ڈیون پورٹ لکھتا ہے کہ اسی وقت سے آنحضرت کی دانشمند اور متجسس طبیعت کا اظہار شروع ہوا وہ تنہائی اور مراقبہ کی حالت میں رہنا پسند کرتے تھے یہانتک کہ جب آپکے ہمجولی ساتھ کھیلنے کو کہتے تو فرماتے کہ انسان بیہودہ اور لغو مشغلوں کے لئے نہیں پیدا ہوا ہے جب آنحضرت کو آٹھواں سال شروع ہوا۔ تو عبدالمطلب بھی ایک سو دس یا ایک سو بیس سال کی عمر میں رحلت کر گئے اور آنحضرت کے سب سے بڑے اور حقیقی چچا ابو طالب نے جو اپنے باپ کے بعد خانہ کعبہ کے محافظ و متولی ہوئے تھے۔ آنحضرت کی پرورش اختیار کی[5] اور پھر تاحیات ابو طالب آنحضرت اُنہیں کے ساتھ رہے تاریخ الخمیس و روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ اسی سال نوشیروان عادل اور حاتم طائی[6] کا انتقال ہوا+

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ جب وقت وفات عبدالمطلب کا قریب پہنچا تو اُنہوں نے آنحضرت کو سینہ سے لگایا اور گریاں ہوئے اور اپنے فرزند ابو طالب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ اے ابو طالب یہ تیرے حقیقی بھائی کا بیٹا ہے۔ اس دُرِ یگانہ کی حفاظت

---

[1] اس روایت کو اکثر علمائے شیعہ نے غلط بتا دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابتدا ہی سے پاک پاکیزہ اور معصوم پیدا ہوئے تھے مگر علامہ مجلسی حیات القلوب ص ۶۲ میں لکھتے ہیں کہ اس روایت کے انکار میں کوئی حدیث نظر سے نہیں گذری اگرچہ صریحاً احادیث معتبرہ شیعہ میں وارد بھی نہیں ہے۔ پس اس معاملہ کو احتمال پر چھوڑنا چاہیئے [2] اس موقعہ پر آپکے دونوں شانوں کے بیچ میں مہر نبوت بھی لگائی گئی تھی جو کافروں کی نگاہ میں بھی کبوتر کے انڈے کی برابر تِل سے کے معلوم ہوتے تھے اور جو بعد انتقال آنحضرت غائب ہو گئی (ایرونگ ص ۱۷) [3] مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے [4] ایرونگ [5] حاتم نصرانی شاعر فیاضی

کرنا اپنا لخت جگر اور نور نظر سمجھنا اُسکے تفقد و خبرگیری میں کوتاہی نکرنا اور دست و زبان اور جان و مال سے اسکی اعانت کرتے رہنا"۔ پس ابوطالب رات دن صبح شام کسیوقت آنحضرت کو اپنے سے جدا نہونے دیتے تھے۔ اپنے پہلو میں آپ کو لٹاتے بہ نفس نفیس خدمات کے متکفل ہوتے کہانے پینے پہننے اور جملہ آسایش و آرام کے اسباب میں انکو اپنے اہل و عیال پر مقدم رکھتے اور کفار قریش اور اشرار یہود سے کہ درپے حضرت کی ایذا و آزار کے رکھتے تھے حراست و نگہبانی فرماتے اور اپنے مال و جاہ کو جو وہ قریش میں رکھتے تھے۔ آپ کی نصرت میں کام میں لاتے۔ غرض آپ حفظ و حمایت ابوطالب میں پرورش پاتے رہے اور فاطمہ بنت اسد مادر علی مرتضی کا بہی یہ حال تھا کہ ماں سے زیادہ حضرت کا خیال رکہتی تہیں۔ رسول اللہ بہی اُنکو مثل اپنی حقیقی ماں کے سمجھتے رہے[1] (تہذیب المتین۔ روضتہ الاحباب)

حضرت ابوطالب عبدالمطلب کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ (ایرونگ ص۱۶) انکو علاوہ اُس بزرگی کے جو خانہ کعبہ کی حفاظت کے سبب اُنکو حاصل تہی قوم قریش کے تاجروں میں سے تھے اور اُس قافلہ کے ساتھ جو آپکے جد امجد ہاشم نے جاری کیا تھا اور جو ملک شام اور یمن میں تجارت کرتا تھا بڑی کوشاں رہے (ایرونگ ص۲۱)

آنحضرت کا سن مبارک بروایت طبری و ابن اثیر ۹ سال کا ہوا اور بروایت ابوالفدا و ابن خلدون تیرہواں سال ہوگا کہ ابوطالب نے سفر شام کا ارادہ کیا اور آنحضرت کو اپنے بچوں کے ساتھ مکہ میں چھوڑا۔ ابوطالب اونٹ پر سوار ہونے کو تھے کہ آپ آکر اُن سے چمٹ گئے اور چلّائے کہ اے چچا ہمکو اپنے ہمراہ لیتے چلیے۔ ابوطالب کا دل بھر آیا اور اپنے یتیم بھتیجے کو اپنے ہمراہ سفر تجارت میں لیتے گئے[2]۔ قافلہ قریہ کفر کہ جہاں سے شہر بُصریٰ[3] جو شام کی سرحد پر ہے ۶ میل کے فاصلہ پر ہے پہنچکر نسطوری راہبوں کے معبد کے پاس قیام کیا۔ راہبوں نے آنحضرت اور ابوطالب کی بڑی خاطرداری کی اُنمیں سے ایک نے جسکا نام جرجیس کینت ابو عداس اور لقب بحیرا راہب تھا۔ آپ کے چہرۂ مبارک سے آثار عظمت و جلالت اور اعلے درجہ کے کمالات عقلی اور محامد اخلاق نمایاں دیکھکر اور اُن صفات سے موصوف پاکر جو اُس نے توریت اور انجیل اور دیگر کتب سماویہ میں پڑھی تہیں پہچان لیا کہ یہی پیغمبر آخرالزماں ہیں۔ خصوصًا جب اُس نے لکہ ابر سر پر سایہ کیے ہوئے اور مہر نبوت شانوں کے درمیان دیکھی تو اُسکا گمان یقین سے مبدل ہوگیا۔ اور مہر نبوت پر بوسہ دیکر حضرت کی نبوت کی تصدیق کی۔ اور چلتے ہوئے ابوطالب سے کہا کہ اس لڑکے کا دین تمام عرب و عجم میں پہیلیگا اور دنیا کے بہت سے حصے کا مالک ہوگا۔ اپنے ملک کا آزاد کنندہ اور اپنے اہل وطن کا نجات دہندہ ہوگا۔ اسکی بڑی حفاظت رکھنا خوف و خطر اور شر اعدا سے بچانا کہیں یہودیوں کے ہاتھ نہ پڑ جائے۔ اسلئے شام کو جانا مناسب نہیں ہے۔ پس اُس راہب کے مشورہ سے ابوطالب نے تمام اسباب بُصریٰ میں نفع کے ساتھ فروخت کیا اور مکہ واپس آئے[4]۔ (ابن اثیر۔ طبری۔ ابن خلدون۔ ابوالفدا۔ روضتہ الاحباب ج ۱ ص۷۲ تفریح الاذکیا۔ تنبیہ الکلام ص۲۷۔ ابن ہشام۔ ایرونگ ص۲۴) +

---

[1] نور الابصار وغیرہ میں لکھا ہے کہ جب فاطمہ بنت اسد کا انتقال ہوا تو آنحضرت نے اپنے قمیص کا کفن دیا خود قبر کھودنے میں شریک ہوئے اور مٹی نکالی۔ پہلے خود اُسمیں لیٹے اور اُنکے لئے دعاے مغفرت کی۔ جب اس تمام توجہ کا سبب پوچھا گیا تو فرمایا کہ ابوطالب کے بعد مخلوق خدا میں سے کسی نے میرے ساتھ اس سے زیادہ سلوک اور احسان نہیں کیا[2] اس سفر میں آپکے کئی معجزے دیکھے گئے ایکدفعہ جب دوپہر کی گرمی میں صحرا میں سے گذر رہے تہے ایک فرشتے نے آنحضرت پر اپنے پروں کا سایہ کیا اور بعد میں ایک ابر کا ٹکڑا آپکے سر پر ہمیشہ سایہ کرتا دکھائی دیتا تہا۔ اور ایک خشک درخت کے نیچے جو آپ کھڑے ہوئے تو وہ شاداب ہوگیا اور آپکے سر پر اُسکا سایہ ہوا[3] بُصریٰ بڑی تجارت گاہ تہی ہر سال قافلے یہاں آتے تہے اس علاقہ میں نسطوری عیسائی رہتے تہے[4] اس کے بعد ایک دفعہ جب آپ کی عمر ۱۶ برس کی تہی ابوطالب کی اجازت سے اپنے چچا زبیر یا عباس کے ساتھ ایک قافلہ کے ہمراہ یمن کو گئے تہے۔ روضتہ الاحباب ج ۱ ص۷۳

(۳۳) حضرت کی نوجوانی تھوڑے عرصہ کے بعد فجارؔ کی لڑائیاں شروع ہوگئیں اور رک رک کر ۹ برس تک ہوتی رہیں یہ لڑائی بنی کنانہ اور بنی ہوازن میں ہوئی تہی اور قریش بنی کنانہ کے معاون تھے۔ اُنہیں سے دو لڑائیوں میں حضور صلعم اگرچہ اسوقت ۱۴ یا ۱۵ برس سے زیادہ نہ تھے اپنے چچا زبیر کو تیر وغیرہ دینے میں مدد دیتے رہتے اور دشمن کے تیروں سے بچاتے رہے یہ پہلا معرکہ تھا جس میں آپ نے ہتیار باندہے۔ مگر خود نہیں لڑے (ارونگ ص۲۶۔ ابن ہشام۔ ابوالفدا۔ طبری)۔
جب آنحضرت کی عمر اور زیادہ ہوگئی تو لوگ اُن تجارتی قافلوں میں جو شام و یمن کی تجارت کو جاتے تجارتی گماشتہ بنانے لگے۔ حضرت نے یہ کام ایسی خوش اسلوبی سے سرانجام دیا کہ آپکی استعداد و لیاقت بخوبی ظاہر ہونے لگی۔ اور آپکے خلق اور محبت اور وفاشعاری اور دیانتداری اور راست گوئی اور بے عیب کردار و رفتار سے آپکے اہل وطن میں آپ کا لقب امین ہوگیا۔ اور چونکہ ان تمام اخلاق کے ساتھ تمام مکہ میں شہرت ہوگئی تہی کہ محمدؐ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اور امانت میں خیانت نہیں کی۔ کسی عورت کی طرف نظر بد سے نہیں دیکھا نہ کسیکی غیبت کی نہ کسی سے ترشرو ہوکر گفتگو کی۔ تمام مکہ آپ کا مداح تھا ہر شخص آپکے ساتھ ایک خاص عقیدت رکھنے لگا بوڑھے بوڑھے آپ کا لحاظ کرتے تھے (عباسی)

(۳۴) حضرت کی تزویج جناب خدیجہ کے ساتھ۔ اس زمانہ میں شہر مکہ میں ایک شریف متمول عورت قبیلہ قریش سے تہیں جن کا نام خدیجہ بنت خویلد تھا اُنکے دو نکاح ہو چکے تھے اُنکے آخری شوہر نے کہ بڑا مالدار تھا انتقال کیا تو اُنکے خانگی اُمور کی انجام دہی کے واسطے کارندہ درکار ہوا۔ ابوطالبؓ نے صلاح دی کہ آپ خدیجہ کا مال ہر لیجایا کریں اور خدیجہ کے ایک رشتہ دار خزیمہ بن حکیم کی سفارش سے جو آنحضرت کے بڑے دوست تھے خدیجہ نے خود اوروں سے دُگنا مشاہرہ دینا منظور کرکے اپنی طرف سے حضرت سے درخواست کی۔ حضرت نے منظور کرلیا اور خدیجہ کے مال کے مہتمم ہوکر شام کی طرف روانہ ہوئے یہ سفر بروایتے آپکی عمر کے بیسویں برس اور بروایتے پچیسویں برس ہوا۔ حضرت کے ساتھ خدیجہ کا غلام میسرہ اور اُنکا رشتہ دار خزیمہ بن حکیم بہی تہا۔ اور ایک روایت سے حضرت ابوبکر کا بہی جو آنحضرت سے دو برس چھوٹے تھے اس قافلہ میں ہونا پایا جاتا ہے۔ اس سفر میں نسطورا راہب سے ملاقات ہوئی جو بحیرا کے انتقال پر اُسکی جگہ مقرر ہوا تھا۔ اِسنے بہی بحیرا راہب کیطرح آنحضرت کو پیغمبر آخرالزماں بتا دیا۔ جس سے آنحضرت کی عظمت سبکے دلوں میں زیادہ ہوگئی۔ اور اِبکی دفعہ بصری سے قافلہ مال تجارت بہت سے منافع پر فروخت کرکے واپس آیا۔ واپس آکر خزیمہ اور میسرہ نے بڑی تعریف کی خدیجہ نے خوش ہوکر دُگنی تنخواہ دی اور پھر آپ کو یمن کے علاقوں میں اسی کام پر بہیجا۔ وہاں بہی آپ نے تمام کام بڑی خوش اسلوبی اور سلیقہ سے انجام دیا (طبری۔ ارونگ ص۲۷)
خدیجہ بڑی فہمیدہ اور تجربہ کار تہیں آپکی دولت۔ حسن اور سلیقہ پر خیال کرکے تمام مکہ کے لوگ اُن سے نکاح کا ارادہ رکھتے تھے۔ لیکن حضرت خدیجہ کسیکو پسند نہ کرتی تہیں۔ بلکہ دفعتہً اُنکے ذہن میں یہ بات آئی کہ محمدؐ سے نکاح کرنا چاہیئے۔ اور بروایتے ایک مسماۃ نفیسہ بنت منیہ (یعلی بن منیہ کی بہن) کی معرفت اور بروایتے اپنے غلام میسرہ کے ذریعہ سے آپ کے پاس نکاح کا پیغام بہیجا۔ آپ کو سُنکر تعجب ہوا کہ ایسی مالدار عورت مجھ غریب سے خود درخواست کرتی ہے آخرش باتیں آپس میں طے ہوئیں اور ایک روز نکاح کا قرار پایا۔ آنحضرت کیطرف سے

لہ چونکہ یہ لڑائی اُس مہینہ میں شروع ہوئی تہی جس میں لڑنا حرام تہا اس سبب سے اسے فجار کہتے ہیں ۔ سلہ احسان اللہ عباسی لکہتے ہیں کہ عبدالمطلب کا خاندان شریف مکہ سمجھا جاتا تہا ساتھہ ہی گھر میں متمول بہی تہا لیکن کچھہ سخاوت کچھہ کثرت اولاد سب سے بڑی خدا کی مشیت۔ غرضکہ آنحضرت کی پیدائش سے پہلے ہی اس خاندان کی حالت خراب ہوچکی تہی۔ اور یہی وجہ تہی کہ اب آنحضرت اور اُن کے چچا لوگوں کی اُجرت پر مال تجارت فروخت کو لیجایا کرتے تہے۔

(بقیہ)

ابوطالب اور خدیجہ کی طرف سے خدیجہ کے عمرا دورقہ بن نوفل نے خطبہ پڑھا اور نکاح ہو گیا[۱]۔ اسوقت خدیجہ کی عمر چالیس برس کی اور آنحضرت کی ۲۵ سال کی تہی۔ لیکن خدیجہ اپنے حسن اور درستی قوی کی وجہ سے کم سن معلوم ہوتی تہیں نکاح کے روز خدیجہ نے بڑی دعوت کی جسمیں اُنکے چچا عمرو بن اسد اور حضرت حمزہ اور حضرت ابوطالب اور دیگر قریش موجود تھے اور ابوطالب نے اسکے بعد اونٹ ذبح کراکے طعام ولیمہ کیا[۲]۔ ابن اثیر اور ابن ہشام وطبری۔ روضۃ الاحباب (ص ۷۵) وغیرہ مورخین نے لکھا ہے کہ اس نکاح کے وقت حضرت خدیجہ کے والد خویلد زندہ نہ تھے بلکہ جنگ فجار سے پہلے مرچکے تھے۔ پس خدیجہ کے چچا عمرو نے رخصت کیا۔ ابن خلدون کے موافق یہ عقد شروع فجار کے ۱۵ برس بعد ہوا تھا اس عقد سے آنحضرت کی وقعت اپنے اہل وطن میں اور بہی زیادہ ہو گئی۔ آپ صلعم اس نکاح سے بہت خوش ہوئے مگر خدیجہ بہت عرصہ تک زندہ رہیں۔ تاہم آنحضرت نے اخیر وقت تک خدیجہ کی یاد دل میں رکھی اور عایشہ جیسی نوعمر کواری بی بی کے سامنے بہی خدیجہ کا ذکر تاسف سے کرتے رہے[۳]۔ آنحضرت بکمال لطف وشفقت اُنکے عمال کے نگراں رہتے تھے اور اُنکے معاملات کا انتظام اور اُنکے حقوق کا تحفظ دانشمندی اور دور اندیشی کے ساتھ فرماتے رہتے۔ جبتک خدیجہ زندہ رہیں حالانکہ عرب میں تعدد ازواج کی رسم رائج تہی حضرت نے دوسرا نکاح نہیں کیا خدیجہ کے حین وحیات میں جو محبت اُنکے ساتھ تھی اُس میں مدت العمر لغزش نہیں آئی۔ بعد اُنکی وفات کے جب وہ آپ کو یاد آتیں اُسوقت آپکو بڑی رقت طاری ہوتی۔ خدیجہ کا بہی یہ حال تھا کہ ایک دفعہ آپ صلعم کی دایہ حلیمہ نے آکر اپنے افلاس کی شکایت کی خدیجہ نے اُس زن پیر بدویہ کو حضرت کی سفارش سے چالیس بہیڑوں کا گلہ دیدیا[۴]۔ جب خدیجہ کی شکرگذاری اور محبت کے سبب سے آپ نے افکار دنیا سے نجات پائی تو مراقبہ اور یاد الٰہی میں ہمہ تن مصروف ہو گئے +

(۵) حلف الفضول۔ اسوقت تک آنحضرت دنیا کے حال سے ناواقف تھے اب آپنے اہل وطن میں اس طرح سے بہی ایک نام پیدا کرلیا کہ ایک قدیم معاہدہ کو جسے حلف الفضول کہتے ہیں اور جو زمانہ قدیم میں اس غرض سے ہوئی تہی کہ اندرون دیوار ہاے مکہ شرور اور بدعتیں ہونے پائیں دوبارہ قایم کرنے میں آپ نے بخوبی شرکت اور اعانت کی۔ ایسے ایسے ظلم اور بدعتیں روز روشن میں ہوتی تہیں کہ ہر شخص جسمیں ذرا بہی بوانسانیت کی پائی جاتی تہی حیران و پریشان اور انگشت بدندان ہوتا تھا ان بدعتوں کے انسداد کے لئے اہل مکہ کے پانچ چھ بڑی بڑی خاندانوں بنو ہاشم۔ بنو مطلب۔ بنو اسد۔ بنو عبد العزےٰ۔ بنو زہرہ۔ بنو تیم نے باہم متفق ہو کر ضعفاء اور مظلومین کی حفاظت کے واسطے ایک جدید معاہدہ میں آنحضرت بڑے محرک اور موید تھے اور آپ ہی کے حسن سعی سے حلف الفضول دوبارہ قایم ہوئی (تنقید الکلام ص ۳۴)

(۶) قریش کا کعبہ کو دوبارہ تعمیر کرنا۔ جب آنحضرت صلعم کی عمر کا پینتیسواں سال شروع ہوا تو قریش نے کعبہ کو جو بوجہ سیلاب آب یا بوجہ آتش زدگی قریب الانہدام ہو گیا تھا از سر نو تعمیر کرنا چاہا۔ باقوم نام ایک اعلےٰ درجہ کا رومی معمار جدہ میں آیا ہوا تھا۔ قوم قریش نے اُسکو اُس کی تعمیر کے واسطے مقرر کیا اور اُسکے بنانے میں تمام قریش شریک ہوئے

---

[۱] خدیجہ کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ سونا یعنی بیس جوان اونٹوں کی قیمت ابوطالب نے اپنے پاس سے ادا کیا (ایرونگ) [۲] روضۃ الاحباب صفحہ ۷۵ [۳] اہل اسلام معترف ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ دنیا میں چار عورتیں سب سے اعلیٰ درجہ کی ہو گئی ہیں اول حضرت عیسےٰ کی ماں حضرت مریم دوسرے فرعون کی بیوی حضرت آسیہ تیسری آنحضرت کی بیوی حضرت خدیجہ چوتھے آنحضرت کی دختر نیک اختر جناب فاطمہ (عباسی) [۴] ابوالفداء۔ اور بروایت ڈیون پورٹ ایک عمدہ اونٹ بہی دیا +

اُنہیں کی طرح آنحضرت صلعم بہی تہبند کندہے پر لاکر پہنچاتے تھے[۱]۔ پہلے خانہ کعبہ کی دیواریں قد آدم سے بلند نہ تہیں
مکان اوپر سے کھلا ہوا تھا۔ چھت تہی نہ تھی کعبہ سے متعلق جو نقد وجنس ہوتا تھا وہ اُسی خانہ کے اندر ایک گڑھے
میں جو کنوئیں کی طرح کھدا ہوا تھا مدفون رہتا تھا۔ ایک دفعہ چوری ہو گئی اسلئے اس جدید تعمیر میں دیواریں
بلند کردی گئیں کرسی دیگئی اور اوپر چھت بنائی گئی +

[۱] اسوقت تک عرب کی یہ حالت تہی کہ بعضے پتھر لینے کے لئے اور بعضے اینٹ وا بنانیکے لئے اپنے لنگوٹے کھولدیتے تہے اور کچھہ ننگے بن کی
پروا نکرتے تھے مگر آنحضرت نے کبھی اپنا تہ بند نہیں کھولا (مدارج) مگر تاریخ الخمیس روضۃ الاحباب اور کامل ابن اثیر میں ہے کہ جب رسول اللہ
نے اپنا تہ بند کھولا تو زمین پر گر پڑے کسی نے حضرت کی شرمگاہ نہ دیکھی اور آواز آئی کہ اپنے ستر کی خبر لے پس یہ اول آواز ہے جو حضرت کو
آسمان سے آئی۔ [۲] جب حضرت ابراہیم حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمعیل کو اُس ریگستان میں چھوڑکر چلے گئے جہاں اب مکہ آباد ہے
اور اسمعیل پیاس سے قریب بہ ہلاکت پہنچے۔ فرشتوں نے اُن کو چشمہ دکھایا جو چاہ زمزم کے نام سے مشہور ہے۔ کچھہ دنوں کے بعد قوم عمالقہ
کے دو شخص اپنے اونٹ کی تلاش میں یہاں آئے اور کنوئیں کو دیکھکر اپنے ساتھیوں کو لائے اور شہر مکہ کی بنیاد ڈالی اور حضرت اسمعیل اور
حضرت ہاجرہ کی خبرگیری اپنے متعلق کرلی۔ بنی جرہم نے عمالقہ کو نکالدیا اور بنی جرہم کی ایک شہزادی سے حضرت اسمعیل کی شادی ہوگئی
اور آپ کی اولاد تمام عرب میں پہیل گئی۔ شادی کے وقت اسمعیل کی عمر بیس[۲۰]۔ چھبیس[۲۶] یا تیس[۳۰] برس کی تہی۔ خانہ کعبہ کی اول تعمیر اس
طرح ہوئی کہ حضرت ابراہیم بحکم خدا سو برس کی عمر میں کعبہ کی تعمیر پر مامور ہوئے۔ اور شام سے مکہ میں آئے۔ اور اپنے بیٹے اسمعیل کی مدد
سے کعبہ کی بنیاد اُسی مقام پر ڈالی۔ جہاں فرشتوں نے حضرت آدم کے زمانہ میں مسجد اُتاری تہی۔ اور جس کے گرد آدم اور اولاد آدم
طواف کرتے تہے اور طوفان نوح کے وقت آسمان پر منگالی گئی تہی۔ جب حضرت ابراہیم خانہ کعبہ کی دیوار بناتے تہے معجزہ سے ایک پتھر
اونچا نیچا ہوکر پاڑ کا کام دیتا تہا چنانچہ اب تک حضرت ابراہیم کے پاؤں کا نشان اُسپر موجود ہے۔ جب حضرت ابراہیم اور حضرت اسمعیل
اس طرح کعبہ کی تعمیر میں مصروف تھے حضرت جبرئیل اُنکے پاس ایک پتھر لائے جو حجر اسود کے نام سے مشہور ہے +
بعض کہتے ہیں کہ یہ بہشت کے قیمتی پتھروں سے ہے جو حضرت آدم کے ساتھ بہشت سے اُتارا گیا تہا۔ اور بعد طوفان نوح اُسکا نشان نہ تھا
اور اب جبرئیل اُسکو نکالکر لائے اور بعض کا قول جو زیادہ مستند ہے یہ ہے کہ ایک فرشتہ حضرت آدم کا محافظ تھا۔ لیکن جب حضرت آدم سے
ترک اولی واقع ہوا اُسپر بہی بوجہ غفلت حفاظت اللہ تعالی کا عتاب ہوا اور وہ پتھر ہوگیا اور اُنکے ساتھ بہشت سے نکالا گیا۔ حضرت
ابراہیم و حضرت اسمعیل نے اُس پتھر کی عظمت کی اور خانہ کعبہ کے بیرونی گوشہ پر اُسکو نصب کیا + طواف کرنیوالے جتنی دفعہ طواف
کرتے ہیں اُتنے ہی بوسے اُس پتھر کو دیتے ہیں۔ مشہور ہے کہ جب یہ پتھر نصب کیا گیا تہا نہایت شفاف تہا۔ لیکن گنہگاروں کے بوسوں سے
سیاہ ہوتا گیا۔ جنہوں نے نیک نیتی اور دیانتداری سے حج کئے ہیں (قیامت کے دن یہ پتھر اپنے اصلی فرشتے کی صورت اختیار کریگا)
اُنکا گواہ ہوگا۔ اسمعیل کے بعد بنی جرہم متولی ہوئے اور اسکی مرمت کرتے رہے پھر عمالقہ ثانیہ بنی جرہم کو مغلوب کرکے کعبہ کے مختار ہوگئے
اُنہوں نے بہی کعبہ کی مرمت کی یہ تعمیر غالباً سنہ عیسوی سے ایک صدی پیشتر واقع ہوئی تہی۔ اسکے بعد رسول اللہ صلعم سے تقریباً دو سو
برس پہلے قریش کی اولاد سے قصی بن کلاب نے کچھہ مکانات کعبہ کے گرد تعمیر کئے اسکے بعد قریش نے بنائے ابراہیم کو منہدم
کرکے وہ بنا رکھی جسمیں آنحضرت صلعم نے اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو نصب کیا۔ حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں ایک
جدید دیوار خانہ کعبہ کے گرد بنائی گئی اور کچھہ مکانات توڑ دیئے گئے۔ حضرت عثمان نے بہی اپنے عہد میں تعمیر میں کچھہ اضافہ
کیا۔ سنہ۶۴ و سنہ۶۵ ہجری میں عبد اللہ بن زبیر نے (اس خیال سے کہ رسول اللہ صلعم حضرت عائشہ سے فرمایا کرتے تھے کہ اگر تیری قوم
قریب العہد بکفر نہ ہوتی تو میں کعبہ کو توڑ کر اُس بنا پر بناتا جسپر ابراہیم نے بنایا تہا۔ اور اُس کا مشرقی اور مغربی دروازہ رکھتا
اور یہ بنا جو قریش نے بنائی تہی بر خلاف بنائے ابراہیم کے تہی) بنائے قریش کو بالکل منہدم کرکے جیسا آنحضرت کا ارادہ تھا اُسی طرح

(دیکھو صفحہ ٣٨)

خانہ کعبہ جب بن چکا اور حجر اسود کے نصب کرنے کی نوبت آئی تو قریش کے مختلف قبیلوں کے سرداروں میں اسبات پر نزاع پیدا ہوئی کہ حجر اسود کو کون نصب کرے نوبت بقتال پہنچنے والی تہی کہ ولید بن مغیرہ نے سب لوگوں کو سمجہا کر یہ قرار دیا کہ جو شخص باب بنی شیبہ سے اول داخل حرم ہو وہی اس قضیہ میں حَکَم ہو اور اُسی کے حکم پر عمل کرو۔ اتفاقاً وہ شخص جو پہلے داخل ہوا وہ آنحضرت صلعم تھے۔ آپ نے اس امر میں یہ فیصلہ کیا۔ کہ لمبی چادر منگائی اور اُسمیں حجر اسود کو رکھکر کہا کہ ہر قبیلہ کا ایک سردار چادر کا کنارہ پکڑ لے۔ اس طرح سب نے ملکر حجر اسود کو اُٹھایا اور جب وہ اپنی جگہ پر آیا تو یہ فرمایا کہ میں تم سب کی طرف سے وکیل ہوں دست مبارک سے حجر اسود کو اُسکے مقام پر نصب کر دیا۔ اس فیصلہ سے ہر شخص راضی ہو گیا۔ بعض مورخین نے لکہا ہے کہ فاطمہ زہرا علیہا السلام کی پیدائش اسی سال ہوئی تہی (تفریح الاذکیار۔ مدارج۔ روضۃ الاحباب)

(۷) زید بن حارثہ کو آزاد کرنا۔ قریب اُسی زمانہ کے آپ نے اپنے اہل وطن پر اپنی رحیمی اور کریمی ایسی ظاہر کر دی اور ایسی انسانیت و مروت کو کام فرمایا جسکا نظیر تاریخ عالم میں دکھائی نہیں دیتا۔ ایک نوجوان عرب زید بن حارثہ کو ایک قبیلہ مخالف نے اسیر کرکے حضرت خدیجہ کے ایک بھتیجے کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ اُس نے خدیجہ کو نذر کر دیا۔ حضرت کو اُس کی غریبی پر ترس آیا اور خدیجہ سے کہا اسے مجھے دیڈالو۔ پس اُسکو لیکر اُسیوقت آزاد کر دیا۔ کچھ دنوں بعد زید کا باپ لینے آیا حضرت نے اختیار دیا خواہ میرے پاس رہو خواہ چلے جاؤ۔ زید نے اپنے محسن اور مربی کے پاس رہنا پسند کیا۔ حضرت نے اُسے اپنا متبنیٰ کر لیا۔ مورخین نے اسوقت زید کی عمر ۸ سال کی لکھی ہے (سیرۃ الحلبیہ تنقید الکلام ص ۳۵)

(۸) بعض اہل مکہ میں بت پرستی سے نفرت پیدا ہونا۔ کعبہ کی تعمیر قریش سے کچھ عرصہ پیشتر چار مکہ والوں میں بت پرستی سے نفرت پیدا ہو گئی تہی۔ زید ابن عمرو بن نفیل اور ورقہ بن نوفل اور عثمان بن حویرث اور عبید اللہ بن جحش ملکر قوم قریش کو بت پرستی پر لعن طعن کرنے لگے۔ اور چونکہ بت پرستی چھوڑ کر کوئی دین بھی اختیار نکیا تھا۔ دین قدیم ابراہیم کی طلب میں مکہ سے نکلے اور غیر شہروں میں متفرق ہوئے۔ چنانچہ زید ابن عمرو سے اطراف شام میں ایک عالم توریت ملاقی ہوا۔ اُس سے زید نے طریقہ عبادت پوچھا اُس نے کہا جس شہر سے تو آیا ہے اُسی شہر میں خاتم المرسلین جلد تر مبعوث ہونیوالا ہے۔ اُسی کے ہاتھ میں دین ابراہیم از سر نو عروج پکڑیگا۔ یہ سنکر زید

(بقایا صفحہ ۳۷) بنایا۔ اور حطیم کو تعمیر جدید کے ذریعہ سے داخل حرم شریف کیا۔ حجاج بن یوسف جب حجاز کا گورنر ہوا تو اُس نے عبد الملک بن مروان کے عہد میں ۷۴ھ میں شرارتاً حطیم کو حرم شریف سے خارج کر دیا اور بنا رزبیر کو بدعت سمجھکر منہدم کرکے ویسا ہی بنایا جیسا رسول اللہ کے زمانہ میں تہا۔ پس اب یہ بنا وہی ہے جو حجاج بن یوسف نے یا حجاج کی درخواست پر عبد الملک نے اپنے بھائی محمد بن مروان کو بھیجکر تعمیر کرائی ہے اور جسکی بعد میں وقتاً فوقتاً مرمت ہوتی رہی ہے۔ اسکے بعد ولید نے کچھ ترمیم کی۔ منصور دوانیقی نے کچھ مکانات جا بجا گرداگرد حرم شریف کے تعمیر کرائے۔ ہارون رشید نے چاہا تہا کہ بنی اُمیہ کے نشان کو مٹا کر خانہ کعبہ کو ویسا ہی بنائے جیسا عبد اللہ بن زبیر کے وقت میں تہا لیکن امام مالک نے منع کیا اور کہا کہ اس سے درگذرو اور خانہ کعبہ کو بادشاہوں کا کھیل نہ ٹھہراؤ۔ معتضد باللہ عباسی نے شمال کی طرف باب الزیارہ تک پشت کعبہ کیطرف باب ابراہیم تک جدید عمارت تعمیر کرکے احاطہ حرم شریف کو بڑہایا ۹۸۹ھ میں سلیمان خان بادشاہ قسطنطنیہ نے از سر نو بکمال پختگی و خوبی تعمیر کرانا شروع کیا جو اُسکے بیٹے مراد کے عہد میں ختم ہوئی۔ یہی تعمیر اسوقت تک موجود ہے (روضۃ الاحباب ج ۱ ص ۴۷ سوانح عمری رسول کریم وغیرہ) ۲۵ اسی سال رسول اللہ نے علی کو جنکی پانچ سال کی عمر تہی اپنا متبنیٰ کر لیا اور اُنکی تعلیم و تربیت کے کفیل ہوئے۔ بات یہ ہوئی کہ قحط کا موسم تہا اور ابو طالب کثیر العیال تھے آنحضرت جو جناب خدیجہ سے نکاح کرکے متمول ہوگئے تہے اور عباس بن عبد المطلب یہ دو شخص سب اہل مکہ سے زیادہ مستغنی تھے آپ نے عباس کو سمجہایا کہ ابو طالب کے بیٹوں میں سے ایک کو آپ

متبنیٰ کر لیں ... عباس نے جعفر کو اور آپ نے علی کو فرزند بنا لیا (تنقید الکلام ص ۳۲ - ابن ہشام و طبری) ابن اثیر ۱۰

بن عمرو اُسی مقام سے کہ شاید ارض بلقاء سے تہا پھرا مگر راستہ میں بلاد لخم میں دشمنوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ مگر ابن خلدون نے بعد از بعثت اسکا مسلمان ہونا لکھا ہے۔ ورقہ بن نوفل نصرانی ہوگیا۔ اُس نے ایک حصہ توریت زبور اور انجیل کا ترجمہ عربی میں کیا تہا۔ علم نجوم میں بہی ماہر تھا۔ بڑا عالم شخص تہا کتب سماوی کے مطالعہ سے صفات خاتم المرسلین سے بخوبی واقف ہوا اور جانا کہ یہ نبی جلد تر مکہ میں ظاہر ہوتا ہے اس انتظار میں اپنی زندگی بسر کرتا تہا اور خدیجہ سے پوچھا کرتا تھا وہ حضرت کی صفات بیان کریں تو ورقہ جب حضرت کو دیکھتا بمطابقت معلومات چہرۂ مبارک پر بوسہ دیا کرتا اور کہتا کہ لاریب تم ہی پیغمبر آخر الزمان ہوگے۔ چنانچہ ابتدائے نبوت تک شخص زندہ رہا پہر مرگیا بعض اسکے ایمان کے قائل ہیں جیسا بحیرا راہب کے ایمان کے۔ عبیداللہ بن جحش اول اسلام لایا پہر حبش میں جاکر نصرانی ہوگیا اور حالت ارتدادہی میں فوت ہوگیا۔ عثمان بن حویرث روم میں جاکر نصرانی ہوگیا۔ وہاں اسکی بڑی قدر و منزلت کیگئی ابن خلدون تفریح الاذکیا

(۹) آپ کا مکہ کو رومیوں سے بچانا۔ مولوی سید امیر علی نے تنقید الکلام میں تاریخ کا سن ڈی پرسوں سے نقل کیا ہے۔ اور ابن خلدون نے بہی لکھا ہے کہ ہنوز کعبہ دوبارہ تعمیر نہ ہوچکا تہا کہ آپ نے مکہ معظمہ کو اُس خفیہ سازش سے بچالیا جو اُسکی خودسری اور آزادی مٹانے کے لئے کی گئی تہی۔ عثمان بن حویرث جس نے قسطنطنیہ کے دربار قیصری میں جاکر دین مسیحی قبول کرلیا تہا قیصر روم سے مال و زر لیکر حجاز میں آیا کہ مکہ میں یونانیوں کی عملداری کرادی اسکا راز ظاہر ہوگیا۔ اور وہ سازش ناکام رہی اور یہ خاص آنحضرت کی حسن سعی سے ہوا۔ اہل فرنگ اس امر میں آنحضرت کی ازحد تعریف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پیغمبر اسلام نے جو اپنے مولد و موطن کو قسطنطنیہ کے قیصران ظالم و خودسر کی زیر حکومت ہوجانے سے بچایا تو ایسا امر عظیم کیا کہ بنی آدم کی دائمی اور ابدی شکرگذاری کے مستحق ہوگئے (تنقیہ الکلام صفحہ ۳۳)

(۱۰) ہمدردی۔ غرض آپ کا دل ہمیشہ اور ہرحال میں اپنی اُمت کی اصلاح حال میں لگا رہتا تھا۔ حضرت نے دوسفر جو شام کے کئے تھے تو ایسے ایسے اخلاقی عیوب اور تمدنی خرابیاں مشاہدہ فرمائی تہیں جو قیاس سے باہر ہیں خود اپنے ہی ملک پر جو نظر کی تو جہالت و ضلالت کے دریا میں ڈوبا ہوا پایا۔ آپ کا دل بندگان خدا کو ایسے ذلیل حالت میں دیکھکر خون کے آنسو روتا تھا اور حضرت نے بطور ناصح ملہم کے چشم بصیرت سے دیکھ لیا کہ میری اُمت کی تمدنی اور ملکی ترقی کی سب اُمیدیں اسپر موقوف ہیں کہ اُسکے اخلاق میں اصلاح کیجائے۔ تنقیہ الکلام ص۳۵ حضرت اپنے اوقات عزیز عبادت خدا اور غربا و مساکین کی خبرگیری اور تواضع میں گذارتے تھے اور ہر طرح کی جدوجہد اپنے اُمت کے قید بت پرستی سے آزاد کرنے میں کرتے تھے ۞ ابن خلدون اور صاحب تفریح الاذکیا وغیرہ نے لکھا ہے[۲]

فصل دوم بعثت سے ہجرت تک

(۱) بعثت۔ آنحضرت صلعم کے دل میں ہمیشہ سے توحید کی بڑی عظمت تھی اور بت پرستی سے کمال نفرت

---

[۱] ابن خلدون لکھتا ہے کہ جب سیف بن ذی یزن حبشیوں کو نکالکر یمن کا بادشاہ ہوا عبدالمطلب اور اکثر رؤسا مکہ سیف کو مبارکباد دینے گئے۔ سیف نے عرب میں ایک نبی کے ظاہر ہونے کی خبر دی اور بالخصوص عبدالمطلب کو یہ خوشخبری سنائی کہ وہ جلیل القدر نبی تمہاری اولاد سے ہوگا۔ یہ واقعہ سنکر اکثر رؤسائے عرب کو یہ شبہ ہوا کہ وہ عظیم الشان نبی اُنہیں سے ہوگا چنانچہ بعض بعض شرفاء عرب اہل کتاب کے رہبان اور احبار کے پاس گئے اور دریافت کیا۔ مثلاً امیہ بن ابی صلت ابوسفیان بن حرب کے ساتھ شام کی طرف گیا تہا اور یہ خیال کرکے کہ وہ نبی شاید میں ہی ہوں کسی رہبانوں سے دریافت کیا تہا یا شاید اُسے یہ خیال گزرا ہو کہ عجب نہیں نبوت بنی عبد مناف میں ہو لیکن دونو کو خلاف اُمید جواب ملا

خانہ کعبہ تین سو ساٹھ بتوں سے بھرا ہوا تھا۔ ہر روز کے واسطے ایک بت تھا انمیں سے سب سے بڑے کا نام ہبل تھا جو ملک شام سے لایا گیا تہا۔ اور سمجھا جاتا تھا کہ پانی برسانے کا کام اُسکے اختیار میں ہے۔ انہیں حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل کی بہی تصویریں تہیں اور اُنکے ہاتھوں میں تیر کمان اور پانسے تھے۔ آنحضرت نے چاہا کہ اپنے جد ابراہیم کے دین کو از سر نو پاک اور مستحکم کریں اور اسلیئے فرمایا کرتے تھے کہ ہم دین ابراہیم کو پاک اور دوبارہ قایم کرنے کے لیئے آئے ہیں۔ کوئی نیا مذہب قایم کرنے نہیں آئے ہیں ۰

جب حضرت ۳۸ برس کے ہوئے تو آپ کو نور نظر آنے لگا۔ اور غیب کی آوازیں سننے لگے۔ دل میں شوق گوشہ نشینی اور خلوت گزینی کا پیدا ہوا کوہ حرا پر جسکو جبل نور بہی کہتے ہیں اور جو مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے تشریف لیجاتے اور وہاں سے بیت اللہ کو دیکھا کرتے اور ذکر حق میں مشغول رہتے۔ اس پہاڑ میں ایک غار چار ہاتھ لمبا اور ڈیڑھ ہاتھ سے کم چوڑا ہے وہاں سے کعبہ نظر آتا ہے حضرت اکثر وہاں بیٹھتے اور کئی کئی روز کا کھانا وہاں لیجاتے۔ دو دو چار چار شبانہ روز وہاں رہتے بلکہ بروایت اکثر مورخین ماہ رمضان اور بروایت طبری ماہ رجب تو وہیں گذارتے ۰

ایک دن اسی عالم تنہائی میں جب حضرت کی عمر چالیس سال ایک دن کی ہوئی حضور پر نور غسل کے لیئے غار سے باہر نکلے دفعتہً حضرت جبرئیل نے ہوا میں آواز دی اُے محمدؐ حضرت نے دیکھا تو کوئی نظر نہ آیا۔ پھر دوبارہ آواز دی اُے محمدؐ حضور صلعم دائیں بائیں دیکھنے لگے اور ایک شخص نورانی مثل آفتاب روشن نظر آیا۔ اور وہ جبرئیل فرشتہ تھا نزدیک آیا اور ایک ٹکڑا حریر کا ہاتھ میں دیکر کہا پڑھ[1]۔ حضرت نے فرمایا میں پڑھنا نہیں جانتا اُس نے اپنی بغل میں حضرت کو ایسا دبایا کہ پسینہ آگیا۔ اور کہا کہ پڑھو۔ حضرت نے پھر فرمایا کہ میں پڑھنا نہیں جانتا۔ اُس فرشتہ نے پھر ایسا ہی کیا۔ غرضکہ تین مرتبہ بقدر طاقت آنجناب کو خوب دبوچا۔ اس سے آپ پر علم کا نور چمکا اور فرشتہ نے حضرت کو۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اقراء باسم ربک الذی خلق۔ مالم یعلم تک پڑھایا پھر جبرئیل نے زمین پر پانو مارا کہ ایک چشمہ نمودار ہوا اور حضرت کے سامنے وضو کیا اور ایک چلو پانی لیکر حضرت کے منہ پر چھینٹا دیا اور خود آگے بڑھکر دو رکعت نماز پڑھی اور آپنے اقتدا کی جب نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت جبرئیل نے کہا کہ وضو کرنا اور نماز کا پڑھنا اسطرح ہوتا ہے ۰

اس روایت کی نسبت مورخوں میں اختلاف ہے اکثروں کا قول ہے کہ وضو اور نماز کا واقعہ سورہ حمد نازل ہونے کے بعد کا ہے۔ اسمیں بہی اختلاف ہے کہ یہ اول نماز کسوقت ہوئی۔ اکثروں نے لکھا ہے کہ یہ نماز ظہر تہی اور اُسی دن عصر کی نماز آنحضرت نے خدیجہ کے ساتھ پڑھی (روضۃ الاحباب ج ا ص ۳۸)

[1] اعلام الوریٰ اور حیات القلوب میں لکھا ہے کہ جب جبرئیل ظاہر ہوئے اور حضرت کا بازو پکڑ کر حرکت دیکر کہا کہ یا محمدؐ پڑھو حضرت نے فرمایا کیا پڑھوں جبرئیل نے کہا اقراء باسم ربک الذی خلق الخ اور پہر غار کی وحیاں حضرت کو پہنچائیں۔ پھر جب غار حرا سے اُتر کر خانہ خدیجہ میں داخل ہوئے تو خدیجہ کا گھر نور سے چمکنے لگا خدیجہ نے پوچہا یا محمدؐ آپ میں یہ نور کیسا ہے۔ فرمایا یہ نور پیغمبری کا ہے کہو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ خدیجہ نے کہا میں تو مدت سے تمہاری پیغمبری سے واقف ہوں (کیونکہ بحیرا اور نسطورا راہب کے حالات سن چکی تہی اور شام سے واپسی کے وقت ملائکہ اور ابر آپ پر سایہ فگن آنکھوں سے دیکھ چکی تہیں) پس فوراً کلمہ شہادت پڑھ لیا اور حضرت پر ایمان لائیں۔ پھر خدیجہ سے آپنے کہا مجھے کچھ اُڑھا دو سردی معلوم ہوتی ہے اور حضرت اوڑھ کر سو گئے خدیجہ اپنے پسر عم ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں جو ایام جاہلیت میں دین نصرانی قبول کر چکے اور کتب آسمانی پڑھے ہوئے تہے اور مرد پیر تہے۔ اور کہا کہ محمدؐ کہتے ہیں کہ اُنکے پاس جبرئیل آیا ہے۔ ورقہ نے کہا سچ کہتے ہیں۔ میں اُنکا وصف کتب سماوی توریت و انجیل میں پڑھ چکا ہوں

بالجملہ حضرت جبرئیل تو بعد تعلیم آیات آسمان پر چلے گئے اور حضرت صلعم دولتسرا کو روانہ ہوئے راہ میں ہر درخت و پتھر سے آواز آتی تھی السلام علیک یا رسول اللہ حضرت کا دل کانپتا تھا چہرہ زرد تھا اور پسینہ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اسی حالت میں داخل حرم سرا ہوئے۔ اور حضرت خدیجہ سے فرمایا مجھے چھپاؤ مجھے چھپاؤ حضرت خدیجہ نے بالاپوش اڑھایا اور ٹھنڈا پانی چھڑکا۔ افاقہ ہوا تو آپ نے فرمایا مجھے اپنی جان کا خوف ہے۔ حضرت خدیجہ نے کہا خدا تعالیٰ آپ کو ضایع نکریگا۔ آپ صلۂ رحم بجالاتے غربا و مساکین کی اعانت کرتے ہیں۔ مہمان نوازی اور راست گفتاری آپ کا شعار ہے۔ ایسے کاموں میں جنمیں حق کی تائید ہو اعانت کرتے ہیں اور اسیطرح کی حضرت کے صفاتِ حمیدہ بیان کرکے کہنے لگیں کہ آپ رحمت الٰہی کے مستحق ہیں نہ غضب الٰہی کے۔ پھر آپکو اپنے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لائیں اور اُن سے حال بیان کیا۔ چونکہ وہ کتب سابقہ سے بخوبی واقف تھے اُنہوں نے سب حال سنکر کہا یہ ناموس اکبر تھا جسکو جبرئیل کہتے ہیں۔ یہی فرشتہ حضرت موسیٰ کے پاس آیا تھا تم اس اُمت کے پیغمبر ہو۔ تم ہی وہ پیغمبر ہو جسکی خبر حضرت عیسیٰ نے بھی دی ہے۔ آپ اصلاً خوف نفرمائیں بلکہ خوش ہوں آپ کو ورقہ کا کلام سنکر سکون حاصل ہوا اور پہلی کیفیت زائل ہوگئی۔ انہیں دنوں میں ورقہ کا انتقال ہوگیا۔ (روضۃ الاحباب ج ۱ ص ۸۰) ابتدائی وحی کی نسبت متعدد روایتیں ہیں اُنمیں ایک جو زیادہ مشہور ہے بیان کی گئی ہے۔ اُسمیں بھی علماء کا اختلاف ہے کہ پہلے کونسی آیت نازل ہوئی کسی نے سورۂ فاتحہ الحمد اور کسی نے اقرا باسم ربک الذی خلق۔ اور بعض نے یا ایہا المدثر کا ذکر کیا ہے مگر اکثر نے اقرا کو ترجیح دی ہے (روضۃ الاحباب)

نزول وحی کی تاریخ میں بھی اختلاف ہے اکثر مورخین نے لکھا ہے کہ آغاز نزول وحی ۱۷ یا ۱۸ یا ۱۹ ماہ رمضان لیلۃ القدر سے ہوا ہے اور بعض نے لکھا ہے کہ آغاز وحی ۱۲ ربیع الاول کو ہوا۔ حیات القلوب میں علامہ مجلسی نے لکھا ہے کہ احادیث ائمہ ہدیٰ اس مضمون پر وارد ہوئی ہیں اور علمائے شیعہ کا اس پر اجماع ہے کہ بعثت آنحضرت کی ۲۷ رجب کو ہوئی علماء اہل تسنن میں صاحب کتاب منتقی و مواہب اللدنیہ اور بعض دیگر علماء نے ماہ رجب ہی میں بعثت کا آغاز مانا ہے۔ مگر یوم بعثت میں اختلاف نہیں سبنے یوم دوشنبہ لکھا ہے۔ اس امر میں بھی اختلاف ہے کہ وحی کی ابتدا خواب سے ہوئی یا بیداری سے۔ لیکن اسمیں اختلاف نہیں ہے کہ پھر بعد میں خواب میں حالت بیداری میں چلتے پھرتے جب موقعہ اور محل ہوتا تھا وحی[1] نازل ہوتی تھی۔ وحیوں کا مجموعہ قرآن ہے۔ یہ کتاب یکبارگی مرتبہ بہیئت مجموعی نہیں اُتری۔ وقتاً فوقتاً احکام الٰہی اُترتے تھے۔ آنحضرت اور پھر آپ کے

---

۱ روضۃ الاحباب و حیات القلوب وغیرہ میں لکھا ہے کہ وحی کئی طرح پر نازل ہوتی تھی کبھی رویاء صالح و صادقہ دکھائی دیتے تھے کبھی فرشتہ کسی آدمی کی شکل میں آتا تھا یعنی جبرئیل اکثر وحیہ کلبی صحابی کی شکل میں آتے تھے کہ صحابہ بھی کبھی کبھی دیکھتے تھے کبھی جبرئیل اپنی صورت اصلی میں ظاہر ہوتے اور وحی سناتے۔ کبھی جبرئیل آپکے دل میں القا کرتے اور دکھائی نہ دیتے۔ کبھی حضرت چادر یا کوئی اور چیز لپیٹ کر لیٹ جاتے تھے اور وحی سلسلۂ جرس کی آواز کی طرح نازل ہوتی تھی۔ اس پہلی صورت میں آپ کو سخت تکلیف ہوتی تھی۔ بعض اہل سیر نے لکھا ہے کہ ایک آواز مثل جوش دیگ کے آپکے سینہ سے نکلتی اور رنگ چہرۂ مبارک کا متغیر ہوجاتا۔ جاڑے کے دنوں میں پسینہ پیشانی سے ٹپکتا۔ اگر کسی جانور پر سوار ہوتے وہ وحی کے بوجھ سے بیٹھ جاتا۔ اور کوئی زانو پر سر مبارک رکھنے کی تاب نہ لاتا۔ سورۂ مائدہ کے نزول کے وقت قریب تھا کہ ناقہ شریف کا بازو ٹوٹ جائے۔ تنقید الکلام میں پروفیسر میکس مُلر سے نقل کیا ہے کہ خداوند برحق اپنی پیغمبروں کو خود پسند کرلیتا ہے اور اُن سے ایسی آواز سے کلام کرتا ہے۔ جو صدائے رعد سے بھی زیادہ بلند و قوی ہے یہ وہی صدائے باطنی ہے جس سے خدا ہم سب سے کلام کرتا ہے۔ ممکن ہے کہ وہ صدا ایسی خفیف ہوجائے کہ اچھی طرح سنائی بھی ندے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اُسمیں سے ربانیت اور حقانیت جاتی رہے اور انسانیت آجائے یعنی دنیا داروں کی زبان ہوجائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ برگزیدگان الٰہی کو اُس صدا میں اُسکی کیفیت اصلی یعنی حقانیت محسوس ہو۔ اور اُنکے گوش حق نیوش میں آواز ہاتف غیب کی معلوم ہو

مولوی سید امیر علی تنقید الکلام میں لکھتے ہیں کہ آپکو اپنی بعثت کا حال اسوقت منکشف ہوا جبکہ آپ کو عین مراقبہ و دردِ بنی نوع انسان کی ہمدردی کے سبب با کمال حزن و ملال

... رسالت سنایا تھا۔

آپکے اصحاب یاد کرلیتے تھے۔ آنحضرت کے عہد میں یہ احکام ایک کتاب کی صورت میں نہیں لائے گئے ہم آگے بیان کرینگے
کہ خلفار کے زمانہ میں ان احکام نے کتاب کی صورت کیونکر پائی +

(۲) سابقین اسلام اس امر میں اختلاف نہیں کہ یوم دوشنبہ کو جناب رسالتماب صلعم مبعوث ہوئے اور اُسی دن آخر وقت میں حضرت خدیجہ بنت خویلد نے نماز پڑہی اور دوسرے دن منگل کو حضرت علی نے نماز پڑہی۔ تفریح الاذکیا میں بہجۃ المحافل سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی اُسی روز آخر وقت یا دوسرے روز اول وقت مشرف باسلام ہوئے۔ ایسا ہی روضۃ الاحباب ج ا ص ۳۰۸ میں ہے اور ابن عبدالبر صاحب استیعاب نے دعوی کیا ہے کہ بالاتفاق ثابت ہے کہ خدیجہ کے بعد اول علی بن ابیطالب ایمان لائے ہیں۔ اُسوقت حضرت علی کی عمر دس یا ساڑہے بارہ اور بعض نے ساڑھے چودہ سال کی لکھی ہے۔ اور یہ فرق سنہ بعثت کی اختلاف کی وجہ سے ہے کیونکہ بعض نے سنہ بعثت آپکو ۴۳ یا ۴۰ سال کی عمر میں لکھا ہے اور حضرت علی رسالتماب صلعم سے تیس برس چھوٹے تھے۔ لیکن اس سے پہلے بھی جناب علی نے کبھی بتوں کی عبادت نہیں کی[1]۔ اور اسی سبب سے حضرت کے نام کے ساتھ کرم اللہ وجہہ (خدا اُنکے چہرہ کو مکرم کرے) کہا جاتا ہے۔ ابن ہشام۔ ابوالفدا۔ ابن اثیر۔ طبری۔ صاحب روضۃ الاحباب۔ صاحب ریاض النضرہ۔ صاحب معجم بغوی۔ اور صاحب مدارک وغیرہ اور اکثر دیگر مورخین و اہل سیر اسی امر کے قائل ہیں کہ اول دن خدیجہ اور دوسرے دن علی نے نماز پڑھی۔ اسکے بعد اکثروں نے زید بن حارثہ کا اور اُنکے بعد حضرت ابوبکر کا مسلمان ہونا لکھا ہے۔ اسوقت عمر حضرت ابوبکر کی ۳۸ سال کی تھی۔ شرح مقاصد و روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ جب حضرت ابوبکر مسلمان ہوئے تو لوگوں کو اسلام کی ترغیب دیتے تھے۔ پس زبیر بن العوام اور عثمان بن عفان اور طلحہ بن عبیداللہ اور سعد بن ابی وقاص اور عبدالرحمن بن عوف اُنکے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ اور منتقی میں لکھا ہے کہ جب ابوبکر مسلمان ہوئے تو عثمان بن عفان اور طلحہ بن عبیداللہ اور زبیر بن العوام اور سعد بن ابی وقاص کو لائے اور وہ مسلمان ہوئے اور دوسرے دن عثمان بن مظعون اور ابوعبیدہ بن جراح اور عبدالرحمن بن عوف اور ابوسلمہ بن عبدالاسد اور ارقم بن ابوالارقم کو لیکر آئے اور وہ مسلمان ہوئے صاحب روضۃ الاحباب نے ان ۹ ناموں کے بعد لکھا ہے کہ پھر بلال اور صہیب اور خباب بن الارت اور عمار بن یاسر اور اُنکی ماں سمیہ اور اسما بنت ابوبکر اور عبیدہ بن حارث اور عبداللہ بن مسعود اور خنیس بن حذافہ اور جعفر ابن ابیطالب ایک ایک کرکے مسلمان ہوئے مگر ابن خلدون نے ان ۹ ناموں کے بعد قدامہ بن مظعون اور سعید بن زید بن عمرو اور سعید کی زوجہ فاطمہ ہمشیرہ عمر خطاب اور سعید کے والد زید بن عمرو اور سعد بن ابی وقاص کا بھائی عمیر بن وقاص اور عبداللہ بن مسعود اور جعفر بن ابیطالب اور اُنکی بیوی اسمار بنت عمیس اور سائب بن عثمان بن مظعون اور ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ اور عامر بن فہیرہ ازدی اور عمار یاسر اور صہیب بن سنان کا ترتیب وار اسلام لانا لکھا ہے۔ ابن خلدون نے ان بائیس اشخاص سے پہلے خدیجہ اور ابوبکر اور علی اور زید بن حارثہ بلال بن حمامہ۔ عمرو بن عبسہ اور خالد بن سعید بن عاص کا مسلمان ہونا لکھا ہے +۔ ابن خلدون نے یہ بھی لکھا ہے کہ ایک مدت سے علی ابن ابیطالب کی تکفیل آنحضرت صلعم اور جعفر کی کفالت عباس بن عبدالمطلب کر رہے تھے ابوطالب کے یہ دونوں بیٹے مسلمان ہوگئے تھے اور ابوطالب سے چھپکر آنحضرت کے ساتھ پہاڑوں کے دروں میں جاکر نماز پڑہتے تھے اتفاق سے ایک روز ابوطالب

[1] سیرۃ الحلبیہ جلد اول صفحہ ۲۹۳ اور سیرۃ محمدیہ میں لکھا ہے کہ جب علی بطن مادر میں تھے تو اپنی والدہ کے پیٹ میں مثل قوس کے ہو جاتے تھے اور اُنہیں ہبل کے سجدہ کے لئے جھکنے نہ دیتے تھے۔ سیرۃ الحلبیہ جلد اول صفحہ ۲۹۲ اور ارجح المطالب ص ۴۸۵ میں لکھا ہے کہ عرصہ تک حضرت علی نے مرضعہ کا دودھ نہیں پیا۔ رسول اللہ صلعم کے لعاب دہن سے (زبان چوسکر) پرورش پائی اور علی نے کبھی شرک نہیں کیا۔ کیونکہ ابتدا سے رسول کی کفالت میں

اُسطرف آنکلے آنحضرت نے اُنکو اسلام کی دعوت دی ابو طالب نے کہا میں اپنا اور اپنے آبا و اجداد کا دین نہیں چھوڑ سکتا البتہ تمہاری وجہ سے یہ ہوگا کہ میں تمہاری مخالفت نہ کرونگا۔ اسکے بعد علی ابن ابیطالب کی طرف متوجہ ہوکر کہا دیکھو محمدؐ کا ساتھ نہ چھوڑنا یہ تمکو بھلائی کے سوا کچھہ نہ سکھائینگے +

تنقید الکلام میں مولوی سید امیر علی لکھتے ہیں کہ اکثر آنحضرت قرب جوار مکہ کی تنہائی میں اپنی زوجہ اور اپنے عمزاد علی کو لیجا کر نماز پڑھا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اثنار رکوع میں اُنکو ابو طالب نے دیکھ لیا اور پوچھا کہ اے بھتیجے یہ کس دین کی پیروی تو کررہا ہے" حضرت نے فرمایا "یہ دین خدا کا اور اُسکے ملائکہ کا اور انبیار کا اور ہمارے جد امجد ابراہیم خلیل اللہ کا ہے خدا نے مجھکو بھیجا ہے کہ اُسکے بندوں کو راہ راست دکھاؤں اور آپ اے چچا جان سب سے برگزیدہ بندہ اُسکے ہیں۔ پس مناسب ہی کہ میں آپ کو دین حق کی طرف دعوت کروں اور سزاوار ہے کہ آپ اس دین کو قبول فرما کر اُس کے شایع کرنے میں میری اعانت فرمائیں"۔ ابو طالب نے ایک جوانمرد کہن سال عرب کے طنطنہ سے کہا اے پسر برادر میں اپنے باپ دادا کے مذہب کو ترک نہیں کرسکتا مگر باللہ العظیم جبتک میں زندہ ہوں کیا مجال کسیکی کہ تیرا بال بیکا کرسکے"۔ تب اپنے فرزند ارجمند علی کی طرف مخاطب ہوکر اُس بزرگوار نے پوچھا کہ تیرا کیا مذہب ہے حضرت علی نے عرض کیا کہ میں ایمان لایا خدا کا اور اُسکے پیغمبر کا اور میں اُسی کا پیرو ہوں۔ ابو طالب نے فرمایا کہ اے فرزند اُسی کی پیروی کر کہ وہ تجھے نیکی کی طرف ہدایت کریگا۔ ابن اثیر نے اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ دیکھا ابو طالب نے حضور صلعم اور حضرت علی کو نماز پڑھتے ہوئے اور علی دائیں جانب تھے۔ پس ابو طالب نے جعفر سے کہا کہ جا تو بھی نماز میں شریک ہو اور جعفر بائیں پہلو میں کھڑے ہوکر نماز پڑھنے لگے۔ پس جعفر کا ایمان لانا حضرت علی کے تھوڑی ہی عرصہ بعد ہوا۔ (تاریخ طبری ابن ہشام اور سیرۃ الحلبیہ جلد اول صفحہ ۲۹۶ ملاحظہ ہو)

صاحب سیرۃ الحلبیہ نے لکھا ہے کہ ابو طالب کی نسبت کہا گیا ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ میں جانتا ہوں کہ جو کچھ محمدؐ کہتے ہیں حق ہے اگر مجھے عورات قریش کی طعنہ زنی کا خوف نہ ہوتا تو میں اپنے بھتیجے کی پیروی کرتا۔ استیعاب اور اسد الغابہ میں ہے کہ پوچھا گیا محمد بن کعب القرظی سے کہ اول علی اسلام لائے یا ابوبکر۔ اُس نے جوابدیا سبحان اللہ ان دونوں میں سے علی اول ایمان لائے ہیں اور لوگوں کو شبہ اس سبب سے ہوا ہے کہ ابتدا میں علی بوجہ خوف ابو طالب کے اپنے اسلام کو چھپاتے تھے اور ابو بکر مسلمان ہوئے تو اُنہوں نے فوراً اپنا اسلام ظاہر کردیا۔ (تاریخ طبری جلد ۲ اور سیرۃ الحلبیہ جلد اول صفحہ ۲۹۳ بھی ملاحظہ ہو)

حضرت ابو بکر کے اسلام لانے کی کیفیت روضۃ الاحباب تاریخ الخمیس اور سیرۃ الحلبیہ صفحہ ۳۰۰ اور اسد الغابہ میں اس طرح لکھی ہی۔ حضرت ابو بکر فرماتے ہیں کہ جناب رسالتماب صلعم کے مبعوث ہونیسے پہلے میرا یمن جانیکا اتفاق ہوا اور قوم ازد کے ایک بوڑھے سے ملاقات ہوئی جو بڑا عالم تھا بہت سی کتابیں پڑھا ہوا تھا اور آدمیوں کا علم بہت رکھتا تھا مجھے دیکھ کر کہنے لگا تو حرم کا باشندہ معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تو قریشی اور تیمی ہے مینے کہا ہاں۔ وہ بولا تجھ سے ایک بات کہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ میں علم صحیح اور صادق سے جانتا ہوں کہ حرم میں ایک نبی ظاہر ہوگا اور اُسکے امر میں ایک جوان اور ایک ادھیڑ اُسکی مدد کریگا۔ پس جب میں مکہ میں واپس آیا تو میں نے سُنا کہ آنحضرت مبعوث ہوئے ہیں میں در دولت پر حاضر ہوا۔ حضور نے فرمایا کہ اے ابوبکر اسلام قبول کر مینے حضرت سے دلیل اور حجت طلب کی حضرت نے فرمایا میری حجت وہی بوڑھا ہے کہ تو نے ملک یمن میں اُس سے ملاقات کی اور تمام قصہ بیان فرمایا اسکے بعد میں مشرف باسلام ہوا +

صاحب تفریح الاذکیا نے سابقین اسلام کی ترتیب اسطرح قایم کی ہے۔ خدیجہؓ۔ علیؑ۔ زید بن حارثہؓ۔ ابو بکرؓ۔ سعید بن زید۔ فاطمہؓ زوجہ سعید بن زید۔ بلالؓ۔ خبابؓ بن الارت۔ صہیبؓ رومی۔ عمارؓ یاسر اور اُنکی والدہ سمیہؓ۔ ام سلمہؓ خولہؓ بنت حکیم[۱] + کامل ابن اثیر میں ہے ابو ذر کہتے ہیں کہ میں رابع الاسلام ہوں۔ واقدی کہتا ہے عمرو بن عبسہؓ اور زبیر کا چوتھا یا پانچواں نمبر ہے۔ خالد بن سعید کا پانچواں نمبر۔ مگر ابن اسحٰق کہتا ہے کہ خالد بن سعید اور اُنکی بیوی ہمینہ بنت خلف بہت آدمیوں کے بعد اسلام لائے۔ عبداللہ بن مسعود کو بعض نے سادس الاسلام لکھا ہے +

طبری میں ایک روایت ہے کہ حضرت ابو بکر سے پہلے پچاس آدمی سے زیادہ لوگ مسلمان ہو چکے تھے۔ تاریخ طبری اور تاریخ ابن اثیر میں ہے کہ فرمایا جناب علی نے میں خدا کا بندہ ہوں۔ رسول اللہ کا بھائی ہوں اور میں صدیق اکبر ہوں میرے بعد سوائے کاذب مفتری کے یہ لقب اختیار نہیں کریگا۔ مینے رسول اللہ صلعم کے ساتھ لوگوں سے سات[۲] برس پہلے نماز پڑھی ہے۔ نیز ابن اثیر عفیف کندی سے ناقل ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم بذریعہ تجارت وارد مکہ ہوئے۔ زمانہ حج کا تھا۔ ہم حضرت عباس کے پاس بیٹھے تھے۔ کہ ایک مرد مقابل کعبہ نماز پڑھنے لگا۔ اُسکے پیچھے ایک لڑکے اور ایک عورت نے بھی اقتدا کی۔ میں نے حضرت عباس سے پوچھا یہ کیسا دین ہے تو عباس نے کہا یہ محمدؐ بن عبداللہ میرے بھتیجے ہیں جن کو گمان ہے کہ پیغمبر ہوئے ہیں اور قیصر و کسرا کے خزانے اُنکو ملیں گے۔ اُنکی زوجہ خدیجہ اور بھائی علی ابن طالب نے اُنکے دین کو قبول کیا ہے۔ قسم بخدا جہانتک میں جانتا ہوں اس دین میں اِن تینوں آدمیوں کا چوتھا شریک نہیں ہے۔ جریر طبری نے ان الفاظ کو اور زیادہ روایت کیا ہے کہ جب عفیف مسلمان ہوگئے اور اسلام اُنکے دل میں خوب راسخ ہوگیا تو وہ کہا کرتے تھے کہ کاش میں اُن تین شخصوں کے ساتھ چوتھا ہوتا۔ اور امام احمد بن حنبل نے عفیف کی زبان سے یہ الفاظ اور زیادہ کئے ہیں کہ اگر اُس روز خدا تعالیٰ مجھے اسلام نصیب کرتا تو میں جناب علی سے دوسرے نمبر پر ہوتا"۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ قصہ جسمیں حضرت عباس کی قسم مذکور ہے حج کے زمانہ یعنی ماہ ذیحجہ کی کسی تاریخ کا ہے اور بعثت رجب یا رمضان میں ہوئی ہے +

صاحب تفریح الاذکیا بہ روایت ابن سعد لکھتے ہیں کہ بعد حضرت خدیجہ (اور اُنکی لڑکیوں کے جو ابتک پیدا ہوئی تہیں) سب عورتوں سے پہلے ام الفضل زوجہ عباس اور اسماء بنت ابی بکر ایمان لائیں۔ سیرۃ الحلبیہ ج۱ صفحہ ۲۹۵ میں ہے کہ زید کی بیوی اُمّ ایمن بھی زید کے ساتھ ہی مسلمان ہوگئی تہیں +

یہاں یہ امر نہایت ہی قابل غور ہے جیسا کہ بعض مورخین فرنگ نے بھی مثل ڈیون پورٹ کے لکھا ہے کہ سب سے بڑی تصدیق آنحضرت کی صدق نیت اور حقیت مذہب کی یہ ہے کہ سب سے زیادہ راسخ الاعتقاد اور کامل الایمان اور سابق الاسلام حضرت کے گھر کے لوگ اور وہ لوگ ہوئے جو حضرت سے بہت گھر التعلق رکھتے تھے اور حضرت کے تمام حالات سے بخوبی واقف تھے۔ اگر حضرت کی صداقت میں ذرہ بھی کسی بات سے وہم یا شک پاتے تو ہرگز ایسے

---

[۱] صاحب اکسیر التواریخ نے انہی لوگوں کے ساتھ ابو سلمہ مخزومی۔ عامر بن فہیرہ۔ خنیس بن حذافہ۔ خالد بن سعید بن عاص۔ عباس بن ربیعہ عبیداللہ بن جحش اور جعفر بن ابیطالب کا نام لکھا ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ شروع سال میں صرف ۱۰۰ آدمی کے قریب مسلمان ہوئے +

[۲] تاریخ طبری مطبوعہ مصر جلد دوم ص ۲۱۵ [۳] یہ روایت مناقب احمد بن حنبل۔ خصائص نسائی۔ مسند ابن ابی شیبہ۔ مسند ابن ابی عاصم مستدرک حاکم اور حلیۂ ابو نعیم میں بھی درج ہے اور عقیلی نے بھی لکھی ہے اور طبرانی نے کبیر میں عبداللہ بن مسعود سے نقل کیا ہے۔ اور یہی روایت حبۃ العرنی سے استیعاب میں درج ہے۔ صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں کہ ہمکو ثبوت کو پہنچا ہے کہ جناب علی نے فرمایا ہے کہ میں نے پیغمبر خدا کے ساتھ اوروں سے سات برس پہلے نماز پڑھی ہے + + +

اُنہیں ... کافر بن جاویں تو معرض خطر و ہلاکت میں واقع تھے۔ یہ لوگ برابر حضرت کے ساتھ رہتے
تھے اُنکی حرکات و سکنات کے نگراں رہتے تھے۔ خصوصاً اُنکی زوجہ خدیجہ اور آنکا عمزاد پیارا بھائی حضرت کی
رسالت کا اعتقاد کامل اور یقین واثق رکھتے تھے۔ اور سب سے زیادہ سچے اور وفادار پیرو اُنکے تھے۔ اگر یہ لوگ
ذراسی علامت بھی دنیا داری یا کمزوری ور یا عدم ایمان کی اپنے پیغمبر میں پاتے تو آنحضرت کو جو تہذیب اخلاق
اور اصلاح بنی آدم کی اُمیدیں تھیں وہ سب دم بھر میں خاک میں ملجاتیں۔ اُنہوں نے آپ کی خاطر کیا کیا
مصائب و صدمات اُٹھائے +

(۳) اعلان رسالت سنہ ۴ بعثت | آنحضرت پہلے علانیہ دعوت اسلام نہ کرتے تھے بلکہ از روئے عقل و تدبیر مدارا و تانی
ابتدا نصیحت میں فرمائی خاص خاص احباب اور اُنکے متوسلین میں دعوت اسلام محدود تھی کیونکہ اگر ذرا بھی عقل کو
کام میں نہ لاتے تو معرض ہلاکت میں پڑتے اور مقصد حاصل نہ ہوتا چنانچہ بمفاد آیہ کریمہ لا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ
(اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو) تین سال تک حضرت نے یہی طریقہ جاری رکھا۔ اور بیگانوں پر راز ظاہر نہ کیا۔ تین برس
یونہیں گذرے اور اس عرصہ میں بروایت اکثر مورخین کل ۳۹ آدمی مسلمان ہوئے انمیں اکثر کم سن مسافر اور غریب بھی
اور اس تعداد میں جوان لڑکے بوڑھی عورتیں سب شامل تھے[1] یہ لوگ اپنے نماز اپنے گھروں یا پہاڑوں کے دروں
میں چھپکر پڑھتے تھے طبری وغیرہ میں لکھا ہے کہ ایکدن سعد بن ابی وقاص اور بعض دیگر اصحاب آنحضرت ایک شعب میں نماز پڑھ رہے تھے کہ کچھ
مشرک اُدھر آگئے وہ اُنکو نماز پڑھتا دیکھکر متعرض ہوئے اور بُرا بھلا کہنے لگے پس سعد بن ابی وقاص نے ایک مشرک کا سر اونٹ کی ہڈی سے پھوڑ دیا
یہ اول خون ہے جو اسلام میں بہایا گیا + بعثت کے چوتھے برس کے شروع میں جب آیہ وانذر عشیرتک الاقربین (اور ڈر سنا اپنے قریب رشتہ دار نکو پ ۱۹ ع ۱۵)
نازل ہوئی تو آنحضرت نے حضرت علی کو حکمدیا کہ ایک صاع (ساڑھے تین سیر) گیہوں کی روٹی اور ایک ران گوشت تیار کروا اور ایک کاسہ دودھ کا لے آؤ اور
فرزندان عبدالمطلب کی ابوطالب کے گھر میں ضیافت کرو۔ غرض چالیس آدمی جمع ہوئے اور یہ سب چیزیں اُنکے آگے
رکھی گئیں انمیں ابوطالب۔ حمزہ۔ عباس اور ابولہب بھی تھے۔ حضور صلعم نے بسم اللہ کہکر ہاتھ بڑھایا اور سب نے کھانا شروع کیا
یہانتک کہ سب سیر ہو گئے مگر وہ کھانا کم نہوا اور سب نے دودھ پیا اور پھر اُسی طرح باقی رہا۔ ابولہب اپنے ساتھیوں سے
کہنے لگا۔ تمہارے صاحب نے عجب سحر کیا ہے۔ حضرت یہ سُنکر چپکے ہو رہے اور وہ چلے گئے۔ آنحضرت نے دوسرے دن اُسی سامان سے
پھر اُنکی دعوت کی اور پھر وہی صورت پیش آئی۔ تب حضرت نے فرمایا اے فرزندان عبدالمطلب میں اس بات کو خوب
جانتا ہوں کہ کوئی شخص عرب سے اپنے قوم کے واسطے کوئی چیز اُس سے بہتر نہیں لایا ہے جو میں تم لوگوں کے واسطے لایا ہوں
وہ چیز تمہارے واسطے دنیا اور آخرت دونوں میں بہتر ہے۔ یہ تبلاؤ کہ اگر میں تمکو خبر دوں کہ تمہارا دشمن صبح یا شام
تمہارے فکر میں آیا چاہتا ہے تو تم یقین کروگے اُن سب نے کہا کہ البتہ ہم آپ کو سچا سمجھتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا پس
جانو کہ خدا نے مجھے پیغمبر کیا ہے اور تمام عالم کی ہدایت کے واسطے بھیجا ہے اور حکم کیا ہے کہ سب سے پہلے اپنے عزیزوں
قریبوں کو اس امر کی دعوت کروں اور عذاب آخرت سے خوف دلاؤں تم لوگ ہمارے عزیز و قریب ہو تم لوگوں نے
اس معجزہ کو دیکھا جو شخص اس کھانیکے بعد ایمان نہ لاویگا خدا اُسکو عذاب میں مبتلا کریگا[2] پس تم میں سے کون ایسا
ہے جو پہلے میری بیعت کرے اور وہ میرا معین و مددگار ہو اور میں اُسکو اپنا بھائی وصی اور وزیر و خلیفہ قرار دوں[3] یہ سُنکر

---

[1] اکسیر التواریخ میں اسوقت تک سو آدمیوں کے قریب مسلمان ہونا لکھا ہے اور گبن نے صرف ۱۵ آدمی لکھے ہیں [2] حیات القلوب میں اسکے بعد یہ لکھا ہے۔ اے فرزندان عبدالمطلب خدا نے کسی پیغمبر کو نہیں بھیجا مگر یہ کہ اسکے واسطے اسکے اہل سے ایک بھائی اور وصی اور وارث مقرر کیا ہے۔ پس جو کوئی تم میں سے پہلے مجھپر ایمان لائیگا وہ بھائی اور وزیر اور وارث اور وصی اور خلیفہ میرا ہوگا میری اُمت میں۔ اور میرے ساتھ ایسا ہوگا جیسے ہارون موسیٰ کے ساتھ تھے [3] حیات القلوب میں اسکے آگے یہ عبارت

سب چپ ہو رہے کسی نے کچھ جواب ندیا۔ پس حضرت علی جو اُسوقت چودھویں برس میں تھے تاب نہ لاسکے اُٹھکھڑے ہوئے اور نہایت جوانمردی سے بولے "یا رسول اللہ وہ شخص میں ہوں اگرچہ عمر میں ان سب سے کم ہوں - اور آنکھیں میری ان سب سے چھوٹی ہیں اور پیٹ میرا بڑا ہے اور پنڈلیاں سب سے پتلی ہیں۔ یا رسول اللہ میں آپ کا وزیر ہونگا جو حکم آپ کرینگے میں اُسکی تعمیل کرونگا۔ اس مشکل خدمت کو میں بجا لاؤں گا۔ حضرت نے فرمایا ٹھہر جاؤ جلدی مت کرو شاید جو لوگ تمسے بڑے ہیں وہ قبول کریں"۔ پھر حضرت نے مضمون سابق کا اعادہ کیا مگر کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ پھر حضرت علی نے اُسی طرح سے کلمات اطاعت و فرمانبرداری کے عرض کئے۔ تیسری مرتبہ پھر ایسا ہی ہوا۔ اسوقت حضور صلعم نے حضرت علی کو اپنے پاس بلایا اور بیعت لی پھر ہاتھ پھیلا کر علی کو گلے سے لگالیا اور فرمایا دیکھو میرے بھائی میرے وزیر میرے وصی میرے خلیفہ کو سب اسکی بات کو ماننا اور اسکی اطاعت کرنا۔ قریش قہقہہ مار کر ہنسنے لگے[۱] - اور ابوطالب سے یہ کہکر کہ علی کو سلام کرو اور اُسکا حکم مانا کرو سب چلے گئے (طبری ج ۲ ص ۲۱۷ ابن اثیر ج ۲ ص ۲۲ ابو الفداج ۱ ص ۱۱۶ حبیب السیر ج ۱ جزو ۳ ص ۱۶ گبن ج ۳ ص ۹۹ ۴ اوکلی ص ۱۵ کارلائل ص ۶۱ ایرونگ ص ۳۷ گلمن ص ۸۳ ڈیون پورٹ ص ۵ اور تفسیر لباب التاویل ج ۳ ص ۲۹۱ تفسیر معالم التنزیل و تفسیر ثعلبی وغیرہ)

اِسکے بعد ہی جب آیہ فاصدع بما تؤمر واعرض عن المشرکین نازل ہوئی یعنے اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ ظاہر کر اُس کام کو جسکا تجھے حکم دیا گیا ہے اور پھیر لے اپنا منہ مشرکوں سے۔ تو حضور صلعم نے کوہ صفا پر چڑھ کر آواز دی "یا معشر قریش یا بنی فہر یا بنی غالب یا بنی لوے یا بنی عدی" مکہ کے لوگ چھوٹے بڑے آکر جمع ہو گئے کیونکہ دستور تھا کہ جب کوئی اہم کام در پیش ہوتا تھا تو پہاڑ پر چڑھکر آواز دیجاتی تھی - اور لوگ آواز سُنکر جمع ہو جاتے تھے - دوڑتے وقت لوگوں نے سمجھا تھا کہ کوئی قومی مرحلہ پیش آیا ہوگا وہاں پہنچکر آنحضرت کی زبان سے جو تقریر سنی گئی وہ یہ تھی "لوگو اگر میں تم سے کہوں - کہ پہاڑ کے دوسری طرف ایک بڑا لشکر اِسلئے چھپا ہے کہ دفعتہً تم پر حملہ کرے اور تمکو تباہ کرے تو کیا تم باور کروگے؟" لوگوں نے جوابدیا "بیشک اے محمد تم امین ہو اور ہم لوگوں نے تمسے کبھی جھوٹ نہیں سنا تمہاری بات ہم کیوں جھوٹ سمجھنے لگے" آنحضرت نے فرمایا "تمہارے پیچھے عذاب سخت آنے والا ہے جو بغیر توحید کے کبھی دفع نہیں ہو سکتا" یہ سنکر وہ سب اپنے دلمیں آں حضرت کو خفیف الحرکت سمجھنے لگے - ابولہب سے رہا نہ گیا اور بولا ہ تمہاری اوقات خراب ہو اسلئے بلایا تھا" یہ کہکر سب چلے گئے (روضۃ الاحباب - ایرونگ ص ۳ و حیات القلوب)

(۲) قریش کی دشمنی سنہ ۴ بعثت - آنحضرت کے ساتھ جو برتاؤ اہل مکہ کا تھا اُسکی نوعیت برابر بدلتی رہی - وہی محمد جو پہلے تمام اہل مکہ کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھے قوم نے اُنہیں امین کا خطاب دیا تھا اب اس مذہب پھیلانے کی وجہ سے کانٹے کی طرح دل میں کھٹکنے لگے - اور امین کی جگہ اُنہیں مجنوں خطاب دیا گیا۔ جب آپ راہ سے گذرتے قریش مذاق

[۱] اوکلی اور گبن کے موافق حضرت علی نے اسطرح فرمایا کہ یا رسول اللہ جو کوئی آپ کا مقابلہ کریگا اُسکے دانت توڑ ڈالونگا۔ آنکھیں نکال ڈالونگا پیٹ پھاڑ ڈالونگا اور ٹانگیں توڑ ڈالونگا یا رسول اللہ میں آپکا وزیر ہونگا۔ مسٹر کارلائل لکھتے ہیں کہ بعد میں ثابت ہو گیا کہ یہ ہنسی کے لائق بات نہ تھی بلکہ بہت ٹھیک اور درست تھی - یہ نوجوان علی ایسا شخص تھا کہ ضرور ہر کہ ہر شخص اسکو پسند کرتا ہی اور اس امر سے جو اوپر بیان کیا گیا ہی اور نیز اور باتوں سے جو ہمیشہ اُسکے بعد اُس سے ظہور میں آئیں یہ معلوم ہوتا ہی کہ وہ ایک صاحب اخلاق فاضلہ اور محبت سے بھرپور اور ایسا بہادر شخص تھا کہ جسکی آگ جیسی تیز و تند جرأت کے سامنے کوئی چیز نہیں ٹھیر سکتی تھی اس شخص کی طبیعت میں کچھ عجیب طور کی جوانمردی تھی شیر سا تو بہادر تھا مگر باوجود اسکے مزاج میں ایسی نرمی رحم اور سچائی اور محبت تھی جیسی کہ ایک عیسائی دنیا ر جوانمرد کے شایان ہی اوکلی لکھتا ہی کہ یہ نامور خلیفہ بلحاظ اپنی ہمت و جرأت اور طبیعت و خصلت اور پاکدامنی و عفت اور فہم و فراست کے نہایت عظیم المرتبت لوگوں میں سے تھا جو اُمت اسلامیہ میں کبھی پیدا ہوا تھا ؎ ۳ ایرونگ لکھتا ہی کہ ابولہب نے ایک پتھر بھی اُٹھا کر حضرت کو مارا تھا +

کرتے آپس میں کہتے "یہ شخص پہلا چنگا تھا دفعتہً دماغ پھر گیا کہتا ہے کہ مجھ سے اہل آسمان باتیں کرتے ہیں اور آسمان کی خبر لا کر ہمکو سناتا ہے" یہانتک بھی خیریت تھی۔ لیکن جب ہادی نے بتوں کا باطل کہنا اور قریش کے آباواجداد کو جو حالتِ کفر میں مرے تھے دوزخی بتانا شروع کیا۔ اُسوقت قریش کو ایسا صدمہ پہنچا کہ وہ آنحضرت کی دشمنی پر تل گئے۔ تمام بنی اُمیہ اور بعض بنی ہاشم حضرت کے دشمن جانی ہو گئے۔

بنی اُمیہ کا سردار اسوقت ابوسفیان بن حرب تھا۔ یہ شخص نہایت مالدار ذی اقتدار اور شجاع تھا۔ عرصہ دراز تک آنحضرت کا دشمن جانی رہا۔ بنی ہاشم میں سے حضرت کا چچا ابولہب آپکا بڑا مخالف تھا۔ یہ شخص بڑا مالدار اور مغرور اور بدمزاج تھا۔ اسکے بیٹوں عُتبہ اور عُتیبہ سے آپ کی بیٹیوں ام کلثوم اور رقیہ[1] کی شادی کم سنی میں ہوئی تھی۔ ابولہب کی بیوی ابوسفیان کی بہن ام جمیل حضرت کی سخت دشمن تھی۔ ابولہب کی مخالفت زیادہ تر اپنے زوجہ ہی کی مخالفت کے سبب سے تھی کہ وہ اُسکا نہایت فرمانبردار تھا۔ ہادی کو اس مخالفت سے ام کلثوم اور رقیہ پر نہایت تاسف اور تردد ہوا۔ آخر ابولہب اور اُسکی زوجہ ام جمیل نے عتبہ اور عتیبہ سے آنحضرت کی صاحبزادیوں کو طلاق دلا دی۔ اور اُن صاحبزادیوں کا نکاح کچھ عرصہ بعد یکے بعد دیگرے حضرت عثمان بن عفان سے کر دیا گیا۔ ابوسفیان کا خسر عتبہ بن ربیعہ اور عقبہ بن ابی معیط اور ابوجہل بن ہشام بن مغیرہ بھی آنحضرت کے سخت مخالفوں اور دشمنوں میں سے تھے۔

کفار ہر طرح سے حضرت کی ایذا دہی میں کوشش کرتے تھے کبھی ابولہب اور عقبہ بن ابی معیط آنحضرت کی گذرگاہ میں گھر کے قریب گندگی ڈالدیتے کبھی کانٹے بچھا دیتے آنحضرت تحمل سے کام لیتے اور اتنا ہی فرماتے "کیا حق ہمسائگی یہی ہے" یونہیں آہستہ آہستہ قریش کی طبیعتیں فساد اور عناد کی طرف بڑھتی گئیں۔ اُنکا یہ حال ہو گیا کہ جو شخص مکہ میں آتا اُس سے کہتے محمدؐ کی بات نہ ماننا۔ کبھی مجنون کہتے۔ کبھی شاعر کبھی ساحر اور کبھی کاہن۔ ایک مرتبہ اکابر قریش جمع ہوئے اور مشورہ کرنے لگے کہ موسم حج قریب ہے باہر کے لوگ آئیں گے تو محمدؐ اپنی سحر بیانی سے کام لیں گے۔ یہ سیدھے سادھے لوگ اِنکے دام فریب میں آتے جاتے ہیں اسکی روک تھام ضرور ہے۔ اس شریف خاندان حسین و وجیہ و فصیح البیان سے لوگوں کو کیونکر نفرت دلائیں۔ مجنون۔ شاعر۔ ساحر۔ کاہن کے لقب تو اسپر کھپ نہ سکیں گے۔ آخر ولید بن مغیرہ جو اُن سب میں قابل اور مسن سمجھا جاتا تھا بولا کہ اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ سحر بابل ہے ناگزیر کچھ کہا چاہتے ہو تو ساحر ہی کہو۔ اگرچہ یہ بھی مفید نہ ہوگا۔ پس موسم حج میں جو کوئی شخص آتا اُس سے یہی کہتے کہ یہ شخص ساحر ہے اسکی بات نہ سننا (روضۃ الاحباب) تاریخ الخمیس و طبری میں ہے ایک دفعہ کفار مکہ خانہ کعبہ میں بیٹھے آنحضرت کا ذکر کر رہے تھے کہ یہ شخص کھلے خزانے ہمکو اور ہماری بزرگوں کو بُرا کہتا ہے۔ کوئی بندوبست ضرور کرنا چاہیے اتنے میں آنحضرت آپہنچے اور طواف کعبہ میں مشغول ہوئے۔ کفار آوازے کسنے لگے اور تعرض کے ساتھ پیش آئے۔ دو مرتبہ حضرت کچھ نہ بولے۔ تیسری مرتبہ آنحضرت کو جلال آیا فرمایا "قریش تم سنتے نہیں۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے میں تمکو ذبح کرنے آیا ہوں" حضرت کی اس گفتگو سے دلوں میں کچھ ایسی ہیبت چھا گئی کہ وہ لوگ خوشامد کرنے لگے۔ اور معافی کی درخواست کی۔ دوسرے دن کفار نے اپنی اس ہزیمت پر تاسف کیا اور پھر ایک دل ہو کر خانہ کعبہ میں آنحضرت سے بے ادبی کی۔ عقبہ بن ابی معیط گوشہ چادر گلے میں ڈالکر گلا گھونٹنے لگا۔ بروایت تاریخ الخمیس و روضۃ الاحباب حضرت ابوبکر رونے لگے اور آگے بڑھکر کہنے لگے آیا اس شخص کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور تمہارے پاس تمہارے رب کی نشانیاں لیکر آیا ہے

[1] زینب ام کلثوم اور رقیہ کی نسبت علماء امامیہ کا یہ قول ہے کہ وہ رسول اللہ کی صلبی بیٹیاں نہ تھیں بلکہ خدیجہ کے پہلے شوہر سے تھیں۔ وہ

لایا ہے۔ ان مشرکین نے آنحضرت کو تو چھوڑ دیا اور حضرت ابوبکر کی ڈاڑھی پکڑ کر اتنا مارا کہ اُنکا سر پھوٹ گیا۔

ایک روز عتبہ بن ربیعہ آنحضرت کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ "اے محمدؐ تم جو مانگو میں دینے کو تیار ہوں بشرطیکہ تم اپنے ادعا سے باز آؤ۔ اگر تم کوئی حسین عورت چاہتے ہو تو میں اُسکا انتظام کر دوں اور اگر دولت اور مال کی طمع ہو تو میں چندہ کر کے اتنا مال دوں کہ تم قوم میں سب سے زیادہ مالدار ہو جاؤ۔ اگر بادشاہت کی طمع ہو تو میں تمہیں قوم کا بادشاہ بھی بنا سکتا ہوں۔ اگر تمہارا واہمہ تمہارے اختیار سے باہر ہے تو کہو کہ طبیب سے تمہارا معالجہ کراؤں۔ تمہیں صحت ہو جائے تو ہمیں مال خرچ کرنے میں دریغ نہیں ہے"۔ جب عتبہ گفتگو ختم کر چکا تو حضرت نے پڑھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حٰمٓ۔ تنزیلٌ من الرحمٰن الرحیم کتاب فصلت آیاتہ قرآنا عربیا لقوم یعقلون الخ جب آنحضرت فان اعرضوا فقل انذرتکم صاعقۃ مثل صاعقۃ عاد و ثمود تک پہنچے تو عتبہ نے کہا بس بس۔ اور پھر اپنی قوم کے پاس آکر کہا واللہ میں نے ایسا کلام سُنا ہے کہ اُسکا مثل کبھی نہ سنا تھا۔ شاعری۔ سحر یا کہانت کو اُس سے کوئی نسبت نہیں میری تو یہ رائے ہے کہ تم محمدؐ کو اُسکے حال پر چھوڑ دو بخدا یہ کلام کچھ کر دکھائیگا۔ اگر دوسروں سے یہ مغلوب ہوا تو تمہارا مطلب بے درد سر حاصل ہوا اور اگر یہ غالب رہا تو اُسکی عزت کے ساتھ تمام مکہ والوں کی عزت بڑھیگی میری تو یہی رائے ہے آئندہ جو تم مناسب سمجھو۔ مگر ایک عتبہ کی رائے کیا کرتی ہر کام کا ایک وقت ہوتا ہے جبتک وہ وقت نہیں آیا کافروں کی حالت نہیں بدلی (روضۃ الاحباب۔ ابن ہشام)

غرض قریش ہر طرح حضرت کو ستاتے تھے۔ جب بازار میں جاتے چھیڑتے طعنہ زنی کرتے۔ جب وعظ فرماتے شور و شغب مچاتے۔ تالیاں پیٹتے۔ بیہودہ گیت گانے لگتے۔ غرض کوئی درجہ بُرائی کا آنحضرت کے ساتھ اُٹھا نہیں رکھا۔ لیکن آنحضرت ہمیشہ صبر و استقلال سے کام لیتے اور کہتے تو صرف یہ کہتے "خدایا تو اس قوم جاہل کو ہدایت دے"۔ (نوٹ) کبھی حضرت سے معجزے طلب کرتے اور جب حضرت معجزے کر بھی دکھاتے تو سحر اور جادو بتاتے۔

ایک دفعہ آنحضرت خانہ کعبہ میں سربسجود تھے عقبہ بن ابی معیط نے ابوجہل کے اشارہ سے ایک گوسفند کا مشیمہ (اوجھ) آنحضرت کے شانوں پر رکھدیا اور کفار نے ہنسنا شروع کیا۔ حضرت ثابت ہی رہے جنبش نہ کی اور سر سجدہ سے نہ اُٹھایا [1] جب حضرت نماز سے فارغ ہوئے تو تین مرتبہ فرمایا کہ اے پروردگار تو قریش سے سمجھ لے۔ اور پھر نام بنام ابوجہل بن ہشام عتبہ بن ربیعہ۔ شیبہ بن ربیعہ۔ ولید بن عتبہ۔ عقبہ بن ابی معیط۔ ابی بن خلف۔ اُمیّہ بن خلف اور عمارہ بن ولید کے حق میں دعائے بد کی۔ تھوڑے دنوں کے بعد یہ سب جنگ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھ سے مارے گئے (خمیس تحفۃ الاحباب)

(۵) کفار کا ظلم مسلمانوں پر عبد المطلب کے بعد ابو طالب سردار مکہ سمجھے جاتے تھے اِنکے لحاظ اور خوف سے کفار مکہ آنحضرت کو زیادہ اذیت نہ پہنچا سکتے تھے اور اسی طرح اُن مسلمانوں کا بھی کچھ نہ کر سکتے تھے جنکا کنبہ خوش حال تھا۔ لیکن غریب مسلمانوں کے ساتھ کفار بڑی سختیاں کرتے تھے۔ گرم ریت پر دھوپ میں سلاتے۔ گرم پتھر جسم پر باندھتے۔ دھوپ میں لوہے کی زرہ پہناتے۔ دُرّے مارتے۔ دانہ پانی بند کر دیتے۔ سب ہی کچھ کرتے لیکن مسلمان توحید و رسالت کا اقرار کئے جاتے منحرف نہ ہوتے تھے۔ منجملہ اُن مفلس مسلمانوں کے جنکو کفار نے بہت ستایا تھا عمار ابن یاسر اور اُنکی والدین اور ہمشیر ہیں اُنکو ایک دن گرم ریت پر لٹائے ہوئے مار رہے تھے۔ حضور صلعم نے دیکھا اور فرمایا کہ اے آل یاسر صبر کرو کہ

[1] صاحب تاریخ الخمیس وغیرہ مورخین اہلسنت اور صاحب حیاۃ القلوب وغیرہ محدثین شیعہ نے لکھا ہے کہ اس مشیمہ کو جناب فاطمہ نے آکر اُٹھا کر پھینکا۔ مگر یہ روایت اُس روایت کے مقابلہ میں جسمیں جناب فاطمہ کی پیدائش ۵ بعثت میں لکھی ہے صحیح نہیں ہوسکتی کیونکہ یہ واقعہ ہی ۳ بعثت میں لکھا ہے ہاں اگر وہ روایت لیجائے جسمیں جناب فاطمہ کی پیدائش ۵ قبل بعثت میں لکھی ہے تو صحیح ہو سکتا ہے یا یہ واقعہ ۵ بعثت کا ہے جیسا کہ بعض مورخین نے

لکھا ہے کہ بعد وفات ابو طالب ایسا ہوا اور ہماری تحقیق میں [illegible] خاک پھینکی

تمہاری وعدہ گاہ جنت ہے - آخر الامر ابوجہل مردود نے سمیہ مادر عمار کے قلب پر اور بروایتے اندام نہانی پر نیزہ
مار کر ہلاک کر دیا اور یاسر پدر عمار کو اتنا مارا کہ وہ ہلاک ہو گئے اسلام میں یہ دونو شہدائے اول ہیں مگر عمار نے مجبور ہو کر وہی
لفظ کہدیے جو کفار چاہتے تھے لوگوں نے رسول اللہ صلعم سے آکر کہا کہ عمار کافر ہو گیا فرمایا ہرگز نہیں وہ تو سر سے پانوں
تک ایمان سے بھرا ہوا ہے ایمان اُسکے گوشت و خون میں ملا ہوا ہے - اور جب عمار آپکی خدمت میں روتے ہوئے
آئے تو آپ نے فرمایا کہ اگر وہ دوبارہ ایسا ہی کہوائیں تو کہدینا کوئی حرج نہیں ہے - اسیطرح صہیب اور خباب وغیرہ
نے مشرکوں کے ہاتھ سے تکلیفیں اُٹھائیں (روضۃ الاحباب) مسلمان عورتیں بھی کفار کے عذاب سے مستثنیٰ نہ تہیں
عمر فاروق اپنی کنیز لبینہ کو اسلام قبول کرنے کی جرم میں اتنا مارتے تھے کہ تھک جاتے تھے اور پھر دم لیکر مارنے لگتے تھے
ابوجہل نے اپنی کنیز زنیرہ کو اتنا مارا کہ وہ اندہی ہو گئی اور کہا کہ لات و عزیٰ نے تجھے اندھا کر دیا اُس نے کہا لات و عزیٰ کو
تو خود ہی نہیں سوجھتا دوسروں کو کیا اندھا کرینگے یہ ایک آسمانی امر ہے میرا خدا پھر میری آنکھوں میں روشنی دیسکتا
ہے - نہدیہ بنی عبد الدار میں سے ایک عورت کی لونڈی تھی وہ کمبخت اُسے سخت تکلیفیں دیتی تھی - اسیطرح ام عبیس
اسود بن عبد یغوث کی مملوکہ تھی اور ایمان کی خاطر سب تکلیفیں جھیلتی تھی (ابن ہشام - ابن اثیر)
یہ سمیہ مہاجرین اولین کے ساتھ حبش تشریف لیگئی تہیں - جب وہاں سے مراجعت کی تو ابوجہل نے اُنکو شہید کیا تھا
اسیطرح کفار حضرت بلال کو ایسی ایسی تکلیفیں دیتے تھے کہ بیان نہیں ہو سکتا - حضرت بلال امیہ بن خلف کافر کے
غلام تھے - اور پوشیدہ زیور ایمان سے آراستہ ہو چکے تھے - اور عبادت خدا حسب فرمودہ حبیب اللہ کیا کرتے تھے
جستہ جستہ یہ خبر ابن خلف کو پہنچی اُس نے غلاموں کو حکم دیا کہ صبح کو دن چڑھے ببول کے کانٹے بلال کے بدن میں
چبھو دیا کرو اور جب آفتاب خوب گرم ہو تو اُنکو دھوپ میں چت لٹا کر از سر تا پا گرم پتھر رکھا کرو تاکہ ہل نہ سکیں اور گرد
آگ جلا دیا کرو کہ خوب جلیں اور جب شام ہو ہاتھ پیر باندھ اندھیری کوٹھڑی میں قید رکھو - اور باری باری
تازیانے مارا کرو اور صبح تک یہی کام کیا کرو اسیطرح ایک مدت گذری مگر حضرت بلال پکار پکار کر احد احد (خدا
ایک ہی ہے) کہا کیے - آنحضرت صلعم کو اُنکے اس حال کی خبر ہوئی تو عباس سے کہکر اُنکو انکے مالک سے خرید والیا

(۹) ہجرت حبشہ ۵ بعثت جب کفار قریش کا ظلم مسلمانوں پر حد کو پہنچ گیا - اور وہ جانوں کے لاگو ہو گئے تو حضور
صلعم نے اپنے اصحاب کو ہجرت کا حکم دیا - حبشہ جسکو ابیسینیا بھی کہتے ہیں ہجرت کے لئے منتخب کیا گیا - ابیسینیا کے لوگ نسطوری
فرقہ کے عیسائی تھے اور اُن کا بادشاہ جس کا لقب نجاشی اور نام اصحمہ بن ابحر یا مکحول بن صعصعہ تھا - نہایت منصف

---

۱ ہجرت حبشہ کا حال آگے بیان ہوگا ۲ علامہ عبد البر نے استیعاب میں اور مولوی عبد الحق محدث دہلوی نے مدارج النبوت میں لکھا ہے
کہ جب رسول اللہ صلعم کو بلال بن رباح کی ان تکلیفوں کا حال معلوم ہوا تو حضرت ابو بکر سے ملے اور فرمایا اگر ہمارے پاس مال ہوتا تو بلال کو
خرید لیتے - اسکے بعد حضرت ابو بکر کی ملاقات حضرت عباس سے ہوئی تو کہا کہ ہمیں بلال کو خرید دو - عباس اُمیہ بن خلف کی بیوی کے
پاس گئے اور کہا یہ غلام بھاگ جائیگا تو قیمت بھی ہاتھ سے جائے گی بہتر ہے کہ اسے ہمارے ہاتھ بیچ ڈالو - اُس نے کہا تم اسے لیکر کیا کروگے
یہ بڑا خبیث ہے - کسی کام کا نہیں ہے - اُسوقت عباس چلے آئے - پھر دوبارہ اُس سے جا کر ملے اور اُس سے یہی کہا - اور بلال کو خرید کر
حضرت ابو بکر کے پاس بھیجدیا حضرت ابو بکر نے بلال کو آزاد کر دیا - بلال (نے آنحضرت صلعم کی ملازمت اختیار کی) حضرت کے مؤذن
مقرر ہوئے - یہی مؤذن اول ہیں اسلام میں - آنحضرت کی وفات کے بعد بلال نے شام چلے جانیکا ارادہ کیا - حضرت ابو بکر نے کہا تم تو ہمارے ہی
پاس رہو - بلال نے کہا اگر تمنے مجھے اپنے نفس کے لئے آزاد کیا ہے تو قید رکھو اور اگر خدا کے لئے آزاد کیا ہے تو چھوڑ دو کہ خدا کی طرف چلا جاؤں - ابو بکر
نے کہا چلے جاؤ - پس بلال شام کی طرف چلے گئے اور وہیں رہے یہاں تک کہ سنہ ۲۰ ہجری میں ترسٹھ یا ستر برس کی عمر میں انتقال کر گئے - کتب شیعہ میں

اور عادل تھا۔ پس اول دفعہ ماہ رجب سال پنجم بعثت میں ۱۱ مرد اور ۴ عورتیں تھیں سب سے پہلے حضرت عثمان اور اُنکی زوجہ رقیہ بنت رسول باہر نکلے یہ لوگ مکہ سے چھپکر نکلے۔ جدہ تک پا پیادہ آئے اور وہاں سے جہاز میں بیٹھکر ساحل حبشہ پر جا اُترے۔ ان لوگوں کو حبشہ میں رہتے ہوئے شعبان اور رمضان کے مہینے گذرے تھے کہ اُنہوں نے سُنا قریش مسلمان ہو گئے۔ یہ سنکر ماہ شوال میں حبشہ سے واپس آئے مگر مکہ کے قریب آکر اُنکو معلوم ہوا کہ قریش تو پہلے سے زیادہ دشمنی پر تلے ہوئے ہیں۔ ناچار اُنہوں نے اپنے دشمنوں سے مخفی طور پر ایسے لوگوں کے جوار میں سکونت اختیار کی جہاں اُنکو پناہ مل سکے سوائے عبداللہ ابن مسعود کے جو یہ خبر سنکر حبشہ کو واپس چلے گئے۔ (روضۃ الاحباب طبری۔ تاریخ الخمیس) ۔ کفار کی طرف سے مسلمانوں پر ظلم و ستم کا بازار روز بروز زیادہ ہی گرم ہوتا چلا جاتا تھا۔ اسواسطے تھوڑے دنوں بعد آنحضرت صلعم نے مسلمانوں کو دوبارہ حبشہ کی طرف مہاجرت کر جانے کی اجازت دیدی[۱] اس مرتبہ علاوہ بچوں کے ۸۳ مرد اور ۱۸ عورتیں متفرق طور پر حبشہ کو چلے گئے[۲] اور آخر میں جعفر ابن ابیطالب پچاس آدمی کے ساتھ حبشہ کو ہجرت کر گئے۔ اب مہاجرین حبشہ کی تعداد بچوں کے علاوہ بروایتے ۸۳ مرد اور ۱۸ عورتیں اور بروایتے ۸۰ مرد اور ۱۱ عورتیں جملہ ایک سو ایک یا ۱۰۹ تک پہنچگئی تھی۔ حبشہ میں ان لوگوں کے ساتھ مہربانی اور نرمی کا سلوک کیا گیا۔ یہ لوگ عرصہ تک وہیں رہے۔ جب اُنہوں نے آنحضرت کے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا حال سُنا تو اُنمیں سے ۳۳ مرد اور ۸ عورتیں مکہ میں واپس آگئے۔ مگر جعفر اور اُنکے ساتھ والے پچاس آدمی ۷ھ ہجری تک حبشہ ہی میں رہے۔ یہانتک کہ جنگ خیبر کی فتح کے وقت مدینہ واپس آئے اُسوقت رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ آیا میں فتح خیبر کی خوشی مناؤں یا جعفر کے واپس آنیکی۔ (روضۃ الاحباب وغیرہ)

کفار مکہ کو جب معلوم ہوا کہ اہل مکہ مسلمان ہوتے ہیں اور چپکے سے حبشہ چلے جاتے ہیں جہاں وہ امن و آرام سے بسر کرتے ہیں تو اُنکی کد اور بڑھی اور بروایت ابن اسحق و ابو الفدا اور صاحب تاریخ الخمیس و طبری براہ حسد عمارہ بن ولید یا عبداللہ بن ابی ربیعہ کو اور بروایت ابن اثیر عبداللہ بن اُمیہ کو عمرو عاص کے ساتھ نجاشی اور ارکین سلطنت کیواسطے ہدایا و تحائف دیکر روانہ کیا۔ ان دونوں نے حبشہ میں جاکر وزیروں مشیروں کو رشوت دیکر اپنے سے ملالیا۔ پھر نجاشی کے دربار

[۱] یعنی عثمان بن عفان اور اُنکی زوجہ رقیہ بنت رسول۔ زبیر بن العوام۔ عبداللہ بن مسعود۔ عبدالرحمن بن عوف۔ مصعب بن عمیر۔ ابو سلمہ بن عبدالاسد۔ اور اُنکی زوجہ ام سلمہ۔ عثمان ابن مظعون۔ عامر بن ربیعہ اور اُنکی زوجہ لیلی۔ حاطب ابن عمرو۔ سہیل ابن بیضا۔ ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ اور اُنکی بیوی سہلہ بن سہیل (تلقیح الاذکیا) طبری نے ان پندرہ کے علاوہ ابو سبرہ بن ابی رہم کو بھی لکھا ہے۔

[۲] صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ درج الدرر۔ اور بعض کتب سیر میں مسطور ہے کہ جملہ مہاجرین حبشہ کچھ اوپر ۸۰ مرد اور ۱۱ عورتیں قریش سے تھیں اور ۷ نفر غیر قریش تمام قبائل سے۔ جب آنحضرت نے مدینہ کو ہجرت کی تو ۳۳ مرد اور ۸ عورتیں حریم حرم میں واپس آگئے۔ اُن میں سے ۲ مرد مکہ میں مر گئے اور سات نفر قید ہو گئے اور بقیہ ۲۴ نفر واقعہ بدر میں آنحضرت سے آملے۔ اور جعفر مع تمام مہاجرین کے ۷ھ میں فتح خیبر کے وقت آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ روایت ابن اسحٰق کی تاریخ الخمیس میں بھی ہے۔ [۳] ابن خلدون صاحب سیرۃ محمدیہ اور صاحب انسان العیون نے لکھا ہے کہ یہ دوسری ہجرت حبشہ آنحضرت کے شعب ابی طالب میں داخل ہونیکے بعد ۷ سنہ بعثت میں ہوئی ہے۔ اور اُنمیں سے ۲۹ آدمی ۱۰ سنہ بعثت میں اُسوقت مکہ میں واپس آئے۔ جب آنحضرت شعب ابو طالب سے نکل آئے ہیں۔ کیونکہ مہاجرین حبشہ کو یہ خبر غلط پہنچی تھی کہ کفار قریش نے اُن حضرت سے صلح کر لی ہے۔ [۴] یہ شخص جو آنحضرت کے بڑے دشمنوں میں سے تھا مکہ کی ایک کسبی کا بیٹا تھا بعد میں عقلائے زمانہ میں شمار ہوتا تھا جب یہ (عمرو عاص) پیدا ہوا تو اُسکی ماں کے پانچ دوستوں میں سے ہر ایک نے دعوی کیا کہ یہ لڑکا میرا ہے۔ لیکن چونکہ عاص سے مشابہ تھا اس سبب سے عاص کا نطفہ قرار دیا گیا بڑا ہو کر یہ عرب کا ایک مشہور شاعر ہوا اور اکثر آنحضرت کی ہجو میں شعر کہا کرتا تھا (ایرونگ صفحہ ۴۶ ابو الفداء صفحہ ۸۸ ابن شحنہ جلد اول صفحہ ۱۳۲ دیخات الاوراق جلد اول صفحہ ۱۹۵)

میں جاکر اول اُسکو سجدہ کیا پھر تحائف فرش پیش کرکے بمنت وسماجت عرض کیا ہمارے نبی اعمام اپنے دین سے پھر کر اور
ایک نیا مذہب اختیار کرکے یہاں آئے ہیں اور اُن کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عبد (غلام) کہتے ہیں
اور یہ عقیدہ بادشاہ کے بھی خلاف ہے سو انکو ہمارے ساتھ کر دیجیئے" نجاشی اگرچہ عیسائی تہا۔ مگر اُنکی اس بات پر خفا
ہوکر بولا "میری شان کے خلاف ہے کہ جو میری پناہ میں آویں میں اُنکو دشمنوں کے سپرد کر دوں" پھر مسلمانوں کو
طلب کیا وہ سب حاضر ہوئے جعفر طیار اُنکے پیشوا تھے۔ وہ سلام علیک کہکر مجلس بادشاہ میں رونق افروز ہوئے۔ اہل دربار
نے فقط سلام علیک سنکر کہا تم لوگوں نے خلاف آداب کیا بادشاہ کو سجدہ کیوں نہیں کیا۔ جعفر ابن ابیطالب نے فرمایا "ہم لوگ
اپنے پروردگار حقیقی کے سوا اور کسیکو سجدہ نہیں کیا کرتے اور نہ ہم کسیکو اس لایق جانتے ہیں ہمارے پیغمبر صلعم نے
ہمکو یہی تعلیم دی ہے"۔ اس گفتگو سے نجاشی کے دل میں مسلمانوں کی وقعت قایم ہوئی اور پوچھا کہ تم نے جو نیا دین اختیار
کیا ہے وہ کیا ہے؟ جعفر نے کہا "اللہ نے اپنا ایک رسول ہمارے پاس بھیجا ہے جس کے کہنے سے ہمنے اپنا آبائی مذہب
ترک کر دیا۔ وہ ہمکو اچھے کام کی ترغیب دیتا ہے اور بُرے کام سے منع کرتا ہے۔ نماز۔ زکوۃ۔ صدقہ۔ صلہ رحم۔
وغیرہ وغیرہ اخلاق حسنہ کی تعلیم دیتا ہے اُسے سچا سمجھ کر ہم ایمان لائے تو ہمارے بت پرست بھائی ہمکو ایذا پہنچانے
لگے۔ ہم میں لڑنے کی طاقت نہ تھی بھاگ کر آپکی عملداری میں چلے آئے ہیں"۔ نجاشی نے کہا تمہارے پیغمبر پر
جو کلام نازل ہوتا ہے اُسمیں سے کچھ سناؤ جعفر نے کہیعص پڑھکر سُنائی۔ نجاشی سُنکر بیچین ہو گیا اور اُسپر
بڑی رقت طاری ہوئی۔ بعد میں بولا کہ اس کلام میں وہی رنگ ہے جو حضرت موسیٰ کی توریت میں +
کفار نے بادشاہ کو بدظن کرنے کے لئے کہا کہ یہ مسلمان حضرت عیسیٰ بن مریم کی بھی مخالفت کرتے ہیں۔ جعفر نے کہا
ہرگز نہیں اور پھر آیہ کریمہ "ہو عبد اللہ و رسولہ و کلمۃ القاہا و روح منہ" پڑھا۔ نجاشی بولا ٹھیک یہی مفہوم
انجیل کا بھی ہے + طبری۔ ابن ہشام اور علامہ ابن اثیر وغیرہ نے اپنی تاریخوں میں جو گفتگو حضرت جعفر کی
نقل کی ہے اُسکا ترجمہ یہ ہے۔ "اے بادشاہ ہم جاہل اور گمراہ لوگ تھے بتوں کی پرستش کرتے تھے اور مردار کھاتے
تھے بدکاریاں کرتے تھے قطع رحم کرتے ہمسایوں کے حقوق کی پروا نکرتے تھے۔ زبردست کمزور کا مال کھا جاتا
مدت سے ہمارا حال یہی چلا آتا تھا۔ تا آنکہ خدا نے ہمپر ہماری ہی قوم کا ایک پیغمبر بھیجا جسکی شرافت نسب۔
راستبازی۔ امانت داری اور پاکدامنی سے ہم بخوبی واقف ہیں۔ اُس نے ہمیں سمجھایا کہ خدا کو ایک جانیں اور اُسکا
کسیکو شریک نہ کریں اور بتوں کی پرستش چھوڑ دیں جنکو ہمارے باپ دادا پوجتے چلے آتے تھے۔ اور ہدایت کی کہ سچ
بولو۔ امانتوں کو ادا کرو صلہ رحم بجا لاؤ۔ اور ہمسایہ سے بہ نیکی پیش آؤ۔ حرام باتوں اور خونریزیوں اور بدکاریوں
اور جھوٹی گواہی دینے اور پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانے سے پرہیز کرو۔ یتیموں کا مال نہ کھاؤ۔ اور حکم دیا کہ نماز
پڑھا کرو اور روزے رکھا کرو"۔ اور اسی طرح دیگر احکام اسلام اُسکے آگے بیان کرکے کہا "ہمنے اُسکو سچا جانا اُسپر ایمان
لائے اور جن باتوں کو حرام بتایا اُنکو ہمنے اپنے اوپر حرام کر لیا۔ اور جن کو حلال بتایا اُنکو ہمنے اپنے اوپر حلال کر لیا اس
بات پر ہماری قوم ہماری دشمن ہو گئی۔ طرح طرح سے ہمکو دُکھ دیا اور ہمکو ہمارے دین سے پھرانا چاہا۔ کہ خدا کو چھوڑ کر
پھر بتوں کی پرستش کرنے لگیں۔ پس جب اُنہوں نے ہمپر قہر وظلم کیا اور ہمارے دین میں ہماری مزاحمت کرنے لگے
تو اوروں سے تجھ کو اچھا سمجھ کر اور یہ اُمید کرکے کہ تیرے سامنے کوئی شخص ہمپر ظلم نہ کر سکیگا ہم تیرے ملک
میں چلے آئے"۔ حضرت جعفر کی اس تقریر سے نجاشی بہت متاثر ہوا اور کلام اللہ کی سورۃ کہیعص سنکر جیسا کہ
پہلے لکھا جا چکا ہے کہنے لگا "ٹھیک یہی مفہوم انجیل کا ہے۔ اے مسلمانو! تمپر اور تمہارے رسول پر مرحبا۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ وہی رسول ہے جسکی تعریف انجیل میں ہمنے پڑھی ہو اور جسکی بشارت عیسے بن مریم نے انجیل میں دی ہے بخدا اگر میں بادشاہ نہ ہوتا اور انتظام مملکت دامنگیر نہ ہوتا تو میں تم لوگوں کے ساتھ چلکر اُس رسول برحق کی جوتیاں اُٹھاتا۔ اور آفتابہ میں پانی لیکر وضو کراتا[1] بعد اسکے بدایائے قریش واپس کردیئے اور عمرو وعاص اور عمارہ کو صاف جواب دیدیا کہ واللہ میں مسلمانوں کو تمہارے سپرد نکرونگا۔ اور مسلمانوں سے کہا کہ تم بخوشی یہاں رہو کوئی تمہارا مزاحم نہ ہوگا۔ **نوٹ** (۱) حبشہ ہی میں اسمار بنت عمیس سے جعفر کے بیٹے عبداللہ پیدا ہوئے۔ (حیات القلوب وغیرہ) (۲) صاحب حیات القلوب نے علی بن ابراہیم سے روایت نقل کی ہے کہ ابوسفیان کی بیٹی معاویہ کی بہن ام حبیبہ عبیداللہ بن جحش کی بیوی تہی یہ عبیداللہ حبشہ میں عیسائی ہوکر مرگیا۔ رسول اللہ صلعم نے نجاشی کے پاس پیغام بہیجا کہ ام حبیبہ کا خطبہ آنحضرت کے ساتھ کردی نجاشی نے ایسا ہی کیا اور چار سو اشرفی اُنکا مہر اپنے پاس سے ادا کردیا۔ اور بہت سے کپڑے اور خوشبو ام حبیبہ کے پاس بہیجی اور سنہ ھ میں آنحضرت کے پاس روانہ کردیا۔ حیات القلوب میں نجاشی کا نام اصحم بن ابجر لکھا ہے +

(۷) رسول دار الارقم میں سنہ ۶ بعثت

جب مسلمان حبشہ کی طرف مہاجرت کرگئے تو بہی رسول اللہ صلعم برابر وعظ فرماتے رہے اور نئے نئے لوگ دین اسلام میں داخل ہوتے رہے۔ کفار نے یہ دیکھکر آنحضرت کو اور زیادہ ستانا شروع کیا۔ ناچار آنحضرت صلعم اپنے بقیہ اصحاب کو ساتھ لیکر ارقم بن ابی ارقم عبد مناف بن اسد کے مکان میں جا چھپے اور اُس مکان میں ایک مہینہ تک رہے۔ یہ مکان کوہ صفا کے اوپر واقع تہا۔ آپ وہاں لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت کرتے تھے۔ حضرت اسی مکان میں مقیم تھے کہ حمزہ نے اور حمزہ کے تین دن بعد حضرت عمر نے اسلام قبول کیا (ابن ہشام)

(۸) حضرت حمزہ کا اسلام لانا سنہ ۶ بعثت

ایک دن آنحضرت صلعم کوہ صفا کے قریب بیٹھے ہوئے تھے ابوجہل اُدہر سے گذرا حضرت کو گالیاں دیں اور ایذا پہنچائی۔ رسول اللہ صلعم کچھہ نہ بولے۔ عبداللہ بن جدعان کی لونڈی جس کا مکان وہیں تھا اپنے مکان میں ابوجہل کی زیادتی سُن رہی تہی۔ رسول اللہ صلعم تو اپنے گھر چلے آئے اور ابوجہل کعبہ کے قریب قریش کی چوپاڑ میں آکر بیٹھ گیا اور باتیں کرنے لگا۔ اس موقعہ پر رسول اللہ صلعم کے چچا حمزہ جو شکار کو گئے ہوئے تھے واپس آرہے تھے اور اُنکی عادت تھی کہ شکار سے واپس آکر پہلے خانۂ کعبہ کا طواف کرتے تھے پھر گھر جاتے تھے۔ راستہ میں عبداللہ بن جدعان کی لونڈی سے ملاقات ہوئی تو اُس نے کہا کہ اے ابوعمارہ (حمزہ) آج تو ابوجہل نے تمہارے بھتیجے کو بہت گالیاں دیں اور بہت ایذا پہنچائی۔ حمزہ یہ سنکر کمال غضبناک ہوئے اور سیدھی کمان کندھے پر رکھے ہوئے ابوجہل کی تلاش میں آئے۔ چوپاڑ میں دیکھا کہ لوگوں میں بیٹھا ہے حمزہ نے قریب آکر اُسکے سر پر ایسی کمان ماری کہ اُسکے سر پہ سخت زخم آیا۔ اور کہا تو اُسکو گالیاں دیتا ہے حالانکہ میں اُسکے دین پر ہوں اور میں بہی وہی کہتا ہوں جو وہ کہتا ہے۔ اب کے تو کہہ تو اُسے کیا کہکر آیا تھا بس ہی مخزوم ابوجہل کی حمایت کو کھڑے ہوگئے۔ ابوجہل نے اُنہیں یہ کہکر روکدیا کہ ابوعمارہ کو کچھہ نہ کہو میں نے اُسکے بھتیجے کو بڑی سخت اور فحش گالی دی تہی اور حمزہ کا غصہ دھیما کرنیکے واسطے کہا کہ میں نے اس سبب سے محمدؐ سے گستاخی کی تہی کہ وہ ہمارے تمہارے آباؤ اجداد کے مذہب سے منحرف ہوگیا ہے مگر حضرت حمزہ دھیمے نہیں ہوئے بلکہ تندی اور حقارت کی آواز سے بولے "تو بہی تمہارے پتھر کے خداؤں کو نہیں مانتا کیا تم مجھے مجبور کرسکتے ہو"

[1] اکثر مسلمان مورخوں نے نجاشی کے مسلمان ہونے اور مرتے دم تک مسلمان رہنے پر اتفاق کیا ہو [2] ارقم کا اسلام مورخین نے چھٹے یا ساتویں نمبر لکھا ہے [3] حضرت حمزہ اپنی شجاعت کے سبب عرب میں مشہور تھے + ۰۱۰ +

یہ کھکر حمزہ نے علانیہ کہدیا کہ میں مسلمان ہوں اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمد رسول الله
اور قسم کہائی کہ میں آنحضرت کا ساتھ دونگا۔ اور اسوقت سے علانیہ اسلام کے نہایت سرگرم اور بہادر مددگار ہوگئے۔ قریش آنحضرت سے بہت بے تکلف ہو چلے تھے۔ مگر حمزہ کے اسلام ظاہر کرنے نے اُنکو باادب کردیا وہ سمجھے حمزہ جیسے بہادر پہلوان سے لڑنا آسان نہیں ہے[1] (طبری۔ خمیس۔ روضۃ الاحباب۔ ابن ہشام)

(۹) **حضرت عمرؓ کا مشرف باسلام ہونا ۶ سنہ بعثت** حمزہ کے ہاتھ سے زک پاکر ابو جہل آنحضرت کی جان کا دشمن ہوگیا اور اپنے مجمع میں بولا کہ جو کوئی محمدؐ کا سر کاٹ کر لادے اُسکو سو اونٹ یا چالیس ہزار درہم انعام ملیگا حضرت عمر نے جو ابو جہل کے بہانجے تھے اور اپنے ماموں کی طرح آنحضرت کے سخت دشمن تھے کہا کہ یہ کام میں کرونگا اسوقت حضرت عمر کی عمر ۲۳ سال کی تہی پس اپنی سیف لیکر ارقم کے گھر کیطرف روانہ ہوئے۔ جہاں حضرت ابتک مقیم تھے[2]۔ راستہ میں سعد بن ابی وقاص (اور بروایتے نعیم بن عبداللہ عدوی) جو اپنے اسلام کو مخفی رکھتے تھے مل گئے۔ اُنہوں نے پوچھا کہ اے عمر کہاں جاتے ہو؟ جوابدیا کہ محمدؐ کو قتل کرنے۔ اُنہوں نے کہا کہ پھر تمہیں بنی عبد مناف جیتا کبھی چھوڑدینگے۔ عمر نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ تم بھی دین سے نکل گئے۔ سعد نے کہا میں تو محمدؐ پر ایمان لے آیا اشهد ان لا اله الا الله محمد رسول الله یہ سُنکر عمر نے تلوار کھینچ لی سعد نے بھی تلوار نکالی۔ پس دونوں میں تلوار چلنے ہی کو تہی جو سعد نے کہا کہ پہلے اپنی بہن آمنہ (وبروایتے فاطمہ) اور اُسکے شوہر سعید بن زید کی تو خبر لے کہ مسلمان ہوگئے ہیں۔ (اور درحقیقت یہ دونو حضرت عمر سے اپنا اسلام چھپاتے تھے اور خبّاب بن الارت آمنہ کو قرآن پڑہانے آتے تھے)۔ یہ سنکر حضرت عمر بہن کے دروازہ پر پہنچے اُسوقت خبّاب دونوں میاں بیوی کو سورۂ طٰہٰ پڑھا رہے تھے۔ عمرؓ کی آہٹ پاکر خبّاب تو چھپ گئے اور آمنہ نے اُس پرچہ کو چھپا لیا۔ عمر پڑھنے کی آواز سن چکے تھے اندر گئے تو سعید کو چمٹ گئے دونو میں خوب مارپیٹ ہوئی آخر عمر اُسکو پچھاڑ کر چھاتی پر چڑھ بیٹھے اور خنجر نکال لیا۔ اگر آمنہ بیچ میں نہ آجاتی تو سعید کا کام ہی تمام تھا۔ بہن مانع ہوئی تو اُسکے منہ پر ایسا گھونسا مارا کہ خون بہنے لگا۔ اب تو آمنہ نے صاف کہدیا کہ او دشمن خدا ہم تو مسلمان ہوگئے۔

[1] ابن خلدون نے لکھا ہے کہ حمزہ کے اسلام لانیکے بعد قریش نے دو آدمی مہاجرین حبشہ کی طلب میں نجاشی کے پاس روانہ کئے تھے

[2] تاریخ الخمیس میں صفوۃ الصفوہ میں لکھا ہے کہ حمزہ کا اسلام قبول کرنا ۲ سنہ بعثت کا واقعہ ہے اور ابو جہل کی بے ادبی اور اُسکو مارنا پیچھے اسلام آشکار کرنا ۶ سنہ بعثت کا ۔ ۳ ایرونگ نے واقدی سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر کی ہیبت ناک صورت سے بڑے بڑے بہادر ڈرتے تھے اور دوسروں کی تلوار سے لوگوں کو ایسی دہشت نہ ہوتی تہی جیسے حضرت عمر کے ہاتھ میں رکھنے کی لکڑی سے۔ نیز ایرونگ لکھتا ہے کہ جب حضرت عمر بیٹھے ہوتے تھے تو اُن لوگوں سے اونچے معلوم ہوتے تھے۔ جو کھڑے ہوتے تھے بڑے قدآور اور طاقتور جوان تھے۔ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں لکھا ہے کہ ابن عباس کہتے ہیں ایک دفعہ میں حضرت عمر سے ملنے گیا بوریے پر بیٹھے تھے سامنے تین سیر کے قریب کھجوریں اور ایک ٹھلیا پانی کی آگے رکھی تہی۔ حضرت نے وہ سب کھجوریں نوش کرلیں اور ٹھلیا کا پانی پیکر لیٹ رہے ۔ ۴ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ اسوقت حمزہ کے گھر میں تھے جو کوہ صفا کے نیچے ہی دامن میں تہا (خمیس) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو جہل کی آنحضرت کے ساتھ بے ادبی کرنے اور خود اسلام ظاہر کرنے کے بعد حمزہ آنحضرت کو اپنے گھر لے آئے تھے۔ صاحب تاریخ الخمیس نے حمزہ کے مکان کو بھی دار الارقم لکھا ہے۔ شاید ارقم کے دو مکان ہوں ایک صفا کے اوپر جسمیں وہ خود رہتے تھے دوسرا صفا کے نیچے جسمیں حمزہ رہتے تھے۔ اسی سبب سے مورخین کو دہوکا ہوا ہے کوئی لکھتا ہے ارقم کا مکان صفا کے اوپر تھا کوئی کہتا ہے صفا کے نیچے۔ غرض اسوقت علی۔ حمزہ اور باقی سب مسلمان حضرت کے ساتھ ہی تہے اور کل تعداد میں ۳۹ تھے۔ اسمیں کسیطرح کا شک نہیں کہ حضرت عمر حضرت ابوبکر

خدائے وحدہٗ لاشریک پر ایمان لانیکے جرم میں تو ہمیں اسطرح مارتا ہے سن لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ کہ کیا کرتا ہے حضرت عمرؓ ڈھیلے پڑے اور اپنی سختی پر نادم ہوئے سعید کی چھاتی پر سے اُترے۔ اور بہن سے بولے وہ پرچہ تو دکھاؤ جو تم پڑھ رہے تھے میں بھی تو دیکھوں کہ محمد پر کیا نازل ہوتا ہے۔ آمنہ نے کہا پہلے ہاتھ دھولے اُسوقت تیرے ہاتھ میں دونگی غرض ہاتھ دھلوا کر وہ پرچہ دیا حضرت عمر نے پڑھا۔ جوں جوں پڑھتے جاتے زیادہ اثر ہوتا جاتا۔ جب سب پڑھ لیا تو کہا کیا اچھا کلام ہے مجھے محمدؐ کے پاس لیچلو خباب کو یہ سنکر اطمینان ہوا باہر نکل آئے اور حضرت عمر کو دار ارقم میں حضور کے پاس لیگئے۔ دروازہ پر حمزہ طلحہ اور بعض اصحاب کھڑے تھے رسول اللہ نے اندر بلایا اور صحن میں حضرت عمرؓ کی کلائی پکڑ کر فشار دیا جس سے عمر گھٹنے کے بل بیٹھ گئے اور ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ کانپنے لگے۔ حضرت نے فرمایا کہ اے عمر کیا تو باز نہ آئیگا جبتک تُو ہی تیرے حق میں بھی نازل نہ ہو جو ولید بن مغیرہ کے حق میں نازل ہوئی تھی۔ عمر نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اسلام قبول کیا[1] (خمیس ابن ہشام)

حضرت عمرؓ کا اسلام لانا حمزہ کے اسلام کے ۳ دن بعد ہوا۔ اور جبکہ مسلمان حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے۔ مورخین نے لکھا ہے کہ اسوقت ۴۵ مرد اور ۱۱ عورتیں اور بروایت مشہور ۳۹ مرد و ۲۳ عورتیں مسلمان ہو چکے تھے۔ اسکے علاوہ ۸۳ مرد اور ۱۸ عورتیں وہ مسلمان بھی تھے جو حضرت عمر کے اسلام لانے سے پیشتر حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے۔

(۱۰) حضرت ابوبکرؓ سے بے ادبی۔ صاحب تاریخ الخمیس نے ذخائر العقبیٰ سے نقل کیا ہے کہ حافظ ابو القاسم دمشقی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمرؓ کا اسلام لانا اُسی دن کی بات ہے جسدن حضرت عمر کے اسلام لانے سے پہلے حضرت رسولؐ نے دار ارقم سے ظہور کیا ہے اور حضرت ابوبکر کفار قریش کے ہاتھ سے پٹے ہیں۔ یا اسکے تین دن بعد اور منتقیٰ میں ہے جسدن حضرت ابوبکر پٹے ہیں اُسدن حمزہ اسلام لائے ہیں۔ اور کیفیت حضرت ابوبکر کے پٹنے کی تاریخ الخمیس و معارج النبوۃ و ازالۃ الخفا و تاریخ الخلفاء میں اس طرح پر لکھی ہے کہ جب رسول اللہ صلعم کے اصحاب تعداد میں ۳۹ مرد ہو گئے تو حضرت ابوبکر نے اصرار کیا کہ یارسول اللہ اب آپ کو ظہور کرنا چاہئے۔ حضرت نے فرمایا اے ابوبکر ہم تھوڑے ہیں۔ جب حضرت ابوبکر نے بہت ہی اصرار کیا تو حضور صلعم نے نواحی مسجد میں ظہور کیا۔ اور ابوبکر کھڑے ہو کر لوگوں میں خطبہ پڑھنے لگے۔ اور رسول اللہ صلعم بیٹھے ہوئے تھے۔ پس مشرکین حضرت ابوبکر اور دیگر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے اور نواحی مسجد میں خوب مارا حضرت ابوبکر کے لاتیں ماریں اور ضرب شدید پہنچائی اور پھر عتبہ بن ربیعہ نے آکر اپنی پرانی گٹھی ہوئی جوتیاں اُتار کر حضرت ابوبکر کے مونہہ ہی مونہہ پر ایسی ماریں کہ منہ سوجھکر ناک چہرہ میں نظر نہ آتی تھی۔ حضرت کے قبیلہ بن تیم کو خبر پہنچی تو اُنہوں نے آکر چھڑایا۔ اور ایک کپڑے کی جھولی میں ڈالکر اُنکے گھر پہنچایا۔ سب کو یقین تھا کہ ابوبکرؓ نہیں بچینے کے۔ ماں باپ کنبہ کے لوگ گرد بیٹھے ہوئے باتیں کرتے مگر حضرت ابوبکر بیہوش پڑے ہوئے تھے کچھ جواب نہ دیتے۔ آخر دن رہے کہیں حضرت کو ہوش آیا۔

(۱۱) کعبہ میں اوّل نماز۔ مورخینؒ لکھتے ہیں کہ حضرت حمزہ اور حضرت عمر کے اسلام لانیکے بعد مسلمان ارکان اسلام مسجد حرام میں علانیہ ادا کرنے لگے صاحب تاریخ الخمیس لکھتے ہیں کہ عمرؓ مسلمان ہوئے تو رسول اللہ سے عرض کیا ہمیں لائق نہیں کہ اپنے دین کو چھپائیں اور چھپتے پھریں۔ حالانکہ ہم حق پر ہیں اور وہ باطل پر حضرت نے

[1] حضرت عمر جمعرات کے دن مسلمان ہوئے اور اس سے ایک دن پہلے آنحضرتؐ نے بروایت دارقطنی یہ دعا فرمائی تھی کہ بارالٰہا ابوجہل کو یا عمر کو اسلام سے عزت دے۔ دارقطنی نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ یہ جو مشہور ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ اسلام کو حضرت عمر یا ابوجہل سے عزت دے یہ غلط ہے اسلام عزت دیتا ہے۔ اسلام کسی سے عزت نہیں پاتا[2] اکسیر التواریخ و روضۃ الاحباب وغیرہ۔

فرمایا کہ ہم تھوڑے ہیں اور جو کچھہ ہمپر گذر چکی ہے وہ تو دیکھہ چکا ہے مگر وہ اصرار کرکے آنحضرت کو خانہ کعبہ کی طرف اسطرح لیگئے کہ عمرؓ تلوار لیکر آگے ہوئے اُنکے پیچھے علیؓ پھر رسول اللہ صلعم اور ابوبکرؓ اور حمزہؓ آنحضرت کے دایئں بائیں اور باقی اصحاب آنحضرت کے پیچھے ۔ دوران کعبہ میں آئے تو لوگ مخل ہوئے حمزہؓ ۔ علیؓ ۔ اور عمرؓ نے اُس گروہ کو ہٹادیا اور آنحضرت نے دو رکعت نماز علانیہ کعبہ میں پڑھی ۔ اور دار الارقم کی طرف مراجعت کی ۔ مگر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے اصرار پر جو آنحضرت نے کعبہ میں دو دفعہ اعلان کیا اس سے قریش کی آتش عداوت اور بھی بھڑکی اور اسکا خمیازہ تین برس تک بھگتنا پڑا ۔ چنانچہ آنحضرت مع تمام بنی ہاشم کے تین سال تک شعب ابیطالب میں محصور رہے جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے +

(۱۲) پیغمبر شعب میں ۷ سنہ بعثت

جب کفار قریش نے دیکھا کہ اسلام روز بروز بڑھتا چلا جاتا ہے اور ادہر عمرو بن عاص اور عبداللہ بن اُمیہ نجاشی کے پاس سے خائب و خاسر واپس آئے اُدہر خاص خانہ کعبہ میں دو مرتبہ اعلان نبوت وقوع میں آیا تو بہت مضطرب ہوئے ۔ اب تک دس بیس مفسد آنحضرت کی مخالفت کرتے تھے اب کل قریش ایک دل ہوکر آنحضرت کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے اور نبوت کا ساتواں سال شروع ہونے پر بروایت ابن ہشام و ابن اثیر و طبری ابوجہل بن ہشام اور شیبہ اور عتبہ بن ربیعہ اور نضر بن الحارث اور عاص بن وائل اور عقبہ بن ابی معیط وغیرہ کٹے مشرکین کے ایک گروہ کے ساتھ رسول اللہ صلعم کے قتل پر کمر باندہ کر ابوطالب کے پاس آئے اور صاف صاف لفظوں میں کہا کہ محمدؐ نے ایک نئے مذہب نکالا ہے اور ہمیشہ ہمارے خداؤں کو برا کہتا ہے اُسے ہمارے حوالہ کردو کہ ہم اُسے قتل کریں یا ہمسے جنگ کرنے پر آمادہ ہو جاؤ اُسوقت ابوطالب نے اُنکو ٹالدیا اور وہ لوگ چلے گئے اور رسول اللہ اپنا کام کرتے رہے قریش نے پھر ابوطالب سے شکایت کی اور پہلے سے زیادہ اصرار کیا اُسوقت ابوطالب نے آنحضرت کو اپنے پاس بلایا اور جو کچھہ اُن لوگوں نے کہا تہا بیان کیا اور فرمایا مناسب یہ ہے کہ اس گروہ شریر کے معبودوں کے عیوب بیان کرنے چھوڑ دو کہ نوبت جدال و قتال کی نہ پہنچے آنحضرت صلعم یہ کلام سنکر سمجھے کہ ابوطالب میری حمایت سے دست بردار ہوتے ہیں فرمایا کہ اے چچا جو کچھہ میں کہتا اور کرتا ہوں خدا کے حکم سے کرتا ہوں اپنے پرائے کے دہمکانیسے میں اس سے باز نہیں آسکتا ۔ اگر آپ میری مدد و حمایت کریں تو آپ کے واسطے بہتر ہے ورنہ نصرت آسمانی میرے لئے کافی ہے ۔ پھر اُٹھکر چلنے لگے ۔ آنحضرت کو افسردہ خاطر دیکھکر ابوطالب کا دل بھر آیا ۔ اور کہا اے محمدؐ ادہر آؤ ۔ جس کام پر تم مامور ہوئے ہو کئے جاؤ جبتک میں زندہ ہوں دشمنوں میں سے کوئی تمہاری طرف نظر اُٹھاکر بھی نہ دیکھہ سکیگا اور اس باب میں چند اشعار پڑہے کہ دو بیتیں اُنہیں سے یہ ہیں ۔ ع

واللہ لن یصلوا الیک بجمعہم	حتی اُوسد فی التراب دفینا
فاصدع بامرک ما علیک غضاضۃ	وابشر بذاک وقر منک عیونا

ترجمہ ۔ قسم ہے خدا کی نہ پہنچیں گے وہ سب تیری طرف یعنے وہ سب ملکر بھی تیرا کچھہ نہیں کرسکتے ۔ جبتک کہ نہ گاڑا جاؤں میں زمین میں ۔ پس تو اپنے امر کو علانیہ بیان کئے جا تیرے لئے کوئی تنگی نہیں ہے اور اس سے خوش ہو اور آنکھوں کو ٹھنڈا رکھہ + اسکے بعد بروایت ابن ہشام و ابن اثیر و صاحب تنقیح الکلام قریش نے پھر کوشش کی کہ ابوطالب کو سمجھا بجھا کر اُنکے بھتیجے کو لیلیں اور اُنکے مبادلہ میں ایک نوجوان کو بنی مخزوم میں سے (جسکا نام طبری نے عمارہ

... الکشاف والفرا ... و سیر المطالب +

بن ولید بن مغیرہ لکھا ہے) دینے کو کہا مگر کچھ پذیرا نہ ہوا۔ آپنے فرمایا کہ تم تو اپنے لڑکے کو اسلئے دیتے ہو کہ میں اُسکی پرورش کروں اور میں اپنا لڑکا اسلئے دیدوں کہ تم اُسے قتل کرڈالو۔ اور پھر صاف صاف کہدیا کہ ہرچہ باداباد میں اپنے بھتیجے کی نصرت ضرور کرونگا۔ اس سے قریش کی آتش غضب اور زیادہ افروختہ ہوئی اور زیادہ ستانے کی دھمکی دی۔ اسپر ابوطالب نے بنی ہاشم اور بنی مطلب کو بلاکر آنحضرت صلعم کو شر اصحاب ضلالت سے بچانے کے واسطے مدد کی خواستگاری کی[1]۔ اور سوائے ابولہب کے ان دونوں قبیلوں کے تمام آدمیوں نے اس بات کو قبول کیا۔ مومنوں نے مثوبت اُخروی خیرہ کی غرض سے اور کافروں نے حمیت خاندانی کا لحاظ کرکے۔ اور ابوطالب محرم سنہ ۷ بعثت میں[2] آنحضرت کو اور اُن سب آدمیوں کو جو بروایت حیات القلوب تعداد میں چالیس تھے اپنی گڈھی میں جسے شعب ابوطالب کہتے تھے لیگئے[3] اور اُسکے اطراف کو مضبوط کرکے آنحضرت کی حفاظت کرنے لگے۔

جب کفار قریش نے دیکھا کہ ابوطالب آنحضرت صلعم کی حمایت و حفاظت میں نہایت سرگرم ہیں تو آپس میں عہد کرلیا کہ بنی ہاشم اور بنی مطلب سے نکاح اور بیع و بیوپار کبھی نہ کرینگے۔ جبتک وہ محمد صلعم کو حوالہ نہ کردینگے۔ اور اس امر کا عہدنامہ لکھکر خانہ کعبہ میں رکھ آئے۔ اس عہدنامہ کے لکھوانیمیں ابوجہل سب سے زیادہ ساعی اور سرگرم تھا۔ بنی ہاشم میں سے صرف ابولہب مع اپنی زوجہ ام جمیل[4] کے کفار قریش کے ساتھ تھا۔

صاحب تاریخ الخمیس۔ صاحب حیات القلوب۔ اور واشنگٹن ایرونگ نے لکھا ہے کہ سال میں دو دفعہ موسم کے وقت یعنی رجب میں موسم عمرہ میں اور ذیحجہ میں موسم حج میں بنی ہاشم شعب سے باہر آتے اور خرید و فروخت کرکے پھر شعب میں چلے جاتے تھے اور دوسرے موسم آنے تک ہرچند گرسنگی اور احتیاج اُنپر غالب آتی۔ خوف قریش سے باہر نہ آسکتے۔ کیونکہ قریش نے اُنکا محاصرہ کر رکھا تھا۔ بغیر موسم کوئی شخص باہر نکلتا تو لوگ اُسکو مارتے بازار میں کوئی چیز خرید یا فروخت نہ کرنے دیتے۔ بلکہ موسم حج میں اگرچہ اُسمیں لڑائی منع تھی باہر آتے تو بدقت تمام اُن کو تھوڑی قوت بہم پہنچتی کیونکہ کفار نے دوکانداروں کو اُنکے ہاتھ خرید و فروخت کرنے سے منع کیا ہوا تھا۔

اس قید نے اہل شعب پر بڑی مصیبت ڈالی۔ جسمانی اور روحانی تکلیف کے علاوہ رزق کی تنگی کی یہ نوبت پہنچگئی کہ درختوں کے پتے کھانے لگے۔ ناتے کنبے والے جو چوری چھپے ان کو کوئی چیز بھیجتے اور لوگوں کو خبر ہوجاتی تو وہ اپنے ہمچشموں میں رسوا کئے جاتے اور بدعہد قرار پاتے تھے۔ تین برس اسی حالت میں گذرے۔ اہل شعب کی حالت روز بروز زبوں ہونے لگی۔ اُنکے بچے بھوک سے شور مچاتے تو رات کو پڑوسیوں کی نیند حرام ہوجاتی اس ہنگام میں بھی وحی نازل ہوتی رہی اور حضرت کار رسالت سرانجام دیتے رہے + اب بعض رحم دلوں کو ترس آیا سب سے پہلے ہشام بن عمر بن حرث کے دل میں یہ خیال گذرا کہ ہم اور ہمارے بچے کھاتے پیتے ہیں اور بنی ہاشم فاقہ کرتے ہیں یہ ٹھیک نہیں ہے۔ پس ام سلمہ کے بھائی زہیر بن ابی اُمیہ بن مغیرہ مخزومی اور مطعم بن عدی ابن نوفل

---

[1] اور بروایت حیات القلوب اُن سے یہی کہا کہ کعبہ اور حرم کی قسم کھاکر کہتا ہوں کہ اگر دشمن کے ہاتھ سے (محمد کے) پانوں میں کانٹا بھی چبھا تو میں تم سب کو ہلاک کرونگا [2] اسوقت آنحضرت صلعم کی عمر ۴۶ برس کی ہوچکی تھی اور خدیجۃ الکبری بھی حضرت کے ساتھ ہی شعب میں گئی تھیں بعض مورخین نے شعب میں پناہ لینے کا سال ۶ سنہ بعثت لکھا ہے مگر ۱۰ سنہ بعثت میں شعب سے باہر آنے پر سب کا اتفاق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض نے دو سال اور بعض نے تین سال آنحضرت کا قیام شعب میں لکھا ہے [3] سیرۃ الحلبیہ میں لکھا ہے کہ اس موقعہ پر آنحضرت نے مکہ کے مسلمانوں کو حبشہ کیطرف (دوسری) ہجرت کا حکم دیا ہے۔ اور شعب میں جانیکے بعد ہی قریش نے عمرو بن عاص وغیرہ کو نجاشی کے پاس مسلمانوں کے واپس بلانیکے واسطے بھیجا ہے [4] ام جمیل ابوسفیان بن حرب کی بہن تھی اسکو قرآن میں حمالۃ الحطب لکھا ہے۔ کیونکہ یہ بسبب عداوت آنحضرت کی راہ میں کانٹے بچھادیتی تھی +

بن عبد... بن ہشام اور زمعہ بن الاسود بن المطلب بن اسد کو بھی اپنا ہم خیال بنایا۔ آج یہ ہوا دوسرے دن یہ لوگ اکٹھے ہو کر قریش کے مجمع میں جا کر بیٹھے۔ زہیر کہنے لگا اے گروہ قریش کیا یہ مناسب ہے کہ ہم لوگ اپنے بال بچوں میں عیش سے بسر کریں اور بنی ہاشم ہمارے عزیز ہو کر فاقہ کشی میں زندگی گزاریں۔ ابوجہل نے کہا تم ہنستے ہو تم ہرگز عہدنامہ سے نہ پھرو گے۔ زمعہ نے بھی عہدنامہ کے نامناسب ہونے پر گفتگو کی اور کہا کہ ہم لوگ تو اچھی طرح راضی بھی نہ ہوئے تھے کہ وہ جھٹ پٹ تکمل کر لیا گیا۔ ہشام مطعم اور ابوالبختری نے بھی یکے بعد دیگرے اسی تحریک کی تائید کی۔ ابوجہل بولا یہ کہی بدی باتیں قابل لحاظ نہیں ہو سکتیں یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ ابوطالب آ پہنچے اور کہنے لگے کہ جو عہدنامہ تم نے لکھا ہے اُسے کیڑا کھا گیا ہے نام خدا کے سوا کوئی نام پڑھا نہیں جاتا۔ محمدؐ نے مجھ سے ایسا بیان کیا ہے۔ اُس پرچہ کو منگا کر دیکھو اگر جو بات میرے بھتیجے نے کہی ہے راست ہو تو ہم لوگوں کو زحمت سے نکالو اور قطع رحم سے باز آؤ اور اگر جھوٹ نکلے تو بیشک اُسے تمہارے سپرد کر دونگا کہ ہلاک کرو۔[1] پرچہ منگایا گیا۔ آنحضرت کا فرمانا سچ نکلا۔ یہ دیکھکر ابوطالب کے جان آ گئی آواز کراری ہو گئی بولے کہ کچھ تم پر ظاہر ہوا تم لوگ ظلم کے لئے زیادہ اولی ہو۔ قریش نے اپنے سر جھکا لئے اور بولے سحر کیا ہے۔ جب اُن پانچ شخصوں نے جنہوں نے اس عہدنامہ کے توڑنے کی تحریک کی تھی اس کرم خوردہ کاغذ کو دیکھا تو بولے کہ ہم اس ردی کاغذ کے پابند نہیں ہو سکتے۔ اور مطعم نے وہ کاغذ لیکر پھاڑ ڈالا۔[2] اکثر قریش اُس کاغذ کے پھٹنے پر راضی معلوم ہوئے۔ پس وہ پانچوں آدمی در شعب پر مسلح آئے اور ہر ایک کو اُسکے گھر بھجوا دیا اور بنی ہاشم جس طرح پہلے رہتے تھے اُسیطرح رہنے لگے۔ یہ واقعہ دسویں سال نبوت کا ہے۔ اسوقت آنحضرت ۴۹ سال کے تھے۔ اور پچاسواں شروع تھا۔ اسی شعب میں عبداللہ بن عباس ہجرت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے تھے (روضۃ الاحباب۔ طبری۔ ابن اثیر)

(۱۳۳) شق القمر اہل سیر لکھتے ہیں کہ سنہ ۹ بعثت میں معجزہ شق القمر کوہ ابوقبیس پر آنحضرت سے واقع ہوا چونکہ ان دنوں میں آنحضرت صلعم شعب میں محصور تھے اسوجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ معجزہ اُسوقت ہوا ہوگا جب آنحضرت کو موسم میں شعب سے باہر آنیکا موقع ملا ہوگا۔

(۱۳۴) بعض مہاجرین حبشہ کی واپسی ابن خلدون اور صاحب کثیر التواریخ وغیرہ نے لکھا ہے کہ جب کفار قریش بنی ہاشم کے شعب سے نکلکر اپنے اپنے گھروں میں آنے کے مزاحم نہوئے تو مہاجرین حبشہ کو یہ غلط خبر پہنچی کہ قریش مسلمان ہو گئے ہیں اور اس وجہ سے عثمان بن عفان اور اُنکی بیوی رقیہ۔ ابوحذیفہ اور اُن کی بیوی۔ عتبہ بن عتبہ بن غزوان۔ زبیر بن العوام۔ عبدالرحمن بن عوف۔ مصعب بن عمیر۔ اور اُنکے بھائی۔ مقداد بن عمرو عبداللہ بن مسعود۔ ابوسلمہ بن الاسد اور اُنکی بیوی ام سلمہ۔ سلمہ بن ہشام بن مغیرہ۔ عمار یاسر۔ عبداللہ وقدامہ وعثمان پسران مظعون اور عثمان بن مظعون کا لڑکا سائب۔ خنیس بن حذافہ۔ ہشام بن العاصی۔ عامر بن ربیعہ اور اُسکی بیوی عبداللہ بن مخرمہ۔ عبداللہ بن سہیل بن سکران بن عمرو۔ سعد بن خولہ۔ ابوعبیدہ بن جراح۔ سہیل بن بیضا۔ عمرو بن ابوسرح یہ ۲۹ آدمی سنہ ۱۰ بعثت میں مکہ میں واپس آئے بعض چھپکر مکہ میں داخل ہوئے اور بعض کسی کی حمایت میں جا کر مقیم ہوئے۔ تا آنکہ ہجرت مدینہ کا وقت آیا۔ بعد اسکے کہ بعض بزرگ انمیں سے مکہ ہی میں فوت ہو چکے تھے

[1] اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابوطالب رسول اللہ صلعم کے ارشادات پر کمال یقین و ایمان رکھتے تھے۔ مولف

[2] طبری وغیرہ اہل سیر نے لکھا ہے کہ یہ عہدنامہ منصور بن عکرمہ بن ہاشم نے لکھا تھا اُسکا ہاتھ شل ہو گیا تھا۔

لیکن جب یہ ۲۹ آدمی مکہ میں آئے تو اُنہوں نے مسلمانوں کو اُسی حالت میں پایا جس میں اُنکو چھوڑ کر گئے تھے یعنے قریش اُنکو ستاتے اور وہ تحمل کرتے تھے +

(۱۵) مختلف واقعات (۱) سنہ ۵ بعثت میں اوس و خزرج میں مدینہ میں نہایت سخت لڑائی ہوئی جو یوم بعاث کے نام سے مشہور ہے۔ (۲) سنہ ۵ بعثت میں ایرانیوں نے رومیوں کو شکست دی۔ اور چونکہ ایرانی آتش پرست تھے اور رومی عیسائی اہل کتاب۔ اس سبب سے کفار مکہ کو خوشی اور مسلمانوں کو رنج ہوا مگر حضرت نے مسلمانوں کی تسلی کی کہ ۳ اور ۹ سال کے درمیان رومی ایرانیوں کو شکست دینگے۔ اور بعد میں ایسا ہی ہوا کہ نو برس گزرنے سے پہلے رومی ایرانیوں پر غالب آئے[1]۔ یہ پیشین گوئی حقیت قرآن اور آنحضرت کی حقیت رسالت پر کافی دلیل ہے۔ (۳) سنہ ۵ بعثت میں حضرت ابوبکر بقصد ہجرتِ حبشہ گھر سے نکلے مگر ابن الدغنہ اُنکو واپس پھیر لایا اور اُنکو اپنی حمایت میں لیلیا صاحب روضۃ الاحباب نے یہ واقعہ سنہ ۱۳ بعثت میں لکھا ہے +

(۱۶) وفات ابوطالب و خدیجۃ الکبریٰ سنہ ۱۰ بعثت شعب سے نکلے ہوئے بروایت یعمری ۸ مہینے ۲۱ دن اور بروایت صاحب حیوۃ الحیوان ۸ مہینے ۱۱ دن ہوئے تھے کہ ماہ شوال یا اول ذیقعد سنہ ۱۰ بعثت میں حضرت ابوطالب نے انتقال کیا۔ اور اسکے تین دن بعد حضرت خدیجہ بھی راہی ملک بقا ہوئیں[2]۔ حضرت ابوطالب اور حضرت خدیجہ کے انتقال سے آنحضرت کو اسقدر رنج و قلق ہوا کہ آنحضرت نے اس سال کا نام عام الحزن (سال غم) رکھا۔ کیونکہ دونو حضرت کے وزیر و مشیر اور اول درجہ کے حامی و مددگار تھے[3] +

(۱۷) ابوطالب ابوطالب نے آنحضرت اور دین اسلام کی حمایت میں جسقدر کوشش کی حد توصیف سے باہر ہے۔ عبد الحمید بن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغۃ میں مدح حضرت ابوطالب اور مدح حضرت علی میں ایک قصیدہ لکھا ہے اُس میں لکھتا ہے۔ ع

وَلَوْلَا اَبُوطَالِبٍ وَابْنُہٗ + لَمَا مَثَلَ الدِّیْنُ شَخْصًا وَقَامَا +
فَذَاکَ بِمَکَّۃَ آوٰی وَحَامٰی + وَھٰذَا بِیَثْرِبَ خَاضَ الْحِمَامَا +

یعنے اگر ابوطالب اور اُنکے فرزند دلبند علی نہ ہوتے تو دین اسلام کبھی صورت پذیر و قایم نہ ہو سکتا تھا۔ کیونکہ اُس نے یعنے ابوطالب نے مکہ میں اُسکو پناہ دی اور اُسکی حمایت کی اور اسنے یعنے علی نے مدینہ میں اپنے تئیں خوفناک مہلکوں میں ڈالا۔

---

[1] گبن اور دیگر عیسائی مورخین نے لکھا ہے کہ وہ لڑائی جس میں ایرانیوں نے فتح پائی سنہ ۶۱۱ ع سے سنہ ۶۲۰ ع تک رہی اور جسمیں رومیوں نے فتح پائی سنہ ۶۲۲ ع سے سنہ ۶۲۸ ع تک رہی۔ ایرانیوں نے سنہ ۶۱۶ ع تک تمام ایشیا کوچک و مصر فتح کر لیا اور قسطنطنیہ سے ایک میل کے فاصلہ پر پڑاؤ ڈالدیا صرف آبنائے باسفرس حد فاصل تھے مگر سنہ ۶۲۳ ع میں رومیوں نے ایرانیوں کو بھاری شکست دیکر اپنے علاقے واپس لینے شروع کر دیے۔

[2] صاحب مواہب اللدنیہ لکھتے ہیں کہ ابوطالب نے نصف شوال سنہ ۱۰ بعثت میں ۸۷ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ حیات القلوب میں لکھا ہے کہ وفات ابوطالب ۲۶ رجب کو یا آخر سنہ ۱۰ بعثت میں ہوئی اور اُسکے تین دن بعد خدیجہ کی وفات ہوئی۔ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ وفات پائی ابوطالب نے شوال یا ذیقعد میں اور خدیجہ مر چکی تھیں اُن سے ۳۵ دن پہلے اور بعض نے دونو کی وفات میں ۵۵ دن کا فاصلہ لکھا ہے۔ مورخین کو ان دونوں کی وفات کی تقدیم و تاخیر میں بھی اختلاف ہے۔ صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ ابوطالب کی وفات کے تین دن یا ۳۵ دن بعد جناب خدیجہ کا انتقال ہوا۔ زیادہ مشہور و صحیح یہی ہے کہ حضرت ابوطالب کے ۳ دن بعد حضرت خدیجہ کا انتقال ہوا

[3] قبرہائے مبارک حضرت ابوطالب۔ اور جناب خدیجۃ الکبریٰ مکہ کے قبرستان حجون میں کہ ایک پہاڑ ہے ابتک موجود ہیں یہ بے گنبد کے تھیں اواسط تیرھویں صدی ہجری میں جب مرزا جعفر علی فصیح لکھنوی نے آخر ایام حیات میں مکہ کی طرف ہجرت کی تو بکمال جانفشانی مومنین کو ترغیب و تحریص دیکر ان دونوں قبروں کے گنبد تعمیر کرائے +

اور اصل بھی یہی ہے کہ وقت وفات عبد المطلب کے آن سرور کو ابو طالب نے ایسی شفقت اور محبت سے پرورش کیا کہ اپنی اولاد کی بھی ایسی غور و پرداخت نہ کی۔ جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔ ابو طالب ہی کے گھر میں اور ابو طالب ہی کی حمایت میں قریش کو جمع کرکے اظہار نبوت کیا گیا۔ جب کبھی کفار اُن حضرت سے بے ادبی کرتے ابو طالب پسینہ کی جگہ خون بہانے کو موجود ہو جاتے۔ علاوہ ازیں بحیثیت متولی خانہ کعبہ اور سردار قریش ہونے کے ابو طالب کی عظمت و وقعت بھی ایسی تھی کہ قریش کی ہمت آنحضرت کی ضرر رسانی کی طرف بہت کم پڑتی تھی۔ ورنہ کبھی کا حضرت کو ہلاک کر ڈالتے۔[1]

بروایت حیاۃ القلوب و معارج النبوۃ جب شعب میں تھے قریش نے محاصرہ کیا ہوا تھا۔ ابو طالب شب و روز آنحضرت کی پاسبانی کیا کرتے۔ رات ہوتی تو آنحضرت آرام فرماتے ابو طالب تلوار لیکر آنحضرت کے گرد پھرا دیتے۔ اول شب کو ایک جگہ سلاتے کچھ رات گذر جانیکے بعد دوسری جگہ لیجاکر سلا دیتے اور پہلے مقام پر حضرت کی جگہ حضرت علی کو لٹا دیتے۔ دن کو اپنے فرزندوں بھتیجوں کو مقرر کر رکھا تھا۔ کہ حضرت کی حفاظت اور حراست کرتے تھے۔ ایک دفعہ شعب میں قریش نے پیغام بھیجا کہ اگر محمدؐ کو ہمارے حوالہ کردو کہ ہم اُسے ہلاک کریں تو ہم تم کو اپنا بادشاہ بناتے ہیں۔ ابو طالب نے اُنکے جواب میں قصیدہ لامیہ لکھکر بھیجا۔ اس قصیدہ میں حضرت کی بہت تعریف کی۔ اور نبوت آنحضرت پر اپنا اعتقاد ظاہر کیا اور کہا کہ جبتک میں زندہ ہوں اسکی مدد و حمایت سے ہاتھ نہ اُٹھاؤنگا۔ شروع اسلام میں جب حضرت علی کو آنحضرتؐ کے ساتھ نماز پڑھتے دیکھا اپنے بیٹے جعفر کو بھی ہدایت کی کہ حضرت کے ساتھ نماز پڑھے۔ صاحب روضۃ الاحباب اور علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ جبتک ابو طالب جیتے رہے قریش میرا کچھ نہ کرسکے۔ تاریخ الخمیس میں مواہب اللدنیہ سے لکھا ہے کہ جب وقت وفات ابو طالب کا قریب آیا تو سرداران قریش کو بلایا (اپنے اولاد بھائی بھتیجوں کو جمع کیا) اور وصیت کی کہ محمدؐ کے ساتھ بہ نیکی پیش آنا کیونکہ وہ امین ہے قریش میں اور صدیق ہے عرب میں۔ اور اُسمیں وہ سب باتیں ہیں جن کی بابت میں تمکو وصیت کرتا ہوں اور وہ (خدا کی طرف سے) ایسی بات لایا ہے جسکو دل مانتے ہیں گو کہ زبان انکار کرتی ہے بخوف بدنامی کے۔ اگر میں کچھ اور زندہ رہتا تو میں اُس سے خطروں اور مہلکوں کو روکتا رہتا۔ اور بلاؤں کو دفع کرتا رہتا۔ اے گروہ قریش تم اُسکے معین و مددگار رہنا۔ اور بروایت روضۃ الاحباب یہ بھی کہا کہ اگر محمدؐ کی بات سنوگے اُسکی اطاعت اور اعانت کروگے تو خیر و نیکی پر رہوگے اور فلاح و رشد سے بہرہ ور ہوگے۔ تہذیب المتین میں لکھا ہے کہ بعد اسکے جناب سرور کائنات اور حضرت علی کو بلایا اور اپنے سینہ سے لگا کر کہا قسم بخدا کہ مجھپر تمہاری جدائی بہت شاق ہے میرے بعد کون تمہاری پرستاری کریگا۔ پھر سب سے کہا کہ میں تمکو حمایت و حفاظت خدا میں سونپتا ہوں اس سے بہتر کوئی بندوں کا محافظ نہیں ہے۔ بعد اسکے بروایت عباس کلمہ شہادت پڑھ کر راہی ملک بقا ہوئے کلمہ شہادت پڑھنے اور ابو طالب کے مسلمان ہونے میں مورخین و اہل سیر میں اختلاف ہے۔ مگر زیادہ تر اُنکے اسلام کے قائل ہوئے ہیں۔ متاخرین میں بھی سید احمد زینی دحلان مفتی مکہ نے ایک کتاب اسنی المطالب فی نجات ابی طالب ثبوت ایمان ابو طالب میں نہایت مدلل لکھی ہے۔ ابو الفدا بھی ابو طالب کے اسلام و ایمان کا قائل ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ جب ابو طالب کے مرض نے شدت پکڑی تو رسول خدا نے اُنسے فرمایا کہ اے چچا کلمہ شہادت پڑھ لو کہ قیامت میں تمہارے لئے شفاعت حلال ہو جائے۔ ابو طالب نے کہا کہ اے بھتیجے اگر اپنی قوم کے برا کہنے اور قریش کے

[1] چنانچہ بروایت روضۃ الاحباب رسول اللہ ابو طالب کے ایام مرض میں اُنکے بالین پر آکر بیٹھے اور فرمایا اے چچا خداوند کریم آپ کو جزائے خیر دے کہ حالت صغر میں آپنے میری پرورش کی اور جب بڑا ہوا تو آپنے میری حفاظت کی آپ کا حق مجھ پر کل آدمیوں سے بیشتر کہ میرے باپ سے بھی زیادہ ہے۔

اس گمان کا خوف نہ ہوتا کہ مینے موت سے ڈر کر کلمہ پڑہا ہی تو میں ضرور پڑھ لیتا - پس جب ابوطالب کا وقت وفات قریب آیا تو وہ اپنے ہونٹوں کو حرکت دینے لگے - عباس نے کان لگا کر سُنا اور کہا قسم خدا کی اے بھتیجے جس کلمہ کا تمنے حکم دیا تھا وہ ابوطالب نے پڑھ لیا - رسول اللہ نے فرمایا اے چچا خدا کا شکر ہی جس نے آپ کو ہدایت کی - صاحب تاریخ الخمیس و صاحب مواہب اللدنیہ اور محمد بن اسحق نے بہی یہ روایت لکھی ہی (ایر ونگ ص ٦٢) بہی ایسا ہی لکھتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ یہ جو مشہور ہے کہ ابوطالب نے وقت وفات یہ کہا کہ میں عبدالمطلب کے مذہب و اعتقاد پر مرتا ہوں اس سے بہی ابوطالب کا مسلمان مرنا ثابت ہی کیونکہ شارحین نے لکھا ہے کہ آخر عمر میں عبدالمطلب نے بت پرستی ترک کر دی تہی اور توحید کے قائل ہو گئے تہے - مؤلف کہتا ہے کہ فرقہ شیعہ کا یہ اعتقاد ہے کہ انبیاء اور اوصیاء کے والدین مشرک ہوتے ہی نہیں + ائمہ اہلبیت اور امامیہ کو اُن کے اسلام و ایمان میں کسی طرحکا کلام نہیں - صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ ثقۃ الحفاظ ابوالکرام عبدالسلام بن محمد بن احسن نے کتاب مستقصیٰ میں ثقہ عالموں سے نقل کیا ہے کہ ائمہ اہلبیت کا اسپر اتفاق ہے کہ ابوطالب مسلم مرے اور خلاف اہلبیت بہ تحقیق اسلام میں خلاف غیر معتبر ہے" پھر صاحب حبیب السیر و تاریخ الخمیس ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت رسالت حضرت ابوطالب کے جنازہ کے آگے آگے چلتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے چچا تم صلہ رحم بجالائے اور تمنے نیکیاں کیں - خداوند کریم تمکو جزای خیر دے +

صاحب کشف الغمہ نے مناقب ابوالموید موفق بن احمد خوارزمی سے نقل کیا ہے کہ ابوطالب کے چار بیٹے تھے اور ایک لڑکی - طالب - عقیل - جعفر - علی - ان چاروں میں سے ترتیب وار ایک دوسرے سے دس سال چھوٹا تھا - لڑکی کا نام فاختہ تھا جن کی کنیت ام ہانی تہی[ا] +

بعض اشعار جو ابوطالب نے آنحضرت صلعم کی مدح اور اسلام کی تعریف میں ارشاد کئے ہیں اُن حضرت کے اسلام کا ثبوت دیتے ہیں

(۱) وَلَقَدْ عَلِمْتُ بِاَنَّ دِیْنَ مُحَمَّدٍ - مِنْ خَیْرِ اَدْیَانِ الْبَرِیَّۃِ دِیْنًا + لَوْلَا الْمَلَامَۃُ اَوْ حَذَارُ مَسَبَّۃٍ - لَوَجَدْتَنِیْ سَمْحًا بِذَاکَ مُبِیْنًا + وَدَعَوْتَنِیْ وَعَرَفْتُ اَنَّکَ نَاصِحِیْ - وَلَقَدْ صَدَقْتَ وَکُنْتَ فِیْہِ اَمِیْنًا + (ترجمہ) اور مینے جان لیا کہ دین محمد کا دنیا کے تمام دینوں سے بہتر ہے - اور اگر ملامت اور برا بہلا کہنے کا خوف نہ ہوتا - تو تو مجھہ کو دیکھہ لیتا کہ میں کھلم کھلا اُسے قبول کرتا - تو نے مجھکو ہدایت کی اور مینے جان لیا کہ تو میرا ناصح ہے اور تو سچا ہے اور اسمیں امین ہے (تاریخ الخمیس ابوالفدا و روضۃ الاحباب)

(۲) اَلَمْ تَعْلَمُوْا اَنَّا وَجَدْنَا مُحَمَّدًا - نَبِیًّا کَمُوْسٰی خُطَّ فِیْ اَوَّلِ الْکُتُبِ + (ترجمہ) آیا تم نہیں جانتے کہ ہمنے محمد کو نبی پایا مثل موسیٰ کے کہ اُنکا ذکر کتب سابقہ میں لکھا ہوا ہے (مواہب اللدنیہ - تہذیب المتین)

وَاِنَّ عَلَیْہِ فِی الْعِبَادِ مَوَدَّۃً - وَلَا خَیْرَ مِمَّنْ خَصَّہُ اللّٰہُ بِالْحُبِّ + (ترجمہ) اور بندوں پر اُسکی محبت لازم ہے کیونکہ جسے خدا نے اپنا محبوب بنایا اُس سے بہتر اور کون ہوگا ؟ فَلَسْنَا وَرَبِّ الْبَیْتِ نُسْلِمُ اَحْمَدًا - لِعَزَّاءٍ مِنْ عَضِّ الزَّمَانِ وَلَا کَرْبٍ (ترجمہ) قسم ہے ہمیں خدائے کعبہ کی کہ زمانہ کی کسی مصیبت و تکلیف سے گھبرا کر احمد کو ہم حوالہ نہ کرینگے (اسنی المطالب) صاحب مواہب نے روایت کی ہے کہ ایک سال مکہ میں خشکی و قحط سالی تہی ابوطالب حضرت رسول خدا کو لیکر باہر آئے حالانکہ وہ حضرت اُسوقت طفل صغیر السن تھے اور روئے انور مثل آفتاب روشن تھا آنحضرت کو گود میں اُٹھا لیا اور اپنی پشت مبارک کو خانہ کعبہ سے لگا کر کھڑے ہوئے اور پناہ چاہی آنحضرت سے

(۱) توفی و عمت انک صادق لا یعقد (؟) کی المطالب

(۲) خط ذکرہ فی الکتب اسنی المطالب ۱۳

[ا] ام ہانی ہبیرہ بن عمرو مخزومی کے نکاح میں تہیں مگر اسلام نے اُنکو جدا کر دیا تہا (اصابہ) + [ا۲] و دعوتنی و زعمت انک ناصح - ولقد صدقت و کنت ثم امینا + وعرضت دینا لا محالۃ انہ - من خیر ادیان البریۃ دینا + لولا الملامۃ او حذاری سبۃ - لوجدتنی سمحا بذاک مبینا (شواہد الکشاف)

اور اشارہ کیا اپنی انگشت سے آسمان کی طرف آسمان میں اُسوقت ابر کا پتہ بھی نہ تھا پس بادل ہر طرف سے اُٹھے
ہوئے اور ایسا زور کا مینہ برسا کہ ندی نالے پُر ہو گئے۔ چنانچہ اپنے قصیدہ لامیہ میں اُسی طرف اشارہ کرتے ہیں ؏
وَاَبیَضَ یُستَسقَے الغَمامُ بِوَجھِہٖ ٭ ثِمالُ الیَتَامیٰ عِصمَۃٌ لِلاَرامِلِ (ترجمہ) وہ سفید و نورانی شکل ہیں کہ
طلب بارش کیجاتی ہے انکی وجہ سے۔ وہ بہار ہیں یتیموں کے اور حفاظت ہیں بیواؤں کی (اسنی المطالب)
(۴) وَشَقَّ لَہٗ مِن اِسمِہٖ لِیُجِلَّہٗ۔ فَذُو العَرشِ مَحمُودٌ وَھٰذَا مُحَمَّدٌ (ترجمہ) اُسکا نام اپنے نام سے مشتق کیا تاکہ
اُسکی بزرگی زیادہ ہو۔ پس صاحب عرش محمود ہے اور یہ محمد ہے +
(۵) اِذَا اجتَمَعَت یَومًا قُرَیشٌ لِمَفخَرٍ۔ فَعَبدُ مَنَافٍ سِرُّھَا وَصَمِیمُھَا ٭ فَاِن حُصِّلَت اَنسَابُ عَبدِ مَنَافِھَا
فَفِی ھَاشِمٍ اَشرَافُھَا وَقَدِیمُھَا ٭ وَاِن فَخَرَت یَومًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا۔ ھُوَ المُصطَفٰے مِن سِرِّھَا وَکَرِیمُھَا (ترجمہ)
جسدن قریش فخر خاندان کی تلاش کے لئے جمع ہونگے تو اُنہیں معلوم ہوگا کہ عبد مناف سارے خاندان کی ناک ہے
اور جب عبد مناف کی اولاد میں سے دیکھیں گے تو آل ہاشم میں شریف تر اور بزرگ تر پائیں گے اور جس دن آل
ہاشم فخر کریں گے تو فقط محمد کے باعث جسے خدا نے اُنکے برگزیدگان سے برگزیدہ کر لیا ہے +
(۶) لَعَمرِی لَقَد کُلِّفتُ وَجدًا بِاَحمَدَ۔ وَاَحبَبتُہٗ حُبَّ المُحِبِّ المُوَاصِلِ (ترجمہ) قسم ہے مجھے اپنی جان کی میں نے بسبب احمد
کے رنج و تکلیف اُٹھائی۔ اور اُس سے سچے دوستوں کا سا برتاؤ کیا جو جدائی گوارا نہیں کرتے۔
وَقَد عَلِمُوا اَنَّ ابنَنَا لَا مُکَذَّبٌ۔ لَدَینَا وَلَا یُعنٰی بِقَولِ الاَبَاطِلِ (ترجمہ) اُنہیں یہ بھی معلوم ہے کہ ہمارے بچے
کی آجتک تکذیب نہیں ہوئی اور نہ کسی نے اُسے جھوٹ بولتے سُنا۔ فَمَن مِثلُہٗ فِی النَّاسِ اَیُّ مُؤَمَّلٍ۔ اِذَا قَاسَہُ
الحُکَّامُ عِندَ التَّفَاضُلِ (ترجمہ) جب جانچنے والوں نے فضیلت میں جانچا تو بنی آدم میں سے ایک بھی اُسکا
مثل اور ویسا دور اندیش نہیں نکلا۔ حَلِیمٌ رَشِیدٌ عَاقِلٌ غَیرُ طَائِشٍ۔ یُوَالِی اِلٰھًا لَیسَ عَنہُ بِغَافِلِ
(ترجمہ) وہ بردبار نیک دانا اور فہیم ہے اور جس ذات سے محبت رکھتا ہے وہ ہر وقت اُسکا حامی اور حافظ ہے
وَاَصبَحَ فِینَا اَحمَدُ فِی اَرُومَۃٍ۔ تُقَصِّرُ عَنھَا سَورَۃُ المُتَطَاوِلِ (ترجمہ) احمد ہم میں سے ایسا نکلا ہے جسکے
باعث قبائل و سرداران عرب کے جاہ و حشم میں فرق آگیا ہے۔ حَدَبتُ بِنَفسِی دُونَہٗ وَحَمَیتُہٗ۔ وَدَافَعتُ
عَنہُ بِالذُّرٰی وَالکَلَاکِلِ (ترجمہ) میں اپنی جان اُسکی حمایت میں دیدینے کو مستعد ہوں۔ اور اُس سے آلام و مصائب
دفع کرنے کو تیار ہوں + صاحب اسنی المطالب لکھتے ہیں کہ ابن کثیر کا یہ بیان ہے کہ یہ بڑا قصیدہ ہے اور نہایت بلیغ
ہے کسی شاعر کی مجال نہیں معلوم ہوتی کہ ایسا اور کہدے یہ سبع معلقہ سے بلیغ و فصیح تر ہے۔
ابن اسحٰق صاحب مغازی لکھتا ہے کہ علی بن حمزہ بصری نے اشعار ابو طالب جمع کئے ہیں اور گمان کیا ہے کہ وہ مسلمان تھے
اور اسلام پر فوت ہوئے (تہذیب المتین) صاحب ام الائمہ لکھتے ہیں کہ جناب ابو طالب نے حضرت حمزہ کے مسلمان ہونے
کی خبر سنی تو فی البدیہہ یہ شعر پڑھے ؏ فَصَبرًا اَبَا یَعلٰی عَلٰی دِینِ اَحمَدٍ ... فَکُن لِرَسُولِ اللّٰہِ فِی اللّٰہِ نَاصِرًا +
وَنَادِ قُرَیشًا بِالَّذِی قَد اَتَیتَہٗ۔ جِھَارًا وَقُل مَا کَانَ اَحمَدُ سَاحِرًا (ترجمہ) اے حمزہ تو نے اپنے ایمان کی خوشخبری دیکر
مجھے مسرور کیا۔ اب تو خدا کی راہ میں رسول اللہ کا ناصر و مددگار ہو اور جو دولت تجھے حاصل ہوئی ہے قریش میں اُس کا
اعلان کردو اور کہدو کہ احمد ہرگز ہرگز ساحر نہیں ہے (جیسا کہ تمہارا گمان ہے)

(۱۸) خدیجۃ الکبریٰ	حضرت خدیجہ کی وفات کی بابت کثرت مورخین و اہل سیر کی اسی طرف ہے کہ ابو طالب کے

۲ روز بعد ہوئی بروایت صاحب سمط السمین و طبری [۱] اسوقت خدیجہ کی عمر ۶۴ سال ۶ ماہ اور عمر آنحضرت صلعم کی
۴۹ سال ۸ ماہ ۱۴ یوم کی تہی - مواہب میں ہے کہ ۲۵ سال آنحضرت کی زوجیت میں رہیں تاریخ الخمیس میں
کتاب الغزی سے لکھا ہے کہ خدیجہ نے اپنے گھر میں انتقال کیا جسکا نام دار خزیمہ تھا اور فی زمانہ مولد فاطمہ کہلاتا ہے
اور مسجد الحرام کے بعد مکہ میں سب سے زیادہ متبرک مقام سمجھا جاتا ہے - اسی مکان میں آنحضرت سے اُنکی تمام
اولاد پیدا ہوئی - اور ہجرت تک حضرت اُسی مکان میں رہے - حضرت خدیجہ آنحضرت کو کمال عزیز تہیں اُنکی
حیات میں حضرت نے کوئی دوسرا نکاح نہیں کیا - باقی حال حضرت خدیجہ کا ازواج مطہرات کے احوال میں درج کیا جائیگا

(۱۹) سفر طائف سنہ ۱۰ بعثت ابو طالب کے مرجانے سے قریش نے یہ دیکھکر کہ اب آنحضرت اپنے بڑے اور زبردست
حامی اور مددگار سے محروم ہوگئے ہیں آنحضرت پر دست ظلم و تعدی اور بہی زیادہ دراز کر دیا - اور بنی ہاشم اپنے رئیس کے مرجانے
سے آپ کی حفاظت کما حقہ نکرسکے اور جو اذیتیں اور ذلتیں مشرکین قریش آپ کو پہنچا رہے تہے اُنمیں اور زیادہ
شدت ہوگئی [۲] - ابو جہل [۳] اور ابو سفیان جو سب سے بڑے اور زبردست سردار کفار قریش کے تھے انکی دشمنی سے بچانے
والا کوئی نتہا - اُنہوں نے قریش کو برانگیختہ کیا خصوصاً اشراف قریش مثل ابو لہب بن عبد المطلب اور حکم بن عاص
اور عقبہ بن ابی معیط جو قرب و جوار رسول کریم میں سکونت رکھتے تھے حضرت کو انواع و اقسام کی تکلیف اور رنج پہنچاتے
رہتے مثلاً بروقت نماز پڑہنے کے حضرت پر اشیائے ناپاک ڈالدیتے اور طعام سرور کائنات میں غیر طاہرہ چیزیں
ملادیتے تھے - نوبت یہاں تک پہنچی کہ آنحضرت کو یاس ہوگئی کہ اب قریش بت پرستی سے باز نہ آئیں گے -
جب قریش نے اسقدر تنگ کیا کہ مکہ میں مجال اقامت باقی نرہی تو ابو طالب اور خدیجۃ الکبری کی وفات کے [یعنی سنہ ۱۰ بعثت]
بعد حضرت طائف [۴] کو جہاں بنی ثقیف رہتے تھے اور جہاں اُنکے چچا عباس کی بہت کچھ جائداد تہی باین ارادہ [شوال]
لیگئے کہ شاید وہ لوگ خدا ترسی کرکے میری مدد اور حمایت کریں اور خدا اُنکو ہدایت نصیب کرے پس حضرت اپنے
آزاد کردہ غلام زید بن حارث کو ساتھ لیکر روانہ ہوگئے - راستہ میں قبیلہ بنی بکر اور قوم قحطان کے پاس
تشریف لیگئے لیکن کہیں ٹھیرنے کی صورت نظر نہ آئی آخر طائف میں پہنچے وعظ و پند کا جو حق ہے وہ حضرت نے ادا کیا
مگر کچھہ اثر نہ ہوا - اسلام کیطرف مائل ہونا تو درکنار اہل مکہ کی طرح وہ لوگ بہی آنحضرت کی ایذا رسانی کے درپے
ہوگئے - قرآن سنانے اور وعظ کرنے میں شور مچاتے تحسیٹی بجاتے - بناتے - آوازے کستے کئی دفعہ پتھر سے حضرت کو زخمی بہی کیا -
آنحضرت نے دس یوم اور بروایتے ایک مہینہ بدقت تمام طائف میں گذارا آخر اُن لوگوں کا جوش ایسا بڑہا کہ حضرت کو
شہر سے باہر نکالدیا - اور غلاموں اور کمینوں نے برا بہلا کہتے ہوئے اور پتھراؤ کرتے ہوئے فصیل کے باہر تک آنحضرت کا

[۱] صفوہ میں ابو عمر سے روایت ہے کہ خدیجہ نے ۶۵ سال ۶ ماہ کی عمر میں رمضان میں وفات پائی حجون میں دفن ہوئیں - اسد الغابہ میں لکھا ہے
کہ رمضان سنہ ۱۰ بعثت میں خدیجہ کا انتقال ہوا - [۲] ابو طالب اور خدیجہ کی وفات کے بعد آنحضرت نے گھر سے نکلنا چھوڑ دیا - بہت کم نکلتے
تھے اور قریش پہلے سے زیادہ درپے آزار ہوگئے - ابو لہب کو خبر پہنچی تو آنحضرت کے پاس آیا اور کہا کہ اے محمد اپنے ارادہ پر چلو اور جو کچھہ
ابو طالب کے حیات میں کرتے تہے کرو - اور آنحضرت کی حمایت اور معونت پر کھڑا ہوگیا - اور ابو لہب کے خوف سے آنحضرت سے کوئی بہی
تعرض نکرسکا عقبہ بن ابی معیط اور ابو جہل نے ابو لہب کو بہکا کر آنحضرت کی طرف سے برگشتہ کردیا - پس ابو لہب اور قریش آنحضرت پر
پہلے سے زیادہ شدید ہوگئے - خمیس و روضۃ الاحباب) [۳] ابن اثیر لکہ اسکا اصل نام عمرو بن ہشام تھا - [۴] چھوٹا سا قصبہ ہے جس کے
گرد شہر پناہ بہی ہے مکہ سے ستر میل کے فاصلہ پر واقع ہے - عرب کے نہایت پسندیدہ مقاموں میں سے ہے انگورستان اور باغوں کے درمیان واقع ہے
آڑو - بیر - خربزہ - تربوز - انار - انجیر اور طرح طرح کے میوے پیدا ہوتے ہیں بڑا سرسبز علاقہ ہے (ایروِنگ)

تعاقب کیا۔ حضرت کے پانوٗ زخمی ہوگئے۔ اور زید بن حارثہ کا سر پھوٹ گیا۔ جب وہ لوگ تعاقب چھوڑکر چلے گئے تو حضرت نے ایک درخت خرما کے نیچے قیام کیا۔ نماز میں مصروف ہوئے اور دست دعا سوے آسمان بلند کرکے بچشم گریاں آپ نے یہ استغاثہ کیا کہ "خداوندا یہ عبد ضعیف اور بندۂ ذلیل تیری جناب میں شکایت لایا ہے۔ میں انسان کی نظر میں ذلیل وخوار ہوں۔ اے غفور ورحیم تو ہی غریبوں کا والی اور ضعیفوں کا پشت وپناہ ہے اور تو ہی میرا پروردگار ہے۔ پس مجھکو چھوڑ نہ دے اور غیروں کا اور دشمنوں کا شکار مجھکو نہ بنا۔ اگر تو مجھہ سے راضی ہو تو پھر مجھکو کیا پروا ہے۔ میں تیری وجہ قدرت کے نور میں پناہ لیتا ہوں جسنے تاریکی کو پراگندہ کر دیا ہے۔ اور دنیا وآخرت میں سلامتی بخشی ہے۔ خداوندا اپنا غضب مجھپر نازل نہ کر اور میری مصیبتوں کو اسطرح دفع کر جیسا تیری مشیت کا مقتضیٰ ہو۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ[1]"۔ نہایت شکستہ دلی کی حالت میں آپ مکہ ہی کی طرف واپس روانہ ہوئے جب بطن نخلہ میں پہنچے جو مکہ سے ایک شب کی مسافت پر ہے شب کو قیام کیا اور قرآن پڑھنے لگے سات اور بروایتے ۹ جنوں نے جو نصیبین سے یمن کو جاتے تھے اسلام قبول کیا اور اپنی قوم میں واپس جاکر دعوتِ اسلام کی۔ اور اُن کو مسلمان کیا (روضۃ الاحباب۔ ایرونگ) صبح ہوتے آنحضرت مکہ کی طرف روانہ ہوئے قریش کے خوف سے کوہ حرا پر قیام کیا۔ اور زید کو روسا مکہ کے پاس بہیجا کہ اگر کوئی بہی اپنی جوار وحمایت میں رکھنے کی حامی بھرے تو مکہ کے اندر تشریف لیچلیں۔ کسی نے منظور نہ کیا۔ آخر مطعم بن عدی نے قبول کیا اور اپنے رشتہ داروں اور قبیلہ والوں کے ساتھ مسلح ہوکر آنحضرت کو مکہ میں لے آیا[2]۔ ابوجہل کو معلوم ہوا تو مطعم سے پوچھا کہ اسکا تابع ہے یا مجیر اُسنے کہا مُجیر۔ ابوجہل نے کہا جسے تونے امان دی اُسے ہمنے بہی امان دی۔ اور مطعم نے سوار ہوکر منادی کرائی کہ اے گروہ قریش ہمنے محمد صلعم کو امان دی ہے کوئی اُسے ایذا نہ دینا اور کوئی اُسکی ہجو نہ کرنا۔ اور پھر حضرت کو اپنے گھر لایا اور خود اور اُسکی اولاد آنحضرت کی محافظت کرتے تہے۔ چند مدت آنحضرت مطعم کے گھر میں رہے (روضۃ الاحباب) اور یہاں طفیل بن عمر الدوسی حضرت کے پاس آکر مسلمان ہوئے[3]۔ مطعم کے گھر میں آنحضرت کو پناہ تو مل گئی مگر اشاعت اسلام کا موقع نہ ملتا تہا تاہم موسم حج وعمرہ میں یعنی رجب وذیحجہ میں جب کفار کشت وخون کو ناجائز سمجھتے تھے ظاہر ہوتے۔ اور تمام قبائل عرب کے ہر قبیلہ کو بنام ونشان پکار کر ارشاد کیا کرتے کہ اے اولاد فلاں میں رسول ہوں اللہ کا کہ بہیجا ہے اُس نے تمہارے پاس۔ کہتا ہوں کہ عبادت کرو خدا کی۔ اور اُسکو وحدہ لاشریک سمجھو۔ اور اُسکے سوا جسکو پوجتے ہو اُسکی پرستش سے دست کش ہو۔ مجھپر ایمان لاؤ میری تصدیق کرو۔ اسکے مقابلہ میں حضرت کا چچا ابولہب یہ منادی کرتا کہ لوگو! یہ محمد صلعم تمکو نئی راہ سکہلاتا ہے اور بدعت اور گمراہی کی طرف چلاتا ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ پرستش لات عزیٰ کو چھوڑوا دے۔ کوئی اسکا کہنا نہ مانو۔

(۲۰) سودہ اور عائشہ سے آنحضرت کا نکاح

اسی سنہ بعثت میں خدیجہ کی وفات کے ایک ماہ بعد آنحضرت نے سودہ بنت زمعہ سے نکاح کیا جنہوں نے بروایت ایرونگ جناب فاطمہ کو دودہ پلایا تہا اور اُسی سال عائشہ بنت ابی بکر سے حضرت کا نکاح ہوا۔ اُسوقت حضرت عائشہ کی عمر ۶ سال کی تہی اس سبب سے زفاف اُسکے تین برس بعد سنہ ہجری میں واقع ہوا جبکہ حضرت عائشہ کی عمر ۹ برس کی ہوگئی (روضۃ الاحباب ایرونگ)

[1] ابن ہشام۔ تاریخ ابن اثیر اور روضۃ الاحباب [2] تاریخ الخمیس میں لکھا ہو کہ ۲۷ شوال سنہ بعثت کو حضرت طائف کو روانہ ہوئے تہے۔ اور ۲۳ ذیقعد کو مکہ میں واپس آئے یعنے آمد ورفت اور قیام کی کل مدت مہینہ بہر سے کم۔ جس سے دس دن طائف میں رہنے کی روایت صحیح معلوم ہوتی ہے۔

[3] ... اور اُسکے سر کے بالوں کی مینڈھیاں گندہی ہوئی تہیں۔ ابوالفدا۔

(۲۱) ابتدائے حال انصار۔ سنہ ۱۱ بعثت | ایک روز موسم عمرۂ رجب میں آنحضرت عقبہ منا میں کھڑے تھے ناگاہ ایک گروہ اہل یثرب[1] کا قبیلہ خزرج سے حضرت کے پاس پہنچا یہ چھ آدمی[2] تھے۔ حضرت نے اُنکے سامنے حقیقت اسلام بیان کی اور قرآن شریف پڑھ کر سنایا وہ مسلمان ہوئے اور ایمان لائے۔ جب وہ یثرب میں پہنچے اپنے بھائی بندوں سے رسول اللہ صلعم کا ذکر کیا اور اپنا مسلمان ہونا بیان کیا۔ پھر تمام گھروں میں آنحضرت کا چرچا ہوگیا۔ یثرب کے مسلمان چونکہ آنحضرت کے ناصر ہوئے (جیسا کہ آگے معلوم ہوگا) اس سبب سے انصار کے نام سے مشہور ہوئے

(۲۲) معراج۔ سنہ ۱۲ بعثت | ۲۷ رجب سنہ ۱۲ بعثت کی رات کو جب آنحضرت ام ہانی بنت ابیطالب کے گھر میں مصلے پر تھے اور سونے کا انتظام کر رہے تھے اور سب لوگ خواب میں تھے جبرئیل آنحضرت کے پاس آئے اور اُٹھا کر آپ کو حرم کعبہ میں لیگئے اور ایک بہشتی جانور پر جس کا نام براق ہے سوار کر کے مسجد اقصےٰ میں لیگئے جو بیت المقدس میں ہے وہاں سب انبیاء کی روحوں سے ملاقات ہوئی اور آپنے سب کے ساتھ نماز میں امامت کی اور وہاں سے روانہ ہو کر سدرہ تک پہنچے جو ایک درخت ساتویں آسمان پر ہے۔ یہاں پر حضرت جبرئیل رہ گئے اور اُنہوں نے کہا کہ اگر ہم بال بھر آگے بڑھیں تو ہمارے بال و پر تجلی کی روشنی سے جل جائیں۔ یہاں براق بھی رہ گیا اور آپ ایک تخت پر جسکو رفرف کہتے ہیں روانہ ہوئے اور قرب الٰہی سے فائز ہوئے۔ یہاں جو دیکھا سو دیکھا اور جو سُنا سو سُنا۔ اسی اثناء میں بہشت و دوزخ کی بھی سیر کی اور ہر اُمت کا مقام ملاحظہ فرمایا اور آنکی آن میں واپس اپنے گھر آپہنچے (روضۃ الاحباب و حیات القلوب وغیرہ) +

ہمنے مشہور روایت پر اکتفا کیا ہے ورنہ اسمیں مورخین کو اختلاف ہے کہ معراج قبل وفات ابوطالب ہوئی یا بعد اسمیں بھی اختلاف ہے کہ ہفتہ کی رات سترہویں رمضان کو یا رجب میں یا ربیع الاول میں۔ سنہ ۱۲ بعثت میں یا سنہ ۱۳ بعثت میں۔ ایک دفعہ معراج ہوئی یا کئی مرتبہ +

اسمیں بھی اختلاف ہے کہ رسول خدا صلعم جسم سمیت گئے تھے یا آپ کو خواب صادق ہوا تھا یعنی جسمانی ہوئی یا روحانی عائشہ اور معاویہ اور حسن بصری صرف روحانی معراج کے قائل ہیں۔ مگر عام اعتقاد مسلمانوں کا یہی ہے کہ حضرت مع جسم کے آسمان پر تشریف لے گئے۔ (روضۃ الاحباب)

اسوقت تک صرف دو نمازیں فرض تہیں صبح کی اور شام کی۔ سنہ ۱۲ھ سے معراج کے بعد سے پانچوقت کی نماز مقرر ہوئی (روضۃ الاحباب)

(۲۳) بیعت عقبہ اولی | سنہ ۱۲ ہجری کے موسم حج میں اُن چھ آدمیوں میں سے جو سال گذشتہ میں مسلمان ہو کر مدینہ واپس ہوئے تھے پانچ آدمیوں کے ساتھ ۷ آدمی[3] مدینہ والوں میں سے اور آکر مشرف با سلام ہوئے۔ اور

[1] یثرب یعنی مدینہ میں اوس و خزرج دو قبیلے خالص عربوں کے رہتے تھے دونوں قبیلے ایک باپ کی اولاد تھے مگر قدیم انکا مسکن تہا۔ ان دونوں قبیلوں میں اسوقت لڑائی برپا ہو رہی تہی اور یہ دونوں قبیلے دو فرقہ یہود یعنی بنی قریظہ اور بنی النظیر سے جو کہ میں رہتے تھے عقد موافقت رکھتے تھے جبتک رسول مقبول مدینہ میں نہیں پہنچے یہ شہر یثرب کے نام سے مشہور تہا۔ جب سے رسول اللہ صلعم وہاں تشریف لیگئے۔ مدینۃ الرسول اور بعد میں مدینہ کہلانے لگا۔ یہ شہر مکہ کے شمال کیطرف ۲۷۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہے اسمیں یہودی اور عیسائی بہت رہتے تھے۔ [2] ابن خلدون نے انکے نام یہ لکھے ہیں (۱) ابو امامہ اسعد بن زرارہ بنی نجار سے (۲) عوف بن حرث بنی عفرا سے (۳) رافع بن مالک خزرجی (۴) قطبیہ بن عامر بنی جشم سے (۵) عقبہ بن عامر بنی سلمہ سے (۶) جابر بن عبد اللہ بنی سلمہ سے۔ مگر روضۃ الاحباب و حبیب السیر میں یہ نام ہیں اسعد بن زرارہ۔ معوذ بن حارث یا عوف بن حارث عقبہ بن عامر۔ قطبیہ بن حدیدہ جابر بن عبد اللہ اور رافع بن مالک۔ ان وارد ین نے چونکہ انکے دوست یہودیوں سے نبی آخر الزمان کی خبر پرانی کتابوں سے سنی تہی قرآن شریف سنکر یقین کر لیا کہ یہی نبی موعود ہیں [3] معاذ بن حرث۔ ذکوان بن عبد قیس۔ خالد بن مخلد۔ عبادہ بن صامت۔ عباس بن عبادہ بن نضلہ یہ تو بنی خزرج سے اور ابو الہیثم مالک بن التیہان بنی اوس سے اور عویم بن ساعدہ بن عوف بنی مالک سے +

اگر مشرف باسلام ہوئے اور حضرت کی حمایت کا معاہدہ کیا۔ یہ بیعت بھی اُسی مکان عقبہ پر ہوئی جو مکہ سے تھوڑے فاصلہ پر شمال کو
واقع ہے۔ جب یہ لوگ واپس جانے لگے تو آپ نے مصعب بن عمیر عبدی کو کہ فقیہ اور قاری تھے قرآن و فقہ سکھانے
اور طریقہ اسلام بتانیکے واسطے اُنکے ساتھ روانہ کیا اور عبداللہ بن اُم مکتوم کو بھی ہمراہ کر دیا۔ جب مصعب بن عمیر اور
عبداللہ بن اُم مکتوم ہمراہ اسعد بن زرارہ کے (جو اُن چھ شخصوں میں سے تھے جو سب سے پہلے اہل مدینہ سے مسلمان ہوئے
تھے) داخل مدینہ ہوئے تو مصعب بن عمیر مسلمانان مدینہ کی امامت کرتے تھے اور ابن اُم مکتوم قرآن پڑھاتے تھے۔
اولاً دو سردار قبیلہ بنی اشہل کے اسید بن حضیر اور سعد بن معاذ قرآن سُنکر مسلمان ہوئے۔ بعد اسکے مصعب اور سعد
بن معاذ اور اسعد بن زرارہ کی کوشش سے اُسی روز شام تک تمام بنی اشہل مسلمان ہو گئے۔ اور بعد میں تمام انصار
سوائے بنی اُمیہ بن زید اور بنی وائل حطمہ اور واقف کے جن سب کا سردار ابو قیس تھا مسلمان ہو گئے۔ یہ بقیہ لوگ بھی
سب کے سب غزوہ خندق کے وقت مشرف باسلام ہوئے (خمیس۔ ابو الفدا۔ روضۃ الاحباب۔ ابن خلدون۔ ابن ہشام۔ ابن اثیر)

(۲۴) بیعت عقبہ ثانیہ سنہ ۱۳ بعثت کے ماہ ذیحجہ میں مصعب بن عمیر ۷۳ مرد اور دو عورتیں مسلمان اپنے ہمراہ لیکر
تین سو یا پانچسو کفار اوس و خزرج کے قافلہ کے ساتھ اپنے تئیں اُن سے چھپائے ہوئے مدینہ سے مکہ میں تشریف لائے
اس ارادہ سے کہ آنحضرت کو اپنے ساتھ مکہ سے مدینہ لیجائیں۔ اُنکے ساتھ جو مسلمان تھے وہ کچھ قبیلہ اوس کے اور کچھ قبیلہ
خزرج کے تھے۔ جب درمیان مکہ کے پہنچے تو اُنہوں نے پیغمبر خدا سے یہ وعدہ کیا کہ تیسری رات کو ایام تشریق کی بیچ عقبہ
کے ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہونگے۔ یہ سُنکر حضرت مع اپنے چچا عباسؓ کے جو اب تک مشرف باسلام نہ ہوئے تھے۔ مگر
بسبب محبت آپکی محافظت کی کوشش میں رہتے تھے تشریف لائے۔ حضرت عباس نے مخاطب ہوکر کہا کہ اے قبیلہ
خزرج کے لوگو تم محمد سے وفاداری کرو اور اُسکی ہر بات میں کہتے رہو اور اُسکی دشمنوں سے اُسکی حفاظت کرو تب تمکو اور اُسکو اختیار ہے وہ تم میں
رہیگا مگر تم اُسکی حفاظت نہ کر سکو اور اُسکے دشمن کے حوالہ کر دو تو ابھی سے اُسکو جواب دیدو۔ اُنہوں نے کہا کہ ہمکو بسرو چشم آنسرور
کی حفاظت و حمایت منظور ہے۔ اور ہماری جانیں اُس سے لڑی ہوئی ہیں۔ بعد اسکے رسول اللہ صلعم نے اُنکو قرآن
کی آیتیں سنائیں اور پھر ارشاد کیا کہ بیعت کرو میری اس بات پر کہ میرے ساتھ بالکل ایسا ہی سلوک کروگے جیسا
اپنی اہل و عیال کے ساتھ۔ اُنہوں نے منظور کیا اور کہا کہ یا حضرت اگر ہم کافروں کو قتل کرینگے تو ہمکو کیا اُجرت ملیگی حضرت
نے ارشاد کیا کہ جنت حور اور غلمان اللہ تعالیٰ عطا کریگا۔ یہ سُنکر سب نے کہا کہ یا حضرت ہمکو ہاتھ دیجے سب سے پہلے برا بن
معرور نے اور پھر اُن سب نے حضرت کی بیعت کرلی۔ +

ابن ہشام اور ابن خلدون نے لکھا ہے کہ اس بیعت کی خبر جب قریش کو ہوئی اور لوگ مقام منا سے متفرق ہو گئے تو چند
قریش انصار کے گرفتار کرنے کو روانہ ہوئے مگر کسیکو نہ پایا البتہ سعد بن عبادہ کو راستہ سے گرفتار کر لائے اور طرح طرح کی اذیتیں
پہنچانے لگے تا آنکہ اُنکے دوستوں جبیر ابن مطعم اور حرث بن اُمیہ نے اُنکو چھوڑوا دیا +
اسکے بعد کافروں نے مسلمانوں کی ایذا رسانی کا عہد واثق کر لیا۔ اور آنحضرت کی جان لینے کے خواہاں ہوگئے۔

ـــــــــــــــ

۵ اُحد کی لڑائی میں ۴۰ برس کی عمر میں شہید ہوئے ۲؎ آنحضرت نے اُنمیں سے ۹ شخص بنی خزرج سے اور ۳ بنی اوس سے ۱۲ شخص اپنی
طرف سے نقیب مقرر کئے اور فرمایا تم لوگ اپنی قوم میں کفیل ہو مثل کفالت حواریان حضرت عیسےٰ کے۔ اُنکے نام یہ ہیں اسعد بن زرارہ۔ رافع
بن مالک۔ عبادہ بن صامت۔ سعد بن ابی ربیع۔ عبداللہ بن رواحہ۔ برار بن معرور۔ ابو جابر عبداللہ بن عمرو۔ سعد بن ابو عبادہ۔
منذر بن عمرو یہ ۹ بنی خزرج سے اور اسید بن حضیر۔ سعد بن خیثمہ اور رفاعہ بن منذر بن زبیر۔ یہ تینوں بنی اوس سے۔ بعض نے بجائے
رفاعہ کے ابو الہیثم ... شمار کیا ہے (ابن خلدون۔ تاریخ الخمیس۔ ابن ہشام) ۳؎ بروایت حیات القلوب علی بھی ساتھ تھے

ایرونگ لکھتا ہے کہ اسوقت محمدؐ کی بالکل اُس شخص کی حالت تھی جسکا خون قانون نے ہدر کر دیا ہو جس کا جی چاہے مار ڈالے۔ اگر محمد کو دنیاوی فائدہ مدنظر ہوتا تو وہ کیونکر حاصل ہو سکتا تھا۔ اُنکو اپنی نبوت کا اظہار کئے دس برس سے اوپر ہو چکے تھے اور یہ طولانی دس برس لوگوں کی عداوت مصیبت اور سخت تکلیف میں گذرے تھے پھر بھی اُنہوں نے استقلال سے کام لیا اور اب اپنی زندگی کے اُس زمانہ میں جبکہ لوگ اپنی گزشتہ محنت اور کاموں کے ثمرہ میں آرام ڈھونڈھتے ہیں اور آیندہ کے لئے نئی تجویزیں کرنے کی جوکھوں میں نہیں پڑتے ہم دیکھتے ہیں کہ اُنہوں نے اپنا آرام اپنا مال اپنے دوست سب کو (دین کی خاطر) قربان کر دیا اور بجائے اسکے کہ دین سے دست بردار ہو جاتے وہ اپنا وطن چھوڑنے کو تیار ہو گئے۔ پس پیغمبر خدا نے مکہ میں تشریف لاکر تمام اصحاب کو ارشاد کیا کہ تم سب لوگ مدینہ کو ہجرت کر جاؤ۔ اور وہ قافلہ بھی مدینہ کو مراجعت کر گیا۔ مکہ میں یہ لوگ زندگی سے بیزار تھے حکم ہوتے ہی اُنہوں نے روانگی شروع کر دی ابن خلدون کے موافق پہلا شخص جو مکہ سے گیا وہ ابوسلمہ بن عبدالاسد تھے + اور پھر کل بڑے بڑے اصحاب مخفی طور پر ایک ایک دو دو کر کے مدینہ کو ہجرت کر گئے مگر عمر ابن الخطاب اپنے بیس یاروں کے ساتھ مسلح ہو کر ڈنکے کی چوٹ علانیہ نکل گئے۔ پیغمبر خدا حکم الٰہی کے منتظر رہے۔ نفس رسول (علی) بھی جو کسی حالت میں رسول اللہ سے جدا نہ ہوتے تھے ساتھ رہے۔ اور حضرت ابوبکر نے بھی جنکو یار غار ہونا تھا ابھی ہجرت نہیں کی۔ (دیکھو سیرۃ المحمدیہ وغیرہ)

فصل سوم - ہجرت سے وفات تک

سنہ ۱۴ بعثت یعنی سنہ ۱ھ ۱۶ - جولائی سنہ ۶۲۲ء سے ۵ رجولائی سنہ ۶۲۳ء تک

(۱) ہجرت ابوسفیان جو مثل ابوجہل کے آپ کا جانی دشمن تھا اسوقت کفار مکہ کا سردار سمجھا جاتا تھا۔ اس نے جب دیکھا کہ مسلمان ہجرت کر کے مدینہ چلے جاتے ہیں (کیونکہ حضرت عمر کے علانیہ چلے جانے سے یہ راز بالکل فاش ہو گیا تھا) تو جلا بھی اور خائف بھی ہوا کہ مسلمان زور پکڑ کے بدلہ نہ لیں۔ پس سرداران قریش کو دارالندوہ میں جمع کر کے مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔ کسی نے کہا محمد کو قید کر دو۔ کسی نے کہا جلاوطن کر دو۔ ابوجہل نے یہ رائے دی کہ محمد کو قتل کر ڈالنا چاہیئے مگر اس طرح کہ قریش کے پانچ قبیلوں میں سے ایک ایک شخص یکبارگی محمد کے جسم پر ضربیں لگائے تاکہ خون محمد کا چند افراد میں منقسم ہو جائے اور بنی عبد المطلب و بنی ہاشم کسی ایک شخص یا کسی ایک خاندان سے بدلہ لینے کے مجاز نہ ہوں اور سب سے بدلہ لینے کی جرات نہ کر سکیں۔ سب نے اس رائے کو پسند کیا۔ (خمیس روضۃ الاحباب۔ حبیب السیر۔ طبری۔ ابن ہشام) جب پیغمبر خدا کو یہ خبر معلوم ہوئی تو آپ نے حضرت علی کو ارشاد کیا کہ یا علی تم میرے بستر پر میری سبز چادر اوڑھ کر سو رہو[1] اور میں چلا جاتا ہوں۔ لوگوں نے جو امانتیں میرے سپرد کی ہوئی ہیں ہر شخص کی ودیعت اُسکے حوالہ کر دینا[2]۔

---

[1] غالباً اسکا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اپنے ماموں ابوجہل پر بڑا بھروسہ تھا جو سرداران قریش میں ایک خاص وجاہت رکھتا تھا۔

[2] سنہ ہجری ۱۷ برس بعد ہجرت مقدسہ کے خلیفہ ثانی نے حضرت علی کے مشورہ سے جاری کیا تھا۔ مگر یہ سنہ اُسوقت سے نہیں لیا گیا جسوقت آنحضرت نے مکہ سے ہجرت فرمائی تھی یعنی ۸ ربیع الاول سے بلکہ سال کے پہلے قمری مہینے یعنے محرم کی پہلی تاریخ سے یعنے ہجرت سے ۲ ماہ پیشتر سے۔ اور اس سال یکم محرم ۱۶ جولائی سنہ ۶۲۲ء کو پڑی تھی ۳ے بروایت حیات القلوب حضرت علی نے یہ حکم پاکر سجدہ شکر کیا اور یہ اسلام میں اول سجدہ شکر ہے ۳ے باوجودیکہ کفار تعصب مذہبی آنحضرت کی جان کے دشمن تھے مگر ابتک اسقدر امین اور دیانت دار جانتے تھے کہ آپکے پاس اپنی امانتیں رکھوایا کرتے تھے (ابن ہشام و طبری)

پھر تم بھی میرے پاس مدینہ چلے آنا"۔ اسوقت حضرت ہجرت کے لئے ماذون ہو چکے تھے اور مخالفین آپکے دروازہ پر گھر میں کودنے کی غرض سے جمع ہو رہے تھے اور وقت کے منتظر تھے کہ سو رہیں یا باہر نکلیں تو قتل کر ڈالیں[1]۔ آپ نے ایک مٹھی خاک اپنے دست مبارک میں لیکر اور یٰسین فہم لا یبصرون تک پڑھ کر اُن کافروں کے سروں پر پھینکی اور مجمع میں سے صاف نکل گئے۔ کسی نے حضرت کو نہ پہچانا۔ آخر وہ دروازہ توڑ کر گھر میں گھسے اور آپکی چارپائی کے پاس آئے۔ حضرت علی فوراً چارپائی سے کود کر اُنکے سامنے ہوئے اُنہوں نے پوچھا محمدؐ کہاں ہیں۔ حضرت علی نے گرماکر جواب دیا[2] "خدا بہتر جانتا ہے۔ جہاں ہیں خدا کی پناہ میں ہیں" یہ کہکر اُن کے سامنے سے چلدیئے کسیکو جرأت نہوئی کہ آپ کو روکتا یا آزار پہنچاتا (ایرونگ) اور بروایت حیات القلوب و ابن ابی الحدید آپ تلوار لیکر مقابل میں آئے کوئی مقابلہ کی جرأت نہ کرسکا سب کے سب بھاگ گئے (ایرونگ۔ روضۃ الاحباب۔ طبری۔ خمیس)

حضرت علی اسکے تین دن بعد تک مکہ میں لوگونکی امانتیں واپس دینے کے لئے ٹھیرے رہے اور پھر پا پیادہ رسول اللہ صلعم کی طرف روانہ ہوئے۔ کافروں کے اندیشہ سے رات کو چلتے اور دن کو کہیں چھپ رہتے۔ یہانتک کہ مقام قبا میں جہاں رسول خدا فروکش تھے آپ سے جا ملے (ابن ہشام۔ طبری)

پیغمبر خدا نے روانگی سے پہلے دن ہی سے تہیہ سفر درست کر لیا تھا۔ چار مہینے پیشتر حضرت ابوبکر نے دو اونٹ چار سو درہم کے خریدے تھے اُنہیں سے آپنے ایک اونٹ اس سفر کے لئے خریدنا چاہا حضرت ابوبکر نے آپکے ہاتھ ایک اونٹ نوسو درہم[3] کو فروخت کر دیا۔ عبد اللہ[4] بن اُریقط دُئلی ایک راز دار رہبر بھی حضرت علی کی معرفت اُجرت پر مقرر کر لیا تھا کہ تین دن بعد غار ثور پر اونٹ لیجاکر آنحضرت کو مدینہ پہنچا دے۔ (مروج الذہب و حیات القلوب)

بروایت طبری و سیرۃ محمدیہ غار میں طعام پہنچانے اور سواری اور راہ بر مہیا کرنیکا کام رسول اللہ نے علی کے سپرد کیا تھا بروایت حیات القلوب علی رات کو سب چیزوں کا تہیہ کرتے اور راتوں رات غار میں پہنچا آتے[5]۔ صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ ابولہب کی صلاح سے ان مشرکین نے یہ ارادہ کیا تھا کہ رات کو آنحضرت کو گھیرے رکھیں اور صبح صادق کے وقت قتل کر ڈالیں تاکہ روز روشن میں بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب کو معلوم ہو جائے کہ قبائل عرب نے بہیئت اجماعی اس امر کا اقدام کیا ہے غرض

---

[1] اس شب کو جن اشخاص نے آپکے قتل کا بیڑا اُٹھایا تھا وہ یہ تھے ابوجہل۔ حکم بن ابو العاص۔ عقبہ بن ابی معیط۔ نضر بن الحارث۔ اُمیہ بن خلف جبیر بن مطعم۔ طعیمہ بن عدی۔ ابولہب اور حجاج کے بیٹے مُنبّہ اور نُبیہ وغیرہ (حبیب السیر ابن خلدون) حیات القلوب کے موافق خالد بن ولید بھی اور وہ سب کے آگے تھا

[2] جس رات کو حضرت علی رسول اللہ صلعم کے بستر پر سوئے ہیں حقتعالی نے وحی کی جبرئیل اور میکائیل کی طرف کہ میں نے تم دونوں میں عقد مواخات باندھا ہے اور ایک کی عمر کو دوسرے کی عمر سے دراز کیا ہے۔ تم دونوں میں کون ہے جو اپنی جان کو دوسرے کی جان پر نثار کرے۔ دونوں نے کہا کہ ہم اپنی جان کو کسی کی جان پر ایثار نہیں کرتے اپنی زندگی کو دوست رکھتے ہیں۔ اللہ تعالی نے وحی کی اُنکو کہ کیوں مثل علی ابن ابیطالب کے نہیں ہوتے کہ میں نے اُس میں اور محمد میں بھائی چارہ قایم کیا۔ اور اُس نے اپنی جان کو محمد پر فدا کیا اور اُس کی زندگی کو اپنی زندگی پر مقدم سمجھا جاؤ زمین پر اور اُسکو دشمنوں کی شر سے بچاؤ۔ پس جبرئیل علی کے سرہانے اور میکائیل پائنتی آکر بیٹھ گئے۔ اور جبرئیل نے کہا بخ بخ مبارک ہو مبارک ہو کون ہے مثل تیرے اے علی ابن ابی طالب کہ حق جل جلالہ مباہات کرتا ہے ساتھ تیرے ملائکہ پر۔ اور اس باب میں آیہ من یشری نفسہ ابتغاء الخ نازل ہوئی۔ (روضۃ الاحباب۔ حبیب السیر۔ مدارج النبوۃ) [3] مدارج النبوۃ۔ [4] عبد اللہ بن اریقط بڑا راز دار۔ دیانت دار۔ رہبر تھا۔ غار پر کبوتر اور درخت اور جالے کے معجزے کو دیکھکر مسلمان ہوا (حیات القلوب) [5] اس سبب سے یہ روایت جو بعض مورخین ابن خلدون وغیرہ نے لکھی ہے کہ یہ بھی قرار پایا کہ حضرت ابوبکر کا آزاد غلام عامر بن فہیرہ رات کو دودھ اور اسما بنت ابی بکر کھانا پہنچایا کرے اور عبد اللہ بن ابی بکر دن کو کفار کے ارادے معلوم کر کے رات کو غار میں خبر دیا کرے۔ صحیح نہیں معلوم ہوتی (مولف)

پیغمبر خدا گھر سے نکلکر روانہ ہوئے راستہ میں ابو بکر ملگئے انکو ساتھ لیتے ہوئے غار ثور کی طرف روانہ ہوئے جو مکہ سے ایک گھنٹہ کی راہ ڈہائی میل جنوب کو واقع ہے۔ آپ اس خوف سے کہ کفار سراغ نہ پاسکیں انگوٹھے کے بل غار تک پہنچے حضرت ابو بکر کا آنحضرت کو کاندہے پر غار تک پہنچانا کسی معتبر تاریخ سے ثابت نہیں ہے۔ خوش اعتقادوں کی بندش ہے۔ روضۃ الاحباب۔ اور مدارج النبوۃ۔ حبیب السیر۔ سیرۃ محمدیہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ پہلے ابو بکرؓ غار میں گھسے اُسے صاف کیا اور اُسکے سوراخوں کو اپنے کپڑے پھاڑ کر دھجیوں سے بند کیا ایک سوراخ رہگیا تہا جسکے لئے کپڑا نہ بچا وہاں اپنا پاؤں لگا دیا۔ وہاں سانپ تھا ابو بکرؓ کے پاؤں میں کاٹ کہایا۔ رسول خدا نے اپنا لعاب دہن لگا دیا اچھا ہو گیا۔ صبح ہوئی تو آپ نے ابو بکرؓ کو ننگا دیکھکر پوچھا تمہارے کپڑے کیا ہوئے۔ ابو بکرؓ نے کہا پھاڑ کر سوراخوں میں لگا دیے مگر یہ روایت تعجب سے خالی نہیں اُس اندہیری رات اور اندہیرے غار میں ابو بکرؓ کو ساری سوراخ نظر کیونکر آگئے اور رسول اللہ نے کپڑا پھاڑنے کی آواز کیوں نہیں سُنی جو صبح کو دریافت کیا کہ تمہاری قبا کیا ہوئی اور ابو بکرؓ کو یہ بیان کرنے کی ضرورت پڑی کہ یا حضرت سوراخوں میں پھاڑ کر لگا دیئے۔ صبح ہوئی تو متعاقبین پاؤں کے نشان پہچانتے ہوئے آن پہنچے مگر اللہ کی قدرت غار کے موہنہ پر مکڑی کے جالے پیدا ہو گئے ایک کیکر کا درخت اُگ آیا اور کبوتر نے اُسمیں گھونسلا بنا کر انڈے دیدیئے تھے۔ کفار یہ حالت دیکھکر سمجھے کہ بھلا اسمیں کوئی کیا چھپا ہوگا۔ وہاں سے واپس ہوکر دوسری جگہ تلاش کرنے لگے۔ ابو بکر متعاقبین کی آواز سُنکر مضطرب ہوئے اور کانپنے لگے اور فرمانے لگے کہ ہمارے تعقب کرنے والے تو بہت سے ہیں اور ہم دو ہی ہیں۔ پیغمبر خدا نے فرمایا ڈرتے کیوں ہو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ صاحب روضۃ الاحباب و صاحب سیرۃ محمدیہ نے لکھا ہے کہ ابو بکر سانپ کے کاٹنے کی تکلیف سے رو رہے تھے (ایروِنگ۔ روضۃ الاحباب خمیس۔ سیرۃ محمدیہ) +

غرض رسول اللہ اور ابو بکرؓ تین دن غار ثور میں رہے۔ پنجشنبہ کا دن گزر کر رات کو یکم ربیع الاول ہی قریش نے آنحضرت کے گھر کا محاصرہ کیا تھا صبح سے کچھ پہلے ۲ ربیع الاول کو جمعہ کے دن غار میں پہنچے۔ یکشنبہ چوتھی ربیع الاول تک غار میں رہے

لہ ازالۃ الخفا میں ابن عباس سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ علی نے جان بیچکر رسول اللہ کا کپڑا اوڑھ لیا اور اُنکی جگہ سو گئے مشرک علی کو رسول اللہ سمجھکر کنکریاں پھینکتے تھے اتنے میں ابو بکر آئے اور یہی سمجھکر کہ رسول اللہ سوتے ہیں کہا یا رسول اللہ اُسوقت علی نے کہا کہ وہ چاہ میموں کی طرف گئے ہیں ملنا ہو تو وہاں جاکر ملو پس ابو بکر چلے گئے اور حضرت کے ہمراہ داخل غار ہوئے۔ طبری نے اپنی تاریخ میں اس موقع کو اس طرح لکھا ہے کہ ابو بکر علی کے پاس آئے اور پوچھا رسول اللہ کہاں ہیں علی نے کہا غار ثور کیطرف گئے ہیں اگر تمکو اُن سے کوئی حاجت ہو تو اُن سے جا ملو پس ابو بکرؓ دوڑے ہوئے گئے۔ اور رستہ میں حضرت کے قریب جا پہنچے۔ رسول اللہ نے اُس اندہیری رات میں ابو بکر کی آہٹ سنی تو سمجھے کہ مشرکین میں سے کوئی آرہا ہے یہ سمجھکر آپ جلدی جلدی چلنے لگے یہانتک کہ بند نعل ٹوٹ گیا اور پاؤں کے انگوٹھے میں ایک پتھر کی ٹھوکر سے خون بکثرت جاری ہوا پھر اور زور سے دوڑنے لگے ابو بکر کو خیال ہوا کہ اسطرح حضرت کو بہت مشقت ہوگی پس باواز بلند آپ سے کلام کیا حضرت آواز پہچانکر کھڑے ہو گئے یہانتک کہ ابو بکر آپہنچے۔ اب دونو ساتھ چلے اور رسول اللہ پیدل چل رہے تھے اور آپکے پاؤں سے خون جاری تھا۔ یہانتک کہ غار میں پہنچ گئے۔ صبح ہوتے علی اپنے بستر سے اُٹھے کفار قریب گئے تو پہچانا کہ علی ہیں پوچھا تیرا صاحب کہاں ہے فرمایا میں کیا جانوں کیا میں اُسکا پہرا دے رہا تہا تمنے اُنہیں نکلنے کو کہا دہ نکل گئے۔ پھر کفار نے علی کو برا بھلا کہا دہمکایا مارا اور نکالکر مسجد میں لائے اور ایک ساعت قید کرکے چھوڑ دیا۔ ان روایتوں پر یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ جب کفار گھر کو گھیرے ہوئے کنکریاں مار رہے تہے تو ابو بکر علی تک کیونکر پہنچے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ابو بکر آنحضرت کو کہیں راستہ ہی میں ملگئے تھے۔ نیز دیکھو سیرۃ محمدیہ حیات القلوب میں ہے کہ رسول اللہ رات کو ام ہانی کے گھر پر رہے تھے۔ پچھلی رات کو غار کیطرف روانہ ہوئے راستہ میں ابو بکر ملگئے وہ ساتھ ہو گئے عائشہ اور اسماء بنت ابی بکر کہتی ہیں کہ رسول اللہ ہمارے گھر آگئے تھے اور وہاں سے ابو بکرؓ کو ساتھ لیکر غار کی طرف گئے تھے اُسوقت ابو بکرؓ پانچہزار یا ۶ ہزار درہم بھی جو اُنکے پاس تہے اپنے ساتھ لیتے گئے تہے۔ غار سے روانہ ہونے سے پہلے اسماء بنت ابی بکر نے پیغمبر خدا کے کہانے کا دسترخوان لٹکانے کے لئے جب کوئی چیز نہ ملی تو اپنا کمر بند پھاڑ کر دو ٹکڑے کر لیا تہا ایک کو کمر بند رکھا دوسری کو لٹکانے کے کام میں

چوتھے روز جب تعاقب کرنے والوں کا جوش دھیما ہوا تو ۵ ربیع الاول روز دوشنبہ کو عبد اللہ بن اریقط آنحضرت کا اور عامر بن فہیرہ ابو بکر کا اونٹ لیکر حاضر ہوئے آپ عبد اللہ بن اریقط کے اور ابو بکر عامر بن فہیرہ کے ردیف ہوکر معمولی راستہ کو چھوڑکر بحیرہ قلزم کے کنارہ کنارہ مدینہ کیطرف روانہ ہوئے۔ اول شب سے دوسرے دن کی ظہر تک سفر کرتے رہے مقام قدید پر آرام کرکے ذرا آگے بڑھے تھے کہ سراقہ بن مالک مدلجی کھوج لگاتا ہوا آپہنچا۔ کیونکہ کفار مکہ نے جب دیکھا کہ شکار ہاتھ سے نکل گیا تو انہوں نے انعام مقرر کردیا کہ جو آپ کو زندہ پکڑ کر یا آپ کا سر لیکر آئیگا اُسے سو اونٹ ملینگے۔ سراقہ کو دیکھکر حضرت ابو بکر پھر رونے لگے آپنے فرمایا کہ ڈرتا کیوں ہے اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اور سراقہ کے حق میں بد دعا کی اُسکا گھوڑا تا بزانو زمین میں دھنس گیا حالانکہ وہانکی زمین بہت سخت تھی۔ اس سے اُسپر ایسی ہیبت چھائی کہ معافی کا خواستگار ہوا اور اقرار کیا کہ کسیکو آپ کا بھید نہ دونگا۔ اسکا گھوڑا نکل آیا۔ واپس آکر اُس نے کافروں سے کہدیا کہ مجھے محمد کا پتہ کہیں نہیں لگا۔ یہ سراقہ بعد فتح مکہ مسلمان ہوگیا تھا (ابو الفدا۔ ابن اثیر۔ ابن خلدون۔ خمیس۔ روضۃ الاحباب) +

الغرض عبد اللہ بن اریقط اسفل مکہ سے نکلکر ساحل کی طرف جھکا اور اسفل عسفان سے گذرتا ہوا امج میں پہنچا وہاں سے اُس کے اسفل کو طے کرتا ہوا قدید میں آیا جہاں سے ذرا آگے بڑھکر سراقہ کا واقعہ پیش آیا۔ قدید سے نکلکر عرج ہوتا ہوا عوالی مدینہ سے قبا میں داخل ہوا (ابن خلدون۔ طبری۔ ابن اثیر وغیرہ)

(۲) پیغمبر قبا میں پیغمبر خدا قریب وقت زوال آفتاب پیر کے دن ۱۲ ربیع الاول کو مقام قبا میں پہنچے جو مدینہ سے دو میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑی ہے یہ مقام مثل طائف کے زرخیز اور شاداب تہا۔ اور ہوا بڑی صحت بخش تہی۔ یہاں ایک مقام پر جسے التقوی کہتے ہیں آپ کا اونٹ خود بخود بیٹھ گیا اور آگے نہ چلا۔ آپ اُتر پڑے اور بنی اوس کے ایک شخص کلثوم بن ہدم کے گھر جو بروایت تاریخ الخمیس ابہی مشرک ہی تھا یا سعد بن خثیمہ کے مکان پر فروکش ہوئے۔ اور ابو بکر مدینہ میں محلہ سنح میں خبیب بن اساف یا زید بن خارجہ کے مکان میں اقامت اختیار کی۔ قبا میں آپنے پیر منگل بدھ جمعرات ۴ دن قیام کیا (ابن خلدون خمیس (ابن ہشام۔ طبری)

(بقیہ صفحہ ۷۴) لائیں اُسوقت سے انکا نام ذات النطاقین مشہور ہوگیا (خمیس۔ ابن خلدون۔ روضۃ الاحباب) مگر معتبر روایتوں سے اسکا پتہ نہیں چلتا کہ رسول اللہ حضرت ابو بکر کے گھر جاکر اُنکو ساتھ لیتے ہوئے غار کیطرف روانہ ہوئے۔ [۱] ابن خلدون اور صاحب تاریخ الخمیس نے لکھا ہے کہ رسول اللہ جا اونٹ پر سوار تھے عبد اللہ بن اریقط دوسرے اونٹ پر اور ابو بکر اور عامر ابن فہیرہ تیسرے اونٹ پر سوار تھے۔ [۲] زمخشری نے ربیع الابرار میں ہند بنت الجون سے روایت کیا ہے وہ کہتی ہے کہ قدید میں میری خالہ ام معبد کے خیمہ میں اسی سفر ہجرت میں آنحضرت آکر اُترے۔ میری خالہ بڑی مہمان نواز تھی۔ حضرت نے آرام کیا۔ سوتے اُٹھے تو پانی منگا اور خیمہ کے پہلو میں ایک جہاڑی پر ہاتھ دہوئے اور کلی کی۔ جب صبح ہوئی تو ہمنے دیکھا کہ وہ بڑا درخت ہوگیا ہے اور اُسمیں لون الورس کے پہل سو بڑے بڑے پہل لگے ہوئے ہیں۔ خوشبو میں عنبر۔ مزے میں شہد۔ بہو کا کہاتا پیٹ بھر جاتا۔ پیاسا کہاتا پیاس نہ لگتی۔ بیمار کہاتا شفا پاتا۔ جو جانور اُسکے پتے کہاتا اُسکا دودہ بہتا پہرتا۔ ہم اُسے شجرہ مبارکہ کہا کرتے تھے۔ دور دور سے بیمار آتے اُسکے پہل کہاتے شفا پاتے۔ ایک دن صبح کو کیا دیکھتے ہیں کہ اُسکے پہل گر پڑے ہیں اور پتے چہوٹے ہوگئے ہیں۔ ہمیں بڑا رنج ہوا۔ بعد میں خبر آئی کہ رسول اللہ نے اُسی روز انتقال کیا ہے۔ اسکے تیس برس بعد ایک دن صبح کو دیکھا کہ اُسمیں نیچے سے اوپر تک کانٹے ہوگئے ہیں۔ اور اُسکے پہل گر پڑے ہیں اور اُس کی نضرت (ہرا دل) جاتی رہی ہے۔ ہمنے سنا کہ اُسیدن علی مارے گئے۔ اسکے بعد اُس میں کبہی پہل نہ لگا۔ ہم اُسکے پتوں ہی سے فائدہ اُٹھاتے رہے۔ پھر کچھ دنوں کے بعد دیکھا کہ اُسکی ساق سے تازہ خون بہ رہا ہے اور پتے اُسکے گر پڑے اور بعد میں سنا کہ حسین اُسی روز شہید ہوئے۔ پس وہ درخت خشک ہوگیا اور جاتا رہا (تاریخ الخمیس۔ سیرۃ الحلبیہ تحت الابصار)

[۳] بعض نے مثل ابن ہشام کے قبا میں آپ کا قیام ۴ دن بعض نے ۱۴ دن اور بعض نے ۲۲ دن لکہا ہے بخاری اور ابن حجر صاحب فتح الباری نے ۱۴ دن کو اور ابن حبان نے ۴ دن کو ترجیح دی ہے ہمارے خیال میں ۴ ہی دن صحیح ہیں کیونکہ ۱۴ یا ۲۲ دن کی روایت سے آپ کا قبا سے جمعہ کو روانہ ہونا نہیں نکلتا۔ حالانکہ تمام روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ آپنے قبا سے مدینہ میں جاتے ہوئے بطن وادی دانونا میں نماز جمعہ پڑہی ہے جیسا کہ آگے بیان کیا جاتا ہے

مقام قبا میں اسی چار دن کے قیام میں (۱) آنحضرت نے مسجد قبا کی بنیاد ڈالی (۲) بریدہ بن الحصیب اسلمی مع ستر نفر بنی سہم کے مثل سراقہ کے انعام کی اُمید میں حضرت کی تلاش میں آیا مگر یہ سب مسلمان ہوگئے لیکن تاریخ الخمیس میں لکھا ہی کہ بریدہ رستہ میں قبا پہنچنے سے پہلے ملے ہیں (۳) سلمان فارسی اسی مقام پر حضرت کی خدمت میں آکر مشرف باسلام ہوئے (۴) آنحضرت کو قبا میں آئے ہوئے تین دن ہوئے تھے کہ جناب علی بھی پاپیادہ مکہ سے آکر حاضر خدمت ہوئے۔ آنحضرت اپنے بھائی کو دیکھکر بہت خوش ہوئے بغلگیر ہوئے۔ مگر پانو پر ورم اور حالت تباہ دیکھکر بہت روئے۔ ابن خلدون صاحب حبیب السیر اور ایرونگ نے لکھا ہے کہ حضرت علی کے پانوں سے لہو بہتا تھا۔ مگر آنحضرت کے ہاتھ پھیرنے یا پھونکنے سے وہ زخم بالکل اچھے ہوگئے۔

(۳) پیغمبر مدینہ میں

جب مہاجرین مکہ نے جو حضرت سے پہلے مدینہ میں آئے ہوئے تھے سُنا کہ حضرت مدینہ کے قریب قبا میں آگئے ہیں۔ حضرت کے استقبال کو آئے اور ۱۶ ربیع الاول یوم جمعہ کو جب کچھہ دن چڑھا تو حضرت قبا سے مدینہ کیطرف روانہ ہوئے بریدہ بن الحصیب مع اپنے ستر سواروں کے آگے ہوا بعض مسلمانوں نے تاڑ یا کھجور کے چھتر سے آپ کے سر پر سایہ کیا۔ حضرت ابوبکر اور بروایت حیات القلوب جناب علی حضرت کے پہلو میں سوار چلے جاتے تھے۔ اسوقت بریدہ نے کہا کہ یا حضرت مدینہ میں بغیر علم کے داخل نہ ہوں یہ کہکر اپنی پگڑی اُتاری اور اپنی برچھی کی نوک پر ایک سرا باندہ کر بلند کیا۔ اور حضرت کے آگے آگے لیچلا (روضة الاحباب۔ تاریخ الخمیس)+

ایرونگ لکھتا ہے کہ آب و ہوا خوشگوار۔ زمین زرخیز۔ کھجوروں کی کثرت۔ خوشبودار جھاڑیاں اور پھول افراط سے۔ شہر مدینہ حضرت کی ہجرت کے لئے نہایت موقع کا مقام تھا۔ اسکی جای وقوع بہت ہی پسندیدہ اور خوشنما ہے+

چلتے چلتے راستہ میں لطن وادی رانونا میں قبیلہ بنی سالم میں پہنچے تو اول زوال کا وقت تھا حضرت اُتر پڑے اور اُن مسلمانوں کے ساتھ جو ہمراہ تھے اور جو اسوقت تعداد میں سو تھے۔ آپ نے نماز جمعہ اور خطبہ پڑھا۔ اور یہ اسلام میں اول نماز جمعہ اور اول خطبہ ہے۔ بعد میں اسی مقام پر مسجد نبوی تعمیر کی گئی (خمیس روضة الاحباب۔ طبری وغیرہ)

جب مدینہ تھوڑی دور رہا تو اُسی خاک اور دھوپ میں انصار کا ایک گروہ استقبال کو آیا اور وہ نہایت جوش اور تپاک سے ملے حالانکہ اُنمیں سے اکثر نے پہلے کبھی آنحضرت کو دیکھا بھی نہ تھا+

اب وہی محمدؐ جن کو ذرا پہلے زمین پر پانو رکھنے کو جگہ نہ تھی اور جلاوطن پھر رہے تھے اور جن کے سر کے لئے انعام مقرر تھا مدینہ میں اسطرح داخل ہوئے جسطرح کوئی شہنشاہ کسی فتح نمایاں کے بعد اپنے دار السلطنت میں داخل ہوتا ہے۔ باشندوں کا یہ حال تھا کہ جو حضرت کے چہرہ کو دیکھتا تھا۔ اور جس گھر پر انصار کے حضرت گزرتے تھے بہت تعظیم و تکریم سے پیش آتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ حضرت یہیں قدم رنجہ فرمائیں اور آرام کریں۔ جب اس امر میں لوگوں میں بحث ہونے لگی تو حضرت نے فرمایا کہ میرے ناقہ کو نہ روکو جہاں وہ خود بیٹھ جایگا وہاں ٹھیرونگا۔ کیونکہ وہ من جانب اللہ اس امر پر مامور ہے۔ ہر شخص اُمید کی نگاہوں سے ناقہ کو دیکھہ رہا تھا تا آنکہ ناقہ بنو بیاضہ کے محلہ میں پہنچا اور بنو ساعدہ اور بنو حارثہ اور بنو عدی سے نکلکر بنو نجار میں پہنچا اور وہاں اُسجگہ ٹھیر گیا جہاں اسوقت مسجد نبوی کا دروازہ ہے یہاں سے خالد بن زید بن کلیب بن ثعلبہ جو قبیلہ مالک بن نجار سے تھے اور ابو ایوبؓ انصاری کے نام سے مشہور ہیں اور جن کا مکان سب سے زیادہ قریب تھا حضرت کو اپنے گھر لیگئے اور آپ تا تیاری مسجد نبوی و مسکن شریف عرصہ سات ماہ تک اور بروایت مسعودی ایک ماہ تک اُنہیں کے

لہ یہ وہی بزرگوار ہیں کہ جب ۵۲ھ میں معاویہ کے عہد میں قسطنطنیہ پر فوجکشی ہوئی تو محاصرہ کے ایام میں بیماری سے اُنکا انتقال ہوگیا اور شہر کی فصیل کے قریب دفن کئے گئے اور سلطان محمد ملقب بہ فاتح نے جب ۸۵۵ھ میں شہر مذکور کو فتح کیا تو بڑی تلاش کے بعد انکی قبر کا پتہ ملا جو تعویذ کے کندہ سے پہچانی گئی۔ جسپر سلطان نے مقبرہ بنوایا اور ایک بڑی عالیشان مسجد تعمیر کرادی جو ابتک جامع ایوبیہ کے نام سے مشہور ہے (تاریخ منتظم ناصری و اعجاز التنزیل)

گھر پر مقیم رہے - ابو ایوب بنی خزرج سے تھے اور قبیلہ بنی نجار کے سردار تھے +

(۴۲) مسجد نبوی مسجد نبوی جسجگہ بنی ہے وہ بنی نجار کے دو یتیم لڑکوں سہل اور سہیل کی ملک تھی ویران پڑی تھی صرف چند کھجوروں کے درخت تھے وہاں مشرکین کا قبرستان بھی تھا - اور چوپایے بھی بند کئے جاتے تھے - مالکوں نے ہبہ کرنا چاہا حضرت نے منظور نہ کیا بلکہ دس مثقال زر سرخ دیکر خریدی - مشرکین کی قبریں دور کر دی گئیں - اور کھجور کے درخت کاٹ ڈالے گئے - نہایت سیدھی سادھی مسجد بنائی گئی - دیواریں مٹی اور کچی اینٹوں کی - پہلے ایک چبوترہ بناکر قناتی دیوار کھڑی کی گئی بعد میں وہی کھجور کے درخت جو کاٹے گئے تھے - اُنکے ستون بنائے گئے اور کھجور ہی کے پتوں اور شاخوں کی چھت بنائی گئی - جسمیں سے مینہ ٹپکتا تھا اور مٹی جھڑتی تھی عرض ۶۰ گز طول ۷۰ گز تھا مگر سنہ ۷ھ میں فتح خیبر کے بعد حضرت نے اُسکی کچھ ترمیم اور توسیع کی تھی) تین دروازے تھے ایک جنوب کی طرف جہاں بعد میں قبلہ مقرر ہوا (کیونکہ اسوقت تک قبلہ بیت المقدس ہی تھا ہجرت کے ڈیڑھ سال بعد کعبہ قبلہ مقرر ہوا تھا) دوسرا باب جبرئیل - تیسرا باب الرحمہ - اِس عمارت کا ایک حصہ جسکا نام صفہ تھا ایسے مسلمانوں کے رہنے کے لئے مقرر کیا گیا جن کا گھر نتھا انکی تعداد ۷۰ سے چار سو تک ہو جاتی تھی - اِس مسجد کے بنانیمیں حضرت اپنے ہاتھ سے بھی مدد دیتے تھے - آنحضرت کے ساتھ مہاجر و انصار بھی شریک تھے صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں کہ آنحضرت کے بدلے عمار یاسر سب سے دگنا کام کرتے تھے اور آنحضرت اُنکی گرد جھاڑتے جاتے تھے - اور اُنکے حق میں افسوس سے فرماتے تھے کہ عمار کو گروہ باغیہ قتل کریگا کہ وہ اُنکو جنت کیطرف بلاتا ہوگا اور وہ اُسکو دوزخ کی طرف بلاتے ہونگے جیسی مسجد سادی تھی ویسی ہی اُسکی کارروائی بھی سادی تھی (روضۃ الاحباب خمیس) شروع میں کچھ عرصہ تک رات کو تیل بتی کے بدلے کھجور کی چھپٹیوں سے روشنی کا کام لیا جاتا تھا - زمین پر بیٹھکر کھجور کے ستون سے پشت لگاکر حضرت وعظ فرمایا کرتے تھے بہت عرصہ بعد تین سیڑھیونکا منبر بنایا گیا تھا منبر پر آنحضرت کبھی بیٹھکر کبھی کھڑے ہوکر عصا پر سہارا دیکر وعظ فرماتے - اس وعظ میں اکثر صرف خدا کی عبادت اور نسل انسان کے ساتھ بھلائی کرنیکا مضمون ہوا کرتا تھا - فرماتے تھے جو مخلوق خدا اور اپنے بچوں پر رحم نہیں کرتا خدا اسپر رحم نہیں کریگا - ہر مسلمان جو کسی ننگے مسلمان کا تن ڈھانکیگا خدا اُسے بہشت کے سبز کپڑے پہنائیگا - خیرات کے بارہ میں فرماتے تھے جب خدا نے زمین کو پیدا کیا تو وہ ہلتی اور تھرائی تھی اُسکے ثبات کے لئے خدا نے اُسپر پہاڑ بنائے تب فرشتوں نے پوچھا کہ بار خدایا تیرے مخلوق میں کوئی چیز پہاڑوں سے بھی زیادہ زبردست ہے فرمایا لوہا پہاڑوں سے زیادہ زبردست ہے کیونکہ وہ پہاڑوں کو توڑ دیتا ہے - پھر پوچھا لوہے سے بھی کوئی زبردست چیز ہے جواب آیا آگ لوہے سے زبردست ہے کیونکہ وہ اُسے پگھلا دیتی ہے پھر پوچھا کہ تیری مخلوق میں کوئی چیز آگ سے بھی زیادہ زبردست ہے جواب آیا پانی کہ وہ آگ کو بجھا دیتا ہے - پھر پوچھا کہ کوئی چیز پانی سے بھی زبردست ہے جواب ہوا ہوا کیونکہ وہ پانی پر غالب آتی ہے اور اُسے حرکت دیتی ہے پھر فرشتوں نے پوچھا کہ اے رب العالمین کوئی چیز ہوا سے بھی زبردست ہے ارشاد ہوا نیک آدمی جو خیرات دیتا ہے اگر اسطرح دیکہ داہنے ہاتھ سے دے اور بائیں کو خبر نہ ہو - وہ سب چیزوں سے زبردست ہے - مہربانی اور رحم کے ہر کام کو حضرت نے خیرات میں داخل کیا ہے - فرماتے ہیں ہر نیک کام خیرات ہے اپنے بھائی کو دیکھکر مسکرانا خیرات ہے - اپنے بنی نوع کو

ﻟﮧ یہ امر متنازعہ فیہ ہے کہ شروع اسلام سے بیت المقدس قبلہ تھا یا نہیں مگر اکثر تاریخوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شروع سے کوئی قبلہ نہ تھا اول سنہ ۲ ہجری میں بیت المقدس اور اُسکے ۱۷ مہینے بعد کعبہ قبلہ قرار پایا ہے - اکثروں کا یہ قول ہے کہ مکہ میں بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے تھے ... خمیس ... روضۃ الاحباب)

نیک کام کی رغبت دلانا خیرات ہے۔ بھولے کو راستہ بتانا خیرات ہے۔ اندھے کی مدد کرنا خیرات ہے۔ راستے سے پتھر کانٹے یا کسی اور راستہ روکنے والی چیز کا ہٹانا خیرات ہے۔ پیاسے کو پانی پلانا خیرات ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ عاقبت کے واسطے انسان کی اصل دولت نیکی ہے جو اُس نے اِس دنیا میں اپنے بنی انسان کے ساتھ کی ہے۔ مرنے کے بعد یہاں لوگ پوچھتے ہیں کہ وہ کیا مال و متاع چھوڑ مرا اگر قبر میں فرشتے پوچھتے ہیں کہ کیا کیا نیکیاں لایا ہے۔ کسی نے پوچھا یا حضرت میری ماں ام سعد مر گئی ہے سب سے بڑی کونسی خیرات ہے جس سے اُسکی روح کو ثواب پہنچاؤں فرمایا کنواں کھود اور پیاسوں کو پانی پلا۔ اُس نے ایسا ہی کیا + زبان کی خیرات پر بھی حضرت نے بہت زور دیا ایک بصرہ کا باشندہ ابو جاریہ نامی حضرت کے پاس آیا اور درخواست کی کہ مجھے اپنا چال وچلن اور اخلاق درست کرنے کے واسطے سب سے عمدہ ایک قاعدہ بتادیجئے۔ فرمایا کسیکی بابت بُرا لفظ منہ سے نہ نکال ابو جاریہ کہتا ہے کہ اُسوقت سے مینے کسی آزاد یا غلام کو بُرا نہیں کہا۔ اور نہ گالی زبان سے نکالی۔ اخلاق کی درستی میں حضرت نے کمال کوشش کی فرماتے ہیں جب کسی گھر میں داخل ہو یا اُس سے نکلو تو وہاں کے لوگوں کو سلام کرو دوست آشناؤں اور راہ گیروں کے سلام کا جواب دو جو سوار ہو وہ پہلے سلام کرے پیدل کو۔ جو چلتا ہو وہ بیٹھے کو پہلے سلام کرے۔ گھٹیا بڑھیا کو اور چھوٹا بڑے کو +

مسجد کے دروازوں میں سے ایک دروازہ اُن مکانوں کی طرف تھا جو آنحضرت نے مسجد کے دیوار سے لگے ہوئے اپنی ازواج اور کنبہ کے واسطے بنائے تھے[1]۔ مسجد اور ان مکانات کی تعمیر تک جو ۷ مہینہ اور بروایت مسعودی ایک ماہ کی مدت تھی حضرت ابو ایوب انصاری کے مکان پر مقیم رہے +

جب مکان بن گئے تو حضرت نے بروایت طبری و حبیب السیر زید بن حارثہ اور ابو رافع کو ۵ سو درہم اور دو اونٹ دیکر مکہ کی طرف روانہ کیا کہ حضرت فاطمہ اور حضرت ام کلثوم اور سودہ بنت زمعہ اور اسامہ بن زید اور اُنکی والدہ ام ایمن کو مدینہ کو لے آئیں۔ انہیں کے ساتھ عبداللہ بن ابی بکر بھی اپنے گھر والوں سمیت چلے آئے طلحہ بن عبیداللہ بھی اُنکے ساتھ آئے ان سب کے آنے پر حضرت اپنے گھر میں رہنے لگے۔ تاریخ الخمیس میں طبری سے روایت ہے کہ حضرت کی قیام قبا ہی کے زمانہ میں آنحضرت کا کنبہ اور حضرت ابوبکر کے قبائل مکہ سے قبا میں آ گئے تھے اور اسماء بنت ابی بکر جو حاملہ تھی اُن سے وہیں[2] عبداللہ بن زبیر دخول مدینہ سے پہلے پیدا ہوئے +

ابن خلدون لکھتا ہے کہ جب عبداللہ بن اریقط آنحضرت اور حضرت ابوبکر کو مدینہ پہنچا کر مکہ واپس گیا اور اُس نے عبداللہ بن ابوبکر کو دونوں کے بخیریت مدینہ پہنچ جانے کی اطلاع دی اُسوقت عبداللہ بن ابی بکر مع اپنی بہنوں عائشہ اور اسماء اور والدہ ام رومان اور طلحہ بن عبیداللہ کے مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچے[3]۔ بعد اسکے ابو رافع مکہ جا کر آنحضرت کے عیال و اطفال کو مدینہ میں لے آئے۔ اور حیات القلوب میں لکھا ہے کہ آنحضرت کے کنبہ کو حضرت علی اپنے ساتھ اونٹوں پر لائے تھے۔ الغرض مسجد نبوی شروع میں چھوٹی تھی۔ حضرت کے بعد جب نمازیوں کی کثرت ہوئی تو خلیفہ دوم حضرت عمر نے اس مسجد کو وسیع کیا لیکن ساخت نہ بدلی حضرت عثمان بن عفان نے اپنے زمانہ میں اسے متغیر کیا پتھر اور گچ سے اسے منقش اور مستحکم کیا۔ ولید بن عبدالملک کے زمانہ میں اور بھی زیادہ وسیع کی گئی۔ اور خانہائے ازواج پیغمبر

---

[1] اول صرف سودہ اور عائشہ کے واسطے مکان بنے تھے بعد میں رفتہ رفتہ حضرت کے اعزہ و اقارب کے مکانات مسجد کے قرب و جوار میں تعمیر ہوئے

[2] طبری نے واقدی سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن زبیر ہجرت کے بیس مہینہ بعد مدینہ میں پیدا ہوئے تھے۔ زیاد بن سمیہ اور مختار بن عبید ثقفی سنہ ہجری میں پیدا ہوئے +

[3] اور مدینہ میں پہنچنے کے ۸ ماہ بعد ذیقعدہ میں محلہ سنح میں حضرت ابوبکر کے مکان پر حضرت عائشہ سے زفاف واقع ہوا +

مسجد ہے - چنانچہ جب ذوالنون مصری مدینہ میں آئے تو بیتابی کی حالت میں اُنہوں نے سارے مدینہ کی خاک چھان ڈالی مگر اُنکو مسجد نبوی نہ ملی وہ سمجھتے تھے کہ مسجد نبوی اپنی حالت اصلی پر ہوگی - لوگوں نے جب بتا بتایا تب وہ کہنے لگے کہ یہ تو کسی بادشاہ کی محلسرا ہے میں وہ کچی اینٹ والی مسجد ڈہونڈھتا ہوں جو درخت خرما کی لکڑیوں سے آراستہ تہی - جس پر کنکریوں کا فرش تھا - اور جسپر آنحضرت رسول اللہ اور اُنکے ساتھی جانباز مسلمانوں کے جسم اطہر کو مس ہوا تھا - ذوالنون مصری جو محبت الٰہی اور اُلفت رسالت پناہی میں مجذوب تھے یہ کہکر رو نیلگے - اور اپنی راہ لی +

(۵) نماز و زکوۃ آنحضرت کے ورود مدینہ کے ایک ماہ بعد مثل حال کے نماز پنجگانہ کی ۱۷ رکعتیں قرار پائیں اس سے پہلے ہر وقت کی دو دو رکعتیں تہیں سوائے مغرب کے جس کی اسوقت بہی تین ہی رکعتیں مقرر تہیں - ابن خلدون کے موافق اسی سال زکوۃ فرض ہوئی جسکو صدقہ بہی کہتے ہیں - اسی سال جمعہ یوم السبت قرار پایا (طبری - تاریخ الخمیس - ابن خلدون)

(۶) اذان و اقامت اسے سنہ ایک ہجری میں اذان و اقامت مقرر ہوئی[ل5] - حضرت بلال اسلام میں سب سے پہلے مؤذن ہوئے ہیں - اذان کی لنسبت ابوالفدا اور بعض اور مورخین نے یہ روایت لکہی ہے کہ اول عبداللہ بن زید بن ثعلبہ بن عبد ربہ انصاری نے خواب میں دیکھا تھا کہ اذان اس طور پر دینی چاہیئے - جس سے مسلمانوں کو اطلاع وقت نماز کی ہوجایا کرے - اور پھر اُسکے خواب ہی کے موافق وحی بہی نازل ہوئی اور اسی طرح اذان دیجانے لگی -

علامہ سہیلی لکہتے ہیں کہ احکام شرعی کی بنیاد فقط ایسے شخص کے خواب پر جو پیغمبر نہیں ہے نہیں ہوسکتی بلکہ جب آنحضرت معراج میں تشریف لیگئے تھے تو آسمان پر ایک فرشتہ کو اس طرح اذان دیتے ہوئے سُنا تھا اور اس سبب سے عبداللہ بن زید کا خواب رویا صادقہ ثابت ہوا اور اُسکے موافق آنحضرت نے اذان جاری فرمائی - ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ پیغمبر کے خواب کے سوا اور کسی کے خواب سے حکم شرعی ثابت نہیں ہوسکتا مگر اس خواب کے ساتھ رسول اللہ صلعم پر وحی بہی نازل ہوئی تہی - کافی میں امام محمد باقر سے روایت ہے کہ شب معراج جب آنحضرت بیت المعمور میں پہنچے تو وقت نماز آچکا تھا حضرت جبرئیل نے اذان و اقامت کہی اور رسول اللہ نے نماز جماعت پڑہائی ملائکہ اور انبیاء نے اقتدا کی کافی میں حضرت امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ جب حضرت جبرئیل حکم اذان لیکر رسول اللہ پر نازل ہوئے تو اُسوقت حضرت کا سر مبارک آغوش جناب امیر میں تھا - حضرت جبرئیل نے اذان و اقامت کہی جب رسول اللہ بیدار ہوئے تو پوچھا یا علی تمنے بہی سُنا - عرض کیا ہاں - پوچھا یاد بہی کرلیا ہے - عرض کیا ہاں - فرمایا بلال کو بلاکر تعلیم کرو - پس حضرت نے بلال کو تعلیم فرمایا +

مسٹر چیمبرز نے اپنے سائکلو پیڈیا میں لکھا ہے کہ موذن کی آواز جو سادہ مگر نہایت متین اور دلکش ہوتی ہے اگرچہ شہر کے دن کے شور و غل میں بہی مسجد کی بلندی سے دلچسپ اور خوش آیندہ معلوم ہوتی ہے لیکن رات کو سناٹے میں اسکا اثر اور بہی عجیب طور سے شاعرانہ معلوم ہوتا ہے یہانتک کہ بہت سے اہل یورپ بہی پیغمبر کو اس امر پر مبارکباد دیے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اُس نے انسان کی آواز کو سائیوں کی ترئی اور عیسائیوں کی گرجا کی گھنٹی پر ترجیح دی -

روضۃ الاحباب اور موطا امام مالک - ازالۃ الخفا اور موطائے امام محمد میں لکھا ہے کہ ایک دن حضرت عمر اپنے عہد خلافت میں سوتے تھے موذن نماز صبح کے لئے جگانے آیا اور کہا الصلوۃ خیر من النوم - عمرؓ بیدار ہوئے اور موذن کو حکم دیا کہ صبح کی اذان میں اس کلمہ کو داخل کرے +

[ل5] اس سے پہلے لوگ خود اوقات نماز پر جمع ہوجاتے تہے یا بلال الصلوۃ الجامعہ کہکر آواز لگاتے تہے (خمیس)

(۷) سلمان فارسی کا مشرف باسلام ہونا حضرت سلمان فارسی اصفہان کے ایک دہقان کے بیٹے مجوسی تاجر تھے اپنے ملک میں کسی عیسائی کی صحبت میں عیسائی ہو گئے تھے۔ مذہب حق کی تلاش میں شام میں گئے وہاں عرصہ تک ۵ راہبوں کی صحبت میں یکے بعد دیگرے رہے ہر ایک پہلا بعد دوسرے کا حوالہ دیجاتا تھا۔ چھٹے راہب نے مرتے وقت موصل کے راہب کا حوالہ دیا موصل کے راہب نے وفات کے وقت کہا کہ اب تم عرب میں جانا وہاں نبی آخرالزماں پیدا ہوا ہے اُسکی پشت پر مہر نبوت ہوگی۔ پس سلمان ایک قافلہ کے ہمراہ کسی امیر کے ساتھ وادی القریٰ میں آئے وہاں اُس نے بدمعاشی سے سلمان کو ایک یہودی کے ہاتھ بیچ ڈالا اور اُس نے اپنے ایک رشتہ کے بھائی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ اور وہ انہیں مدینہ میں لے آیا +

جب آنحضرت صلعم ہجرت کر کے مدینہ میں تشریف لائے تو اسی سال ماہ جمادی الاول میں کسطرح مہر نبوت کو پشت پر دیکھکر فوراً ایمان لے آئے اور ۵ ہجری میں آنحضرت نے ایک وقیہ سونا بہم پہنچا کر سلمان کو آزاد کرا لیا ایمان لانے کے وقت سلمان کی عمر ساڑھے تین سو یا ڈھائی سو برس کی تھی۔ کہتے ہیں کہ آنحضرت کے پاس پہنچنے تک حضرت سلمان دس جگہ بکے تھے۔ جنگ خندق میں خندق کھود کر لڑنے کا طریقہ سلمان ہی نے بتایا تھا۔ اور اور خندق کھودنے میں سب سے دُگنا کام کرتے تھے۔ بعد میں حضرت عمر خطاب نے سلمان کو مداین کا حاکم بنا دیا تھا۔ مگر وہ اپنی قوت مزدوری کر کے حاصل کرتے رہے۔ فقیر دوست۔ محتاج نواز اور اہل صفہ سے تھے ۳۵ یا ۳۶ھ میں خلافت حضرت عثمان میں مداین میں وفات پائی[1]۔ یہ منوچہر کی اولاد سے تھے اور ان کا اصل نام ماہویہ یا بہبود بن بدخشان تھا (حبیب السیر و تاریخ خمیس)

(۸) عقد مواخات ہجرت کے ۵ یا ۸ ماہ بعد جب مدینہ کے لوگ مسلمان ہوئے تھے مکہ کے مہاجرین میں افسردگی بدیدا ہی پھیلی وہ اس آب و ہوا کے عادی نہ تھے بہت سوں کو بخار آنے لگا۔ اور بیماری اور کمزوری کی حالت میں اُنہیں اپنے گھر یاد آئے۔ حضرت نے اُنکی تسلی اور آرام کے لئے ایک ایک مہاجر کا ایک ایک انصار کے ساتھ بھائی چارہ مقرر کر دیا چنانچہ ۴۵ یا ۵۰ مہاجرین کا ۴۵ یا ۵۰ انصار کے ساتھ عقد مواخات مقرر کر دیا مثلاً (۱) حضرت ابوبکر کا خارجہ بن زید سے (۲) ابو عبیدہ بن جراح کا سعد ابن معاذ سے (۳) عمر ابن خطاب کا عتبان بن مالک سے (۴) عبدالرحمن بن عوف کا سعد ابن ربیع سے (۵) عثمان بن عفان کا اوس بن ثابت سے (۶) طلحہ بن عبید اللہ کا کعب بن مالک سے (۷) سعید بن زید کا ابی بن کعب سے (۸) زبیر بن العوام کا سلمہ بن سلام سے (۹) سلمان فارسی کا ابوالدرداء عویمر بن ثعلبہ سے (۱۰) مصعب بن عمیر کا ابو ایوب خالد بن زید سے (۱۱) ابو حذیفہ بن عتبہ کا عباد بن بشر سے (۱۲) بلال کا ابو رویحہ عبداللہ بن عبدالرحمن خثعمی سے +

جب مہاجرین و انصار میں بھائی چارہ قایم ہو چکا تو حضرت علی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں تو یوں ہی رہ گیا حضرت نے ارشاد کیا کہ اے علی تیرا تو بھائی میں ہوں۔ تو میرا بھائی ہے دنیا اور آخرت میں۔ ابوالفدا لکھتا ہے کہ جب ہی تو حضرت علی کوفہ میں منبر پر اپنے ایام خلافت میں (فخریہ) فرماتے تھے کہ اے مسلمانوں میں پیغمبر خدا کا بھائی ہوں اور اللہ کا بندہ ہوں۔ ایرونگ لکھتا ہے کہ اس دانائی اور سادگی کے طریقہ سے اُس سلطنت کی بنیاد پڑی جو تھوڑے عرصہ میں بہت عظیم الشان طاقت حاصل کرنے والی اور دنیا کی زبردست سے زبردست سلطنتوں کی ہلا دینے والی تھی۔

واضح ہو کہ ایک دفعہ ہجرت سے پہلے مکہ میں بھی عقد مواخات قایم ہوا تھا۔ اور اُسمیں (۱) ابوبکر و عمر (۲) طلحہ و زبیر (۳) عثمان و عبدالرحمن بن عوف اور (۴) حمزہ بن عبدالمطلب و زید بن حارثہ کے درمیان بھائی چارہ قرار پایا تھا

[1] حضرت علی نے براہ اعجاز ایک ہی شب میں مدینہ سے جا کر انکی تجہیز و تکفین کی اور واپس آئے (مجالس المومنین ص ۶۷ مجالس المومنین میں سلمان کی وفات ۳۶ ہجری میں)

اُسوقت بہی آنحضرت نے حضرت علی کے بارہ میں فرمایا تھا کہ اے علی تو میرا بہائی ہے تو اَنتَ اَخِی فِی الدُّنیَا وَالآخِرَہ - تاریخ الخمیس - فتح الباری - حبیب السیر

(۹) آنحضرت کے کنبہ کی حالت حضرت کے اقارب بہت متفرق تھے - صاحبزادی رقیہ اپنے شوہر عثمان بن عفان کے ساتھ ابتک حبش سے واپس نہ آئی تہیں - دوسری صاحبزادی زینب کو اُنکے شوہر ابو العاص نے جو بڑا کفر اور اسلام کا مخالف تھا مکہ سے آنے نہ دیا تھا - پس اسوقت مدینہ میں صرف حضرت کی زوجہ سودہ اور عایشہ اور صاحبزادیاں فاطمہ اور ام کلثوم تہیں یا جناب علی +

(۱۰) انصار و مہاجر اسوقت مدینہ میں دو قسم کے مسلمان تھے ایک وہ جو مکہ سے ہجرت کر گئے تہے اور مہاجر کہلاتے تہے اور دوسرے مدینہ کے باشندے جو مسلمان ہوئے تھے اور انصار کہلاتے تھے - انصار اکثر دو زبردست قبیلوں اوس اور خزرج سے تھے جو اسلام سے پہلے بت پرست تھے یہ دونو اگرچہ دو بہائیوں اوس اور خزرج کی اولاد سے تھے مگر ایک سو بیس برس سے انہیں فتنہ و فساد برپا تھا - آخر اسلام نے انکو سلامت روی کے طریقہ پر ڈالدیا تہا - ان فرقوں میں سے ایسے لوگوں کے ساتھ جنہوں نے فوراً اسلام قبول نہیں کیا - حضرت نے صلح کا عہد قایم کیا +

(۱۱) عبد اللہ بن ابی سلول منافق - قبیلہ خزرج پر ایک سردار عبد اللہ بن ابی سلول نامی بڑا اختیار رکھتا تھا جسکو بنی خزرج اپنا بادشاہ بنانیوالے تھے - مگر آنحضرت کے مدینہ میں تشریف لانیسے اُن لوگوں کے خیالات بدل گئے - یہ عبد اللہ ایک شاندار باوضع مستعد اور فصیح آدمی تھا ظاہر میں آنحضرت سے بڑا دوستانہ برتاؤ رکھتا اچھی طرح پیش آتا اور اپنی ہی وضع اور خصلت کے چند آدمیوں کے ساتھ مسلمانوں کی مجلس میں آتا - آنحضرت اول اُنکی وضع داری قابل تعریف گفتگو اور اُن آداب سے جو وہ آنحضرت کا کرتے تھے بہت خوش ہوئے مگر جب آپ کو معلوم ہوا کہ عبد اللہ آنحضرت کی ہر تعریف سے حسد کرتا ہے اور پوشیدہ حضرت سے دشمنی رکہتا ہے اور اُسکے ساتہی بہی جہوٹی دوستی کا دم بہرتے ہیں تو ان لوگوں کا نام منافق رکھا گیا - عبد اللہ مدینہ میں مدت تک آنحضرت کی مخالفت کرتا رہا - ابن خلدون لکہتا ہے کہ علاوہ انکے منافقوں کے سردار خزرج سے جد بن قیس اور اوس سے حرث بن سہیل اور عباد بن حنیف اور مربع ابن قیظی اور اُسکا بہائی اوس تھے - اور یہودیوں میں سے جو بظاہر اسلام کی پناہ اور خفیہ طور سے کفر و کفریات میں ڈوبے ہوئے تھے سعد بن خنیس اور زید بن لصیت اور رافع بن خزیمہ اور رفاعہ بن زید اور کنانہ بن خبورا وغیرہ تھے +

(۱۲) مہاجرین کی حالت جبتک متمول مہاجرین کے پاس سرمایہ تھا غریب مہاجرین کی خبرگیری کرتے رہے - تہوڑے دنوں میں امیر غریب سب برابر ہو گئے - انصار نے بہی حتی الامکان تجبر کیا اور اُنکے پرسان حال رہے مگر تاہم یہ مسلمانوں پر یہ زمانہ کمال عسرت و امتحان کا تہا - اصحاب صفہ کے پاس سوائے ایک کمل یا چادر کے کوئی اور کپڑا نہ تھا - رسول اللہ صلعم پر اکثر فاقہ گذر جاتا تھا +

(۱۳) مدینہ کے یہود و نصاریٰ حضرت کے مدینہ میں تشریف لانے کے بعد شہر کے بعض عیسائی بہی فوراً مسلمان ہو گئے اور جو مسلمان نہیں ہوئے اُنہوں نے بہی اسلام کی کچہہ ایسی مخالفت نہیں کی - کیونکہ بت پرستی سے وہ اسلام کو بدرجہا بہتر سمجہتے تھے - مگر یہودیوں نے جنکے قبیلے مدینہ اور اُسکے نواح میں بڑے زبردست اور مالدار تھے مخالفت کی اُنمیں سے بعض سے حضرت نے صلح کرلی[۱] اور عہد لکہوائے - اس خیال سے کہ رفتہ رفتہ یہ بہی راہ راست پر آجائیں گے +

[۱] مولوی سید امیر علی تنقید الکلام میں لکہتے ہیں کہ مدینہ اور اُسکے قرب جوار کے یہودیوں سے اس نئی سلطنت اسلامیہ کو بڑا خوف رہتا تہا - اسلئے مدینہ میں داخل ہونے کے تہوڑے ہی دنوں بعد آنحضرت نے ایک فرمان یہود کے نام جاری کیا جسمیں اُنکے تمام ملکی حقوق کو قایم رکھا اور انکے رسوم

(۱۴) سنہ ۱ھ کے مختلف واقعات | (۱) عبداللہ بن سلام یہودیوں کا بڑا عالم مسلمان ہوا (۲) مدینہ میں آپکے آٹھ تو مہینے بعد شوال یا ذیقعدہ میں حضرت عائشہؓ سے زفاف واقع ہوا (۳) موالید اسے سال سنہ ۱ھ میں مہاجرین میں اول لڑکا عبداللہ بن زبیر اور انصار میں نعمان بن بشیر پیدا ہوا۔ اور مختار بن عبید اور زیاد بن ابیہ بھی اسی سال پیدا ہوئے (طبری و خمیس) (۴) وفیات۔ براءؓ بن معرور نقیب۔ اسعدؓ بن زرارہ نقیب۔ کلثوم بن ہدم مسلمانوں سے اور عمرو کا باپ عاص بن وائل اور خالد کا باپ ولید بن مغیرہ مشرکوں سے فوت ہوئے۔ (خمیس)

سنہ ۲ھ (۵ جولائی سنہ ۶۲۳ء سے ۲۴ جون سنہ ۶۲۴ء تک)

(۱۵) نکاح جناب فاطمہ | صاحب کشف الغمہ اور صاحب تاریخ الخمیس نے لکھا ہے کہ رمضان سنہ ۲ھ میں آنحضرت نے جناب فاطمہ کا نکاح حضرت علی سے کر دیا اور ماہ ذیحجہ میں زفاف واقع ہوا ؏ +

(بقایا صفحہ ۷۵) کو خواہ وہ شخصی ہوں خواہ نوعی ایسی حذاقت کے ساتھ مقرر فرمایا جس سے ثابت ہو گیا کہ آپ کی عقل اکمل عقول تھی اور نہ صرف اپنے زمانہ میں آپ خیر البشر تھے جیسا سر ولیم میور صاحب نے تسلیم کیا ہے بلکہ سب زمانوں میں اس فرمان سے کچھ قواعد عامہ درج کئے جاتے ہیں۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ط یہ فرمان محمد رسول اللہ نے تمام مسلمین کو خواہ وہ قریش ہوں خواہ اہل یثرب اور سب لوگوں کو چاہے کسی قوم اور مذہب کے ہوں جنہوں نے مسلمانوں سے صلح و آشتی رکھی ہے لکھدیا ہے۔ بعد اسکے خونبہا کے شرائط بیان کرکے اور چند حکیمانہ قواعد اس باب میں مقرر فرما کر کہ مسلمانوں کو ایک دوسرے کی نسبت کیا فرائض ادا کرنے چاہئیں۔ فرمایا ہے کہ "صلح اور جنگ کی حالت سب مسلمانوں کے لئے عام ہوگی اور کسی مسلمان کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اپنے برادران ایمانی کے دشمنوں سے صلح یا جنگ کرے۔ یہود جو ہماری حکومت اسلامیہ سے تعلق رکھتے ہیں تمام ذلتوں اور اذیتوں سے بچائے جائیں گے اور ہماری اُمت کے ساتھ مساوی استحقاق اُنکو ہماری نصرت و حمایت اور حسن سلوک کا حاصل رہیگا۔ یہودان بنی عوف و بنی نجار و بنی حارث و بنی جشم و بنی غالب و بنی اوس اور سب ساکنان یثرب مسلمانوں کے ساتھ ملکر ایک قوم سمجھی جائیگی۔ اور وہ اپنے اعمال مذہبی کو ویسی آزادی کے ساتھ بجالائیں گے جیسے مسلمان اپنی رسوم دینی کو ادا کرتے ہیں۔ اور یہود کی حفاظت اور حمایت میں جو لوگ ہیں یا جو اُن سے دوستی رکھتے ہیں اُنکو بھی تحفظ اور آزادی حاصل رہے گی۔ مجرموں کا تعاقب کیا جائیگا اور اُنکو سزا دیجائیگی یہود و مسلمانوں کے شرکت یثرب کو سب دشمنوں سے بچانے میں کرینگے اور وہ سب لوگ جو اس فرمان کو قبول کرینگے۔ یثرب میں محفوظ و مامون رہینگے۔ مسلمین و یہود کے دوست آشنا کا بھی ویسا ہی اعزاز کیا جائیگا جیسا خود اُنکا کیا جائیگا۔ سب سچے مسلمان اُس شخص سے بیزار رہینگے جو کسی گناہ یا ظلم یا نااتفاقی یا بغاوت کا مرتکب ہوگا۔ کوئی شخص۔ کسی مجرم کی حمایت نہ کریگا۔ گو وہ اُسکا کیسا ہی عزیز و قریب ہو" اسکے بعد کچھ احکام حکومت جدید اسلامیہ کے اندرونی انتظام کی نسبت لکھکر اس عجیب و غریب فرمان کے آخر میں یہ فقرہ لکھا ہے "آیندہ جو تنازعات درمیان اُن لوگوں کے ہونگے جو اس فرمان کو قبول کرینگے اُنکا فیصلہ خداوند عالم کے حکم کے موافق رسول اللہ فرمائیں گے" اس فرمان سے وہ قبیح رسم دفع ہو گئی جو اب تک عرب میں جاری تھی کہ مظلوم ظالم سے انتقام لینے میں اپنی ذاتی قوت یا اپنے اعزہ کی طاقت پر بھروسہ کرتا تھا اور داورسی اور عدل گستری جنگ جدل پر موقوف تھی اس فرمان کی وجہ سے آپ حاکم اعلےٰ اپنی قوم کے بنگئے اور یہ منصب حکومت آپ کو بحیثیت نبوت و رسالت بھی حاصل ہوا۔ اور اُس عہد و پیمان کی رو سے بھی حاصل ہوا جو آپ کی اُمت نے آپ سے کیا تھا +

ؐ چونکہ حضرت عائشہ کے رخسار کثیر سرخ تھے اس سبب سے آنحضرت اُنکو حمیرا کہا کرتے تھے۔ حضرت کے نکاح میں ۳۲ ازکوئی کواری نہ تھی ۹ سال ۱۰ ماہ حضرت کی زوجیت میں رہیں ۲ؐ براءؓ آنحضرت کے مدینہ میں داخل ہونے سے ایک ماہ پیشتر فوت ہو چکے تھے۔ حضرت جب مدینہ میں داخل ہوئے تو اُنپر نماز پڑھی یہ اسلام میں اول نماز جنازہ ہے ۳ؐ اسعد بن زرارہ ہجرت کے ۹ ماہ بعد فوت ہوئے یہ اول شخص ہے جو قبرستان بقیع میں دفن ہوا ۴ؐ صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ بہت سی معتبر کتابوں میں ثقہ لوگوں سے مروی ہے کہ اس نکاح سے پہلے ایک دن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلعم کی خدمت میں جناب سیدہ کی خواستگاری کی۔ حضرت نے فرمایا کہ فاطمہ کے معاملہ میں وحی کا منتظر ہوں۔ صدیق اکبر نے

صاحب روضۃ الاحباب لکھاہے کہ آنحضرت عقدفاطمہ کے بارہ میں منتظر وحی تھے یہانتک کہ جبرئیل نے اکر کہا اے محمدؐ اللہ تعالے

(بقیہ صفحہ ۷۶) یہ بات حضرت عمرؓ سے بیان کی فاروق نے کہا حضرت رسالت آبؐ نے تمہارا التماس قبول نہیں کیا۔ اور خود فاروق اعظم اسی امر کی خاطر دربار نبوی میں حاضر ہوئے مگر وہی جواب سنا جو امیرالمومنین ابوبکرؓ نے سنا تھا۔ اور بموجب روایت اعلام الوری کے شیخین کی خواستگاری کے بعد بعض صحابہ نے امیرالمومنین رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم کسواسطے جناب زہرا کی خواستگاری نہیں کرتے۔ حضرت نے فرمایا کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ اصحاب نے کہا کہ حضرت رسالت تمسے کچھ طلب نہ کرینگے اُسوقت علی مرتضےٰ آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور غایت حیا سے بغیر کچھ کہے واپس چلے آئے دوسرے دن بھی ایسا ہی ہوا۔ جب تیسرے دن حاضر ہوئے تو جناب سرور کائنات نے پوچھا اے علی کچھ حاجت رکھتے ہو۔ جوابدیا البتہ۔ آنحضرت نے فرمایا فاطمہ کی درخواست کرنے آئے ہوگے۔ عرض کی بلی یارسول اللہ۔ اور آنحضرت نے اس التماس کو قبول فرمالیا۔ پس جبرئیل نازل ہوئے اور کہا کہ یا محمد حق سبحانہ وتعالی نے حکم دیا ہے آپ کو کہ فاطمہ کا علی سے نکاح کردیجے۔ پس نبی منے فاطمہ سے کہا کہ علی ابن ابیطالب کی قرابت اور اُسکی فضیلت جو اسلام میں ہے اُس سے تم واقف ہو اور مینے اپنے رب سے سوال کیا تھا کہ فاطمہ کا نکاح ایسے شخص سے کرے جو اُسکی خلقت میں اُسکے نزدیک سب سے افضل اور محبوب تر ہو۔ اور اُسنے تیرے معاملہ میں کچھہ کہا ہے پس تیری کیا رائے ہے۔ فاطمہ خاموش ہورہیں۔ پس رسول اللہ صلعم فاطمہ کے پاس سے باہر آئے اور فرمایا اللہ اکبر فاطمہ کا سکوت اُسکا اقرار ہے۔ اور مناقب خوارزمی میں لکھاہے کہ رسول صلعم اُمّ سلمہ کے گھر میں تشریف رکھتے تھے کہ شاہ ولایت پناہ خواستگاری فاطمہ کے لیئے حاضر ہوئے۔ اور مدعا بیان کیا۔ جناب بشیر ونذیر نے فرمایا کہ اے علی تجھکو بشارت ہو کہ خدا تعالی نے آسمان پر تیرا نکاح فاطمہ سے کیاہے تیرے آنے سے پہلے جبرئیل میرے پاس آئے اور حریر بہشت کا ایک پارہ سفید میرے آگے رکھدیا کہ جس میں دو سطریں قلم نور سے لکھی ہوئی تہیں۔ مینے اپنے حبیب جبرئیل سے پوچھا کہ یہ حریر کیسا ہے اور اسپر کیا لکھا ہوا ہے جوابدیا بدرستیکہ حق تعالے نے نظر کی طرف اہل زمین کے اور آپ کو تمام مخلوق میں برگزیدہ کیا اور اپنی رسالت کے ساتھ مبعوث کیا دوبارہ پھر خطہ زمین پر نظر ڈالی اور آپکے واسطے ایک بھائی اور وزیر اور مصاحب اور داماد اختیار کیا اور آپکی دختر فاطمہ کا اُس سے نکاح کیا۔ میں نے پوچھا یہ کون شخص ہے کہا جبرئیل نے کہ یا محمد تمہارا بھائی دنیا اور آخرت میں اور تمہارا ابن عم نسب میں یعنی علی ابن ابیطالب علیہ السلام۔ اُسوقت جبرئیل نے کہا یارسول اللہ اشجار بہشت اور درخت طوبی میں حکم الہی سے پہل لگے ہیں۔ اور خزین اور آراستہ ہوئے ہیں اور حوروں نے اپنی کو زیور سے آراستہ کیا ہی اور ملائکہ جوالی بیت المعمور میں جمع ہوئے ہیں۔ اور رضوان نے منبر نور نصب کیا ہے اور راحیل فرشتے نے جو طاقت لسان اور حسن بیان سے متصف ہے اُس منبر پر آکر حمد وثنا وباری تعالی بیان کرکے ساکنان سموات کو مسرور کیاہے پھر باری تعالی نے مجھپر وحی کی کہ میں نے اپنی کنیز اپنے حبیب محمدؐ کی بیٹی فاطمہؑ کی اپنے بندے علی ابن ابیطالب سے تزویج کی تو نکاح پڑھادے۔ پس مینے نکاح پڑھادیا۔ اور گواہی کرائی اُسپر تمام ملائکہ کی۔ اُنکی گواہی اس حریر میں لکھی ہوئی ہے اور میرے رب نے مجھے حکمدیا کہ اس حریر کو آپکے سامنے پیش کروں۔ اور اُسپر مشک کی مہر لگاکر رضوان کے حوالہ کردوں۔ اور جب خدا تعالی ملائکہ کو علی و فاطمہؑ کے نکاح پر گواہ کریگا تو شجر طوبی کو حکم دیا کہ اپنے پہلوں کو نچھاور کردے۔ ملائکہ اور حوروں نے اُن پہلوں کو چن لیا۔ اور وہ قیامت تک اُسپر فخر کرینگے۔ یا محمدؐ مجھہ کو خداوند تعالی نے یہ حکم دیکر بھیجاہے کہ زمین پر بھی آپ علیؑ اور فاطمہؑ کا عقد زوجیت منعقد کردیجئے۔ پس حضرت نے عقد پڑھادیا۔ اس روایت کو علامہ صفوری نے بھی اپنی کتاب نزہۃ المجالس جلد دوم میں لکھاہے پھر صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ جس شب کو علی و فاطمہ کو ایک دوسرے کے سپرد کیا گیا تو نماز عشا پڑھ کر سرور کائنات ایک مشکیزہ آپ لیکر داماد و دختر کے حجلہ میں تشریف لائے اور اپنا لعاب دہن بائیں ڈالکر اور معوذتین اور دعا پڑھکر اُسمیں سے تہوڑا پانی فاطمہ کے سر پر اور پیشان کے درمیان چھڑک دیا اور تھوڑا سا اور لیکر علی کے سر پر اور اُنکے دونوں شانوں کے درمیان ڈالا اور فرمایا اللہم انہما منی وانا منہما اللہم کما اذہبت منی الرجس وطہرتنی تطہیرا۔ بارالٰہا یہ دونو مجھہ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔ بارالٰہا جس طرح تونے مجھہ سے ... کو بھی پاک کر دے +

حکم کرتا ہے کہ فاطمہؑ کی علیؑ سے شادی کر دو۔ نکاح کے وقت جناب فاطمہ کی عمر دس سال[1] کے قریب اور جناب علی کی قریب ۲۴ سال کے تہی۔ اکثر مورخین نے لکھا ہے کہ جب جناب علی نے جناب فاطمہ کی خواستگاری کی تو سرور کائنات صلعم نے پوچھا کہ تمہارے پاس کچھ سرمایہ بہی ہے حضرت علی نے کہا صرف ایک تلوار ایک زرہ اور ایک گھوڑا ہے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ تلوار اور گھوڑے کو تو رہنے دو تم کو لڑائی میں کام دینگے اور زرہ کی تمکو ضرورت نہیں ہے۔ پس حضرت علی سے زرہ لیکر فروخت کرائی وہ چار سو درہم کو بکی اور اس قیمت سے جہیز فاطمہ مہیا کیا گیا اس جہیز میں صرف دو کرتے۔ بہیڑ کی کہال کا ایک بستر ایک قصابہ۔ دو چاندی کے کنگن یا بازو بند۔ ایک چمڑے کا تکیہ کھجور کے پتے بھرا ہوا۔ ایک پانی پینے کا پیالہ۔ ایک چکی۔ دو پانی کے مٹکے اور ایک مشک۔ یہ جہیز ان دونوں کی سادہ زندگی کے لئے کافی سمجہا گیا۔ کیونکہ خود رسول مقبول ہی کی طرز معاشرت از حد سادہ تہی حضرت عایشہ فرماتی ہیں کہ مہینہ مہینہ بہر گذر جاتا تہا کہ پکانے کے لئے ہمارے گھر میں آگ نہیں سُلگتی تہی۔ صرف کھجوروں اور پانی پر گذارہ ہوتا تہا سوا اُس کھانیکے جو کبہی کوئی بہیجدیتا تہا۔ اور ایسا تو کبہی اتفاق نہیں ہوا کہ گھر والوں کو اکٹھے دو دن گیہونکی روٹی ملی ہو عموماً آنحضرت کی خوراک کھجوریں جو کی روٹی۔ دودہ اور شہد ہوا کرتا تہا۔ اپنے کمرہ میں آپ جہاڑو دیتے آپ آگ روشن کرتے آپ اپنے کپڑوں میں پیوند لگاتے غرض رسول اللہ اپنے خادم آپ ہی تھے اگرچہ حضرت کے خادم بہی تھے جن میں انس بن مالک سب سے پہلے خادم ہیں + اسوقت تک آنحضرت صلعم کی صرف دو ہی بیویاں تہیں سودہ اور عایشہ۔ ان کے مکان مسجد کے پہلو ہی میں بنائے گئے تہے۔ بیاہ کے بعد حضرت علی جناب فاطمہ کو لیکر ایک جدا مکان میں رہنے لگے۔ کیونکہ عرب میں دستور تھا کہ بیاہی بیٹیاں باپ کے ساتھ نہیں رہتی تہیں۔ حضرت علی کے مکان کا دروازہ مسجد نبوی میں تہا اور اُسکی ایک کھڑکی حضرت عائشہ کے گھر میں تہی مگر تاریخ الخمیس جلد اول اور جذب القلوب میں لکھا ہے کہ اس راہ سے رسول اللہ صلعم خیر و عافیت جناب فاطمہ اور حسنین کی دریافت کرنے آیا کرتے تھے۔ ایک دن آدہی رات کو حضرت عایشہ آکر جناب فاطمہ سے لڑنے لگیں حضرت فاطمہ نے پیغمبر خدا سے کہکر وہ کھڑکی بند کرا دی +

(۱۶) حکم جہاد اسی سال آنحضرت کو جہاد کا حکم ہوا۔ حضرت کے سب سے بڑے دشمن قریش تھے خصوصاً بنی عبد شمس جنکا سردار ابو سفیان اب گویا مکہ کا حاکم تھا۔ قریش کی زہریلی دشمنی سے حضرت کا مال و متاع برباد ہوا۔ حضرت کا کنبہ ذلیل حقیر۔ مفلس۔ متفرق اور منتشر ہوا اور خود حضرت جلاوطن ہوئے۔ ابتک مسلمانوں نے جسقدر صبر کیا وہ قوت بشری سے باہر تہا۔ وہ بہی انسان تھے اور انسان بہی عرب کے جن میں بات بات پر لڑ پڑنا اور جان دیدینا کوئی بڑی بات نہ تہی۔ تھوڑے ضرور تھے مگر کیا بلی دبکر کتے کو جھپٹ نہیں جاتی۔ لیکن وہ آنحضرت کے حکم بغیر اور آنحضرت بغیر وحی الٰہی کچھہ نکر سکتے تھے چودہ برس ظلم جھیلتے ہوئے گذر گئے۔ آخر جب آنحضرت مدینہ میں تشریف لائے تو اول مسبب الاسباب نے اسباب بہم پہنچائے یعنے مسلمانوں کی جمعیت کو بڑہایا۔ اور قوت دی اور پہر اذن جہاد عطا فرمایا حکم ہوا کہ ایک قطرۂ خون جو حمایت اسلام میں گریگا اور ہر خطرہ اور مصیبت جو دین کی خاطر جھیلے گا خدا کے نزدیک صوم و صلوۃ سے زیادہ بزرگ سمجہا جائیگا۔ اگر مارے جائینگے شہید کہلائینگے اور اُنکے تمام گناہ محو ہو جائینگے اور جنت میں جائینگے اور اُسمیں ہمیشہ حوروں میں بعیش و عشرت بسر کرینگے۔ اگر فتح پائینگے غازی کہلائینگے اور ثواب پائینگے اور موت کے واسطے تو ایک وقت مقرر ہے اُسمیں تقدیم و تاخیر نہیں ہو سکتی خواہ میدان جنگ میں ہوں خواہ بروج مشیدہ میں۔ غرض ؎ بسال دوم بہترین عباد + برافراخت رایات غزو و جہاد +

[1] جناب فاطمہ کی پیدائش اور عمر کے اختلاف میں اس باب کے آخر میں آنحضرت کی اولاد امجاد کے بیان میں بحث کیجائیگی۔

کمر ہمت بر قتل اعدائے دیں - چو گفتش خدا اقتلو المشرکین + حکم جہاد ہوتے ہی مسلمان اسطرح بپھر گئے جسطرح بھوکا شیر پنجرے سے باہر کر دیا جائے +

مکہ کے رہنے والے شام کو برابر تجارت کی غرض سے آتے جاتے تھے رستہ میں مدینہ پڑتا تھا - نواحی مدینہ سے جب کفار گذرتے تھے تو مدینہ کے مسلمانوں کو خبر ملتی تھی مکہ والوں نے جو جو زیادتیاں مسلمانوں کے ساتھ کی تھیں وہ بیان ہو چکی ہیں - مکہ کا کوئی کافر ایسا نہ تھا کہ مسلمانوں کا اُس سے بدلہ لینا بیجا سمجھا جائے - اسلئے بلا خصوصیت قریش کے مکہ کے ہر کافر پر مسلمان حملہ کرتے تھے اور کبھی کبھی کامیاب بھی ہوتے تھے - ان حملوں کو لوٹ مار سے تعبیر کرنا غلطی ہے ان حملوں کی ایک اور وجہ یہ بھی تھی کہ پیغمبر خدا کو یہ اندیشہ تھا کہ کہیں کفار مکہ مدینہ پر حملہ نکریں اسلئے تفحص حال کے واسطے لوگ بھیجے جاتے تھے بعض مورخوں نے ان موقعوں کو سریات کے نام سے نامزد کیا ہے اس صورت میں بعض اوقات کفار سے مٹ بھیڑ بھی ہو جاتی تھی - مسلمانوں کے بعض حملے نواحی مدینہ کو باشندوں پر بھی ہوئی مگر صرف اس غرض سے کہ وہ مسلمانوں پر زیادتی نکرنے پائیں +

ان لڑائیوں کی وجوہات المرتضی کے لایق مولف نے بڑی خوبی سے اور نہایت صحیح صحیح لکھی ہیں - وہ لکھتے ہیں "کوئی ہوس ملک گیری ان لڑائیوں کا باعث نہ تھی اور نہ مذہب اسلام کا بزور شمشیر پھیلانا ان سے مقصود تھا بلکہ ہر طرح اپنی حفاظت کرنا اور امن کا قایم رکھنا مد نظر تھا - مطالعہ کنندگان تاریخ کو بخوبی معلوم ہو سکتا ہے کہ کفار مکہ کو رسول کریم اور اُنکے اصحاب سے کسقدر بغض و عداوت تھی اور اس عداوت کے باعث کیا کیا تکلیفیں اور اذیتیں اُنہوں نے رسول خدا اور صحابہ کو پہنچائی تھیں - ہر چند ایک مرتبہ صحابہ کی جماعت کثیر نے حبشہ کو ہجرت کی اور پھر دوسری مرتبہ باقیماندہ لوگ مدینہ کو ہجرت کرکے چلے آئے مگر کفار کا غصہ فرو نہ ہوا اور آخر کار وہ رسول کریم کی قتل کے درپے ہو گئے اور مکہ سے نکل آنے پر بھی تلاش کی کوشش جاری رکھی - ان حالات میں رسول کریم کا اُنکے ہاتھ سے بچکر مدینہ میں معہ رفقا کے آجانا اور یہاں کے لوگوں کا آپکی مدد کرنا اُنکی سخت ناگواری کا باعث ہوا - اور جو عداوت مہاجرین مکہ سے اُنکو تھی وہ مدینہ کے انصار کے ساتھ بھی ہو گئی - اور سب سے بڑا خوف کفار مکہ کو یہ تھا کہ اگر مسلمان زیادہ قوی ہو جائینگے - تو مکہ پر حملہ کرینگے اسکے علاوہ مدینہ کے جو لوگ ایمان نہیں لائے تھے وہ بھی انصار سے ناراض ہو گئے - چنانچہ چند معزز لوگ مدینہ کو چھوڑ کر مکہ کو چلے گئے اور قریش سے جا ملے - ایسی حالت میں رسول کریم اور مہاجرین و انصار کو اپنی اور مدینہ کی حفاظت اور امن و امان قایم رکھنے کے واسطے اسکے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ اُمور ذیل کو اختیار کرتے (۱) اس بات کی خبر رکھنا کہ قریش مکہ کیا کرتے ہیں اور کس منصوبہ میں ہیں (۲) جو قومیں کہ مدینہ میں یا مدینہ کے ارد گرد رہتی ہیں اُن سے امن کا اور قریش کی مدد نہ کرنیکا معاہدہ کرنا اور عہد شکنی کی حالت میں اُن سے مقابلہ کرنا - (۳) جو مسلمان مکہ میں بہ مجبوری رہ گئے تھے اور موقعہ پاکر وہاں سے بھاگ آنا چاہتے تھے اُنکے بھاگ آنے پر جسقدر ہو سکے اُنکی اعانت کرنا (۴) جو گروہ قریش کا مکہ سے مدینہ پر حملہ کرنیکو نکلے یا کسی طرح یہ احتمال ہو کہ وہ مدینہ پر آنیوالا ہے تو ہتھیاروں سے اُسکا مقابلہ کرنا + غزوات و سریات مابعد میں معلوم ہو گا کہ ہر لڑائی کے واسطے کوئی نہ کوئی وجہ ان اُمور چارگانہ سے ضرور تھی +

(۱۷) اقسام جہاد جہاد دو طرح کے ہوتے تھے ایک تو وہ جس میں آنحضرت خود شریک ہوتے تھے اسکو مسلمان مورخوں کی اصطلاح میں غزوہ کہتے ہیں - دوسرا وہ جس میں آنحضرت خود نہ جاتے تھے - بلکہ کسی دوسرے کو اپنا قایم مقام کرکے بھیجتے تھے اسکو اصطلاح میں سریہ کہتے ہیں - آنحضرت کے غزوات کی تعداد ۱۹ سے ۲۷ تک اور سریوں کی

۵۶ بتائی جاتی ہے - ان غزوات میں سے وہ غزوے بہت مشہور ہیں جن میں قتال واقع ہوا - جنگ بدر - جنگ احزاب جنگ بنی قریظہ - جنگ مریسیع - جنگ خیبر - جنگ وادی القری - فتح مکہ - جنگ حنین - جنمیں مسلمان فتحمند ہوئے اور جنگ احد جس میں مسلمانوں نے شکست کہائی +

(۱۸) طریق جہاد رسول اللہ صلعم وہدایت آنجناب بابت جہاد

جب حضرت کا ارادہ جہاد کا ہوتا تو اول اپنے اصحاب سے مشورہ فرماتے پھر لشکر کو آراستہ کرکے روانہ فرماتے خود سب کے پیچھے تشریف لیچلتے تاکہ کوئی تھکا ہارا بھولا بھٹکا تکلیف نہ اُٹھاوے تلوار حمایل کرتے نیزہ ہاتھ میں لیتے کمان بازو پر لٹکاتے کبھی ایک زرہ پہنتے - کبھی دو - خود سر پر رکھتے اور کبھی سپر بھی لیتے تھے - جاسوس واسطے خبر لینے لشکر عدو کے مقرر کر دیتے - مقدمات وطلایہ پیش پیش بہیجتے - لشکر کے گرد پاسبان مقرر فرما دیتے - ہمیشہ اپنے لشکر کو ملا ہوا اُتارتے خود بہ نفس نفیس صفیں آراستہ کرتے اور جب نوبت قتال وجدال کی پہنچتی تو اپنے لشکر کے شجاعوں کو ایک ایک موقعہ پر اپنے ہاتھ سے معین فرماتے اور سب لوگوں سے زیادہ خود برائے تاک دشمن سے قریب رہتے - اپنے اصحاب کو بولیاں سکہاتے تاکہ پہچان رہے کبھی اُمت اُمت کبھی یا منصور - لڑائی میں چلتے پھرتے تھے - جنگ شروع ہو جاتی تو اللہ سے نصرت کی دُعا مانگتے - پکار کر فرما دیتے تھے کہ عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کیجو اور کسی کا ناک اور کان نہ کاٹیو - جب کسی قوم پر غالب آتے تو وہاں عموماً تین روز ٹھیرتے اور غنیمت کو جمع کرواتے مقتولوں کا جامہ اور خرچ قاتلوں کو عنایت فرماتے اور باقیماندہ میں اول پانچواں حصۂ حق تعالی نکالتے اور اُسکو مصالح اسلام میں صرف کرتے - بعد اسکا تھوڑا عورتوں اور بچوں اور غلاموں کو لطف فرماتے بقیہ لشکر میں تقسیم کر دیتے سوار کو تین حصہ پیادہ کو ایک عنایت کرتے - کذا فی اسفار المعتبرہ - یہ اُس صورت میں تھا جب آنحضرت خود لڑائی میں شریک ہوتے لیکن جب خود نہ جاتے اور کسیکو سریہ پر بہیجتے تو سردار لشکر کو نصیحت فرما دیتے کہ بسم اللہ لڑو خدا کی راہ میں اور مارو اُسے جو خدا کو نہ مانے اور لوٹو تو غنیمت میں چوری نہ کریو اور قول وقرار نہ توڑیو - اور ناک کان نہ کاٹیو اور عورت اور بچہ کو نہ مار یو اور جب دشمن سے ملاقات ہو تو اُس سے تین باتوں کی درخواست کرنا اُنمیں سے جس بات کو مان لے قبول کرنا اور قتال سے باز رہنا ایک تو یہ کہ اُن سے اسلام کی درخواست کرنا اگر وہ مانیں تو قبول کرنا - اور اُنکے قتال سے ہاتھ اُٹھانا - پھر درخواست کرنا کہ اپنے وطن کو چھوڑ کر مہاجرین کے مقام یعنے مدینہ میں آرہیں اور جتا دینا کہ اگر وہ ایسا کرینگے تو اُنکو وہ ملیگا جو مہاجرین کو ملتا ہے یعنے ثواب اور غنیمت اور اُنپر واجب ہوگا جو مہاجرین پر ہے یعنے جہاد - پس اگر قبول نکریں تو اُن سے کہدینا کہ وہ جنگلی مسلمانوں کی طرح ہونگے اُنپر حکم خدا جاری ہوگا جس طرح مومنوں پر جاری ہوتا ہے اور غنیمت وصلح کے مال سے اُنہیں کچھ نہ ملیگا - مگر اُس صورت میں کہ مسلمانوں کے ساتھ ہو کر جہاد کریں - اور جو وہ لوگ مسلمان ہونیسے انکار کریں تو (اظہار مغلوبیت کی غرض سے) اُن سے جزیہ[1] مانگنا اگر مانیں تو قبول کرنا اور اُنکے قتال سے باز رہنا - اگر وہ جزیہ دینا بھی قبول نہ کریں تو خدا سے مدد مانگ کر اُنکو قتل کرنا[2] - اور جب کہ قلعہ والے دشمنوں کا محاصرہ کرو اور وہ چاہیں کہ تم اُن سے خدا اور رسول کا عہد کرو تو یہ نکرنا مگر اپنا قول اور اپنے لشکریوں کا قول کر لینا کیونکہ اگر اپنی اور اپنے ساتھیوں کی عہد شکنی ہو جائیگی تو خدا اور رسول خدا کی عہد شکنی سے گناہ میں کمتر اور آسان تر ہے - اور جو وہ لوگ تم سے چاہیں کہ اُنکو خدا کے حکم پر اُتارو تو

---

[1] جزیہ حسب استطاعت فی کس چند روپیہ سالانہ ہوتا تھا کسی صورت میں تیرہ روپیہ کچھ آنے سے زیادہ نہیں ہوتا اور جو کسب و عمل کی طاقت نہ رکھتا ہو اُس سے کچھ بھی نہیں - [2] یعنے اگر وہ لوگ اپنی مغلوبیت گوارا نہ کریں تو اُن سے کہا جائے کہ آمادۂ جنگ ہو جاؤ ہم تم سے لڑینگے اور تمہیں لوٹیں گے تمہارے جورو بچے چھین لیں گے - پھر اُنکو قتل کرو اور لڑائی کرو - یہانتک کہ حکومت اسلامیہ اُن پر جم جائے - اور فتنہ اُن کے استقلال حکومت کا فرد ہو جائے + + + +

خدا کے حکم پر نہ اُتارنا لیکن اپنے حکم پر اُتارنا۔ اسواسطے کہ تم اُنکے تعدمہ میں خدا کی مرضی نامرضی جان نہ سکوگے (یہ بالکل حدیث صحیح مسلم کا ترجمہ ہی)۔ اس سے واضح ہوا کہ جہاد سے غرض یہ نتھی کہ زبردستی مار مار کر مسلمان ہی کریں۔ کیونکہ اگر یہ ہوتا تو یہود وغیرہ کفار کو جو بلاد عرب میں بطور رعایا جزیہ قبول کرکے مسلمانوں کے زیر قنات رہتے تھے مسلمان کرلیتے اور جوتیاں مار مار کر سیدھا کرلیتے اور اوروں سے مقابلہ کرتے حالانکہ ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ اُن لوگوں سے کبھی کسیطرحکا جبرواکراہ بھی عمل میں نہیں آیا پس مطلب یہ معلوم ہوا کہ جو لوگ رواج دین اسلام میں رخنہ انداز ہیں اور شوکت وجمعیت رکھتے ہیں اُن سے مقابلہ کرو تاکہ اُنکی شوکت ٹوٹ جائے اور مسلمانوں کو ستانے کی طاقت نہ رہے۔ اور یہ بھی فائدہ نکلے کہ خود گمراہی سے باز رہیں اور دین حق کی طرف رجوع کریں۔ آگے چلکر یہ بھی ظاہر ہوجائیگا کہ صرف چند مقام میں نوبت قتال وجدال کی پہنچی ہے نہیں تو لاکھوں کافر اپنے دلی شوق سے مسلمان ہوئے۔ اور اپنے خویش واقارب ومال ودولت چھوڑ کر حاضر ہوئے اور ایسی دنیاوی بلاؤں میں پڑے کہ بیان سے باہر ہے۔ مگر اسلام سے موںہہ نہ موڑا۔ ہر چند کافروں نے طرحطرحکی طمع دی اور خلعت اور پوشاکیں بھیجیں پر اُنکو مطابعت اسلام میں حظ روحانی حاصل تھا کہ بلاطمع بھوکے پیاسے پیٹ پر پتھر باندھے راہ خدا میں کافروں سے مقابلہ فرماتے تھے +

(۱۹) جزیہ کیا ہے؟ جزیہ معرب ہے فارسی لفظ گزیہ کا۔ جزیہ نوشیروان عادل کے زمانہ میں بھی جاری تہا + آنحضرت نے عام طور پر یہ ارادہ کرلیا تھا کہ ہرجگہ قرآن کے مطابق انصاف کیا جائے۔ اسی غرض سے دعوت اسلام شروع کی۔ دعوت اسلام کا یہ مطلب تھا کہ تم لوگ اللہ کے واحد اور قادر مطلق ہونے سے انکار مت کرو۔ اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ اور قرآن کے موافق جو سب سے اچھا قانون ہے اپنے حقوق کا تصفیہ کیا کرو۔ اگر تم اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان نہیں لاتے تو اتنا تو ضرور کرو کہ مسلمانوں کو اپنے ملک کا نگراں قرار دو اور اُنکی حفاظت میں رہو۔ تاکہ وہ تمہارے افعال کی نگرانی کرتے رہیں اور تمہاری طرف سے اُنکو کسیطرحکا خدشہ اور اندیشہ نرہے اور تمکو یہ فائدہ ہو کہ تم اُنکی حفاظت میں امن سے رہو نگرانی کے لئے فوج رکھنی پڑیگی اُسکے خرچ کے لئے جزیہ دو چونکہ اُس زمانہ مین مسلمان اپنے افعال اور خیالات کی وجہ سے تمام دنیا کے باشندوں سے افضل تھے جیسا کہ تاریخوں کے مطالعہ سے ظاہر ہے اس سبب سے اُنکو ایسا کہنا نامناسب بھی نہ تہا) مسلمانوں نے اپنے اس قول کو عملی طور پر ثابت بھی کردیا کیونکہ جو لوگ اس طرح جزیہ دیکر مسلمانونکی حفاظت میں آتے تھے اُنکے جان ومال کی حفاظت مسلمانوںپر فرض ہوتی تہی چونکہ مسلمانوں کا ہر فرد ولشر فوج کا ایک سپاہی تہا اور ہر ایک مسلح ہوکر میدان جنگ میں آنا فرض تھا اسلئے وہ جزیہ سے عام طور پر مستثنے تھے۔ پس جزیہ سے مسلمانوں کی کوئی خاص رعایت اور دیگر مذاہب کے ساتھ کوئی تشدد نہ تھا مسٹر آرنلڈ نے پریچنگ آف اسلام میں لکھا ہے۔ کہ "عیسائیوں کو اسلام کی ابتدائی فتوحات کے زمانہ میں مذہبی معاملات میں کسی قسم کی شکایت نہ تھی۔ یہ سچ ہے کہ اُنکو اپنے مذہب پر قایم رہنے کی وجہ سے جزیہ دینا پڑتا تھا مگر یہ ایسا خفیف تہا کہ کچھ بار نہ ہوتا تہا۔ جب یہ دیکھا جاے کہ اُنکو فوجی خدمت معاف ہوتی تہی جو ہر مسلمان پر لازمی تہی اور مسلمانوں کو ہر سال زکوۃ بھی دینی پڑتی تہی۔ جزیہ کی شرح عموماً امیر سے ۴۸ درہم[1] متوسط سے ۲۴ درہم اور کاشتکاروں اور اہل حرفہ سے بارہ درہم سالانہ تھے۔ جزیہ میں اگر کوئی نقد نہ دےسکتا تہا تو اُس سے جنس ہی منظور کرلی جاتی تہی مویشی۔ مال تجارت بلکہ سوئیاں تک منظور ہوجاتی تہیں۔ جزیہ صرف توانا مردوں سے لیا جاتا تہا۔ عورتوں بچوں

[1] سور کا سکہ ۳ اور اُنکی جایداد خواہ کتنی ہی کثیر ہو اُس سے کچھ تعرض نہ ہوتا تہا۔ حالانکہ ہر مسلمان کو اپنے مال کا چالیسواں حصہ

مفلسوں[1] بوڑھوں - اندھوں - لنگڑوں - اپاہجوں - دیوانوں اور ایسوں سے نہیں لیا جاتا تھا جو کام نہ کرسکیں - بشرطیکہ وہ مالدار نہ ہوں - اسی طرح پادری اور راہب جن کی روزی صرف دوسروں پر منحصر ہوتی تھی اور اُنکا اپنا کوئی اثاثہ نہ ہوتا تھا - جزیہ سے بری ہوتے تھے - محصلین جزیہ کو تاکیدی حکم تھا کہ نرمی سے وصول کریں اور اگر وصول نہ ہو تو کسی طرح کی سختی یا تشدد یا مارپیٹ کام میں نہ لائیں - جزیہ صرف عیسائیوں سے ہی نہیں لیا جاتا تھا بلکہ تمام لوگوں سے جو مسلمان نہ تھے جو فوج میں شریک نہ ہوسکتے تھے اور مسلمان اُنکی تمام لوگوں سے محافظت کرتے خواہ وہ مسلمان ہوں خواہ غیر مسلمان + نواحِ حیرہ میں خالد بن ولید نے ایک قوم کے صلح نامہ میں لکھا کہ اگر ہم تمہاری حفاظت کریں تو جزیہ ہمارا حق ہے اور اگر ہم حفاظت نہ کریں تو جزیہ ہمارا حق نہیں ہے +

خلیفہ عمر رضؓ کے زمانہ میں شہنشاہ ہرقل نے مسلمانوں کی حملہ آور فوج کے پسپا کرنیکے لئے بے انتہا فوج جمع کی اور اس لئے مسلمانوں کو اس موقعہ پر ہر طرح کا زور لگانا پڑا - عربی جرنیل ابو عبیدہ نے شام کے مفتوحہ شہروں کے حاکموں کو لکھا کہ جو جزیہ ان شہروں سے وصول کیا گیا ہے واپس کردو - اور باشندوں کو لکھا کہ ہمنے جو تمسے روپیہ لیا تھا وہ واپس کرتے ہیں کیونکہ ہم نے خبر سنی ہے کہ ایک بڑی فوج ہمارے مقابلہ کو آرہی ہے - ہمارے تمہارے درمیان اقرار یہ تھا کہ ہم تمہاری حفاظت کرینگے اور چونکہ یہ اب ہمارے احاطۂ اقتدار سے باہر ہے جو کچھ ہمنے لیا ہے واپس کئے دیتے ہیں - لیکن اگر ہم فتحیاب ہوئے تو ہمارا فرض ہوگا کہ ہم اپنے پُرانے معاہدہ پر قایم رہیں جو ہم تم سے کر چکے ہیں - پس اس حکم کے بموجب بیت المال سے بے انتہا رقم واپس دی گئی - اور عیسائیوں نے مسلمان سرداروں کو دعائیں دیں اور کہا خدا پھر آپ کو ہمارا سردار کرے اور رومیوں پر فتح دے - اگر رومی ہوتے تو کوڑی بھی واپس نہ کرتے - بلکہ جو کچھ ہمارے پاس ہوتا وہ بھی لے لیتے + نواحِ انطاکیہ میں عیسائیوں کی قوم جراجمہ رہتی تھی اُنھوں نے مسلمانوں سے اس طرح صلح کی تھی کہ ہم تمہاری معاون رہیں گے اور تمہارے ساتھ ہوکر میدان جنگ میں لڑینگے بشرطیکہ تم ہمسے جزیہ نہ لو اور مال غنیمت میں سے ہمکو مناسب حصہ ملے'' امام ابو یوسف کتاب الخراج میں لکھتے ہیں کہ صدقہ (زکوٰۃ) کی آمدنی فقرا، مساکین - عاملان صدقہ - مولفۃ القلوب غلاموں کی آزادی - قرضوں کی ادائیگی - مجاہدین اور مسافروں کی مدد میں صرف ہوتی تھی - اور جزیہ کا روپیہ لشکر کی آراستگی سرحد کی حفاظت اور قلعوں کی تعمیر میں صرف ہوتا تھا جو بچتا وہ سڑکوں اور پلوں کی تیاری اور سررشتۂ تعلیم کے کاموں میں آتا تھا اور اس طرح غیر مسلم بھی فائدہ اُٹھاتے تھے +

ذیل میں ہم مسٹر ڈیون پورٹ کی کتاب اپالوجی فور محمد سے اُس فرمان کی نقل کرتے ہیں جو آپنے کوہ سینا کے راہبوں اور تمام عیسائیوں کو عنایت فرمایا - جو مورخ مذکور نے بشپ پوکوک کی کتاب موسوم بہ ذکر مشرقی مطبوعہ سنہ ۱۷۴۳ء سے نقل کیا ہے - وہ فرمان یہ ہے - خدا تعالی بزرگ ہے اور حاکم اُس نے تمام نبی بھیجے ہیں اور کبھی اُس نے ناانصافی نہیں کی وہ نعمتیں جو اللہ تعالی نے آدمیوں کو عطا کی ہیں محمد ابن عبد اللہ و رسول خدا و حامی دینا نے اُنکے ذریعہ سے یہ سند اپنی ہم قوموں اور اُمت کے نام لکھدی ہے یہ قوم عیسائی اور نصاریٰ کے ساتھ پختہ اقرار ہے اور ہم میں سے ہر فرد بشر کے ساتھ وفا کیا جائیگا - خواہ عیسائی شریف ہو خواہ رذیل خواہ معزز ہو خواہ حقیر (۱) میری قوم میں سے جو کوئی میرے اقرار اور قسم کو جو اس عہد نامہ میں لکھی ہے توڑیگا اُس نے خدا کا اقرار توڑا - اور قسم کے خلاف کیا اور مذہب سے پھر گیا کیونکہ وہ لعنت کا مستحق ہوا یہ حکم سب کے واسطے عام ہے خواہ بادشاہ ہو خواہ غریب خواہ کوئی ہو (۲) جب کبھی کوئی راہب سفر کرتے ہوئے کسی پہاڑ یا پہاڑی یا گاؤں یا اور آباد جگہ یا سمندر یا صحرا یا کسی عبادت خانے گرجا یا عبادتخانے میں آکر

[1] مفلس اُس شخص کو کہتے ہیں جس کے پاس دو سو درہم سے کم ہو + + +

ٹھیرے گا تو میں جان و دل سے اُسکی اور اُسکے اسباب کی حفاظت کرونگا۔ اور ہر طرح کی اُسکو مدد دونگا۔ اور میرے
ہمقوم بھی اُسکی مدد کرینگے۔ کیونکہ وہ بھی میری ہی قوم سے ہوگا اور میری عزت کا باعث ہوگا (۳) علاوہ اسکے
میں تمام عمال کو حکم دیتا ہوں کہ وہ راہبوں سے محصول نہ لیں اور نیز اس بات میں زبردستی نہ کریں (۴) کوئی
راہبوں کے حکام وغیرہ کو تبدیلی کا حکم نہ دیگا بلکہ وہ اپنے عہدوں پر ہمیشہ قایم رہیں گے (۵) جب راہب سفر
کرتے ہوں تو کوئی اُنکو راستہ میں تکلیف نہ دے (۶) جتنے گرجا اُنکے قبضہ میں ہیں کوئی اُنکو اُن سے نہ چھینے (۷)
جو کوئی ان حکموں میں سے کسیکو بھی منسوخ کریگا اُسے خوب جان لینا چاہئے کہ اُس نے خدا کے قانون کو منسوخ کیا
(۸) راہبوں کے حاکموں اور معتقدوں اور نوکروں اور متعلقوں سے جزیہ نہ لیا جائیگا۔ کوئی اُنہیں اس بات میں
نہ ستائے کیونکہ وہ کہیں کیوں نہوں۔ سمندر میں خواہ زمین میں خواہ مشرق میں خواہ مغرب میں خواہ شمال میں
خواہ جنوب میں میں اُنکا محافظ ہوں کیونکہ وہ اور تمام اُنکا مال میری قسم و عہد و پیمان میں شامل ہیں (۹)
مسلمانوں کو چاہئے کہ جو راہب تنہا پہاڑ و نیز رہتے ہیں اُن سے نہ جزیہ لیں نہ عشر اور نہ اُنکے مال کا کوئی حصہ لیں
کیونکہ یہ لوگ اپنی صرف بسر اوقات کے واسطے محنت کرتے ہیں (۱۰) جب اُنکی زراعتی پیداوار تیار ہو جائے تو وہاں
کے باشندوں کو ضرور ہے کہ وہ ہر ایک شبل میں سے ان لوگوں کو کسیقدر دیں (۱۱) مسلمان لڑائی کے زمانہ میں بھی
اُن لوگوں کو اُنکے مکانوں میں سے باہر نہ نکالیں۔ نہ اُنہیں زبردستی لڑائیں۔ نہ اُن سے جزیہ طلب کریں۔ یہ
گیارہ فقرے صرف راہبوں سے متعلق ہیں اور آیندہ کے سات فقرے عام عیسائیوں کے واسطے لکھے گئے ہیں۔ (۱۲)
جو عیسائی کہ اہل اسلام کی عملداری میں رہتے ہیں اور اپنی تجارت و دولت کے سبب سے جزیہ دینے کے لایق ہیں اُنہیں
فی آدمی بارہ درہم سے زیادہ نہیں دینا پڑیگا (۱۳) اُن سے خدا کے حکم کے موافق اس جزیہ کے سوا اور کچھ نہیں لیا جائیگا
اور وہ حکم یہ ہے جو لوگ خدا کی کتابوں کی عظمت کرتے ہیں اُنکو تکلیف نہ دو۔ بلکہ بہت نرمی سے اُنہیں اپنے تحفے
دو اور گفتگو کرو اور اگر اُنہیں کوئی ستائے تو اُسے منع کرو۔ (۱۴) اگر کوئی عیسائی عورت کسی مسلمان سے نکاح کرے
تو مسلمان کو چاہئے کہ اُسکے امور مذہب میں دست انداز نہ ہو اور اُسے گرجا جانے اور نماز پڑھنے سے باز نہ رکھے
(۱۵) کوئی مسلمان عیسائیوں کو اُنکے گرجوں کی مرمت کرنے کی ممانعت نہ کرے (۱۶) جو کوئی اس فرمان کے خلاف
کریگا یا اسکے کسی برخلاف بات کو یقین کریگا وہ گویا حقیقت میں خدا اور اُسکے نبی سے پھر گیا۔ کیونکہ یہ میرا عہد اُنکی
حفاظت پر مبنی ہے (۱۷) کوئی مسلمان اُن عیسائیوں سے جنگ نکرے بلکہ برخلاف اسکے اگر کوئی اُن سے لڑے
تو اُنکی حمایت کریں (۱۸) اس فرمان میں میں حکم دیتا ہوں کہ میری قوم میں سے کوئی قیامت تک اس وعدہ کے
خلاف کوئی کام نہ کرے + فہرست گواہان۔ علی ابن ابیطالب۔ عمر بن عدی۔ زبیر بن العوام۔ سعید بن معاذ۔
ابوبکر بن ابو قحافہ۔ عثمان بن عفان۔ فضل بن عباس وغیرہ۔ بقلم سردار قایم مقام علی ابن ابیطالب۔ مزین
بدستخط و نشانی رسول کریم سلام اللہ علیہ۔ در مسجد نبوی مورخہ سوم محرم ۲ھ +
یہی مورخ حاشیہ میں لکھتا ہے کہ اس حکم نامہ کو حضرت ابوبکر و حضرت عمر نے بھی منظور کیا اور حضرت عثمان اور حضرت علی
کے زمانہ میں اسکی تعمیل ہوتی رہی اُس زمانہ میں چونکہ تاریخ لکھنے کا رواج نہ تھا اس سبب سے معلوم ہوتا ہے کہ ۲ محرم
۲ھ کسی نے بعد میں اُس فرمان پر لکھدیا ہے +

(۲۰) غزوۂ ابواء صفر ۲ھ

اذن جہاد کا سب سے پہلے عملدر آمد مقام ابواء پر ہوا۔ وجہ یہ ہوئی کہ یہاں کا قبیلہ

۵ ابوا مکہ اور مدینہ کے درمیان مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے + [illegible]

بنی ضمر مسلمانونکو ایذا دینے کی غرض سے قریش کے ساتھ جمع ہوا تھا۔ آنحضرت سعد بن عبادہ کو مدینہ میں اپنا خلیفہ
چھوڑکر حفظ ماتقدم پر نظر کرکے دو سو آدمی کے ساتھ قریش کے حمایتی قبیلہ بن ضمر کے مقابلہ کے لئے روانہ ہو گئے۔
مگر ابوار کے لوگ بصلح پیش آئے لڑائی کی نوبت نہیں آئی۔ اور اقرار کیا کہ نہ قریش کا ساتھ دینگے نہ مسلمانونکا۔ چونکہ مقام
ودان بھی ابوا کے پاس ہی واقع ہے اس سبب سے اسے غزوہ ودان بھی کہتے ہیں۔ ابن خلدون لکھتا ہے کہ
اس غزوہ میں حمزہ بن عبد المطلب علمدار تھے۔ حمزہ کا لوا اول لوا ہے جو اسلام میں تیار کیا گیا +

(۲۱) سریۂ رابغ[1] مکہ سے کچھ قریش مسلح ہو کر نکلے تھے اُنکے مقابلہ میں ۶۰ مہاجرین ابو عبیدہ بن حارث کے ماتحت
روانہ کئے گئے۔ مقام بطن رابغ پر صرف تیروں سے مقابلہ ہوا۔ کفار بھاگ گئے۔ اس لڑائی میں سب سے پہلے
سعد بن ابی وقاص نے دشمنوں پر تیر چلائے تھے۔ سعد کا اول تیر تھا جو مسلمانوں کی طرف سے راہ خدا میں چلایا
گیا۔ اس سریہ میں بروایت حبیب السیر مسطح بن اثاثہ علمدار تھے۔ قریشیوں کا سردار ابو سفیان بن حرب یا
عکرمہ بن ابو جہل یا مکرز بن حفص تھا +

(۲۲) سریۂ سیف البحر[2] مدینہ میں خبر آئی کہ کچھ قریش شام سے مکہ جاتے ہیں ان کفار میں ابو جہل بھی تھا
حضرت حمزہ ۳۰ مہاجرین کے ساتھ اِنکے مقابلہ میں بھیجے گئے۔ سمندر کے کنارہ سیف البحر پر دشمنوں سے مٹبھیڑ
ہوئی۔ مگر مجدی بن عمرو جہنی نے جو مسلمانوں اور قریش دونوں کا حلیف تھا بیچ میں پڑکر لڑائی نہ ہونے دی۔ اسوقت
ابو مرثد غنوی مسلمانوں کا علمدار تھا +

(۲۳) سریۂ خرار[3] سعد بن ابی وقاص ۲۰ مہاجرین کے ساتھ ایک کارواں کی خبر لینے کو مامور ہوئے۔ میدان
خرار تک گئے قافلہ نہ ملا واپس آئے +

(۲۴) غزوۂ بُواط[4] ربیع الثانی سنہ ۲ھ بروایت ابن خلدون سائب بن عثمان بن مظعون یا سعد بن معاذ
کو مدینہ میں اپنا نائب چھوڑکر خود آنحضرت دو سو اصحاب کے ساتھ ایک قافلہ کی تلاش میں نکلے۔ سعد بن ابی
وقاص علمدار تھے۔ مگر بُواط تک جاکر واپس آئے +

(۲۵) غزوۂ ذو العشیرہ[5] جمادی الاول سنہ ۲ھ آنحضرت کو خبر پہنچی کہ ابو سفیان بہت سے قریش ساتھ لیکر
بغرض تجارت شام کو جاتا ہے دو ڈیڑھ سو آدمی لیکر حضرت اُسکی تلاش میں نکلے حمزہ بن عبد المطلب علمدار تھے
حضرت علی بھی ہمراہ تھے۔ ذو العشیرہ پر پہنچکر معلوم ہوا کہ قافلہ پہلے نکل گیا۔ مراجعت کی اور اسی سفر میں بنی
مُدلج اور بنی حمزہ کے ساتھ معاہدہ فرمایا۔ بقیہ جمادی الاول اور ایک روز جمادی الثانی کا وہیں قیام کیا۔ تاریخ
الخمیس جلد اول صفحہ ۴۰۹ اور دیگر کتب تواریخ میں لکھا ہے کہ راستہ میں حضرت علی کسی درخت کے نیچے سو
گئے تھے آنحضرت نے آکر دیکھا کہ بدن میں مٹی لگ گئی ہے آپ نے پیار سے ابو تراب کہکر پکارا۔ اُسوقت سے
حضرت علی کی یہی کنیت پڑ گئی۔ جناب علی اس نام سے بہت ہی خوش ہوتے تھے۔ اگرچہ بنی اُمیہ ہمیشہ حقارت کے
طور پر بجائے علی کے ابو تراب ہی کہتے رہے۔ اس غزوہ میں ابو سلمہ بن عبد الاسد کو مدینہ میں نائب چھوڑا تھا

(۲۶) غزوہ بدر[6] الاولیٰ جمادی الثانی سنہ ۲ھ ذو العشیرہ سے واپس آکر دس رات قیام کیا ہوگا کہ کرز بن
جابر فہری نواحی مدینہ سے حضرت کے اونٹ نکالیگیا۔ اور بروایت ابن خلدون اُس۔ نے شب خون مارا تھا آنحضرت

[1] رابغ ابوا کے قریب واقع ہے [2] نواح عیص میں [3] جحفہ کے قریب ایک وادی ہے [4] مدینہ سے تین منزل پر ینبع کے قریب
ناحیہ رضوی میں ایک پہاڑی مقام ہے [5] مدینہ سے ۱۰ فرسخ پر مکہ اور مدینہ کے درمیان ینبع کی طرف واقع ہے [6] مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک
وادی صفرا کے واقع ہے +

... اصحاب بھی ساتھ تھے جنگ بدر تک نہیں پتہ نہ لگا واپس آئے۔ اس کو غزوہ بدر صغرا بھی کہتے ہیں۔ اس غزوہ میں بروایت ابن ہشام زید بن حارثہ کو مدینہ میں نائب چھوڑ گئے تھے۔ اسکے بعد بقیہ جمادی الآخر اور رجب و شعبان تک آنحضرت مدینہ ہی میں مقیم رہے +

(۲۷) **سریہ بطن نخلہ جمادی الثانی سنہ ۲ھ** حضرت نے اپنے پھوپی زاد بھائی عبداللہ بن جحش کو ۱۲ یا ۸ اصحاب کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ کیا۔ ایک تحریر اُن کے ہاتھ میں دی اور فرمایا کہ دو دن تک برابر چلے جاؤ پھر اس تحریر کو پڑھکر جو اسمیں لکھا ہو اُسپر عمل کرنا عبداللہ روانہ ہوئے اور دو دن بعد اُس تحریر کو پڑھا اُسمیں لکھا تھا کہ بطن نخلہ میں جا کر اُترنا اور منتظر کاروان قریش رہنا اور اُنکی خبر معلوم کرنا اور ہمیں اطلاع دینا اور اپنے ساتھیوں کو آگے چلنے پر مجبور نہ کرنا یہ (جس سے ظاہر ہے کہ صرف خبر لانیکو بھیجا تھا) غرض عبداللہ نے وہ تحریر ساتھیوں کو پڑھکر سنائی اور کہا کہ مجھکو بطن نخلہ کی طرف جانیکا حکم ہے تم میں سے جس کا جی چاہے ساتھ چلے۔ جس کا جی چاہے اُلٹا چلا جائے۔ یہ کہکر چلے اور اُنکے ساتھی بھی اُنکے ہمراہ ہوئے اور یہ بطن نخلہ تک پہنچکر اُتر گئے۔ یہاں طائف[1] کی راہ سے آتے ہوئے مکہ کے چار کفار منقی وغیرہ لادے ہوئے اُنکو ملے۔ مسلمانوں نے اپنی وضع عمرہ کرنیوالوں کی سی بنائی۔ جب کفار غافل ہوئے تو مسلمانوں نے چھاپا مارا اور مسلمانوں کے ہاتھ سے عمر بن عبداللہ حضرمی مارا گیا اور دو کافر عثمان بن عبداللہ مخزومی اور حکم بن کیسان گرفتار ہوئے اور نوفل بن عبداللہ مخزومی بھاگ گیا اور بہت سا مال مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ عبداللہ نے واپس آکر خمس[2] (پانچواں حصہ) مال غنیمت کا آنحضرت کی خدمت میں پیش کیا اور ۴ خمس آپس میں تقسیم کیا۔ بروایت ابن خلدون جس روز مسلمانوں نے کفار بطن نخلہ پر حملہ کیا تھا وہ ماہ رجب کا آخری دن تھا۔ مسلمانوں نے غلطی سے شعبان کا اول دن سمجھا تھا۔ صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ رجب کا اول دن تھا اور مسلمانوں نے جمادی الثانی کا آخری دن سمجھا تھا طبری اور ابن اثیر نے دونو روایتیں لکھی ہیں۔ چونکہ ماہ رجب میں لڑائی حرام تھی مدینہ کے یہودیوں نے قریش اور مکہ کے مسلمانوں پر اعتراض کیا۔ آنحضرت کو اعتراض درست معلوم ہوا عبداللہ سے ناخوش ہوئے اور فرمایا کہ میں نے ماہ حرام میں لڑنے کو نہیں کہا تھا۔ اور قیدیوں کو بانتظار وحی روک رکھا۔ اور اس غرض سے کہ مکہ والوں کو اشتعال نہ ہو مقتول کا خون بہا اپنے پاس سے ادا کر دیا۔ اسپر غازیوں کو اسلیئے ملال ہوا کہ اُنکی تمام کارگذاری پر پانی پھر گیا بلکہ مورد عتاب ہوئے۔ اس موقع پر جو آیت نازل ہوئی اُسکا مطلب یہ ہے "ماہ حرام میں لڑنا بیشک برا ہے لیکن مسلمانوں کو جو کفار مکہ نے مسجد حرام یعنے کعبہ سے نکالدیا وہ اس سے بھی زیادہ برا تھا۔ اس لئے برائی کے بدلہ میں جو برائی کی گئی تو کچھ ہرج نہیں"۔ اس آیت کے نازل ہونے پر تمام مسلمان خوش ہوئے۔ خمس حضرت نے منظور کر لیا اور بقیہ چار خمس غازیوں میں تقسیم ہو گیا۔ عثمان اور حکم جو گرفتار ہوئے تھے اُنمیں سے حکم تو مسلمان ہو کر وہیں رہگیا اور غزوہ بیر معونہ میں شہید ہوا اور عثمان کو قریش نے فدیہ دیکر چھوڑا لیا اور وہ مکہ کو واپس گیا اور کافر ہی مرا + یہ اول قتل اور اول غنیمت اور اول گرفتاری مشرکین کی ہے مسلمانوں کے ہاتھ سے۔ اور اول خمس ہے خدا اور رسول کا سریہ بطن نخلہ میں جو ایک قریشی مارا گیا تھا گو کہ اُسکا خوں بہا بھی دیدیا گیا

(۲۸) **غزوہ بدر الکبریٰ رمضان سنہ ۲ھ**

---

[1] مکہ اور طائف کے بیچ میں ایک مقام کا نام ہے (ابن اثیر) [2] اب تک خمس واجب نہیں ہوا تھا (ابن اثیر) خمس کو سرمایہ بیت المال یا حال کی اصطلاح میں گورنمنٹ کی مالگذاری سمجھنا چاہیئے جو عام مسلمانوں کے نفع یا زمانہ حال کی اصطلاح کے مطابق رعایا کی بہبودی میں خرچ کیا جاتا تھا۔ سریہ عبداللہ بن جحش میں تو خمس رسول کا عبداللہ نے اپنی خوشی سے الگ کر دیا تھا لیکن قبل تقسیم غنیمت بدر کے اس مضمون کی نص صریح نازل ہوئی تھی اور اُسکے مطابق برابر آنحضرت کے زمانہ میں اور پھر بعد کو بھی عملدرآمد ہوتا رہا مقتول کے سلاح جنگ تو قاتل کو ملتے تھے رہا مال غنیمت اُسکی تقسیم

مگر قریش کے طبایع میں جو اشتعال پیدا ہوا تھا وہ اُس سے رُک نہ سکا بلکہ مدینہ پر حملہ کرنے کے ارادہ کو سخت تحریک ہوئی
اسی اثنار میں اُنکو یہ خبر پہنچی کہ قریش کا قافلہ جو ابوسفیان بن حرب کے ساتھ شام سے مکہ کو آرہا تھا اور جس میں بہت سا
مال و اسباب تھا مسلمان اُسپر حملہ کرنا چاہتے ہیں - اگرچہ خبر فی الواقع صحیح نہ تھی مگر اُس نے تیل پر آگ کا کام کیا اور قافلہ
بچانے اور مدینہ پر حملہ کرنے کے ارادہ سے جنگ کی تیاری شروع کی - ادہر مدینہ میں یہ خبر پہنچ چکی تھی کہ قریش بڑی آمادگی
کے ساتھ مدینہ پر حملہ کرنے والے ہیں اسواسطے رسول صلعم بھی حفظ ماتقدم کے لحاظ سے جنگ کی فکر میں ہوئے مگر مشکل
یہ تھی کہ مدینہ میں رہکر دشمنوں کا مقابلہ نہیں ہوسکتا تہا - کیونکہ آپ اُس شہر میں ابھی تازہ وارد مسافروں اور مہاجروں
کی طرح پناہ گزین تھے - اور گو بعض قبائل مسلمان بھی ہوگئے تھے مگر شہر کے مالک کفار تھے جن کو قریش مکہ سے اگرچہ
کسی قسم کی ہمدردی نہو مگر کم از کم بیرونی حملہ سے شہر کی امن و آسایش میں خلل واقع ہونیکا خیال تو ضرور ہوگا اسواسطے
رسول صلعم کو مناسب معلوم ہوا کہ مدینہ سے باہر جاکر قریش سے لڑائی کریں +

پس جب آنحضرت کو خبر پہنچی کہ ابوسفیان تیس سواروں کے ساتھ ہزار اونٹوں کا قافلہ جس پر شام کا مال تجارت
لدا ہوا ہے مکہ کو لئے جاتا ہے اور اس قافلہ کو حسب معمول نواح مدینہ سے اُس راستہ سے گذرنا ہوگا جو پہاڑوں اور
سمندر کے درمیان واقع ہے تو ۸ ماہ رمضان کو عمرو بن ام مکتوم کو نماز پڑھانے کے لئے اور ابو لبابہ کو مدینہ کی حکومت
کے واسطے چھوڑ کر ۳۱۳ یا ۳۱۴ آدمیوں کے ہمراہ جنمیں ۸۳ مہاجر ۶۱ انصار بنی اوس اور ۱۷۰ انصار بنی خزرج تھے
مدینہ سے روانہ ہوگئے[1] - انمیں سے تینوں ترپوں کا علم جدا جدا تھا - علیؓ بن ابیطالب - مصعب بن عمیر اور سعد بن معاذ
تین علمبردار تھے - اس چھوٹی سی فوج میں صرف دو گھوڑے تھے - ایک مقداد بن عمر کندی کے پاس اور دوسرا زبیر
بن العوام یا کسی دوسرے کے پاس - اور شتر تیز رفتار ستر تھے جنپر یہ لوگ باری باری سوار ہوتے تھے +

اُسوقت حضرت عثمان بن عفان مع اپنی زوجہ رقیہ کے ہجرت حبشہ سے واپس آچکے تھے - چونکہ رقیہ بہت بیمار تہیں اس
سبب سے حضرت عثمان کو اُنکی تیمارداری کے لئے مدینہ ہی میں رہنا پڑا اس غزوہ میں مہاجرین میں سے طلحہ اور سعید بھی شریک
نہ تھے کیونکہ یہ آنحضرت کے حکم سے کفار کی خبر لانیکو تعینات تھے - اسی طرح ۵ شخص انصار کے بھی آنحضرت کے کسی کام کی
وجہ سے شریک نہ تھے مگر یہ سب قسمت غنیمت اور حصول ثواب میں شریک سمجھے گئے +

آنحضرت پہلے مکہ کی شاہراہ پر چلے پھر اُس راستہ کو بائیں کو چھوڑ کر بحیرۂ قلزم کی طرف بڑھے اور بدر میں ایک چشمہ خور پر قیام کرکے
جہاں سے قافلوں کے گذرنے کا معمول تھا قافلہ کے انتظار میں رہے +

[1] انصار کو جنگ کی شرکت کا یہ پہلا اتفاق تھا (روضۃ الاحباب)

[1] حضرت روانہ ہوئے مگر نہ کوئی خبر ملتی تھی نہ کوئی حال معلوم ہوتا تہا کہ قریش روانہ ہوئے یا نہیں - پس حضرت نے فرمایا تم لوگ مشورہ دو اس امر جنگ کے بارہ میں ابوبکرؓ نے کہا کہ حضرت ہم سب سے زیادہ عالم ہیں مسافت ارض سے - عدی بن ابی الزغبار نے ہمکو خبر دی ہو کہ قافلہ قریش فلاں وادی میں تہا اور مقام بدر تک ہمارے اُنکے درمیان دو منزل کا فرق رہیگا - پھر حضرت نے فرمایا کہ اب کیا مشورہ ہے - عمرؓ نے کہا کہ یا حضرت یہ قریش ہیں اور اُنکی عزت - قسم بخدا جب سے اُنکو عزت ملی ہو کبھی ذلیل نہ ہوئے اور جب سے کافر ہوئے کبھی ایمان نہ لائے قسم خدا کی وہ آپسے پورا مقابلہ کرینگے - پس آپ اُن کے واسطے پورا پورا سامان کیجئے اور پوری پوری تیاری پس کہا حضرت نے مشورہ دو ہمکو - درحالیکہ حضرت کا چہرہ غصہ سے سرخ ہوگیا تہا - پس کہا مقداد بن عمر نے کہ ہم تو وہ بات نہ کہیں گے جو کہی تہی بنی اسرائیل نے موسیٰ سے کہ جاؤ تم اور تمہارا خدا اور تم دونوں لڑو ہم لوگ تو یہیں بیٹھنے والے ہیں بلکہ قسم اُس خدا کی جس نے آپ کو مبعوث کیا ہو بحق - ہم آپکے سامنے رہینگے اور پیچھے آپکے رہینگے اور آپکے داہنی طرف اور بائیں طرف رہینگے - یہانتک کہ خدا آپ کو فتح دیگا (در المنثور سورۂ انفال - سیرۃ محمدیہ - تاریخ طبری) پس مسکرائے آنحضرت اور مقداد کو دعائے خیر دی (مدارج النبوۃ) ۵۳ روضۃ الاحباب میں ہے کہ مہاجرین کا علم جو اعظم تہا مصعب بن عمیر کو اور خزرج کا حباب بن منذر کو اور اوس کا سعد بن معاذ کو دیا گیا تہا طبری میں ہو کہ رسول اللہ کا علم جناب علی کے پاس اور انصار کا سعد بن عبادہ کے پاس تہا + + +

ابوسفیان کو بہی خبر لگ گئی کہ حضرت فوج لیکر راستہ میں آکھڑے ہوئے ہیں پس اُس نے ایک قاصد عمیر نامی کو اور بروایت ابن خلدون وحبیب السیر وروضۃ الاحباب ضمضم بن عمرو غفاری کو ایک تیز رفتار ناقہ پر مکہ روانہ کرکے کمک منگائی۔ قاصد کعبہ کے قریب ہانپتا ہوا بدحواس پہنچا۔ ابوجہل نے کعبہ کی چھت پر چڑھکر لوگوں کو آواز دی تمام مکہ میں ہلچل مچگئی۔

ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے جو بڑی دل چلی اور تند مزاج تہی اپنے باپ عتبہ اور بہائی ولید اور چچا شیبہ اور اپنے کنبہ کے تمام جنگ آوروں کو بلایا اور کہا کہ ہتیار باندہو اور میرے خاوند کو بچانے جاؤ۔ قریش مسلمانوں کے دشمن تو تہے ہی اکثروں کا اُس قافلہ میں مال بہی تہا غرض مکہ کے تمام جنگجو نکل پڑے انمیں سے مشہور یہ تھے عتبہ بن ربیعہ شیبہ بن ربیعہ۔ ابوالبختری بن ہشام۔ حکیم بن حزام۔ نوفل بن خویلد برادر خدیجہ۔ حارث بن عامر بن نوفل۔ طعیمہ بن عدی بن نوفل۔ نضر بن حارث۔ زمعہ بن اسود۔ ابوجہل بن ہشام۔ اُمیہ بن خلف۔ منبہ بن حجاج۔ نبیہ بن حجاج۔ سہیل بن عمر۔ اور عمرو بن عبدود ابن خلدون نے ابولہب کا نام بہی لکہا ہے۔ مگر دیگر مورخین طبری وابن اثیر وغیرہ لکہتے ہیں کہ ابولہب بسبب ضعیف پیری مکہ ہی میں رہ گیا تہا اور اُسکی جگہ عاص بن ہشام آیا تہا۔ غرض بروایت ابوالفدا یہ تو سو پچاس آدمیوں کی جمعیت مکہ سے ابوسفیان کی کمک کو روانہ ہوئی۔ اسمیں سو سوار اور باقی پیادہ تھے۔ مگر بروایت صاحب تاریخ الخمیس و ایرونگ سات سو اونٹ بہی تھے۔ قومی معاملہ تھا۔ بنی ہاشم کو بہی طوعًا وکرہًا ساتھ آنا پڑا ورنہ قریش اُنکو نکلوا دیتے اور اذیت پہنچاتے۔ چنانچہ عقیل بن ابوطالب اور عباس بن عبدالمطلب بہی اُنکے ہمراہ تھے۔ ابوجہل جسکی عمر اسوقت ستر سال کی تہی اس فوج کا سردار تھا۔ اور طلحہ بن ابی طلحہ اور ابوعزیز بن عمیر اور نضر بن حارث تین علمبردار تھے۔

پس ابوجہل مکہ سے یہ اژدہام لیکر چلا اور اُدہر شام کی طرف سے ابوسفیان چلا آتا تہا۔ راستہ میں کہجور کی گٹھلیاں پڑی دیکھ کر ابوسفیان چوکنا ہوا۔ چونکہ مدینہ کی کہجور چھوٹی گٹھلی ہونے میں ممتاز ہے تاڑ گیا کہ دال میں کچھ کالا ہے ضرور محمدؐ اور اُن کے ساتھی کہیں اسیطرف ہیں فورًا راستہ کاٹکر ساحل بحیرۂ قلزم کی طرف دبکر نکل گیا۔ اور ابوجہل کو کہلا بہیجا کہ اُلٹے پھر جاؤ جب قافلہ اور مال بچا لیا گیا تو اب لڑائی سے کیا مطلب مگر ابوجہل نہ مانا۔ گو کہ کچھ آدمی مکہ کو واپس چلے بہی گئے ✦ جب حضرت کو قریش کی اس فوج کے آنے کی خبر پہنچی تو حضرت کے بعض ساتھیوں کے دل چھوٹ گئے وہ اس خیال سے آئے تھے کہ صرف ابوسفیان کے تھوڑے سے آدمیوں سے لڑنا ہوگا۔ اور غنیمت خوب ہاتھ لگے گی۔ یہاں سُنا کہ قریش کے کل جنگ آوروں سے مقابلہ کرنا ہوگا۔ مگر آنحضرت نے فرمایا کہ خوشی مناؤ کیونکہ خدا نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ آسانی سے فتح دیگا ✦

القصہ ابوسفیان کی جماعت ابوجہل کے ساتھیوں سے آملی۔ جب بہی یہی بحث ہوتی رہی کہ لڑنا مصلحت ہے یا واپس جانا۔ کثرت رائے واپس جانے پر تہی۔ لیکن ابوجہل کو لڑائی کی زیادہ تمنا تہی (اُسکے سر پر تو موت سوار تہی) اُس نے آخر میں عامر کو گانٹھا جسکا بہائی عمر سریہ عبداللہ میں بمقام نخلہ مارا گیا تہا وہ ننگے سر واعمراہ کہتا ہوا لشکر میں شور مچانے لگا۔ اس آخری تدبیر میں ابوجہل کامیاب ہوا اور لڑائی چھڑ گئی ✦

مسلمانوں نے ایک عمدہ کنواں دیکھکر اُسکے قریب حوض بنایا اور اُسمیں پانی بھر دیا کہ پانی پی پی کر لڑیں اور ایک بلند زمین پر اپنا پڑا جمایا قریب قریب ملکر باقاعدہ کھڑے ہوئے اور جبتک کفار بالکل قریب نہیں آگئے یہ لوگ جگہ سے نہیں ہٹے آفتاب مسلمانوں کے پس پشت تھا۔ اور کفار کے سامنے۔ وقت جنگ آندھیاں آئیں اور وہ بہی کچھ اسطرح کہ کفار ہی کو نقصان پہنچا۔ رات کو پانی برسا تھا مسلمانوں کی طرف ریتیلی زمین تہی وہ سخت ہوگئی۔ کفار کی طرف چکنی تہی

۱؎ عباس خفیہ مسلمان ہوچکے تہے مگر اپنے کنبہ کی حفاظت کی غرض سے مکہ میں رہتے تھے (طبری) اور بطور جاسوس کے قریش کی خبریں آنحضرت کو پہنچایا کرتے تھے

تھی پانی برس جانیسے وہ کیچڑ ہوگئی۔ مکہ میں بہت سی بدشگونیاں ایسی ہوئی تہیں اور کفار نے ایسے خواب پریشان دیکھے تھے جن سے اُنکے دل پہلے ہی سہمے ہوئے تھے غرض کہ سب سامان مسلمانوں کی فتح اور کافروں کی شکست کے موجود تھے۔ آنحضرت کو دہوپ سے بچانیکے واسطے سعد ابن معاذ نے ایک عریشہ (چھپر) درخت کی شاخوں سے بنا دیا تہا۔ اُسمیں آنحضرت مع حضرت ابو بکر کے بیٹھے کچھ لوگ سعد ابن معاذ کے ماتحت آنحضرت کی محافظت کے لئے قریب کھڑے ہوئے۔ باقی محاربہ میں ساعی ہوئے۔ لڑنے والے آخر میں دو حصے ہوگئے۔ بعض جنگ میں شریک تھے اور بعض مال لینے اور قیدیوں کے گرفتار کرنے میں مشغول تھے۔ آنحضرت برابر عریشہ سے باہر آتے اور دیکھ بھال کر اندر چلے جاتے تھے۔ اور مشغول بدعا تھے۔ کہ یکایک آثار وحی سے غنود گی طاری ہوئی اور آپنے فتح کی خوشخبری سنائی۔ ابتدائی جنگ اسطرح ہوئی کہ اول غنیم کا ہراول پیاسا ہانپتا ہوا وادی میں داخل ہوا اور بہ تعجیل تمام چشمہ پر پانی پینے آیا۔ حضرت حمزہ نے اپنے چند آدمیوں کے ساتھ حملہ کیا اور اُنکے سردار کو اپنی تلوار سے قتل کیا۔ غرض ہراول میں سے صرف ایک بچا وہ بھی بعد میں مسلمان ہوا۔ اب دشمن کی اصل فوج قرنا بجاتی ہوئی آگے بڑہی کفار قریش میں سے اول تین شخص عتبہ بن ربیعہ ابو سفیان کا خسر اور شیبہ بن ربیعہ برادر عتبہ اور ولید بن عتبہ ابو سفیان کا سالا صف سے باہر نکلے اور مبارز طلب کیا۔ تین انصار مقابلہ کو نکلے مگر تینوں کافروں نے کہا کہ ہمیں انسے لڑنا عار ہے یہ ہمارے کفو نہیں ہیں۔ یہ سُنکر مہاجرین میں سے عبیدہ بن حارث بن عبد المطلب کو عتبہ کے مقابلہ میں اور حمزہ کو شیبہ کے مقابلہ میں اور علی کو ولید بن عتبہ کے مقابلہ میں بہیجا گیا سخت اور طولانی لڑائی کے بعد حمزہ اور علی نے اپنے اپنے حریف کو مار لیا۔ عتبہ اور عبیدہ آپس میں زخمی ہوئے علی اور حمزہ مدد کو پہنچے اور عتبہ کو مار کر عبیدہ کو اُٹھا لائے۔ مگر لڑائی میں ان کے پاؤں کٹ گئے تھے جانبر نہ ہوسکے بدر سے واپسی کے وقت بروایتے ۶۳ سال کی عمر میں اور بروایت حبیب السیر ۸۰ سال کی عمر میں منزل صفرا یا روحا میں انتقال کیا اور وہیں دفن کردیے گئے +

اب جنگ مغلوبہ ہونے لگی مسلمان جو اپنی تعداد کی کمی سے واقف تھے بلندی پر اپنی جگہ کھڑے ہوگئے اور دشمن کو تیروں سے دفع کرتے رہے۔ آنحضرت ٹیلہ پر عریشہ میں مصروف دعا تھے نوبت یہانتک پہنچی کہ کفار عریشہ کے قریب آگئے حضرت نے عریشہ سے اُتر کر ایک مٹھی کنکروں کی ہاتھ میں لیکر قوم قریش پر پھینک کر بد دعا کی اور اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ ان پر سخت اور شدید حملہ کرو۔ بڑی گھمسان کی لڑائی ہوئی اور ابو جہل کی ران میں زخم آیا۔ گرا اور عبد اللہ بن مسعود نے دیکھکر اُسکا سر کاٹ لیا۔ ابو جہل کا اصل نام عمرو بن ہشام ہے۔ قریش نے اُسکی عقل و دانائی کے سبب اُسے ابو الحکم (عقل کا باپ) خطاب دیا تہا۔ مسلمان اسے بدلکر ابو جہل کہا کرتے تھے۔ اور اسی نام سے یہ تاریخ میں مشہور ہے۔ اول اسے معاذ اور معوذ انصار کے دو لڑکوں نے زخمی کیا تہا۔ عبد اللہ بن مسعود نے دم توڑتے دیکھکر اسکا سر کاٹ لیا عبد اللہ بن مسعود اُسکا سر لیکر آئے تو آنحضرت نے سجدۂ شکر کیا اور فرمایا کہ یہ شخص ہماری قوم کا فرعون تہا +

ابو جہل کا بہائی عاص بن ہشام بہی مارا گیا۔ قریش پسپا ہو کر بہاگے۔ مسلمانوں نے تعاقب کیا۔ اس لڑائی میں ستر کفار قتل اور اتنے ہی گرفتار ہوئے۔ مسلمان صرف ۶ مہاجر اور ۸ انصار کل ۱۴ شہید ہوئے بہت سا مال غنیمت

ملہ انیس سے مشہور یہ ہیں حنظلہ بن ابو سفیان بن حرب۔ عاص بن سعید بن عاص طعیمہ بن عدی۔ عمر بن عثمان بن کعب۔ عثمان و مالک برادران طلحہ منبہ بن حجاج عبیدہ بن سعید بن عاص بن اُمیہ۔ نوفل بن خویلد عمیر بن عثمان بن عمر التیمی۔ عبد اللہ بن منذر مخزومی۔ عاص بن منبہ۔ ابو العاص بن قیس سہمی بروایت حبیب السیر علی کے ہاتھ سے مارے گئے اور زمعہ بن اسود کو علی اور حمزہ دونوں نے ملکر قتل کیا۔ حمزہ نے مسعود بن ابی اُمیہ مخزومی کو اور ابو البختری بن ہشام کو المجذر بن زیاد نے اور منبہ بن الحجاج کو ابو الیسر انصاری نے اور نبیہ بن الحجاج کو حمزہ اور سعد بن ابی وقاص دونوں

۳۶ کفار کو واصل جہنم کیا۔ آپ کی لڑائی پر لوگ عش عش کرتے تھے۔ حمزہ بن عبد المطلب نے بھی پانچ چھ کافروں کو فی النار کیا انکا
طرز جنگ بھی بہت اچھا تھا اور بڑے بہادر تھے۔ لیکن حضرت علی کی تیزی صفائی، استقلال، چستی اور چالاکی اور وہ بھی نو
آموزی کی حالت میں قابل داد تھی حالانکہ شاید حضرت علی کو یہ پہلا موقعہ جنگ کرنے کا پیش آیا تھا +

اس لڑائی میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو بروایت ابو الفدا ایک ہزار اور بروایت روضۃ الاحباب ایرونگ ۳ ہزار فرشتوں سے
کمک دی تھی۔ اس لڑائی میں اسلام کے تمام پرانے دشمن مارے گئے اسلام کی بنیاد میں ایک استحکام پیدا ہو گیا مہاجرین
کی افلاس بھی کچھ کچھ دفع ہو چلی۔ ایرونگ لکھتا ہے کہ یہ مسلمانوں کی پہلی فتح نمایاں ہے۔ اگرچہ جنگ کچھ ایسی بڑی
نہ تھی مگر نتیجے اسکے بڑے عظیم الشان ہوئے کیونکہ یہ اُن فتوحات کی ابتدا ہے۔ جنہوں نے دنیا کی قسمت کو بدلدیا۔ اور اسلیئے
یہ لڑائی بہت مشہور ہے۔ جنگ بدر میں اسلام کے جوش میں باپ بیٹے کو اور بیٹا باپ کو قتل کرتا تھا ایک بوڑھیا کا
لڑکا شہید ہوا اُس نے سُنکر کہا مجھے غم نہیں اگر محمد کہدیں کہ شہید ہونے پر جنت میں پہنچ گیا۔ یہ تھا اعتقاد اُس
زمانہ میں + ۱۰ مسلمان جو شہید ہوئے تھے وہ عزت کے ساتھ دفن کئے گئے اور ۲۴ صنادید قریش کی لاشیں بدر کے
ایک کنوئیں میں ڈالدی گئیں[لے] +

(۲۸) اسیران بدر بدر کے قیدیوں میں حضرت کے چچا عباس بن عبد المطلب اور عقیل بن ابیطالب اور نوفل بن
حارث اور آنحضرت کا داماد ابو العاص بھی تھا۔ عباس کے ہاتھ بہت سخت بندھے ہوئے تھے بےچینی سے کراہ رہے تھے
انکی آواز سے آنحضرت بھی رات کو بےچین رہے ایک صحابی نے آنحضرت کی بےچینی دیکھکر عباس کے ہاتھ ڈھیلے کر دیئے عباس کو
سکون ہوا جب آنحضرت کو معلوم ہوا کہ عباس کے ساتھ رعایت کی گئی ہے تو حکمدیا کہ سب قیدیوں کے ہاتھ ڈھیلے کر دو۔
اب یہ بحث پیدا ہوئی کہ قیدیوں کے ساتھ سلوک کیا کیا جائے۔ حضرت ابوبکر کی رائے فدیہ لیکر چھوڑ دینے کی تھی اور حضرت
عمر نے کہا کہ گردن مار دیے جائیں۔ اور کہا کہ میرے عزیز میرے حوالہ ہوں عقیل اپنے بھائی علی کے اور عباس حمزہ کے حوالہ
ہوں وہ اُنکو قتل کریں۔ تاکہ معلوم ہو جائے۔ کہ کفار کے ساتھ مسلمانوں کو کوئی ہمدردی نہیں ہے[سے]۔ اُسوقت جبرئیل

لے جس کا نام قلیب تھا۔ حضرت نے وہاں جا کر اُن کفار کو نام بنام پکارا اور فرمایا کہ آیا تم خوش ہوتے ہو کر فرمانبرداری کرتے خدا و رسول کی اب کہ
بر وہ پڑ گیا اور تمنے عذاب کو دیکھا۔ اسپر عمرؓ نے کہا رسول اللہ کیسی باتیں کرتے ہو ایسے لوگوں سے کہ جنمیں جان نہیں ہے۔ فرمایا قسم خدا کی کہ تم اُن سے
زیادہ سننے والے نہیں ہو اس بات کو جو میں کہہ رہا ہوں وہ سنتے ہیں مگر جواب نہیں دیتے (مدارج و روضۃ الاحباب) نیز صاحب مدارج لکھتے ہیں
کہ حضرت جسوقت صفیں درست کر رہے تھے حضرت کے ہاتھ میں ایک تیر تھا سواد بن عزبہ صحابی صف سے کچھ باہر نکلے ہوئے تھے حضرت نے تیر سے اُنکے
سینہ کی طرف اشارہ کرکے کہا اے سواد برابر ہو جا سواد نے صف کو درست کرکے عرض کیا حضرت آپکے تیر سے مجھے صدمہ پہنچا اسکا انتقام چاہتا ہوں فوراً
آپ نے سینہ کھولدیا۔ اور فرمایا انتقام لیلے اُس نے دوڑ کر بوسہ لیلیا حضرت نے وجہ پوچھی اُس نے کہا میں ابھی شہید ہوتا ہوں اسلئے تیر کے اشارہ سے معلوم
ہوا اسلئے چاہا کہ آپکے جسم مبارک کو مس کروں ۱۲ روضۃ الاحباب وغیرہ مگر طبری میں ہے کھولدیا۔ ۳ لے علامہ عباسی اپنی تاریخ اسلام میں لکھتے
ہیں کہ مسلمانوں کا وہ فرقہ جو حضرت عمر کی خوبیاں سُننی پسند نہیں کرتا وہ اس امر کو تسلیم نہیں کرتا کہ آنحضرت کے وقت میں حضرت عمر صاحب الرائے
سمجھے جاتے تھے وہ کہتا ہے کہ عمر جنگ کے کام کے نہ تھے اُنہوں نے لڑائی میں کبھی ہتھیار نہیں اُٹھایا۔ ہاں قید یا مجبوری کی حالت میں کوئی
اُنکے سامنے پیش ہوا تو اُسکی گردن اُڑا دینے میں بڑے مرد تھے اور ہر کسے را بہر کارے ساختند۔ یہ ضرور نہیں کہ ایک شخص ہی قوت
انتظامی اور قوت بازو دونوں باتیں ہوں۔ اسمیں کلام نہیں کہ غزوات نبی کے رستم حضرت علی بن ابیطالب تھے فتوحات میں جو کارہائے
نمایاں اُنہوں نے دکھائے صفحہ روزگار سے مٹ نہیں سکتے۔ لیکن انکے ساتھ ہی اس سے بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ حضرت عمر نے رسول
... سے نہ کیے جائیں لیکن کتابوں کے مضمون سے تو

نازل ہوئے اور کہا کہ فدیہ لینے اور قتل کرنے دونوں میں اختیار دیا گیا ہے لیکن اگر فدیہ لوگے تو دوسرے سال اتنے ہی تمہارے آدمی قتل اور اسیر ہونگے اصحاب نے کہا کہ ہمیں دوسرے سال قتل ہونا اور اسیر ہونا قبول ہے آپ فدیہ ہی لے لیجئے۔ اسپر رسول اللہ نے اسیروں کو فدیہ پر چھوڑنا منظور کر لیا (خمیس روضۃ الاحباب۔ ترمذی۔ حیات القلوب)

جب اسیران بدر کی خبر اہل مکہ کو پہنچی تو اُنہوں نے اپنے اپنے رشتہ داروں کو روپیہ بھیجکر چھوڑا لیا۔ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو زر فدیہ دے نہ سکتے تھے اُن سے صرف یہ اقرار لیکر چھوڑ دیا گیا کہ پھر کبھی مسلمانوں کے مقابلہ میں نہ آئیں کچھ خواندہ قیدی اس شرط پر رہا ہوئے کہ ہر ایک انصار کے دس دس لڑکوں کو فن کتابت تعلیم کرے۔ مگر نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط رہا نہیں کئے گئے کیونکہ جب پیغمبر خدا مکہ میں تھے تو جسوقت حضرت قرآن پڑھتے تھے نضر کہا کرتا تھا کہ محمدؐ اگلوں ہی کے قصے بیان کیا کرتا ہے کوئی نئی بات نہیں بولتا۔ اور عقبہ بن ابی معیط وہی شخص تھا جو آنحضرت کی جان کا لاگو ہوا تھا۔ اور جس نے آنحضرت پر نماز پڑھتے ہوئے مشیمہ ڈالا تہا۔ پس بدر سے مراجعت کے وقت جب مقام صفرا میں پہنچے تو آنحضرت نے حضرت علی سے اِن دونوں کو قتل کرادیا۔ (روضۃ الاحباب)

اسیران بدر میں سے عباس بھی تھے اِنکو ابو الیسر نے جو ایک نحیف سا چھوٹے قد کا آدمی تہا گرفتار کیا تھا حالانکہ حضرت عباس بڑے جسیم و شحیم اور قد آور جوان تھے جب اُن سے طنزاً کہا گیا کہ آپ ایسے چھوٹے سے شخص کے ہاتھ گرفتار ہو گئے بولے وہ مجھے اُسوقت مثل پہاڑ کے معلوم ہوتا تھا۔ جب عباس سے[1] زر فدیہ مانگا گیا تو اُنہوں نے کہا میں مسلمان تھا مجھے بلا فدیہ چھوٹنا چاہیئے مجبوراً کفار کے ساتھ آیا تھا۔ اُن کی طرف سے جنگ میں شریک تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ کفار کے ساتھ ہتیار کرنے والے کون کون تھے اور بروایت روضۃ الاحباب و طبری حضرت نے فرمایا کہ تمہارے اسلام کا حال تو خدا ہی کو معلوم ہے اگر تم مسلمان تھے تو اسکی جزا خدا سے پاؤگے ظاہر تو تم ہمارے دشمنوں کے ساتھ ہمسے لڑنے ہی آئے تھے تمکو چار فدیے دینے چاہئیں اپنا اپنے بھتیجوں عقیل[2] اور نوفل کا اور اپنے حلیف عتبہ بن عمرو بن جحدم کا۔ عباس نے کہا میرے پاس کیا رکھا ہے کہاں سے دوں کیا تیرا چچا بھیک مانگے۔ حضرت نے فرمایا وہ سونا جو مکہ سے نکلتے وقت اپنی زوجہ ام الفضل کے پاس رکھوا آئے ہو وہ کیا ہوا۔ عباس نے کہا تمنے کیونکر جانا۔ فرمایا خدا نے مجھے خبر دی۔ کہا سچ کہتے ہو اور اس سونے کے سپرد کرنیکا حال تو سوائے خدا کے کسیکو معلوم نہ تہا اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد انک رسول اللہ اور چاروں کے فدیہ ادا کر دیے۔ بعض مورخین کا قول ہے اور ارونگ نے بھی لکھا ہے کہ عباس آنحضرت سے مخفی طور پر ملے ہوئے تھے اور بطور جاسوس کے قریش مکہ کے حالات اور خبریں مخفی طور پر لکھ کر آنحضرت کو بھیجتے تھے[3] اسوقت عباس اور عقیل علانیہ مسلمان ہو گئے (حبیب السیر) ابو العاص کے چھڑانے کے واسطے زینب بنت رسول نے علاوہ اور مال کے اپنی ہیکل بھی فدیہ میں بھیجی تہی۔ یہ ہیکل وہ تہی جو حضرت خدیجہ نے جہیز میں دی تہی ہیکل کو دیکھکر حضرت کو خدیجہ یاد آئیں اور آپ کسیقدر متاثر ہوئے مسلمانوں سے پوچھکر حضرت نے ہیکل واپس کر دی۔ اور ابو العاص کو اس وعدہ پر رہا کیا کہ مکہ جاتے ہی زینب کو مدینہ روانہ کر دے زید بن حارثہ اُسکے ساتھ کر دیے گئے کہ وہ بطن یاجج میں ٹھیرے رہیں اور ابو العاص نے اپنے بھائی کنانہ بن الربیع کے اونٹ پر زینب کو زید کے پاس بھیجدیا[5] زید وہاں سے زینب کو مدینہ میں لے آئے۔ پس زینب آنحضرت کے پاس اور ابو العاص مکہ میں رہنے لگے

[1] ایک کا فدیہ ہزار درہم سے کم اور چہار ہزار سے زیادہ نہ تہا روضۃ الاحباب [2] طبری نے کلبی سے لکھا ہے کہ عقیل کے بڑے بھائی طالب مجبور قریش کے ساتھ بدر میں آئے تھے مگر بعد میں نہ کشتوں میں انکا پتہ لگا نہ اسیروں میں نہ گھر واپس گئے اُسوقت سے غائب ہو گئے [3] اکمال و طبری اور استیعاب میں ہے کہ عباس قدیم الاسلام تھے اپنے اسلام کو چھپاتے تھے فتح مکہ کے دن اپنا اسلام ظاہر کیا۔ اور عقیل صلح حدیبیہ سے پہلے اسلام قبول کر کے آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے [5] کفار کو جب زینب کی روانگی کی خبر ہوئی تو تعاقب کیا اور ہبار بن اسود نے آگے بڑھکر انکو نیزہ سے ڈرایا دختر رسول حاملہ تہیں اُنکا حمل مارے خوف کے ساقط ہو گیا۔ غرض بدقت تمام زید بن حارثہ تک پہنچایا گیا اور وہ مدینہ لے آئے (تاریخ الخمیس و طبری)

یہانتک کہ قبل فتح مکہ ابوالعاص شام سے مال تجارت لئے ہوئے مکہ آتا تھا راستہ میں حضرت کا سریہ ملگیا اسباب لوٹ لیا کچھ لوگ گرفتار ہیں آئے ان میں ابوالعاص بھی تھا اس موقعپر اُس نے اسلام قبول کر لیا اور اُسکی بیوی اُسکے حوالہ کر دی گئی۔

(۲۹) قیدیوں سے سلوک صدر اسلام میں قیدیوں کے ساتھ بہت اچھا اور نرمی کا سلوک کیا جاتا تہا۔ ابوعزیز بن عمرو بن ہاشم کا بیان ہے کہ جب ہم لوگ قید ہو کر بدر سے آئے تو میں انصار کے ایک گروہ کی حفاظت میں رکھا گیا دونو وقت مجھے کھجوریں اور روٹیاں کہانے کو ملتی تہیں۔ علاوہ اسکے جو شخص اُدہر سے گزرتا تہا اور اُسکے ہاتھ میں کوئی چیز کہانیکی ہوتی تہی تو وہ ضرور اُس میں سے کچھ حصہ مجھکو دیدیتا تہا۔

(۳۰) غنیمت بدر۔ حضرت نے تین رات میدان بدر میں اقامت فرما کر مال غنیمت لیتے ہوئے مدینہ کی طرف مراجعت کی راستہ میں مقام الصفرا پر پہنچکر بدر کی غنیمت میں سے ایک خمس خدا و رسول کا علیحدہ کر کے باقی چار خمس مسلمانوں میں برابر تقسیم کر دیا۔ صاحب روضۃ الاحباب طبری ایرونگ اور بعض دیگر مورخین نے لکھا ہے کہ مال غنیمت میں سے ایک تلوار جسے ذوالفقار کہتے تھے اور جو منبہ بن حجاج کی ملکیت تہی آنحضرت کے حصہ میں آئی۔ اور وہ آنحضرت نے علی ابن ابیطالب کو عطا فرمائی[1]۔ غنیمت کی مساوی تقسیم سے اسلامی فوج میں ناراضی پیدا ہوئی۔ وہ جو لڑائی میں زیادہ جانبازی کر چکے تہے اور جنہوں نے لوٹنے میں زیادہ ستعدی اور چستی کی تہی معترض ہوئے کہ ہمکو اُن بڈہوں کی مانند جو صرف کیمپ کی نگہبانی میں رہے اور جو صف جنگ سے علیحدہ رہے برابر کیوں دیا گیا۔ مگر سیل اپنے قرآن کے ترجمہ میں لکھتا ہے کہ یہ تقسیم بالکل صحیح اور درست تہی حضرت داؤد نے جب قوم عمالقہ سے غنیمت ہاتھ آئی تہی تو اسیطرح تقسیم کی تہی۔

(۳۱) مراجعت غنیمت تقسیم کر کے حضرت نے مدینہ کی طرف مراجعت کی اور ۱۹ دن اور بروایتے ۱۵ دن کی غیر حاضری کے بعد مدینہ میں داخل ہوئے۔ اس دوران میں رقیہ بنت رسول زوجہ عثمان جو بیمار تہیں انتقال کر گئی تہیں۔

(۳۲) کفار مکہ کو شکست بدر کی خبر پہنچی کفار مکہ کو جب اس شکست کی خبر پہنچی اور ساتھ ہی فراریوں کا گروہ آیا سب سناٹے میں رہ گئے کیونکہ کتنے ہی گہر ویران اور کتنے ہی بچے یتیم ہو گئے تھے کتنے ہی عورتیں رانڈ ہو گئی تہیں۔ اسباب جاتا رہا را نرقہ پر اثر پڑا۔ ابولہب تو اس خبر وحشت اثر سننے کے بعد، دن یا ۹ دن تک بیمار رہ کر داخل دار البوار ہوا مگر وہ لوگ خاموش نہیں ہو رہے بلکہ اپنی خجالت مٹانے کے فکر میں ہوئے اور صلاح کی کہ ایک دفعہ اور تیاری سے لڑیں۔ اب بجائے ابوجہل کے ابوسفیان کو مفسدین کا سردار سمجھنا چاہیئے۔ شکست کھانیوالوں میں وہ ایک طرح سردار تھا ہی۔ اسلئے اُس مجلس کا بہی سردار ہوا جسمیں رسول اللہ سے دوبارہ لڑنے کی تیاریاں ہو رہی تہیں۔ کفار قریش نے حکم دے رکھا تھا۔ کہ کسی کے گھر ماتم نہ ہو کیونکہ مسلمانوں کو خبر پہنچے گی تو وہ اور خوش ہوں گے۔ چنانچہ اسود قریشی کے تین بیٹے مارے گئے تھے یہ بڈھا اپنے قوم کے خوف سے رو نہ سکتا تھا۔ جب لڑکوں کا غم مجبور کرتا تو جنگل میں تنہائی میں جا کر رو آتا۔

(۳۳) سریہ سالم بن عمیر ۲۵ رمضان ۲ھ مدینہ میں بہی مسلمانوں کے دشمن موجود تھے گو مثل مکہ والوں کے سخت نہ تھے مگر مضرت پہنچا سکتے تھے لوگوں کو بہکاتے اور اسلام کی ہجو کرتے تھے اور اہل مدینہ کو مسلمان ہونے سے روکتے تھے۔ منجملہ اُنکے عصماء بنت عمران ایک عورت تہی کہ مسلمانوں کو بہت برا کہتی تہی جب مسلمان بدر کو روانہ ہوئے تھے تو انکی

---

[1] ذوالفقار کی نسبت امامیہ میں امام رضا علیہ السلام سے حدیث میں وارد ہوا ہے کہ "یہ تلوار آسمان سے جبرئیل ام آنحضرت کے پاس لیکر نازل ہوئے تہے اور اسکا حلقہ چاندی کا تہا فرماتے ہیں کہ اب وہ میرے پاس ہے"۔ آنحضرت نے حضرت علی کو دیدی تہی اور اس سے وہ پہلے پہل احد میں لڑے تہے

زبان اور بہی بے لگام ہوگئی تہی - عمیر بن عدی ایک نابینا انصاری تہا جو شریک بدر نہ ہوا تھا - جب مسلمان بدر سے واپس آئے تو رات کو اُسکے گھر پہنچا اور خنجر سے اُس عورت کو ہلاک کیا - اسیطرح ابو عفک ایک اور دشمن حضرت صلعم کا مدینہ میں تھا اُسکو سالم بن عمیر نے رات کو مار ڈالا - ابو عفک کی عمر ۱۲۰ برس کی تہی +

علامہ عباسی اپنی تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں کہ ابتدا میں اسلام کی حالت ایسی ہی تہی کہ بغیر فوجی قانون جاری کیے کام نہ چلتا اگر دو چار شخص ابوجہل جیسے یہاں بہی پیدا ہو جاتے تو مسلمانوں کا رہنا دشوار ہو جاتا - اسلئے اہل مدینہ اور اُس کے اطراف کے یہودیوں سے جب کوئی زیادتی ہوتی تو پھر بدلہ لینے میں مسلمان تامل نہ کرتے تھے - لیکن وہ کسی حالت میں انصاف تہذیب اور اعتدال سے تجاوز نکرتے تھے - ایک بات یہ بہی تہی کہ مدینہ میں آنحضرت کی حالت سلطان وقت کی سی تہی اور سلطان وقت کے خلاف سازش کرنے والے باغیوں کو سزا دینا ہر حالت میں ضرور ہوتا ہے +

(۴۳) غزوہ قرقرۃ الکدر شوال سنہ ۲ھ عراق اور مکہ کی راہ میں مدینہ سے تین منزل کے فاصلہ پر یہ مقام واقع ہے - مسلمانوں کو خبر پہنچی کہ وہاں بنو سلیم اور بنو غطفان فساد کے لئے جمع ہوئے ہیں - آنحضرت نے اُنپر چڑہائی کی - لوائے اسلام علی کے ہاتھ میں تھا وہ لوگ تو بہاگ گئے مگر اُن کے چرواہے ۵۰۰ اونٹ سمیت گرفتار ہوئے حضرت مدینہ واپس آئے - مال غنیمت مسلمانوں میں تقسیم کردیا گیا ان چرواہوں میں سے یسار نام ایک غلام تھا وہ مسلمان ہوا حضرت نے اُسے آزاد کردیا +

(۵۳) غزوہ بنی قینقاع : ذیقعدہ سنہ ۲ھ عرب میں نہ کوئی بادشاہ تہا نہ کوئی بادشاہی قانون اپنے اپنے قبیلہ کا سردار اُسکا حکمران ہوتا تہا - قبیلوں میں آپس میں معاہدے ہوتے تھے جنکے موافق آپس میں برتاؤ ہوتا تہا - جب مسلمان مدینہ میں آئے تو اُنہوں نے بہی قبائل قرب وجوار سے دستور کے موافق معاہدے کیئے کہ ایک دوسرے کا برا نچاہیں اور باہم مراسم احترام قایم رکھیں - مدینہ میں بنی خزرج کے یہودیوں کا ایک قبیلہ بنی قینقاع تھا جو مسلمانوں کے عروج سے بہت حسد کرتا تہا - یہ اول یہود ہیں جنہوں نے پیغمبر خدا کا عہد توڑا مسلمانوں سے بے ادبیاں شروع کردیں ایک مسلمان عورت کے چہیڑنے پر فریقین کا ایک ایک آدمی مارا گیا - پیغمبر خدا نے اُنکو بلا بہیجا - اور اُن سے بات چیت گفتگو کی - مگر اُنہوں نے کچھ خیال نہ کیا اور بگستاخی کلام کیے - آخر لڑائی کی ٹہیر گئی - جب مسلمان پہنچے وہ اپنے قلعہ میں متحصن ہو گئے - ۱۵ دن محصور رہ کر باہر نکلے اسیر ہوئے - حضرت اُنکو قتل کرانا چاہتے تھے کہ عبداللہ بن ابی بن سلول خزرجی منافق نے حضرت کو بگستاخی مجبور کیا اور اُنکی جان بخشی کرائی - مگر ایرونگ لکھتا ہے کہ ۷۰۰ سو آدمی شام کی طرف جلاوطن کردیے گئے - اور اُنکا سب اسباب لوٹ لیا گیا - جو مسلمانوں کو بعد کی لڑائیوں میں بہت کام آیا - اس غزوہ میں حمزہ علمدار تھے +

(۶۳) غزوہ سویق ذیحجہ سنہ ۲ھ بدر کی شکست اور مقتولوں کا ابوسفیان کو اسقدر رنج ہوا تھا کہ اُس نے قسم کھائی تہی کہ جبتک محمدؐ سے نہ لڑونگا اُسوقت تک نہ خوشبو سونگہوں گا اور نہ عورت کو ہاتھ لگاؤنگا - پس ماہ ذیحجہ میں دو سو سوار لیکر لڑنے نکلا - مقام عریض پر جو مدینہ سے ۳ میل کے فاصلہ پر واقع ہے ایک انصار اور اُسکے مزدور کو مار کر اور چند خرمے کے درختوں اور گہروں میں آگ لگا کر اُسنے اپنی قسم اُتاری - آنحضرت کو خبر ہوئی تو ابولبابہ بن عبدالمنذر کو مدینہ میں نائب چھوڑ کر ابوسفیان کے تعاقب میں روانہ ہوئے - ابوسفیان بہاگا اور بہاگتے ہوئے بار شتر ہلکا کرنیکی غرض سے سویق (ستو) کے بورے گراتا گیا اس غزوہ میں مسلمانوں کو ستو کے سوا کچھ اور ہاتھ نہ آیا - اسی لئے یہ غزوہ غزوہ سویق کے نام سے مشہور ہوا +

(۷۳) تحویل قبلہ نصف شعبان سنہ ۲ھ اسی سال نصف رجب یا نصف شعبان روز دوشنبہ کو پیغمبر خدا ظہر کی نماز پڑہا رہے تھے

دوسری رکعت کے رکوع میں تھے کہ دفعتہً حضرت کعبہ کی طرف پھر گئے وہ لوگ جو حضرت کے مقتدی تھے فوراً حضرت کے ہمراہی وہ بھی پھر گئے - اور نماز ہی میں رہے - اسکے بعد مسجد قبا اور مسجد نبوی کے قبلوں میں ترمیم کی گئی جن کا رخ بیت المقدس کی طرف تھا مگر ابن خلدون لکھتا ہے کہ آنحضرت نے منبر پر چڑھکر خطبہ پڑھا اور دو رکعت نماز کعبہ کی طرف رُخ کرکے پڑھی - ہمکو ابن خلدون کی یہ روایت صحیح معلوم نہیں ہوتی کیونکہ اسوقت تک منبر کی تیاری کسی تاریخ سے ثابت نہیں ہوتی + مکہ میں قبلہ کے رُخ کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کوئی قبلہ نتھا مگر اکثر نے لکھا ہے کہ بیت المقدس کی طرف منہ کرکے اسطرح نماز پڑھتے تھے کہ کعبہ بیچ میں ہوتا تھا +

(۳۴) سنہ ۲ھ کے مختلف واقعات (۱) اسی سال ماہ شعبان میں رمضان کے روزے فرض ہوئے اور فطرہ اور عید الفطر کا حکم ہوا (۲) غزوہ بنو قینقاع سے واپس آنے پر نماز عید الضحےٰ اور قربانی کا حکم ہوا اور عید الضحےٰ کی نماز واجب ہوئی - خمس (اور بروایتے زکوٰۃ بھی) اسی سال فرض ہوئی (۳) صوم یوم عاشورہ جو محرم سنہ ۲ھ میں فرض ہوا تھا وہ اسی سال ماہ شعبان میں فرض رمضان نازل ہونیسے اختیاری رہ گیا + (۴) جس روز رسول صلعم نے مشرکین بدر پر فتح حاصل کی - اُسی روز رومیوں نے ایرانیوں کو شکست دی اس فتح سے رومیونکے اہل کتاب ہونیکی وجہ سے مسلمان خوش ہوئے (۵) اسی سال درمیان بکر بن وائل اور لشکر کسریٰ پرویز کے جسکا سپہ سالار ہامرز تھا ذیقار پر لڑائی ہوئی - ایرانیوں کو شکست فاحش ہوئی ہامرز اور بہت سے ایرانی مارے گئے (۶) وفیات - ماہ ذی الحجہ میں - عثمان بن مظعون فوت ہوئے یہ اول مہاجر ہیں جو مدینہ میں مرے حضرت کے حکم سے بقیع میں دفن کیے گئے - اسی سال اُمیّہ بن ابی صلت نے جسکا اصلی نام عبد اللہ بن ربیعہ تھا اور سرداران کفار سے تھا وفات پائی - کتب انبیا اُس نے سب پڑھی تہیں اور جانتا تہا کہ ایک نبی مبعوث ہو گا مگر چاہتا تہا کہ میں خود نبی ہوتا - اس حسد سے آنحضرت کی نبوت کا انکار کیا وہ ملک شام تک گیا تہا - جب وہاں سے پھر کے آیا لوگوں نے اُس سے کہا کہ اس کنوئیں میں جنگ بدر کے مقتولوں کی لاشیں پڑی ہیں - اُنھیں اُمیّہ کے ماموں زاد بھائی شیبہ اور عتبہ بھی تھے اُنکی لاشیں دیکھکر اُس نے بہت ماتم کیا +

سنہ ۳ھ (۲۴ جون سنہ ۶۲۴ء سے ۱۱ جون سنہ ۶۲۵ء تک)

(۳۵) قتل کعب بن اشرف ۱۴ صفر سنہ ۳ھ کعب بن اشرف ایک یہودی شاعر بڑا ہی بد ذات اور مالدار آدمی تہا - مدینہ کے قریب ہی ایک بلند مقام پر قلعہ میں رہتا تھا - اپنی قوم کا سردار تھا - جنگ بدر کے بعد مکہ میں گیا اور اپنی سحر بیانی سے مقتولین بدر کے اوصاف اور اُنکے غم میں اشعار پڑھکر قریش کو مسلمانوں سے بدلہ لینے پر برانگیختہ کرتا تھا - یہانتک کہ مدینہ میں بھی آکر سرراہ اُن مسلمانوں کے سامنے پڑھتا جو مقتولین بدر کے رشتہ دار تھے - رسول اللہ کی ہجو کرتا - مسلمان عورتوں کے بارے میں عشقیہ شعر کہتا تھا آخر ایک دن حضرت نے تنگ آکر فرمایا کہ کون ہے جو مجھے ابن اشرف سے چھٹکارا دلائے - چند ہی روز بعد - ۱۴ صفر کو بنی اوس میں سے ایک انصار نے اُسے قتل کر ڈالا - اُسکا سر توبڑہ میں مدینہ میں لایا - یہ اول سر اسلام میں لایا گیا ہے (خمیس) + +

(۳۶) قتل ابو رافع بن ابو حقیق جمادی الثانی سنہ ۳ھ ابو رافع سلام بن ابو حقیق یہودی جو کعب بن اشرف کی طرح اسلام اور اسلامیوں کا مخالف اور آنحضرت کا جانی دشمن تھا نواحی خیبر میں رہتا تھا اور مشرکوں کو مال سے مدد دیتا تھا آنحضرت کے حکم سے عبد اللہ بن عتیک نے تین اور آدمیوں کے ساتھ جاکر رات کے وقت اُسکے دروازہ پر آواز دی اُس نے دروازہ کھلوایا مار کر واپس آئے بعض نے یہ واقعہ رمضان سنہ ۵ھ میں اور بعض نے سنہ ۶ھ میں لکھا ہے +

غزوہ ذی امر بھی کہتے ہیں واقع ہوا ذی امر مدینہ سے تھوڑے فاصلہ پر نجد کیطرف واقع ہے - جب حضرت کو معلوم ہوا کہ یہاں کچھ یہود اسلئے جمع ہوئے ہیں کہ مسلمانوں پر اچانک حملہ کریں آنحضرت نے خود پیشقدمی کی ساڑھے چار سو آدمی کی جمعیت ساتھ لیکر موقع پر جا پہنچے - یہود پہاڑوں میں جا چھپے اور مسلمان مخلد بالطبع ہوکر ادہر اُدہر منتشر ہوگئے چوتھے دن آنحضرت ایک درخت کے نیچے تنہا سوتے تھے کہ ایک یہود مسمی دعثور تیغ بکف پہاڑ سے اُترا اور کہنے لگا کہ اب بتاؤ تمہیں کون بچائیگا - آنحضرت نے کہا اللہ تعالی - یہ سنتے ہی اُسپر کچھ ایسی ہیبت چھائی کہ تلوار اُسکے ہاتھ سے گر پڑی - آنحضرت نے اُسکی تلوار ہاتھ میں لیکر پوچھا کہ اب بتاؤ تمہیں کون بچائے گا - اُس یہود کے منہ سے نکلا اشہد ان لا الہ اللہ واشہد ان محمد رسول اللہ - یعنی وہی اللہ جس نے اپنے رسول کو بچایا وہی مجھے بچائیگا - اس غزوہ میں نہ کوئی لڑائی ہوئی نہ کچھ مال ہاتھ آیا - حضرت عثمان کو مدینہ میں نایب چھوڑا تھا - حضرت ۱۱ دن کی غیر حاضری کے بعد مدینہ میں داخل ہوئے - (خمیس و ارونگ وغیرہ)

(۲۲م) غزوہ بنی سلیم جمادی الاول ۳ھ اسی کو غزوہ مجران[1] بھی کہتے ہیں - سبب اسکا یہ ہوا تھا کہ بہت سے بنی سلیم مسلمانوں پر حملہ کرنے کی غرض سے جمع ہوئے تھے - حضرت کو معلوم ہوا تو تین سو اصحاب کے ساتھ چڑھ گئے مگر وہ لوگ متفرق ہوگئے اور لڑائی نہیں ہوئی - ابن ام مکتوم کو مدینہ میں نائب چھوڑا تھا - دس دن کی غیر حاضری کے بعد واپس آئے ۔

(۲۳م) سریہ قردہ ہلال جمادی الآخر ۳ھ قردہ[2] نواح نجد میں واقع ہے - جب مکہ والوں کو معلوم ہوا کہ مدینہ کے مسلمان ہماری تاک میں رہتے ہیں تو انہوں نے نواحی مدینہ کا راستہ چھوڑ کر مدینہ کے مشرق یعنے نواح نجد سے عراق کی طرف سے شام جانیکا راستہ مقرر کیا - چنانچہ اسی راستہ سے قافلہ جا رہا تھا ابوسفیان اور صفوان بن اُمیہ بھی اُنمیں تھے - مسلمانوں کو بھی اس قافلہ کا پتہ لگ گیا - آنحضرت نے زید بن حارثہ کو روانہ کیا - قریش بھاگ گئے اتنا نقد و جنس مسلمانوں کے ہاتھ آیا کہ خمس اُسکا ۲۰ یا ۲۵ ہزار درہم تھا - (خمیس)

(۲۴م) غزوہ احد[3] ۱۵ شوال ۳ھ یوم شنبہ جوں جوں مدینہ میں آنحضرت کا اقتدار بڑھتا جاتا تھا مکہ والوں کی دشمنی زیادہ ہوتی جاتی تھی - ابوسفیان اس متبرک شہر کا سردار تھا اور اُسکی بیوی ہندہ کی بےچین طبیعت ہمیشہ اُسکو لڑنے پر اُکساتی رہتی تھی - خصوصًا اس سبب سے کہ اُسکے باپ بھائی اور چچا جنگ بدر میں مارے جا چکے تھے اور وہ اُنکے خون کا بدلہ لینا چاہتی تھی - ادہر عکرمہ بن ابوجہل اپنے باپ کے انتقام پر تلا ہوا تھا - غرض یہ کہ قریش نے جو بدر پر شکست کھائی تھی اُس کا بدلہ لینے کی آگ اُنکے سینوں میں بھڑک رہی تھی - پس ابوسفیان نے ۳ ہزار فوج لیکر مدینہ پر چڑھائی کی - اس فوج میں زیادہ تر قریش تو تھے ہی عرب کے دیگر قبائل بنی کنانہ اور بنی تہامہ بھی شریک تھے انمیں سات سو زرہ پوش اور ۲ سو گھوڑے اور ۳ ہزار اونٹ تھے - ایک حصہ کا عکرمہ بن ابوجہل اور ایک حصہ کا خالد بن ولید سردار تھا - علم بنی عبدالدار آگے آگے لئے جاتے تھے یہ بھی قریش ہی کی نسل کے تھے - جنکو موروثی طور پر مشورہ میں سب سے اول موقع اور لڑائی میں سب سے اول صف اور فوج کے آگے جھنڈا لیجانے کا حق حاصل تھا - فوج کے پیچھے پیچھے غضبناک ہندہ مکہ کی ۱۵ اشراف زادیوں کے ساتھ چلی آتی تھی - جنکے رشتہ دار جنگ بدر میں مارے گئے تھے - یہ عورتیں دف ہاتھوں میں لئے مقتولین جنگ بدر پر روتی اور مسلمانوں سے لڑنیکے واسطے مشرکوں کو برانگیختہ کرتی جاتی تہیں - جب قصبہ ابواء کی طرف سے انکا گذر ہوا جہانکہ آنحضرت کی والدہ آمنہ مدفون ہیں تو ہندہ نے قبر سے حضرت آمنہ کی ہڈیاں نکالنی چاہیں مگر بدشواری اس فعل زشت سے باز رکھی گئی - یہ لوگ بدھ کے روز ۴ ماہ شوال کو مقام ذوالحلیفہ میں جو مدینہ کے مقابل ۵ میل کے فاصلہ پر احد کے قریب واقع ہے

[1] یہ مقام نواح فرع میں واقع ہے جو ربذہ کے قریب مدینہ سے ۸ منزل پر مکہ کے راستہ پر واقع ہے (معجم البلدان) [2] مواہب میں فردۃ اور خلاصۃ الوفا میں قردہ لکھا ہے (خمیس) یاقوت نے معجم البلدان میں دونوں طرح لکھا ہے اور کہتا ہے کہ یہ ایک چشمہ ہے علاقہ نجد میں - [3] مدینہ سے چھ میل یا ایک فرسخ کے فاصلہ پر ایک پہاڑ ہے

آکر اُترے + بروایت روضۃ الاحباب آنحضرت کے چچا عباس نے جو ابتک مکہ ہی میں رہتے تھے اور قریش اُنکو ابتک اسلام کا مخالف ہی سمجھتے تھے یہ خیال کرکے کہ اگر اتنی بڑی فوج یک بیک بےخبری میں جا پڑیگی تو بھتیجے کی تباہی کا باعث ہوگی مخفی طور پر ایک تیز رو راز دار قاصد بھیجکر آنحضرت کو اس خطرہ سے مطلع کردیا - جب عباس کا قاصد پہنچا ہے تو آنحضرت قبا میں تشریف رکھتے تھے فوراً مدینہ میں تشریف لائے اور اصحاب خاص سے مشورہ کیا کہ آیا مدینہ سے نکلکر اُنکا مقابلہ کریں یا مدینہ ہی میں لڑیں حضرت کی اپنی رائے یہ تھی - اور عبداللہ بن اُبے بن سلول نے بھی یہی رائے دی کہ مدینہ میں بیٹھے ہوئے قریش کے حملہ کا انتظار کریں شہر کے اندر اُنکو لڑنا مشکل ہوگا کیونکہ ہماری فوج بہت کم ہے - یہاں عورتیں بھی پتھروں وغیرہ سے دشمن پر حملہ کرنے میں مدد دینگی بہت سے دیگر صحابہ نے چونکہ جنگ بدر کی فتح سے اُنکے دل بڑھے ہوئے تھے عرض کی کہ یا حضرت میدان میں نکلکر لڑنا اور کافروں کو شکست دینا مناسب ہے - آنحضرت نے اسی رائے کو منظور کرلیا - مدینہ سے روانہ ہونے لگے تو بعض اشخاص نے سوچا کہ پیغمبر خدا کی رائے سے اختلاف کرنا مناسب نہ تھا - آنحضرت نے سُنکر کہا کہ ہتیار باندھ کر کھولڈالنا پیغمبروں کی شان کے خلاف ہے - اب جو ہونا تہا سو ہوچکا یہ کہکر حضرت روانہ ہوئے - ابن ام مکتوم کو نماز پڑھانیکے لئے مدینہ میں چھوڑا +

حضرت کے ساتھ پورے ہزار آدمی بھی نہ تھے انمیں بھی صرف سو زرہ پوش اور دو سوار تھے ایک خود آنحضرت دوسرے ابو بردہ - اس فوج میں کچھ یہودی[1] اور خزرجی بھی تھے - جن کا سردار عبداللہ بن اُبے بن سلول منافق تہا - آنحضرت نے یہودیوں سے مدد لینے سے اِنکار کیا جبتک وہ مسلمان نہو جائیں - اور جب اُنہوں نے مسلمان ہونے سے انکار کیا تو حضرت نے فرمایا کہ تم اُلٹے مدینہ چلے جاؤ - اسپر عبداللہ بن ابی ناراض ہوکر اپنے خزرجیوں کو بھی ساتھ لیکر اُلٹا مدینہ چلا آیا اور اسطرح فوج کی تعداد گھٹکر صرف ۷ سو رہ گئی - اور حضرت ہفتہ کو صبح کے وقت مقام اُحد پر پہنچے - اس چھوٹی سی فوج کو لیکر آنحضرت کوہ احد کی ایک گھاٹی میں جاکر اُترے - اُحد کو پس پشت رکھا کوہ عینین کو دست چپ کیطرف اور رُو کو مدینہ کی طرف رکھا کوہ عینین میں ایک تیلا سا درہ تہا وہ محل خطر تہا کہ دشمن وہاں کمین سے حملہ کرسکتا تھا آنحضرت نے عبداللہ بن جبیر کو پچاس تیراندازوں کے ساتھ مقرر فرمایا کہ اُس درہ کی حفاظت کریں - اور وہاں سے ہرگز نہ ٹلیں جبتک آنحضرت کسی آدمی کی معرفت نہ بلائیں خواہ لشکر اسلام بالکل مغلوب ہوجائے خواہ غالب ہو اور دیگر مسلمان لوٹ میں مصروف ہوں مگر تم اس درہ کو ہرگز نہ چھوڑنا - بعد اسکے عکاشہ بن محصن اسدی کو میمنہ پر اور ابو سلمہ بن عبدالاسد مخزومی کو میسرہ پر اور ابو عبیدہ بن جراح اور سعد بن ابی وقاص کو مقدمہ یعنی ہراول پر مقداد بن عمرو کو ساقہ پر مقرر فرمایا - مصعب بن عمیر جو بنی عبدالدار سے تھے موروثی طور پر علمبردار تھے یعنے لوا اُنکے پاس تہا مگر روایت یعنے آنحضرت کا بڑا علم حسب معمول جناب علی ہی کے پاس تہا[2] (حبیب السیر) روضۃ الاحباب میں ہے مہاجرین کا لوا علی کے پاس یا مصعب بن عمیر کے پاس تھا - لشکر کفار بدھ جمعرات اور جمعہ کو ذوالحلیفہ میں رہا ہفتہ کی صبح سے مقام احد پر اسطرح صف آرائی شروع کردی کہ خالد بن ولید کو میمنہ پر عکرمہ بن ابوجہل کو میسرہ پر اور ابو سفیان کو قلب پر مقرر کیا - اور صفوان بن امیہ کو اور بروایتے عمرو بن عاص کو چند آدمیوں کے ساتھ اُسی درہ کی پر جہاں حضرت نے عبداللہ بن جبیر کو مقرر کیا تہا متعین کیا - عبداللہ بن ربیعہ کو تیراندازوں پر سردار کیا اور علم طلحہ بن

---

[1] یہ یہودی عبداللہ بن ابی کے حلیف تھے کہ ان سے بروقت خطرہ ایک دوسرے کی مدد کا معاہدہ تہا - ابوالفدا وغیرہ نے عبداللہ کی ناراضی کا یہ باعث لکھا ہے کہ آنحضرت نے اُسکی اس رائے پر عمل کیا تہا کہ مدینہ ہی کے اندر قریش سے لڑا جائے یا باہر نہ نکلیں پس وہ یہ کہکر چلدیا کہ جب حضرت ہماری سنتے ہی نہیں تو ہم ہی حضرت کے ساتھ ہوکر نہیں لڑتے - ہمارے خیال میں دونوں باتیں اُسکی واپسی کا باعث ہوئیں (مولف)

[2] تمام غزوں میں رایت علی کو اور لوا یعنے چھوٹا علم کسی دوسرے کو ملا کرتا تہا - چنانچہ اس غزوہ میں لوا مہاجرین مصعب کو اور لوا اوس اسید بن حضیر کو اور لوا خزرج حباب بن منذر یا سعد بن عبادہ کو عطا ہوا تہا (خمیس)

ابی طلحہ کے حوالہ کیا۔ خود آنجناب ایک خود اور دوہری زرہ پہنے ہوئے تھے۔ حضرت کی ایک تلوار پر کندہ تھا کہ خوف سے بیعزتی اور ندامت حاصل ہوتی ہے بہادری سے عزت حاصل ہوتی ہے بزدلی سے آدمی اُسی آفت سے نہیں بچ سکتا جو اُسکی تقدیر میں لکھی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ کون ہے جو اس تلوار کو لیوے اور حق اسکا ادا کرے کئی مرد اسکے واسطے کھڑے ہوئے مگر حضرت نے کسیکو نہ دی یہاں تک کہ ابو دجانہ کھڑے ہوئے اور بولے کہ یا حضرت میں اسکا حق ادا کرونگا جبتک اسکی آب اور دہار قایم رہے گی میں اسے برابر چلائے جاونگا[1]۔ پس وہ تلوار حضرت نے ابو دجانہ کو عطا فرمائی۔

ابتداے جنگ اسطرح ہوئی کہ ابو عامر فاسق نے ۵۰ آدمی کی جماعت سے باہر نکلکر مسلمانوں پر تیر برسانے شروع کردیے مسلمانوں نے بھی تیروں سے ایسا جواب دیا کہ ابو عامر اور اُسکے ساتھیوں کے پاؤں اُٹھ گئے۔ عورتوں نے بڑا شور و غل مچایا مگر بھاگنے والوں نے ایک نہ سنی۔ یہ دیکھکر طلحہ بن ابی طلحہ علمدار لشکر کفار نے صف سے نکلکر مبارز طلب کیا علی مرتضیٰ مقابلہ کو نکلے اور اُسے مار کر اپنی صف میں آکھڑے ہوئے بعد اسکے مسلمانوں نے پے درپے حملہ کرکے کفار کی صفوں کو درہم برہم کردیا۔ اور حمزہ بن عبد المطلب نے عثمان بن ابی طلحہ علمدار لشکر کفار کو قتل کردیا۔ ابو سعید بن ابی طلحہ نے علم اُٹھایا علی نے قتل کیا پھر کلاب نے پھر قتل ہوا پھر مسافع بن ابی طلحہ پھر اُسکے بھائی جلاس اور حارث پھر ارطاۃ بن شرحبیل پھر شریح بن فارض پھر صواب غلام نے علم اُٹھایا جب اسطرح دس علمدار لشکر کفار کے مارے گئے تو ایک عورت مسماۃ عمرہ بنت علقمہ حارثیہ نے کفار کا علم ہاتھ میں لیا۔ حضرت حمزہ نے فوج لیکر قلب لشکر پر حملہ کیا ابو دجانہ اُنکے دائیں ہاتھ پر تھے۔ حمزہ سباع بن عبد العزیٰ سے لڑنے میں مصروف تھے کہ ایک حبشی مسمی وحشی نے جو جبیر ابن مطعم کا غلام تھا اور تاک میں بیٹھا ہوا تھا بجبری میں حملہ کرکے حضرت حمزہ کو شہید کردیا[2]۔ اسکے بعد مسلمانوں نے منتشر ہوکر ایسے زبردست حملے کیے کہ کفار میدان سے بھاگے۔ گانے والی عورتیں بجائے گانے کے نوحہ وزاری کرنے لگیں اپنے دف ہاتھوں سے پھینکدیے۔ اور پائنچے سنبھالتی ہوئی پہاڑ کی طرف بھاگیں۔ خالد بن ولید نے درہ کی طرف حملہ کرنا چاہا مگر عبد اللہ بن جبیر کے تیر اندازوں نے روکا۔ کئی دفعہ ایسا ہی ہوا آخر ناچار ہوکر کمین میں بیٹھ گیا اور موقع کا منتظر رہا۔ جب کفار بھاگنے لگے اور مسلمانوں کی فتح ہونے ہی کو تھی کہ مسلمان لوٹ میں مصروف ہوگئے یہ دیکھکر درہ کے محافظ بھی آنحضرت کے حکم کو بالائے طاق رکھکر لوٹ میں مشغول ہوگئے۔ اور عبد اللہ کو مع چند مسلمانوں کے شہید ہونے کے واسطے اکیلا چھوڑ دیا۔ عبد اللہ نے بہت روکا حضرت کا حکم یاد دلایا ایک نہ سنی اور عبد اللہ کے پاس پورے دس آدمی نہ ٹھیرے۔ خالد نے موقعہ پاکر حملہ کردیا اور عبد اللہ اور اُنکے ساتھیوں کو شہید کر ڈالا۔ اور پیچھے سے مسلمانوں پر آپڑا۔ اب بھاگے ہوئے قریش بھی جمع ہوگئے اور مسلمان بالکل دشمن کے ہاتھ میں آگئے۔ اور ایسے حواس باختہ ہوئے کہ آپس میں ایک دوسرے کو زخمی اور قتل کرنے لگے۔ فتح کی شکست ہوگئی۔ کفار نے مسلمانوں کو قتل کرنا شروع کیا۔ مصعب بن عمیر بھی عبد اللہ بن قمیہ لیثی کے ہاتھ سے شہید ہوگئے[3]۔ رسول صلعم نے اُنکا لواء بھی علی کے سپرد کردیا۔ (خمیس و ابن اثیر) حضرت نے

[1] ابو دجانہ حقیقت ہی میں بڑے مرد شجاع تھے وہ اپنے عہد پر قایم رہے اور دشمنوں کو مارتے ہوئے اُس جگہ جا پہنچے جہاں ہندہ زوجہ ابو سفیان مع ۱۵ عورتوں کے دف بجانی اور رجز پڑھ رہی تھی۔ اور مقتولین بدر پر رو رو کر مردان جنگی کو لڑائی کی ہمت بندھا رہی تھی ابو دجانہ نے ہندہ پر تلوار اُٹھائی مگر عورت سمجھکر چھوڑ دیا (مدارج) گھمسان کے وقت ابو دجانہ رسول اللہ کی سپر بنے ہوئے تھے تیر آتے رسول اللہ پر جھکے ہوئے اپنی پیٹھ پر لیتے (ابن اثیر) [2] اس حبشی کو ہندہ زوجہ ابو سفیان نے بہت سے روپے کا لالچ دیکر اس امر پر تعینات کیا تھا کہ محمد۔ حمزہ یا علی کا سر لائے چنانچہ یہ ایک پتھر کی آڑ میں ہو بیٹھا۔ اور موقع پاکر نیزہ سے حضرت حمزہ کا کام تمام کیا۔ لڑائی کے بعد ہندہ نے حضرت حمزہ کا کلیجہ دانتوں سے چبایا۔ ناک کان اور عضو تناسل کاٹ لیا۔ حضرت حمزہ کی عمر اُسوقت صاحب عار الاعیان کے موافق ۵۹ سال کی تھی۔ بقول رسول صلعم سے ۲ سال بڑے تھے (حبیب السیر) [3] ابو دجانہ نے دشمن کی فوج میں گھسکر ایسی تلواریں ماریں کہ قلب فوج میں ہلچل پڑ گئی۔ صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ تمام اہل سیر کا اسپر اتفاق ہے کہ علی نے اُس روز سب صحابہ سے زیادہ شجاعت دکھائی اور شرکو بھگا دیا مگر لوگ اسوقت لوٹ میں مصروف ہوگئے جس سے مسلمانوں کو شکست ہوگئی

[4] اُسنے سمجھا تھا کہ یہ رسول اللہ ہیں بعض نے لکھا ہے کہ رسول اللہ پر حملہ کیا تھا مصعب بچاتے ہوئے شہید ہوگئے عمر ۴۰ سال (خمیس)

وہ علم بھی لیلیا اور دشمن کی فوج میں گھسکر تیغزنی اور مردانگی کی داد دی چنانچہ مرقوم ہے کہ ۹ یا ۱۰ علمدار لشکر کفار کے حضرت علی کے ہاتھ سے مارے گئے۔ (ابن اثیر و طبری)

کہتے ہیں کہ اس سراسیمگی کے وقت اصحاب رسول میں سے ایک گروہ تو لڑا اور شہید ہوگیا[1]۔ ایک گروہ بھاگ کر گوشوں اور پہاڑ کے دامنوں میں جا چھپا۔ بعض نے مدینہ اور نواح مدینہ میں جاکر دم لیا (خمیس)

پیغمبر خدا خود بھی ہتیار چلا رہے تھے یہانتک کہ ترکش خالی ہوگیا اور کمان کا چلہ ٹوٹ گیا (ابن اثیر و تاریخ الخمیس) یکایک ابی بن خلف اُس بھیڑ میں یہ غل مچاتا ہوا آیا کہ محمدؐ کہاں ہے اور نیزہ کا وار کیا حضرت نے اُسیکا نیزہ چھینکر اور بروایت ابن خلدون حرث بن صمہؓ کے ہاتھ سے نیزہ لیکر اُسے ہلاک کیا۔ یہی شخص ہے جو عمر بھر میں آنحضرت کے ہاتھ سے ہلاک ہوا ہے +

اسی طوفان بے تمیزی میں ایک گوپیے کا پتھر آنحضرت کے منہ پر آکر لگا حضرت کا ہونٹ کٹ گیا اور دو اگلے دندان مبارک شہید ہوگئے یہ پتھر عتبہ بن ابی وقاص نے مارا تھا۔ ایک پتھر سے پیشانی اقدس بھی مجروح ہوئی۔ بعض زخم تلوار کے بھی آنحضرت کو لگے۔ کہتے ہیں کہ طلحہ بن عبید اللہ کے ہاتھ میں ایک تیر اُسے جنگ میں حمایت رسول میں لگا تھا جس سے اُسکا ہاتھ شل ہوگیا + ایرونگ لکھتا ہے کہ چونکہ مصعب بن عمیرؓ آنحضرت سے شکل میں بہت مشابہ تھے اُنکے مارے جانے پر شور مچگیا کہ آنحضرت شہید ہوگئے اور مدارج و روضۃ الاحباب و حبیب السیر وغیرہ میں لکھا ہے کہ جب مسلمانوں میں ہلچل پڑ گئی تو ابن سراقہ ملعون نے یہ آواز دی کہ محمد مارا گیا اس آواز پر قریش کے دل بڑھ گئے اور مسلمانوں کے دل بالکل ہی شکستہ ہوگئے اور وہ بیحواس ہوکر بھاگے[2]۔ بڑے بڑے صحابہ کا پائے ثبات متزلزل ہوگیا۔ چنانچہ تفسیر کبیر میں ہے کہ من المنہزمین عمرؓ و عثمانؓ یعنے بھاگنے والوں میں سے حضرت عمر اور حضرت عثمان بھی تھے اور تاریخ الخمیس میں ہے جناب ابوبکر فرماتے ہیں کہ جب سب لوگ بھاگ گئے رسول کے پاس سے تو سب سے پہلے ہم پلٹ کر آئے۔ بروایت طبری و صاحب مدارج النبوۃ وغیرہ جناب عثمان اپنے دو رفیقوں کے ساتھ بھاگ کر مقام اعوص میں جو مدینہ کے متصل واقع ہے پناہ گزین ہوگئے تھے اور جب اچھی طرح سن لیا کہ خطرہ بالکل جاتا رہا تو تین دن بعد آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے جس پر حضرت نے فرمایا تم بڑی دور چلے گئے تھے اے عثمان۔ (تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۴۲، تاریخ الخمیس جلد اول ص ۴۸۲ و ۴۸۵ طبری جلد ۳ ص ۲۱ منہاج النبوۃ جلد ۲ ص ۲۶۲) + جب سب مسلمان رسول کو تنہا چھوڑکر اسطرح اپنی جان بچانیکے فکر میں گوشہ عافیت کی تلاش میں چلے گئے رسول صلعم ستر زخم کھاکر جن میں سے عبد اللہ بن قمیہ کی تلوار بڑی زبردست پڑی تھی ایک گڑھے میں گر پڑے زرہ کی دو کڑیاں حضرت کے رخسارہ میں گڑ گئیں۔ اور آخرکار حضرت علی اور طلحہ کی مدد سے گڑھے سے باہر نکلے اور متوجہ شعب احد کے ہوئے (روضۃ الاحباب) + حضرت علی جوابتک برابر دشمنوں سے مقاتلہ میں مصروف تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں لڑتا بھی تھا

---

[1] تاریخ الخمیس جلد اول ص ۴۸۰ اور طبری جلد ۳ صفحہ ۱۹ اور حبیب السیر کامل میں ہے کہ انس بن مالک کے چچا انس بن نضر ایک مقام سے گذرے کہ وہاں عمر بن خطاب اور طلحہ بن عبید اللہ بعض دیگر مہاجرین و انصار کے ساتھ ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے تھے۔ پس کہا کہ تم لوگ کیوں زانوں میں ہاتھ دیے بیٹھے ہو بولے کیا کریں رسول اللہ تو شہید ہوگئے۔ کہا پھر تم جیکر کیا کروگے اُنکے بعد۔ اُٹھو جس طرح وہ دین کی حمایت میں شہید ہوئے ہیں تم بھی مرجاؤ۔ یہ کہکر دشمن پر حملہ کیا یہانتک کہ شہید ہوگئے بروایت ابن ہشام اُنکے ستر زخم لگے تھے اکہترویں زخم میں شہید ہوگئے۔ خمیس میں ۸۰ سے اوپر تلوار نیزہ اور تیر کے زخم لکھے ہیں۔ [2] کامل اور طبری جلد ۳ صفحہ ۲۰ اور تاریخ الخمیس ص ۴۸۹ میں ہے کہ جب حضرت کے قتل ہونیکی خبر مشہور ہوئی تو بعض مسلمانوں نے کہا کاش ہمارا کوئی قاصد عبد اللہ بن ابی کے پاس جاتا کہ ہمیں ابوسفیان سے پناہ دلوا دیتا۔ اور بعض ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر ہو بیٹھے۔ اور بعض منافقوں نے کہا کہ اگر محمد نبی ہوتا تو قتل نہ ہوتا۔ پھر چلو اپنے بھائیوں کی طرف اور پھر جاؤ اپنے پہلے دین پر انس بن نضر نے کہا کہ اے لوگو اگر محمدؐ مارے گئے تو محمدؐ کا خدا تو زندہ ہے۔ وہ تو نہیں مرتا۔ رسول اللہ کے بعد زندہ رہ کر کیا کروگے جس طرح وہ

اور حضرت کے پاس آکر آنحضرت کو دیکھ ہی جاتا تھا ایک دفعہ جو میں لڑتے لڑتے حضرت کو دیکھنے آیا اور حضرت کو نہ پایا تو میں نے اپنے دلمیں خیال کیا کہ اصحاب کے فرار ہونے سے خدانے غضبناک ہوکر اپنے پیغمبر کو آسمان پر اٹھالیا اور اپنے دلمیں ٹھان لیا کہ بہتر یہی ہے کہ میں قتال کئے جاؤں یہانتک کہ شہید ہوجاؤں۔ مینے پھر اعدا پر حملہ کیا اور ایسا قتال کیا کہ کفار درہم و برہم ہوگئے اور مینے حضرت کو زندہ پالیا (مدارج و معارج)۔

طبری و ابن اثیر و مدارج و معارج و حبیب السیر و روضۃ الاحباب وغیرہ میں لکھا ہے کہ جب لشکر اسلام فراری ہوا اور حضرت کو اکیلا چھوڑ دیا اور کئی دفعہ حضرت نے آواز دی کہ اے مسلمانو! میری طرف آؤ مگر ایک نہ سُنی تو حضرت غضب میں آئے اور پسینہ پیشانی اقدس سے ٹپکا اس حالت میں دیکھا کہ حضرت علی پہلو میں کھڑے ہیں حضرت نے فرمایا کہ یا علی تم یاروں کے ساتھ کیوں نہ بھاگ گئے علی مرتضیٰ نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا میں ایمان لانیکے بعد کافر ہوجاتا۔ بہ تحقیق کہ مجھے آپ سے اقتدا ہے اور کسی سے کیا غرض۔ اُسوقت ایک گروہ کفار کا آنحضرت کی طرف متوجہ ہوا حضرت نے فرمایا کہ اے علی مجھے اس گروہ سے بچا حق خدمت بجالا کہ وقت یاری ہے حضرت علی نے حملہ کرکے اُنہیں منتشر کردیا۔ اور ایک جماعت کثیر کو قتل کیا۔ علی کی تلوار لوٹ گئی تو حضرت نے ذوالفقار عطا کی تین دفعہ ایسا ہی ہوا۔ جسوقت حضرت علی نے یہ مردانگی دکھائی اور اُن جناب کی اسطرح نصرت کی تو حضرت نے فرمایا اے علی اپنی تعریف سنتے ہو کہ رضوان فرشتہ کہہ رہا ہے آسمان پر لافتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار[1] اور اسکے بعد جبرئیل نے حضرت سے آکر کہا یا محمدؐ یہ کمال مواسات و جوانمردی ہے جو علی مرتضیٰ تمسے کرتے ہیں حضرت نے فرمایا کہ (کیوں نہو) "علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں" یعنی ہم دونوں تو ایک ہی ہیں اُسپر جبرئیل بولے "اور میں تم دونوں سے ہوں"۔ صاحب مدارج و صاحب حیات القلوب لکھتے ہیں کہ اگرچہ ناد علیاً مظہر العجائب۔ تجدہ عوناً لک فی النوائب۔ کل ہم و غم سینجلی۔ بنبوتک یا محمدؐ بولایتک یا علی[2] بھی اسی معرکہ میں نازل ہوئی ہی مگر مشہور یہ ہے کہ جنگ خیبر میں نازل ہوئی ہے کہ آنکھیں حضرت علی کی آئی ہوئی تھیں اور مدینہ میں تھے اور ناد علی کے پڑھتے ہی حاضر ہوئے جب حضرت نے پڑھی۔ پھر مولوی عبدالحق لکھتے ہیں کہ علی نے حق مبارزت و محاربت و جلاوت و شجاعت ایسا ادا کیا کہ فوق اُس سے متصور نہیں ہوسکتا۔ اور حضرت علی سے روایت ہے کہ فرمایا جنگ احد میں سولہ ضرب تلوار کی مجھے پہنچی کہ چار اُن ضربوں سے میں زمین پر گر پڑا اور ہر بار جب میں زمین پر گرتا تھا ایک مرد خوبصورت نیک خو میرا بازو پکڑتا اور کہتا تھا کہ متوجہ کافروں کا ہو۔ کہ تو اطاعت میں خدا کی اور اُسکے رسول کی ہی اور یہ دونو تجھ سے راضی ہیں۔ جب بعد جنگ حضرت علی نے آنحضرت سے یہ حال بیان کیا تو حضرت نے فرمایا کہ اے علی خدا تیری آنکھوں کو روشن کرے وہ جبرئیل تھا۔ یہ روایت معارج میں بھی ہے۔

اکثر مورخین نے لکھا ہے کہ اس لڑائی میں اگرچہ اہل اسلام متنزلزل ہوئے لیکن آنحضرت اپنی جگہ پر ثابت اور قائم رہے اور سوائے سات انصار اور سات مہاجرین ۱۴ (اور بروایت بخاری ۱۲) اشخاص کے کوئی حضرت کے ساتھ ثابت قدم نرہا۔ مہاجرین سے ابوبکر صدیق۔ عبدالرحمن بن عوف۔ علی مرتضیٰ۔ سعد بن ابی وقاص۔ زبیر بن العوام۔ طلحہ بن عبید اللہ۔ ابوعبیدہ بن جراح۔ اور انصار سے خباب بن منذر۔ ابودجانہ۔ عاصم بن ثابت۔ سہیل بن حنیف۔ اسید بن حضیر۔ سعد بن معاذ۔ حارث بن صمہ۔ لیکن حضرت کا زخمی ہوکر گڑھے میں گرنا۔ حضرت علی کا برابر کارزار میں مصروف

---

[1] صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے اور یہ آواز جبرئیل یا رضوان خازن بہشت کی تھی در روضۃ الاحباب میں بھی یہی لکھا ہے۔

[2] یعنے ندا کر تو اے محمدؐ علی کو کہ وہ مظہر العجائب ہی۔ پاویگا تو اُس سے اپنے لئے مدد بیچ سختیوں اور تشویشوں کے۔ نزدیک ہے کہ تمام تفکرات اور غم دور ہوجائیں۔ بسبب تیری نبوت کے اے محمد اور بسبب تیری ولایت کے اے علی۔ بعض اُسمیں تین مرتبہ یا محمد اور تین مرتبہ یا علی کہتے ہیں لیکن کتب حدیث میں اسکا ذکر نہیں ہی (مدارج) اور بعض نے آخری مصرع کو صرف بعلی بعلی بعلی لکھا ہے۔

رہنا۔ اور لڑتے لڑتے جناب رسولخدا کو ڈھونڈ ھنے آنا اور نہ پانا یہ وہ واقعات ہیں کہ انسے کسی مورخ نے اختلاف نہیں کیا۔
پس سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر یہ ۱۲ یا ۱۴ آدمی حضرت کے ساتھ تھے تو حضرت کا زخمی ہونا کیسا اور اگر زخمی بھی ہوئے تھے
تو حضرت علی کو آنحضرت کا نشان کیوں نہیں ملا۔ یہ صرف اُسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ یا تو یہ لوگ رسول اللہ صلعم
کے ساتھ نہ ہوں یا حضرت کو زخمی گرتا دیکھکر سب کے سب اُس جگہ سے ٹلگئے ہوں گے۔ حضرت ابوبکر کا یہ فرمانا کہ جب رسول
کے پاس سے سب لوگ بھاگ گئے تو سب سے پہلے ہم پلٹ کر آئے ہمارے اس خیال کی تائید کرتا ہے کہ پہلے جب موقع خطرناک
تھا تو سوائے حضرت علی کے جو کارزار میں مصروف تھے کسی مسلمان نے میدان جنگ میں آنحضرت کا ساتھ نہیں دیا۔ جب
کسیقدر خطرہ کم ہوا ہے تو مفرورین میں سے سب سے پہلے حضرت ابوبکر اور بعد میں بقیہ ۱۳ آدمی اوروں سے پہلے آنحضرت
کے پاس پہنچے ہیں۔ صاحب حبیب السیر بھی ہمارے اس خیال کی تصدیق کرتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں کہ "اوائل حال میں
کہ سپاہ اسلام بھاگی تھی سوائے مرتضےٰ کے مصطفےٰ کے ساتھ کوئی نہ رہا۔ بعد ایک ساعت کے عاصم بن ثابت اور ابو دجانہ اور
سہل بن حنیف اور طلحہ بن عبید اللہ اُن حضرت کی خدمت میں پہنچے۔ حضرت ابوبکر اور عمر ایک گوشہ میں چھپ گئے تھے
اور حضرت عثمان کسی طرف نکل گئے تھے اور بعد تین دن کے واپس آئے تھے۔ صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں اور حبیب السیر
میں بھی ہے کہ "زید بن اُسید بن وہب نے عبد اللہ بن مسعود سے پوچھا مینے ایسا سُنا ہے کہ روز احد سوائے علی اور ابو دجانہ
اور سہل بن حنیف کے کوئی پیغمبر کے پاس نہ رہا تھا۔ اور بعد ایک ساعت کے عاصم بن ثابت اور طلحہ بن ثابت
خدمت خیر البشر میں حاضر ہوئے تھے۔ آیا یہ خبر صحیح ہے کہا عبد اللہ نے کہ ہاں صحیح ہے۔ مینے پوچھا کہ ابوبکر اور عمر
کہاں گئے تھے کہا وہ بھی ایک گوشہ میں چلے گئے تھے اور جنگ سے تیسرے روز اُن حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے
تھے حضرت نے فرمایا کہ واقعی اس واقعہ میں دور گئے تھے۔ اور بعض اخبار میں آیا ہے کہ عثمان بن عفان دو آدمیوں کے
ساتھ جنگ گاہ سے باہر چلے گئے تھے اور راستہ بھول گئے تھے تین روز بعد آنحضرت کی خدمت میں مدینہ میں حاضر
ہوئے۔ حضرت نے فرمایا تم جنگ احد میں بہت دور چلے گئے" +

جنگ احد میں اُمِّ عمارہ نسیبہ بنت کعب ایک عورت نے بھی بڑی مردانگی دکھائی تھی یہ عورت اصل میں لشکر اسلام کو پانی پلانے کی
غرض سے آئی تھی جب اہل اسلام فراری ہوئے تو یہ عورت آنحضرت کی حفاظت میں مصروف ہوئی حضرت کے گرداگرد دشمنوں
کے حملہ کو روکتی تھی اور اپنے بیٹوں عمارہ اور عبد اللہ کو اپنے سامنے لڑائی پر بھیجتی تھی۔ نسیبہ نے کئی کافروں کو قتل بھی
کیا اور بہت سے زخم کھائے۔ جن میں سے ایک زخم ایک سال میں اچھا ہوا۔ نسیبہ مسیلمہ کذاب کے جنگ میں (مقام یمامہ پر)
بھی شریک تھی۔ اور وہاں اسکا ایک ہاتھ شہید ہوا۔ (منہاج النبوۃ ج ۲ ص ۲۷۶)

علاوہ مسلمانوں کے ایک یہودی مخیریق نامی بھی مسلمانوں کی طرف سے لڑتا ہوا مارا گیا۔ اسکا ماجرا اسطرح ہے کہ جب
اسے آنحضرت کی مدینہ سے خروج کی خبر پہنچی تو اُس نے اپنی قوم سے کہا کہ ای گروہ یہود تم جانتے ہو کہ محمدؐ کی مدد تمپر فرض
ہے یہود نے کہا آج شنبہ کا دن ہے۔ مخیریق نے یہ کہکر کہ شنبہ اسکو مانع نہیں ہو سکتا نبی اور کفار کا مقابلہ ہے اپنی
تلوار اُٹھائی اور میدان میں جاکر مقتول ہوا۔ چونکہ اُس نے روانگی کے وقت کہدیا تھا کہ اگر میں مارا جاؤں تو
محمد سے کچھ تعرض نکرنا اسوجہ سے یہود خاموش ہو رہے۔ آنحضرت صلعم نے اُسکا واقعہ سُنکر مخیریق کو بہترین یہود فرمایا
(ابن اثیر، تاریخ الخمیس ج ۱ ص ۴۹۲) +

لے در المنثور جلد ۲ ص ۸۰ اور تفسیر طبری ج ۴ ص ۹۰ میں ہے حضرت عمر فرماتے ہیں کہ احد کی لڑائی کے دن ہمنے شکست کھائی اور میں بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ گیا اور اُسپر اسطرح اچھلتا تھا
جیسے پہاڑی بکری اچھلتی ہے۔ ۲ ج ۱ جزو سوم ص ۳۲ ۳ جلد دوم صفحہ ۱۰۸ +

جنگ احد میں ۴ یا ۶ مہاجر اور ۶۶ یا ۶۴ انصار مارے گئے۔ اور ستر مسلمان زخمی ہوئے اور کفار صرف ۳۰ یا ۲۳ یا ۲۲ کام آئے انمیں
اس جنگ میں ۱۲ کفار حضرت علی کے ہاتھ سے مارے گئے۔ انہیں سے مشہور یہ ہیں۔ طلحہ بن ابی طلحہ اور ابوسعید بن ابی طلحہ۔ عبداللہ
بن جمیل بن زہیرہ بن ابو الحکم۔ ولید بن ابی حذیفہ بن مغیرہ اور اسکا بھائی امیہ۔ ارطاۃ بن شرجبیل اور ہشام بن امیہ۔ عمرو
بن عبداللہ جمحی۔ بشر بن مالک۔ صواب غلام بنی عبدالدار اور عبداللہ بن حمید (روضۃ الصفا وغیرہ)

حضرت علی آنحضرت کو گڑھے سے نکالکر پہاڑی پر لے گئے ایک شعب میں جاکر ٹھیرے۔ علی مرتضیٰ اپنی سپر میں ایک جھیل سے پانی لیکر حضرت کے زخموں پر ڈالتے تھے اور جناب فاطمہ جو آپ کی شہادت کی خبر سنکر مدینہ سے آگئی تھیں انکو دھوتی تھیں جب حضرت فاطمہ نے دیکھا کہ پانی سے خون نہیں تھمتا تو بوریے کا ٹکڑا جلاکر اسکی راکھ زخموں میں بھری اور خون بند ہوگیا +

ایرونگ لکھتا ہے کہ قریش یہ سمجھکر کہ آنحضرت مارے گئے مسلمانوں کے تعاقب سے باز رہے اور لوٹنے اور مقتولوں کے کچلنے پر قناعت کی۔ مگر ہندہ اور اسکے ساتھ کی عورتوں نے خوب وحشی پنے سے بدلہ لیا۔ ہندہ نے حمزہ کا کلیجہ چیر کر نکالا اور چبا گئی۔ اور کان ناک اور عضو تناسل کاٹ کر ہار بنا کر گلے میں ڈال لیا۔ (روضۃ الاحباب) ابو الفدا لکھتا ہے کہ ابوسفیان نے حمزہ کی لاش کی پسلیوں میں نیزہ گھسیڑ کر بلند کی اور غل مچا کر کہا کہ آج کا دن بدر کا ہے اور لڑائی ہے۔ آآے لڑائی ظاہر کر اپنا دین و مذہب یہ دن روز بدر کے بعد آیا ہے۔ یہ کہکر ابوسفیان نے مع اپنے ہمراہیوں کے مراجعت کی +

جب قریش چلے گئے حضرت پہاڑ سے اترے اور میدان جنگ کا ملاحظہ کیا حمزہ کی لاش کو دیکھا کہ کان ناک کٹے ہوئے کلیجہ چرا ہوا پڑی ہے کمال رنج ہوا حکم دیا کہ حمزہ کی لاش پر چادر ڈالدو کہ انکی بہن صفیہ (زبیر بن العوام کی والدہ) اس حال سے نہ دیکھیں۔ (ابن اثیر۔ خمیس) مقتولین میں سے حمزہ کو ایک قبر میں اور باقی اصحاب کو ایک ایک قبر میں دو دو تین تین کرکے دفن کر دیا۔ مدینہ کی تاریخ میں امام تاج الدین سبکی نے شفاء السقام سے نقل کیا ہے کہ جب معاویہ نے نہر نکالی اور شہیدوں کو انکی قبروں سے نکالنے کا حکم دیا تو ایک پھاوڑا حضرت حمزہ کے قدم میں لگا اور خون اس سے جاری ہوا (مدارج) + تاریخ الخمیس جلد ا صفحہ ۴۹۹ میں صفوہ اور منتقی سے نقل کیا ہے اور منہاج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۲۹۹ میں ہے کہ جب معاویہ نے احد میں نہر نکالنے کا حکم اپنے عامل مدینہ کے پاس بھیجا ہے تو معاویہ کو لکھا گیا کہ یہ نہر کسی طرح جاری نہیں ہو سکتی جبتک شہدائے احد کی قبروں پر سے نہ گذرے۔ معاویہ نے لکھا کہ قبریں کھود ڈالو پس قبریں کھود کر انہیں جیسے تھے ویسے اٹھا کر دوسری جگہ لے گئے۔ تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ سوتے ہیں اور ایک پھاوڑا حمزہ بن عبدالمطلب کے پاؤں میں لگ گیا تھا اس سے خون جاری ہو گیا تھا یہ واقعہ جنگ احد سے ۴۶ برس بعد کا ہے

لڑائی کے بعد کی رات بڑی بے چینی میں گذری۔ اندیشہ تھا کہ غنیم پھر نہ آپڑے۔ اور کہیں مدینہ پر حملہ آور نہو۔ غرض دوسرے دن صبح کو مدینہ روانہ ہوئے ابوسفیان کو خبر پہنچی کہ آنحضرت زندہ ہیں تو اس اندیشہ سے کہ مبادا آنحضرت اور مدینہ کے باشندے ملکر اس سے لڑنے کو تیار ہو جائیں اوسنے مدینہ پر حملہ نہیں کیا۔ اور حضرت کو کہلا بھیجا کہ اب لڑائی دوسرے سال ہوگی اور مکہ کو چلا آیا + جب آنحضرت مدینہ میں تشریف لائے تو مسلمانوں کے گھر ماتم برپا تھا۔ حضرت نے پوچھا سب گھروں سے رونے کی صدا آتی ہے حمزہ کے گھر کوئی رونیوالا بھی نہیں ہے۔ انصار نے یہ سنکر اپنی عورتیں انکے گھر رونے کے واسطے بھیجدیں۔ کہ پہلے وہاں رو لو پھر اپنوں کو رونا۔ (ابن اثیر و طبری و روضۃ الاحباب)

(۵۴) غزوہ حمراء الاسد[۲] ۱۶ شوال یوم یکشنبہ ۳ھ احد کی لڑائی کے بعد آنحضرت مدینہ میں آئے تو معلوم ہوا کہ

[۱] شہدائے احد کی فضیلت میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ عبدالحق محدث دہلوی جذب القلوب میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے شہدائے احد کو سلام کیا اور فرمایا کہ یہ لوگ ہیں جنکی صحابیت پر میں قیامت تک گواہی دونگا۔ اسپر حضرت ابوبکر نے فرمایا یا رسول اللہ کیا ہم صحابی نہیں ہیں۔ حضرت نے فرمایا۔ ہو۔ لیکن مجھے معلوم نہیں کہ تم میرے بعد کیا احداث کروگے [۲] مدینہ سے ۸۔ ۱۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہے ذوالحلیفہ کے

کفار کی رائے بدلگئی ہے اور مدینہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں پس جنگ احد کے دوسرے ہی دن پھر آپ نے مجروح جسم پر ہتیار لگائے
علی مرتضیٰ کو علم دیا اور صرف اُنہی اصحاب کو ہمراہ لیکر جو جنگ احد میں ناکام رہے تھے ابن ام مکتوم کو مدینہ میں نائب چھوڑکر مدینہ
سے روانہ ہوئے۔ اور بمقام حمراء الاسد ۳ دن قیام کیا۔ ابوسفیان اور اُسکے ساتھیوں نے جو معبد بن ابی معبد خزاعی سے جو
اُس طرف سے ہوکر مکہ جارہا تھا مقام روحا میں جو مدینہ سے ۴۰ میل کے فاصلہ پر ہے یہ خبر سُنکے کہ مسلمان تعاقب میں آرہے
ہیں اور اب اُنکی تعداد پہلے سے بہت زیادہ ہے اسوقت گو کہ یہ لوگ استیصال اسلام کی غرض سے روحا سے مدینہ پر حملہ
کرنے کی تدبیریں کر رہے تھے اُنکے دل بالکل چھوٹ گئے مکہ کو واپس چلے گئے۔ اور عبد القیس کے سواروں سے جو مدینہ آرہے
تھے یہ کہلا بھیجا کہ اسوقت ہم ہمقوم ہونیکی وجہ سے در گزر کرتے ہیں ورنہ ہمارا قصد تمہارے استیصال کا تھا۔ آنحضرت کو یہ پیغام
حمراء الاسد میں پہنچا۔ آپ نے سنکر فرمایا حسبنا اللہ و نعم الوکیل اور مدینہ کو واپس ہوئے۔ مشرکوں میں سے ابوعزہ شاعر اور معاویہ
بن مغیرہ جو پیچھے رہ گئے تھے گرفتار ہوئے اور قتل کئے گئے ابوعزہ نے جو اسیران بدر میں سے تھا اس عہد پر رہائی پائی تھی
کہ پھر مسلمانوں کے مقابلہ میں نہ آئیگا۔ وہ اپنی بدعہدی کے سبب سے اور معاویہ بن مغیرہ نے حمزہ کی لاش کو پامال کیا
اور اُنکی ناک توڑی تھی وہ اس سبب سے قتل ہوا (ابن اثیر و ابن خلدون) حضرت پانچ یا چھ غیر حاضری کے بعد جمعہ کے دن مدینہ میں داخل ہوئے

(۴۶) مختلف واقعات (۱) ربیع الاول سنہ ۳ھ میں آنحضرت نے اپنی صاحبزادی ام کلثوم کا نکاح حضرت عثمان سے
کردیا[1]۔ (۲) ماہ شعبان میں آنحضرت نے حفصہ بنت عمر سے نکاح کیا[2]۔ پہلے حفصہ کا نکاح خنیس بن حذافہ سہمی سے ہوا تھا
جو بدر میں آنحضرت کے ساتھ تھا اور بعد میں مدینہ میں انتقال کر گیا تھا۔ نکاح کے کچھ عرصہ بعد ایک راز کہدینے کی وجہ سے
آنحضرت نے حفصہ کو طلاق دیدی تھی۔ مگر حضرت عمر خاک سر پر ڈالے ہوئے آئے اور اُنکے منت کرنے پر حضرت نے پھر رجوع کی (خمیس)
حفصہ شعبان سنہ ۴۵ھ میں ۶۰ برس کی ہوکر مریں۔ ایرونگ لکھتا ہے کہ قرآن شریف کی جو آیتیں نازل ہوئی تہیں وہ کسی
چیز پر لکھکر انہیں کے گھر میں جمع ہوتی تہیں۔ (۳) ماہ رمضان میں آنحضرت نے ام المساکین زینب بنت خزیمہ سے شادی
کی جو اس سے پہلے بقول ابن شہاب عبد اللہ بن جحش کے نکاح میں تہیں اور بقول قتادہ و ابو الحسن نسابہ جرجانی طفیل
بن حارث بن عبد المطلب کی بیوی تہی۔ جب اُس نے طلاق دیدی تو اُسکے بھائی عبیدہ بن حارث سے نکاح کیا۔ جب
وہ جنگ بدر میں شہید ہوا تو بعد میں حضرت کے نکاح میں آئی۔ پس بقولے دو تین ماہ بعد۔ اور بقولے ۸ ماہ بعد انتقال
کیا اور بقیعہ میں دفن ہوئیں۔ (خمیس) (۴) ماہ رمضان کے وسط میں حضرت امام حسن پیدا ہوئے۔ ساتویں دن حضرت نے
سر منڈوا کر عقیقہ کیا اور بالوں کے وزن کی چاندی تصدق کی اور ختنہ کئے اور ساتویں ہی دن نام رکھا۔ تاریخ خمیس
میں لکھا ہے کہ حسن اور حسین خدا کے حکم سے نام رکھے گئے ہیں۔ امام حسن کی پیدائش کے ۵۰ دن بعد جناب فاطمہ کو
ماہ ذیقعدہ میں حضرت حسین کا حمل رہا ۵ شعبان سنہ ۴ھ کو پیدا ہوئے۔ (ابن اثیر و ابن خلدون)

(سنہ ۴ھ مطابق سنہ ۶۲۵ عیسوی)

(۴۷) سریہ ابوسلمہ محرم سنہ ۴ھ حضرت کو معلوم ہوا کہ قطن[3] کے بنی اسد مدینہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ پس حضرت
نے ابوسلمہ[4] کو ساڑھے پانسو آدمیوں کے ساتھ روانہ کیا۔ ابوسلمہ بنی اسد کے مقام پر حملہ آور ہوئے اور اُنکو بھگا کر مال غنیمت

---

[1] چونکہ رقیہ اور ام کلثوم سے حضرت عثمان کا نکاح ہوا جو آنحضرت کی صاحبزادیاں کہلاتی ہیں اس سبب سے ذوالنورین کے خطاب سے مشہور ہوئے۔ ام کلثوم نے
۹ھ میں انتقال کیا [2] حفصہ کے رانڈ ہونے پر عمرؓ نے ابوبکرؓ اور پھر عثمانؓ سے درخواست کی کہ حفصہ سے نکاح کرلو دونوں نے منظور نہ کیا عمرؓ
نے آنحضرت سے شکایت کی۔ حضرت نے فرمایا اُس سے میں نکاح کئے لیتا ہوں (خمیس) [3] ایک پہاڑ ہے فید کی طرف [4] ابوسلمہ رسول اللہ
صلعم کے دار ارقم میں جانے سے پہلے مسلمان ہوئے تھے اور اپنی بیوی ام سلمہ کے ساتھ مہاجرین حبشہ سے تھے سنہ ۴ھ کے شروع میں وفات پائی

لیکر صحیح سلامت مدینہ واپس آئے ÷

(۴۸) سریہ عبد اللہ بن انیس سنہ ۴ھ — مقام عرنہ[۱] میں سفیان بن خالد ہذلی مسلمانوں کا بڑا دشمن تھا کئی مسلمانوں کی ہلاکت کا باعث ہوا تھا اور مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہا تھا۔ مدینہ سے عبد اللہ بن انیس اُسکی طرف چلے اور کسی ترکیب سے اُسکا سر کاٹکر آنحضرت تک اسطرح پہنچایا کہ دن کو چھپتے اور رات کو چلتے۔ اکثر تواریخ سے ایسا پایا جاتا ہے کہ سفیان بن خالد کا قتل قصہ رجیع کے بعد ہوا تھا۔ کیونکہ سفیان ہی باعث ہوا تھا قصہ رجیع اور قتل عاصم اور اُسکے اصحاب کا ÷

(۴۹) قصہ رجیع صفر سنہ ۴ھ — پیغمبر خدا کے پاس ایک گروہ قبیلہ عضل اور القارہ سے آئے تھے۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ یا حضرت، کوئی شخص دیندار، جو مسائل اسلام سے خوب واقف ہو ہمارے ساتھ ہماری قوم کی ہدایت کے واسطے روانہ فرما دیجیے۔ حضرت نے عاصم بن ثابت کی ماتحتی میں چھ شخص[۲] روانہ کر دیئے۔ یہ لوگ جب مقام رجیع پر پہنچے تو کفار نے اُن سے فریب کیا اور بدسلوکی کی۔ ناچار انکو لڑنا پڑا۔ چار مارے گئے اور تین مقید ہوئے انکو کفار بیچنے کے واسطے مکہ لیچلے۔ اُنمیں سے ایک لڑا اور وہ مارا گیا۔ بچے دو اُنکو مکہ میں لاکر قریش کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ قریش نے اُنکو شہید کیا۔ ایک عرصہ کے بعد اس واقعہ کی خبر مدینہ میں پہنچی ÷

(۵۰) قصہ بیر معونہ صفر سنہ ۴ھ — ابو براء عامر بن مالک بن جعفر نیزہ باز نے پیغمبر خدا کی خدمت میں بحالت نفاق حاضر ہو کر عرض کی کہ چند صحابہ کو میرے ہمراہ نجد روانہ فرما دیجیے تاکہ یہ لوگ وحدانیت و راہ خدا اُن لوگوں کو تعلیم کریں یقین کامل ہے کہ وہ سب لوگ آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ حضرت نے ابو عامر کی حفاظت اور حمایت کے اقرار پر بھروسہ کر کے منذر بن عمر انصاری کے ہمراہ چالیس اور بروایت حبیب السیر ستر مسلمان منتخب کر کے روانہ فرمائے جب مدینہ سے چار منزل پر بمقام بیر معونہ پہنچے تو مقام کیا اور وہاں سے نامۂ رسول مقبول عامر بن طفیل کے پاس بھیجا۔ اُس نے قاصد کو مار ڈالا۔ اور بہت سی جمعیت سے آنحضرت کے صحابہ پر چڑھائی کی سب صحابہ شہید ہوئے ان ہی میں حضرت ابو بکر کا غلام عامر بن فہیرہ بھی تہا۔ صرف کعب بن زید نیمجان ہو کر لاشوں میں چھپ گیا تھا وہ بچکر آیا۔ عمرو بن امیہ ضمری گرفتار ہوا تھا اُسکو عامر بن طفیل نے بسبب قبیلہ ضمر سے ہونیکے رہائی دی۔ اور اُس نے واپس آکر سارا واقعہ آنحضرت صلعم سے بیان کیا آنحضرت کو کمال رنج ہوا۔ ایک قول یہ ہے کہ ابو براء کے بیٹے ربیعہ نے عامر بن طفیل کو کسی موقعہ پر نیزہ مار کر ہلاک کر دیا اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس واقعہ میں ابو براء پر کوئی الزام مسلمانوں کے نزدیک ثابت نہ تہا۔ حبیب السیر میں لکھا ہے کہ ابو براء کو مسلمانوں کے مارے جانیکا افسوس ہوا۔ اور وہ اس صدمہ میں بیمار ہو کر مر گیا ÷

(۵۱) غزوہ بنی نضیر صفر سنہ ۴ھ — عمرو بن اُمیہ جب عامر کے ہاتھ سے چھوٹ کر مدینہ آتا تہا تو راستہ میں بنی عامر کے دو شخص یہودی اُسے ملے اُس نے اُنکو دشمن سمجھکر قتل کر ڈالا۔ یہودیوں کی اُن قوموں نے جو آنحضرت سے معاہدۂ صلح کئے ہوئے تہیں اس معاملہ کی بازپرس کی اور اصلاح چاہی۔ حضرت نے یہودیوں کے قبیلہ بنی نضیر کو جو مالدار تھے بیچ میں ڈالا انکا قلعہ زہرہ مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر تہا۔ جب حضرت ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تھے تو اُن سے یہ معاہدہ ہوا تہا کہ وہ آنحضرت اور اُنکے دشمنوں کے معاملات میں بالکل دخیل نہ ہونگے۔ اس قوم کے سرداروں نے آنحضرت کو بلایا کہ ملاقات کر جائیے۔ آنحضرت ابو بکر رضہ۔ عمر رضہ۔ علی رضہ اُسید بن حضیر اور چند دیگر اصحاب کے ساتھ تشریف لیگئے اُس سردار

[۱] وادی عرفات کے پاس ہے [۲] ابو الفدا نے صرف چھ شخص لکھے ہیں جن میں سے مرثد بن ابی مرثد کو سردار لکھا ہے۔ صاحب تاریخ الخمیس نے کل دس آدمی لکھے ہیں [۳] یہ ایک چشمہ ہذیل کا ہے عسفان سے ۷ میل کے فاصلہ پر [۴] آخر جنگ خندق میں مارا گیا ÷

کے مکان کے آگے دعوت کا سامان ہوا مگر حضرت کو خبر ملی کہ اُنہوں نے قتل کی یہ ترکیب کی ہے کہ جب کھانے بیٹھیں تو مکان کی پھلواں چھت سے چکی کا پاٹ لُڑھکا کر حضرت کو ہلاک کریں بغیر اسکے کہ حضرت اپنی واقفیت سے اُنکو آگاہ کرتے اس طرح اُٹھے کہ جیسے کوئی حاجت بشری کو اُٹھتا ہے اور مدینہ کی راہ لی اور تھوڑی دیر بعد تمام اصحاب بھی واپس چلے آئے اس حرکت پر حضرت بنی نضیر سے کمال برانگیختہ ہوئے اور اُنکی سزا جلاوطنی تجویز کی گئی۔ حکم بھیجا کہ دس دن میں اس مقام سے جلاوطن ہو جاؤ ورنہ قتل کر دیے جاؤ گے۔ وہ چلدیے ہوتے مگر عبداللہ بن ابی خزرجی رئیس المنافقین نے پوشیدہ طور پر اُن سے مدد کا اقرار کر لیا اور اُنہیں روک دیا۔ لیکن رہ مدد نہ دیسکا۔ آنحضرت نے ابن ام مکتوم کو مدینہ میں نائب چھوڑا (ابن اثیر) اور کچھ آدمیوں کے ساتھ جن کے علمبردار حضرت علیؑ تھے اُنکے قلعہ زہرہ کا جسمیں وہ متحصن ہوئے تھے محاصرہ کر لیا۔ اور اُنکے کھجور کے درخت جلادیے اور کاٹ ڈالے جنپر اُنکا آذوقہ منحصر تھا۔ چھ دن اور بروایتے ۱۵ دن کے محاصرہ کے بعد اُنہوں نے قلعہ سپرد کر دیا۔ اُنکو اجازت دیگئی کہ ہر شخص ایک اونٹ اسباب لیجائے۔ مگر ہتھیار کوئی نہ لیجانے پائے۔ پس اُنمیں سے بعض شام کو جلاوطن ہو گئے اور بعض خیبر کو جو یہودیوں کا بڑا مضبوط قلعہ اور شہر تھا۔ اور مدینہ سے کئی دن کی راہ پر واقع تھا۔ قوم مالدار تھی اس سبب سے مال غنیمت بہت سا مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ چونکہ لڑائی کی نوبت نہیں پہنچی تھی اسلئے فوج والوں کا وہ حق نہ تھا خاص آنحضرت کا حق یا بیت المال کا سرمایہ سمجھا گیا۔ آنحضرت کو جو چیزیں ملتی تھیں وہ بھی آنحضرت اپنے کنبہ کا خرچ نکالکر غریب مسلمانوں ہی میں تقسیم کر دیتے تھے۔ جب سے مسلمان مکہ سے آئے تھے ابتک تمام مہاجر انصار ہی کے گھر مہمان تھے ایک ایک مہاجر کو انصار نے لے لیا تھا۔ آنحضرت نے انصار کی مرضی لیکر یہ مال صرف مہاجرین کو اور چند مفلس انصار کو تقسیم کر دیا۔ اور اُسوقت سے مہاجرین نے اپنا اپنا گھر جدا جدا بنا لیا۔ انصار اُنکے خرچ سے ہلکے ہو گئے ؞

(۵۲) غزوہ ذات الرقاع جمادی الاول سنہ ۴ھ — یہ مقام غطفان علاقہ نجد میں واقع ہے۔ یہاں بنی انمار و ثعلبہ از غطفان مسلمانوں پر حملہ کرنے کے واسطے جمع ہوئے تھے۔ حضرت کو خبر ہوئی تو چار سو یا سات سو آدمیوں کے ساتھ کوہ ذات الرقاع پر چڑھائی کی۔ مگر وہ لوگ بھاگ گئے لڑائی نہیں ہوئی۔ بعض نے اس غزوہ کو بعد فتح خیبر سنہ ۷ھ میں لکھا ہے صاحب روضۃ الاحباب نے سنہ ۵ھ میں لکھا ہے ۱۵ دن کی غیر حاضری کے بعد حضرت نے مدینہ کو مراجعت کی ؞

(۵۳) غزوہ بدر شعبان سنہ ۴ھ — جنگ احد سے پھرتے وقت ابوسفیان کہتا گیا تھا کہ سال آئندہ ہم لوگ پھر آئیں گے۔ چونکہ ملک میں قحط پڑا تھا مکہ والے آنا پسند تو نہ کرتے تھے مگر مسلمانوں کے مقابلہ میں خفت اُٹھانا بھی گوارہ نہ تھا۔ پس ابوسفیان نے ایک شخص کو اس غرض سے مدینہ بھیجا کہ اجنبی بنکر کفار قریش کے سامان سے مسلمانوں کو ڈراوے۔ اُس نے مدینہ آکر

۱؎ ابن اثیر ۲؎ کشف الغمہ میں لکھا ہے کہ ایام محاصرہ میں عزورا نامی یہودی نے آنحضرت کے خیمہ پر تیر مارا تھا۔ رات ہوئی تو علی مرتضیٰ لشکر سے غائب ہو گئے بعض اصحاب نے حضرت کو اطلاع کی حضرت نے فرمایا مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری کسی مہم کی کفایت کے واسطے گئے ہونگے۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ حضرت علی نے عزورا کا سر لا کر آنحضرت کے پاؤں میں ڈالدیا۔ اور عرض کی کہ حضور اسی ملعون نے آپکے خیمہ پر تیر مارا تھا۔ حضرت نے جب واقعہ دریافت کیا تو عرض کیا کہ میں نے اس ملعون کو بڑا بہادر پایا تھا خیال کیا کہ کہیں جرأت کے سبب سے قلعہ سے نکلکر کسیکو غافل پا کر لیجائے۔ میں اسی لوٹہ میں تھا کہ وہ ملعون تلوار ہاتھ میں لئے نو آدمیوں کے ساتھ نکلا۔ مینے حملہ کر کے اُسکا سر کاٹ لیا۔ اور اُسکے موافقین ایسے قریب ہیں کہ اگر کچھ لوگ میرے ساتھ کر دیجئے تو اُمید رکھتا ہوں کہ اُنپر فتح پاؤں۔ حضرت نے ابو دجانہ اور سہیل بن حنیف کو مع آٹھ آدمیوں کے ساتھ کر دیا حضرت علی نے جا کر اُن سب کو قتل کیا۔ اُنکے سر لائے اور وہ سر سرائے بنی خطمہ کے دروازہ پر لٹکائے گئے ۳؎ طبری نے جمادی الاول سنہ ۴ھ اور واقدی نے محرم سنہ ۴ ہجری میں لکھا ہے ؞

اس شد و مد سے قریش کی تیاریاں بیان کیں کہ مسلمانوں کی رائے پلٹ چلی۔ مگر آنحضرت نے فرمایا کہ کوئی نجائے میں تنہا لڑائی پر جاؤنگا۔ یہ فرمانا تھا کہ سب مسلمان لڑائی پر آمادہ ہو گئے۔ اور تیاریاں ہونے لگیں۔ وہ شخص مایوس ہو کر مکہ گیا قریش کے دل چھوٹ گئے۔ اور تھوڑی دور مکہ سے باہر آ کر یہ کہتے ہوئے واپس چلے گئے کہ آیندہ دیکھا جائیگا۔ مسلمان ڈیڑھ ہزار کی جمعیت سے بدر تک آئے علی علمدار تھے۔ بدر میں لوگوں کے جمع ہونے کا موسم تھا۔ بازار یا میلہ کا دن تھا۔ بیچنے کے واسطے مسلمان تجارتی مال بھی لیتے آئے تھے۔ کسی قسم کی جنگ تو نہیں ہوئی۔ اور نہ مال غنیمت حاصل ہوا لیکن تجارت میں نفع اسقدر ہوا کہ محنت وصول ہو گئی۔ آٹھ روز یہاں قیام رہا +

(۵۴) حرمت خمر اسی سال محاصرۂ بنی نضیر کے ایام میں اور بروایات دیگر سنہ ۶ یا ۸ ھ میں شراب حرام ہوئی۔ ابتدائے اسلام میں لوگ برملا شراب پیتے تھے (مگر آنحضرت اور حضرت علی نے کبھی نہیں پی) ایک مرتبہ اصحاب رسول کسی موقعہ پر شراب پی کر آپس میں لڑ پڑے۔ سعد بن ابی وقاص کا سر پھوٹ گیا۔ پس شراب کے حرمت کی آیت نازل ہوئی۔ پیغمبر خدا نے تمام مدینہ میں منادی کرا دی کہ شراب حرام ہو گئی۔ اب سے کوئی نہ پئے۔ حکم ہونا تھا کہ مدینہ میں لوگوں نے خم کے خم لنڈھا دیئے اُس روز سے آجتک اسلام میں شراب پینا بڑا گناہ سمجھا جاتا ہے۔ اور ہر قسم کے مسکرات سے پرہیز کرنا شعار اسلام میں داخل ہے

(۵۵) صلوٰۃ خوف۔ اور صلوٰۃ قصر کا آغاز ایام غزوہ ذات الرقاع میں صلوٰۃ خوف و صلوٰۃ قصر کا آغاز ہوا۔ مگر مسلم اور نودی اور صاحب اسد الغابہ نے صلوٰۃ خوف کا آغاز غزوہ بنی نضیر میں لکھا ہے +

لہ کشاف اور بیضاوی میں صرف ۷ آدمی علی کے ساتھ لکھے ہیں کہ شیخ ابن حجر نے سنہ ۴ ھ کو ترجیح دی ہے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی آیت سنہ ۲ ھ میں دوسری سنہ ۶ ہجری میں اور تیسری آخری حکم ممانعت کی سنہ ۸ ہجری میں نازل ہوئی۔ (مؤلف) سہ امام علامہ شیخ شہاب الدین احمد الشبہی اپنی کتاب مستطرف کے باب ۴۰ میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے خمر کے بارے میں تین آیتیں نازل کی ہیں۔ اول یسئلونک عن الخمر والمیسر الخ (لوگ تجھ سے شراب اور میسر کی بابت پوچھتے ہیں پس کہدے اے محمد کہ ان دونوں میں گناہ بڑا ہے اور منافع ہیں واسطے آدمیوں کے) پس اس آیت کے بعد بعض نے شراب ترک کر دی اور بعض پیتے رہے یہانتک کہ ایک شخص نے شراب پیکر نماز پڑھی تو خلط ملط بکا۔ پس یہ آیت نازل ہوئی یا ایہا الذین اٰمنوا لا تقربوا الصلوٰۃ و انتم سکاریٰ الخ (اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو نشے کی حالت میں نماز نہ پڑھو جبتک تم کو یہ معلوم نہ ہو کہ کیا کہہ رہے ہو) پس بعض مسلمان پھر بھی پیتے رہے اور بعض نے ترک کر دی۔ یہانتک کہ عمرؓ نے شراب پیکر ایک اونٹ کے جبڑے کی ہڈی لیکر عبد الرحمن بن عوف کا سر پھوڑ ڈالا۔ پھر بیٹھکر مقتولین بدر کے نوحہ میں اسود بن یعفر کے یہ شعر پڑھ کر رونے لگے ۵ وکان بالقلیب قلیب بدر * من الفتیان والعرب الکرام +
ایوعدنی ابن کبشۃ ان سنحیا * وکیف حیاۃ اصداء وھام * ایعجز ان یرد الموت عنی * وینشرنی اذا بلیت عظامی * الا من مبلغ الرحمن عنی * بانی تارک شہر الصیام * فقل للہ یمنعنی شرابی * وقل للہ یمنعنی طعامی + (ترجمہ) قلیب بدر میں جو کہ بدر میں قلیب نامی کنواں ہے عزت والے جوانان عرب پڑے ہیں ۔ ابن کبشہ (محمد) ہمکو کیا وعدہ کرتا ہے کہ دوبارہ زندہ کئے جائینگے۔ بھلا جب آدمی اُلو ہو گیا تو پھر زندہ ہوتا کیسا (یہ کفار کا عقیدہ تھا کہ بعد موت انسان اُلو ہو جاتا ہے) کیا وہ اس سے عاجز ہے کہ ہماری موت کو ہم سے روکے اور اس پر قادر ہے کہ جب ہڈیاں گل جائیں تو زندہ کرے۔ ہے کوئی ایسا جو خدا کو ہمارا پیغام پہنچا دے کہ ہم ماہ صیام کے روزے نہیں رکھتے اور کہدے اللہ سے کہ وہ ہماری شراب روکدے اور کہدے خدا سے کہ وہ ہمارا کھانا بند کردے +
یہ خبر رسول اللہ صلعم کو پہنچی تو غصہ میں بھرے ہوئے باہر نکلے اور حضرت کی ردا گھسٹتی جاتی تھی۔ پس ایک چیز اٹھا کر جو حضرت کے ہاتھ میں تھی اُس سے حضرت عمر کو مارا۔ پس کہا عمرؓ نے کہ میں پناہ مانگتا ہوں غضب خدا اور غضب رسول خدا سے پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔ انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر الخ (شیطان تو بس یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کی وجہ سے تمہارے آپس میں دشمنی اور بغض ڈلوادے اور تمکو یاد الٰہی سے اور نماز سے باز رکھے تو کیا اس اطلاع پانے پر بھی تم باز نہ آؤگے) پس کہا عمرؓ نے ہم باز آئے ہم باز آئے +

(۵۶) رجم زانی وزانیہ — سنہ ۴ھ میں بے تکلف آنحضرت صلعم کی حیثیت پوری سردار قوم کی سی ہوگئی تھی اور احکام شاہی جاری کرنے کے آپ مجاز ہوگئے تھے - زنا پر سنگساری کا حکم توریت میں تھا مگر یہود اُسپر کاربند نہ تھے - اسی سال کسی مالدار یہودی کے لڑکے نے کسی یہودی عورت سے زنا کیا - یہودیوں نے رسوا کرکے چھوڑ دینا چاہا - اور آنحضرت سے بیان کیا کہ توریت میں یہی حکم ہے - اور ہیر پھیر کر اپنا مطلب توریت سے نکالنا چاہا - لیکن عبد اللہ بن سلام کی موجودگی میں کامیاب نہ ہوسکے توریت نے بھی رجم ہی کا حکم دیا - اور وہ دونو سنگسار کیے گئے - اسکے بعد آنحضرت نے زید بن ثابت کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو توریت پڑھائیں تاکہ یہود اُسمیں تحریف نہ کرسکیں - چنانچہ زید ۱۵ دن توریت پڑھاتے رہے (روضۃ الاحباب - خمیس)

(۵۷) سنہ ۴ھ کے مختلف واقعات — (۱) حضرت کے نواسے عبد اللہ بن عثمان نے ۶ سال کی عمر میں ماہ جمادی الاول میں انتقال کیا وجہ یہ ہوئی کہ مرغ نے آنکھ میں چونچ ماردی تھی اُس سے بیمار ہوکر انتقال کیا (۲) ربیع الآخر میں ام المومنین زینب بنت خزیمہ کا انتقال ہوا - مدفن جنت البقیع (۳) فاطمہ بنت اسد مادر جناب علی نے رحلت کی (۴) ۳ یا ۴ یا ۵ شعبان کو حضرت امام حسینؑ پیدا ہوئے (۵) شروع سنہ ۴ھ میں ابو سلمہ عبد السلام مخزومی نے انتقال کیا اور آنکی زوجہ ہند مشہور بہ اُم سلمہ اسی سال ماہ شوال میں بعد انقضائے ایام عدت آنحضرت کی زوجیت سے مشرف ہوئیں - نہایت حسین تھیں بروایت حبیب السیر آنحضرت کی پھوپھی کی بیٹی تھیں - رمضان یا شوال سنہ ۶۲ھ میں وفات پائی بقیع میں دفن ہوئیں

سنہ ۵ھ مطابق سنہ ۶۲۶ عیسوی

(۵۸) غزوہ دومۃ الجندل - ربیع الاول سنہ ۵ھ — آنحضرت نے سنا کہ دومۃ الجندل کے سردار اکیدر بن عبد الملک نصرانی نے جو قیصر کا ماتحت تھا اعراب جمع کئے ہیں وہ آتے جاتے پر ظلم کرتے ہیں بلکہ مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں پس ۲۵ ربیع الاول کو ایکہزار اصحاب کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے - رات کو چلتے اور دن کو چھپ رہتے - جب وہاں پہنچے تو وہ لوگ اپنی بھیڑ بکریاں چھوڑ کر بھاگ گئے وہ مسلمانوں نے سنگوالیں - اور حضرت واپس ہوکر ۲۰ ربیع الثانی کو مدینہ میں داخل ہوئے +

(۵۹) غزوہ مُریسیع یا غزوہ بنی مُصطلق ۲ شعبان سنہ ۵ھ — مورخین و اہل سیر کا اختلاف ہے کہ سنہ ۵ھ میں ہوا یا سنہ ۶ھ میں - صاحب تاریخ الخمیس نے مختلف روایتیں لکھکر سنہ ۵ کو اصح لکھا ہے - وجہ اسکی یہ ہوئی کہ آنحضرت کو خبر پہنچی کہ بنی مُصطلق کا سردار حارث بن ابی ضرار مسلمانوں پر لشکر کشی کا ارادہ رکھتا ہے - بریدہ بن الحصیب تحقیق خبر کو روانہ کیے گئے اُنہوں نے آکر تصدیق کی پس حضرت نے پیشدستی کی اور زید بن حارثہ کو مدینہ میں نائب چھوڑکر منتخب آدمیوں کے ساتھ ۲ شعبان کو روانہ ہوگئے - جن میں بہت سے بنی خزرج اور اُنکا سردار عبد اللہ بن ابی منافق بھی تھا - لڑائی ہوئی یہود کی طرف سے دس آدمی مارے گئے - مسلمان ایک شہید ہوا - حارث کے مارے جانے پر یہود بھاگے - مسلمان مال غنیمت لیکر واپس آئے - اس آسان لڑائی میں دوسو قیدی پانچہزار بھیڑیں اور ایک ہزار اونٹ مسلمانوں کے ہاتھ آئے - حارث کی بیٹی جویریہ مسلمان ہوئی اور آنحضرت کی زوجیت میں داخل ہوئی صحابہ نے جویریہ کو آنحضرت کے نکاح میں دیکھکر کہا کہ حرم رسول اللہ کے اقربا قید نہیں رہ سکتے اور سب کو رہا کردیا اس غزوہ میں بھی علیؑ علمدار تھے (حبیب السیر) +

اس غزوہ سے واپس آتے ہوئے مہاجرین اور خزرجی انصار میں کچھ بے لطفی ہوگئی اور ایک خزرجی کے ایک ضرب لگ گئی

لہ ایک مقام ہے مدینہ سے ۱۵ یا ۱۲ رات کے راستہ پر اور کوفہ سے دس منزل اور دمشق سے دس منزل کے برابر فاصلہ پر اور دمشق سے ۵ رات کے فاصلہ پر [illegible] ساحل بحر قلزم سے پانچ میل پر علاقہ قدید میں ایک چشمہ ہے [illegible] عائشہ اور ام سلمہ بھی ساتھ تھیں

اُسکے ساتھی بدلہ لینے دوڑے اور اگر آنحضرت بیچ میں نہ آجاتے تو بڑا کشت وخون ہوتا۔ مگر خزرجی غصہ میں بھر رہے اور بہت سے اور لوگ بھی اُنکے ساتھ ہو گئے۔ عبد اللہ بن اُبے جو مدینہ میں اپنی سرداری کا آرزو مند رہتا تھا اور آنحضرت کے اقتدار سے بہت جلتا تھا اس قسم کے ہر موقع سے فائدہ اُٹھانا چاہتا تھا اُس نے اس فساد کو اور بھڑکایا۔ اور اپنی قوم قبیلے کے لوگوں کو الگ کرلیا۔ اور کہا کہ تم نے اِن مہاجر قریشیوں کو اپنے شہر میں پناہ دیکر کچھہ مزا دیکھا۔ انکو اپنے گھروں میں لیگئے انکو اپنا مال دیا اور یہ لوگ جس ہنڈیا میں کہاتے ہیں اُسی میں سوراخ کرتے ہیں۔ یہ لوگ تمہارے ہی گھروں میں تمہارے مالک بن بیٹھے مگر قسم خدا کی مدینہ جاکر ہم دیکھ لیں گے کہ کون زبردست ہے۔ عبد اللہ بن اُبے ظاہر میں مسلمان ہوا تھا اور لڑائی میں صرف مال غنیمت کے لالچ سے شریک ہوتا تھا۔ اسی طرح اور بہی کئی منافق صرف لالچ سے ظاہر میں سلمان ہو کر آنحضرت کے ساتھ رہتے تھے۔ لیکن دل سے جنگ نہیں کرتے تھے +

عبد اللہ کی اس گفتگو کی خبر آنحضرت کو بھی پہنچی حضرت کے تو تحمل کی انتہا نتھی۔ لیکن عمرؓ بن خطاب نے کہا کہ اگر حکم ہو تو اس منافق کی گردن اُڑا دیں۔ آنحضرت نے فرمایا کہ لوگ کہیں گے کہ محمد اپنے ساتھیوں کو بھی مارتے ہیں ایسا کرنا مناسب نہیں ہے + عبد اللہ بن اُبے منافق کا بیٹا جس کا نام بھی عبد اللہؓ تھا۔ بڑا مومن دیندار تھا اُس نے کہا کہ اگر میرا باپ گردن زدنی ہو تو یہ کام میرے متعلق کیجئے میں اُسے قتل کروں۔ حضرت نے فرمایا میں اُسکا ہلاک ہونا نہیں چاہتا۔ مگر پھر بھی یہ ہوا کہ جب عبد اللہ بن اُبے مدینہ کے قریب پہنچا تو اُسکے بیٹے عبد اللہ نے اُسے یہ کہکر روکدیا کہ تم مدینہ میں داخل ہونے کے قابل نہیں ہو۔ آنحضرت کو خبر پہنچی تو آپ نے کہا جانے دو اُسوقت بیٹے نے باپ کو چھوڑا۔ غرض ۲۸ دن کی غیر حاضری کے بعد ہلال رمضان کو آنحضرت مدینہ میں داخل ہوئے +

(۷۰) **قصہ افک عائشہ** غزوہ بنی مصطلق سے واپس ہوتے ہوئے ایک واقعہ یہ ہوا کہ آپ کی زوجہ عائشہ سفر میں ساتھ تہیں مدینہ کے قریب راستہ میں اُنکی ہیکل گر گئی (جو بروایت مدارج ظفار کے مہروں کی بنی ہوئی تھی) اُنکی تلاش میں عائشہ کو دیر ہوئی اونٹ والے نے کچھہ خیال نہ کیا اور قافلہ چل کھڑا ہوا۔ ہیکل ملگئی اور عائشہؓ اس انتظار میں کہ کوئی لینے آئیگا سو گئیں۔ قافلہ کے پیچھے ایک شخص چیزوں کی دیکھہ بھال کے لئے رہتا تھا اسکا نام صفوان بن معطل تھا جوان آدمی تھا وہ کسی ضرورت سے قافلہ کے پیچھے رہ گیا تھا۔ اُس نے حضرت عائشہ کو دیکھا اور اپنے ساتھ لے آیا۔ منافق مار آستین کب چوکنے والے تھے حضرت عائشہ کے پیچھے رہجانے کو بدنیتی پر محمول کیا۔ ابو بکر کی خالہ زاد بہن کا بیٹا مسطح بن اثاثہ۔ عبد اللہ بن اُبے منافق اور حسان بن ثابت۔ زید بن رفاعہ۔ حمنہ بنت حجش نے تہمت اُٹھائی۔ منہ سے نکلی اور کوٹھوں چڑھی۔ تمام لشکر میں شہرہ ہو گیا۔ آنحضرت کو اسکا بہت خیال اور سخت ملال ہوا۔ لیکن چند روز کے بعد جب اسکی پوری تکذیب ہوئی اور آیۂ بریت نازل ہوئی تو اتہام کنندوں کو اسّی اسّی کوڑے لگائے گئے۔ لیکن ارونگ نے لکھا ہے کہ عبد اللہ بن اُبے کے کوڑے نہیں لگائے گئے کیونکہ وہ ایسا صاحب اقتدار تھا کہ بس میں آنیوالا نہ تھا ۰۱

عائشہ کی بریت ثابت ہونے سے پہلے اپنے رنج والم کے عالم میں آنحضرت نے حضرت علی سے عائشہ کے بارے میں مشورہ لیا حضرت علی نے کہا آپ رنجیدہ کیوں ہوتے ہیں عورتیں بہت ہیں (ابن اثیر و طبری) غرض آنحضرت ایک ماہ تک عائشہ سے علیحدہ رہے اور عائشہ کو جب اس اتہام کی خبر ہوئی تو کھانے پینے سے انکار کیا اور روتی رہیں۔ جب عائشہ کی بریت کی آیت نازل ہوئی تو حضرت علی کا بھی اطمینان ہو گیا۔ اور رشک جاتا رہا

لہ اسکا نام حباب تھا اور آنحضرت نے کہا حباب شیطان کا نام ہے اور بدلکر حباب کا نام عبد اللہ رکھا لہ صفوان نامرد تھا عورتوں کے کام کا

لیکن عائشہ نے اس شک ہی کی بابت جناب علی کو کبھی معاف نہیں کیا۔ اور ہمیشہ علی سے نفرت کرتی رہیں اور اس نفرت
اور دشمنی کے سبب سے حضرت علی کی عمر میں بڑی بڑی دقتیں اور مصیبتیں پیش آئیں (ایروِنگ)

(۶۱) نزول آیۂ تیمم شعبان ۵ھ — بعض کہتے ہیں آیۂ تیمم بھی اسی غزوہ بنی مصطلق میں نازل ہوئی تھی[۱]

(۶۲) غزوہ خندق یا غزوہ احزاب شوال ۵ھ — سبب اس غزوہ کا یہ ہوا کہ یہود بنی نضیر جلاوطن ہو کر خیبر
کے قلعوں میں آکر سکونت پذیر ہو گئے تھے اور اُنکے بعض سردار مثل حی بن اخطب اور سلام بن ابی الحقیق اور کنانہ
بن الربیع شب و روز مسلمانوں سے انتقام لینے کی فکر میں رہتے تھے۔ آخر الامر ۲۰ نفر اُنمیں سے مکہ گئے اور ابوسفیان
اور اُسکے ساتھیوں سے مخالفت رسول اللہ صلعم پر معاہدہ کرلیا اور پھر بنی غطفان اور بنی قیس کے پاس جاکر اُنکو
بھی گانٹھ لیا۔ اسی طرح اور بہت سے قبیلوں کو اپنے سے ملالیا۔ ابوسفیان ۴ ہزار قریشیوں کے ساتھ جن میں
ڈیڑھ ہزار اونٹ اور تین سو گھوڑے تھے مکہ سے نکلا۔ راستہ میں ۶ ہزار یہود اور اطراف مکہ کے لوگ اُس کے ساتھ
ہولئے اسطرح دس ہزار آدمی کی جمعیت سے مسلمانان مدینہ پر چڑھائی کی گئی۔

آنحضرت کو اس حملہ کی پہلے ہی خبر لگ گئی تھی۔ ایک تو مسلمان جنگ اُحد میں زک پا چکے تھے دوسرے اندیشہ
تھا کہ قریش کے پوشیدہ معاون مدینہ میں بھی ہونگے۔ یہاں کے یہودیوں اور منافقوں پر بالکل بھروسہ
نہ تھا۔ منافق تعداد میں کثرت سے اور طاقتور تھے عبداللہ بن اُبے اُنکا سردار تھا۔ اب شہر مدینہ کے بچانے میں
بہت کچھ کوشش کیگئی۔ رسول کریم نے شہر کے باہر جاکر لڑنا خلاف احتیاط سمجھا۔ مدینہ کے دیگر اطراف مضبوط
عمارت و شہر پناہ سے محفوظ تھے صرف کوہ سلع کی طرف سے فضاے کشادہ تھا۔ اُسی طرف سے غنیم کے حملہ کا اندیشہ
تھا پس اُسکے سامنے سلمان فارسی کی رائے سے پانچ گز چوڑی پانچ گز گہری خندق کھودنے کا حکم دیا۔

عرب کے لوگ اتبک خندق کھود کر لڑنیکے فن سے جو ایران میں رائج تھا واقف نہ تھے۔ عرب میں اس فن کے موجد حضرت
سلمان ہی تھے اور یہ اول موقعہ ہے کہ سلمان لڑائی میں آنحضرت کے شریک ہوئے ہیں[۲]۔ حکم کا ہونا تھا کہ مسلمان خندق
کھودنے میں مصروف ہو گئے۔ سلمان سب سے دگنا[۳] کام کرتے تھے اور کبھی آنحضرت خود بھی خندق کھودنے میں شریک ہوتے تھے

[۱] آیۂ تیمم کا سبب نزول مفسرین و محدثین نے اس طرح لکھا ہے عائشہ روایت کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلعم کے ایک سفر میں ساتھ تھے واپس
آتی دفعہ (غزوہ بنی مصطلق یا غزوہ فتح سے) جب مدینہ کے قریب بیدا یا ذات الجیش میں پہنچے میرا گلوبند ٹوٹ کر گر پڑا۔ پس آنحضرت اور اصحاب اُسکے
ڈھونڈنے کیواسطے ٹھہر گئے اور اس منزل میں نہ تھا اور ساتھ بھی پانی نہ تھا۔ پس لوگوں نے آکر ابوبکر کو خبر دی کہ عائشہ نے گلوبند کھو کر رسول اللہ اور لوگوں کو
روانگی سے روک رکھا ہے۔ پس ابوبکر آئے اور رسول اللہ میرے زانو پر سر رکھے ہوئے سوتے تھے۔ پس ابوبکر مجھپر خفا ہوئے کہ پانی تو ہے
نہیں اور تو نے لوگوں کو روک رکھا ہے اور میری کوکھ میں خوب لاتیں ماریں اور برولیتے ہاتھ سے مارا اور میں ہل نہ سکتی تھی کیونکہ رسول اللہ
میرے زانو پر سوتے تھے۔ صبح کو حضرت اُٹھے تو پانی نہ تھا اُسوقت آیۂ تیمم نازل ہوئی (بخاری و خمیس وغیرہ) صاحب روضۃ الاحباب نے
گلوبند کھوے جانیکے مقام کا نام صلصل لکھا ہے۔ آخر وہ گلوبند صبح کو عائشہ کے اونٹ کے نیچے سے نکلا۔ جب وہ کھڑا ہوا۔
[۲] ابن خلدون لکھتا ہے کہ غزوہ خندق و غزوہ بنو قریظہ۔ غزوہ دومۃ الجندل سے پہلے ۴ھ میں ہوئے تھے۔ نیز صحیح بخاری میں جو یہ ذکر ہے
کہ غزوہ بنی مصطلق سے واپسی کے وقت سعد بن عبادہ اور سعد بن معاذ میں کچھ گفتگو ہوئی یہ غلطی ہے کیونکہ سعد بن معاذ بعد فتح بنی قریظہ ۵ھ
میں انتقال کر چکے تھے [۳] روضۃ الاحباب و کامل بن اثیر و طبری وغیرہ میں لکھا ہوا ہے کہ خندق کا کام آنحضرت نے مہاجرین اور انصار میں
تقسیم کر دیا تھا۔ سلمان کے بارہ میں مہاجرین اور انصار میں جھگڑا ہوا۔ انصار کہتے تھے ہم میں سے ہے اور مہاجرین کہتے تھے ہم میں سے ہے۔ آنحضرت
صلعم نے فرمایا سلمان منا اہل البیت[۴] اور بروایت روضۃ الاحباب دس گنا کام کرتے تھے طول عرض عمق سب میں پانچ گز روز کھودتے تھے

چنانچہ ۲۰ دن میں خندق تیار ہو گئی - خندق کا تمام ہونا تہا کہ دشمن بہی قریب کی پہاڑیوں پر آموجود ہوا - آنحضرت ابن ام مکتوم کو مدینہ کی حکومت پر چہوڑ کر ۳ ہزار آدمی ساتھ لیکر میدان میں تشریف لائے اور اسطرح صف باندہی کہ خندق سامنے رہے اور کوہ سلع پشت پر ایک طرف پہاڑ ایک طرف خندق تہی بیچمیں کمان کی صورت ایک محفوظ جگہ بنائی گئی جسمیں آنحضرت کے لئے سرخ چمڑہ کا خیمہ نصب کیا گیا - غرض مورچے باندہ کر مسلمان پناہ گزین ہوئے - غنیم اول تو انگشت بدندان ہوا کیونکہ پہلے کبہی خندق دیکہی نہ تہی پہر مسلمانوں کو محصور کر لیا - اُسوقت کی مسلمانوں کی حالت اللہ تعالی نے اپنے فرقان حمید میں اسطرح بیان فرمائی ہے - اذ جاءکم من فوقکم ومن اسفل منکم واذ زاغت الابصار وبلغت القلوب الحناجر وتظنون باللہ الظنونا (جسوقت دشمن تمپر تمہارے اوپر کی طرف سے بہی اُترے اور تمہاری نیچے کیطرف سے بہی چلے اور مارے خوف کے تمہاری آنکہیں پہری کی پہری رہ گئی تہیں اور کلیجے مونہوں کو آگئے تہے اور خدا کی نسبت تم طرح طرح کے گمان کرنے لگے تہے) غرض مسلمانوں کا حال بہت تباہ تہا - خندق کھودنے کی تکان بھوک کی تکلیف[1] دشمنوں کا مقابلہ اوپر سردی شدت کی تہی دامن کوہ میں رہنا - رات کو سرد ہوا برچھی کی طرح لگتی تہی - دن کی دہوپ اور رات کی اوس پڑتی تہی - ۲۴ یا ۲۷ یا ۲۹ روز تک مسلمان اسی حالت میں محصور رہے ہاں ایک مصیبت اور تہی رات کو جاگنا بہی پڑتا تہا کہ کفار شب کو دہاوا نہ کر دیں - بلکہ دن کو بہی پتہر اور تیر لئے مسلمان مستعد رہتے تہے - کہ کفار نے یورش کی ٹہانی اور ادہر پتہروں اور تیروں سے خبر لی گئی - مگر بعض منافق مسلمانوں کو بہکاتے تہے کہ مدینہ میں پہر چلو اپنی جانیں کیوں دیتے ہو - انہیں راتوں میں سے آخری کی بابت معارج النبوۃ - روضۃ الصفا اور روضۃ الاحباب و مدارج اور تاریخ الخمیس میں حذیفہ الیمانی کا یہ بیان لکہا ہے کہ بخدا اُس رات کو بھوک اور سردی نے ہمیں ایسا ستایا تہا کہ خدا ہی جانتا ہے - کسیقدر رات گذرے حضرت خواب سے بیدار ہوئے اور چند رکعت نماز ادا کرکے بعض یاروں کیطرف متوجہ ہوئے اور کہا کون ہے کہ جاوے اور ان لوگوں کی خبر ہم تک لاوے تاکہ اُسکو خدا تعالی بہشت میں میرا رفیق گردانے - حذیفہ کہتے ہیں کہ ہم میں سے کسی نے خوف اور بہوک اور سردی کے سبب سے جواب نہ دیا حضرت پہر نماز میں مشغول ہو گئے - اور فارغ ہو کر پہر فرمایا کہ کوئی ہے جو اس قوم کی خبر ہمیں پہنچائے تاکہ خدا تعالی اُسے بہشت میں میرا رفیق کرے اس مرتبہ بہی کسی نے جواب ندیا - جب تین دفعہ اسی طرح آواز دیچکے اور کسی نے جواب ندیا تو صحابہ کرام میں سے تین یا چار کا نام لیکر کہا اُنمیں سے ہر ایک نے یہی جواب دیا کہ پناہ مانگتا ہوں میں خدا سے اور اُسکے رسول سے کہ مجہے اس مقام پر اس مشقت سے معاف رکہا جائے اور کہیں نہ بہیجا جائے[2] - اسکے بعد میرا نام لیا مینے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ - فرمایا تجہہ سے ہو سکتا ہے کہ آج رات کو تو ہماری حراست کرے تاکہ قیامت کے دن تو ہمارے ساتہ ہو - مینے عرض کی بیشک یا رسول اللہ - مگر بھوک اور سردی نے مجبور کر رکہا ہے - حضرت نے دعا کی میری بہوک اور سردی جاتی رہی اور میں حضرت کے حکم سے مخالفین کے لشکر کی خبر لایا - واپس آیا تو پہر ویسی ہی سردی معلوم ہونے لگی[3] +

---

[1] آنحضرت صلعم نے مارے بہوک کے پیٹ پر پتہر باندہ رکہا تہا تین دن سے کچہہ نہ کہایا تہا اور صحابہ بہی تین دن کے فاقہ سے تہے (معارج النبوۃ - سیرۃ الحلبیہ - تاریخ الخمیس) [2] اور حضرت ابوبکر نے کہا کہ یا رسول اللہ حذیفہ کو بہیجدیجئے (سیرۃ محمدیہ - سیرۃ الحلبیہ) [3] تفسیر درالمنثور جلد ۵ صفحہ ۱۸۵ میں لکہا ہے - ابراہیم تیمی راوی ہیں کہ اُس کے باپ نے حضرت حذیفہ سے کہا کہ اگر ہم رسول اللہ کی خدمت میں پہنچتے تو حضرت کی خدمت کرتے - حذیفہ نے کہا شب جنگ خندق ہم رسول اللہ کے ساتہ تہے حضرت نماز پڑہ رہے تہے اور یہ ایسی سرد رات تہی کہ اس سے قبل یا بعد کبہی ایسی سرد رات ہمنے نہیں دیکہی (دیکہو صفحہ ۱۰۹)

صاحب روضۃ الصفا و معارج النبوۃ نے ماہران فن سیر و تواریخ سے اسطرح نقل کیا ہے کہ جب مخالفوں کے لشکر نے مسلمانوں کا ہر طرف سے محاصرہ کرلیا۔ تو مسلمانوں کے ہوش جاتے رہے بہت ڈرے کیونکہ ایک تو لشکر کی کثرت دوسرے اُسمیں عمرو بن عبد ود جیسا نامی پہلوان موجود تہا جسے اہل عرب ہزار بہادروں کی برابر سمجھتے تہے۔ جُرات و شجاعت اور استعمال و استعجال آلات حرب میں کمال رکھتا تہا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس موقعہ پر بیان کیا کہ ایک دن ہم طائفہ قریش کے ساتھ کہ جن میں عمرو بن عبدود بہی تہا بہت سا مال تجارت لیکر شام کی طرف جارہے تہے کہ ناگاہ ہزار کے قریب رہزنوں نے ہمارا راستہ روک لیا اہل قافلہ نے جان و مال سے ہاتھ دہوئے۔ اسی اثنار میں عمرو بن عبدود نے ایک شتر بچہ بجائے سپر ہاتھ میں لیکر شیر ژیاں اور پیل دماں کی طرح مخالفوں پر حملہ کیا۔ اُسکا اُنکی طرف منہ کرنا تہا کہ وہ سبکے سب بہتری ہوگئے۔ اور قافلہ سلامتی سے گذر گیا یہ عمرو بن عبدود بدر کی لڑائی میں زخم عظیم کہاکر جنگ سے بہاگ گیا۔ احد میں کسی وجہ سے حاضر نہ ہوسکا تہا۔ اب تلافی مافات کے لئے آیا تہا۔ بعض نے لکہا ہے کہ یہ عمرو رشتہ میں حضرت خدیجہ کا چچا تہا۔

اسی اثنار میں جاسوس خبر لائے کہ ابوسفیان نے حی بن اخطب کو بنی قریظہ کے سردار کعب بن اسد کے پاس بہیجکر یہودان بنی قریظہ کو بہی جنکا مضبوط قلعہ شہر کے قریب تہا اور آنحضرت سے معاہدہ صلح کئے ہوئے تہے اپنے سے ملا لیا۔ فوج تہوڑی تہی اور تمام خندق کی حفاظت اُس سے دشوار تہی۔ بنی قریظہ کے بے ایمانی کے حملہ سے بچنا اور شہر میں امن قایم رکہنا جہاں اُن یہودیوں کے پوشیدہ ہمراز ضرور ہونگے بہت مشکل تہا۔ لہذا حضرت نے مشورہ کیا اور اُنکے حمایتیوں کو ہٹانا چاہا قوم غطفان اور فزارہ کے بہت سے لوگ قریش کے ہمراہ آئے تہے۔ آنحضرت نے اُنکے پاس کہلا بہیجا کہ اگر وہ قریش سے الگ ہوجائیں تو مدینہ میں ایک سال کے اندر جتنی کھجوریں پیدا ہونگی اُسکا ایک ثلث اُنکو دیا جاویگا۔ وہ راضی ہوگئے تہے لیکن انصار نے خصوصاً سعد بن معاذ نے کہا کہ ہماری میووں پر کبہی انکو جرارت نہ ہوگی جب ہم مسلمان نہ تہے اور مثل انکے کافر تھے۔ جب تو بنی غطفان بغیر دام دیے ہماری کھجوریں لے ہی نہ سکے اب تو ہم سچے دین پر ہیں اور آپ ہمارے

(بقیہ صفحہ ۱۱۴) حضرت ہم لوگونکی طرف ملتفت ہوئے اور فرمایا ہے کوئی مرد جو اس قوم کی طرف جائے اور خبر لائے خدا اُسکو ہمارے ساتھ قیامت میں جگہ دیگا حضرت کے اس کلام پر کوئی نہ اُٹھا پہر حضرت نے اس کلام کا اعادہ کیا کسینے جواب نہ دیا آپنے فرمایا اے ابوبکرؓ۔ ابوبکرؓ نے کہا استغفر اللہ و رسولہ۔ حضرت نے فرمایا اگر چاہو تو جاؤ۔ پہر فرمایا۔ اے عمرؓ وہ بہی استغفر اللہ کہکر رہ گئے۔ تب آپنے فرمایا کہ اے حذیفہ تو ہمنے کہا لبیک اور حاضر ہوئے حالانکہ سردی کی شدت سے کانپ رہے تہے حضرت نے اپنے دست مبارک سے ہمارے سر اور چہرے پر مسح کیا۔ اور فرمایا جاکر اس قوم کی خبر لا اور کوئی نئی بات نکرنا۔ جبتک ہمارے پاس نہ پہر آؤ۔ پھر آپنے دعا دی۔ کہ خدایا اسکی حفاظت کر آگے سے اور پیچھے سے اور دائیں بائیں فوق اور تحت سے جبتک یہ پہر آئے۔ حذیفہ کہتے ہیں ہم جب اُدہر روانہ ہوئے تو ایسی گرمی معلوم ہوتی تہی کہ گویا حمام میں جارہے ہیں۔ وہاں جاکر کیا دیکھتے ہیں کہ خدا نے اُنپر ایسی ہوا کو مسلط کیا ہے کہ خیمہ کی طنابیں ٹوٹ گیئں۔ جانور اُنکے بہاگ گئے برتن اُنکے اُلٹے ہیں کوئی چیز اُنکے پاس نہیں ہے سب کو ہوا نے تباہ کردیا ہے۔ ابوسفیان کو دیکہا کہ آگ سلگائے ہوئے تاپ رہا ہے ہمنے چاہا کہ ایک تیر سے قصہ طے کردیں۔ مگر حضرت کا کلام یاد آیا جس سے تیر کو ہمنے پہر ترکش میں رکھ لیا۔

ایک شخص نے اُن کفار میں سے کہا کہیں کوئی جاسوس نہ ہو تو ہر شخص نے اپنے ساتہی کا ہاتھ پکڑ لیا ہمنے بہی اپنے پاس کے آدمی کا ہاتھ پکڑا اور پوچہا کون ہے تو اُس نے کہا سبحان اللہ کیا نہیں پہچانتا کہ ہم فلاں شخص ہیں وہ قبیلہ ہوازن سے تہا بعد اسکے ہم وہاں سے واپس آئے اور رسول اللہ سے سارا قصہ بیان کیا حضرت اسقدر ہنسے کہ اُس اندہیری رات میں آپکے دندان مبارک چمکنے لگے۔ حضرت نے ہمکو اپنے قدم مبارک کے پاس سلایا اور اپنی ردائے مبارک ہمپر ڈالی ہم ماری سردی کے قدم مبارک سے اپنا شکم اور سینہ ملا رہے تہے صبحکو خدا نے اُس لشکر کو ہزیمت دی ✣ ✣ ✣ ✣

سردار ہیں اب کوئی ہم دبنے والے ہیں قسم خدا کی اگر وہ ہماری کھجوروں پر دانت رکھتے ہیں تو تلوار سے پس حضرت نے ہی اس رائے کو مان لیا اور بات گئی گذری ہوئی (ابن اثیر و روضۃ الاحباب) +

خندق درمیان میں تھی کفار کو یہ قدرت نہوئی کہ ایک دم سے حملہ کر کے مسلمانوں کو کچلڈالیں لیکن پھر بھی کوئی دن لڑائی سے خالی نہ جاتا تھا۔ جہاں کفار نے خندق پہلانگنے کا قصد کیا اور مسلمانوں نے پتھر مارنے شروع کئے۔ بیس[۲] دن سے زیادہ یہی حال رہا۔ ایک روز کفار نے خندق کا ایک تنگ حصہ دریافت کر لیا۔ اور عکرمہ بن ابوجہل اور عمرو بن عبدود اور نوفل بن عبداللہ و ضرار بن الخطاب ہبیرہ بن ابی وہب و مرداس وغیرہ چند نامی جنگجو خندق سے گھوڑے کو دا کر اس پار آگئے اور مبارز طلب کئے۔ لڑائی کی کیفیت دیکھنے کو ابوسفیان مع خالد بن ولید بہت سے آدمیوں کا پرا جمائے ہوئے کھڑا تھا۔ عمرو بن عبدود بڑا ہی شجاع تھا ایک معرکہ میں اکیلے نے پچاس آدمیوں کو ہلاک کیا تھا۔ مسلمانوں میں سے کسی نے اُس سے مقابلہ کی ہمت نہ کی اور بروایت روضۃ الاحباب و حبیب السیر و تاریخ الخمیس و روضۃ الصفا وغیرہ اُن کی حالت کانما علی رؤسہم الطیر[۱] کی ہو گئی یعنی بالکل بحِس و حرکت ہو گئی۔ آنحضرت نے تین مرتبہ اپنے اصحاب سے کہا کہ کون اسکے مقابلہ کو جاتا ہے۔ تینوں مرتبہ صرف حضرت علی ابن ابیطالب ہی بولے کہ یا رسول اللہ اس سے میں لڑونگا دو دفعہ تو حضرت نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ مگر تیسری مرتبہ حضرت بولے کہ اے علی یہ عمرو بن عبدود ہے۔ حضرت علی نے عرض کی کہ کچھ پروا نہیں میں بھی تو علی ابن ابی طالب ہوں۔ پس حضرت نے اپنی تلوار یعنے ذوالفقار علی کی کمر سے باندھی اپنی زرہ پہنائی۔ عمامہ اپنا اُنکے سر پر رکھا اور دُعا کی کہ بارالہا عبیدہ جنگ بدر میں مجھ سے جدا ہوئے حمزہ احد میں مارے گئے صرف ایک علی رہ گئے ہیں ایسا نہو کہ آج میں ان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھوں۔ الغرض علی پیدل میدان میں آئے عمرو بن عبدود سے مقابلہ ہوا عمرو کی تلوار علی کی سپر کاٹتی ہوئی سر تک پہنچی۔ علی نے جو سنبھل کر ہاتھ مارا تو عمرو کا سر کئی قدم پر جا کر پڑا۔ مسلمانوں کو اس لڑائی کی بڑی فکر تھی ہر ایک دست بدعا تھا دونوں میں سخت گتھم گتھا ہوئی دونوں گرد کے بادلوں میں چھپ گئے تھے۔ گرد میں ہاتھوں کی صفائی تو نظر نہ آئی لیکن حضرت علی کی تکبیر سنکر مسلمانوں نے کہا وہ مارا۔ عمرو مارا گیا اور بقیہ کفار سے لڑائی ہوئی طرفین سے چند آدمی مارے گئے۔ سعد ابن معاذ سخت زخمی ہوئے۔ آخر وہ کفار جو خندق پہلانگ کر آئے تھے بھاگے بھاگتے ہوئے نوفل کا گھوڑا خندق نہ پہلانگ سکا اور وہ خندق میں گرا۔ علی مرتضی نے خندق میں کود کر ایک ہاتھ مار کر دو کر دیے۔ پھر دشمنوں کا تعاقب کیا گیا۔ عکرمہ علی کے ہاتھ سے زخمی ہوا۔ ضرار بن خطاب بن مرداس فہری حضرت علی کی صورت دیکھتے ہی بھاگا حضرت عمر خطاب نے بھاگتا دیکھکر سخت تعاقب کیا۔ ضرار پھر پڑا اور نیزہ کا وار کرنا چاہا پھر یہ کہکر کہ اگر مینے یہ عہد نکیا ہوتا کہ کسی قریشی کو نہ مارونگا تو قتل کر ڈالتا رک گیا اور سر پر چھوا کر کہا کہ نعمت مشکورہ ہے کہ مینے تمپر ثابت کی جاؤ یاد رکھنا۔ احسان نہ بھولنا (روضۃ الاحباب ازالۃ الخفاء و خمیس وغیرہ) عمرو کو مار کر حضرت علی نے اُسکے زرہ جو نہایت قیمتی تھی نہ اُتاری اور اُسکا سر لا کر آنحضرت کے قدموں میں ڈالدیا۔ اُسوقت حضرت نے فرمایا المبارزۃ علی الخ + ابن اثیر نے علی مرتضی اور عمرو بن عبدود کی لڑائی کو اسطرح بیان کیا ہے۔ عمرو بن عبدود جنگ خندق کے دن علم لئے ہوئے اپنا رتبہ دکھانیکو تزک و احتشام کے ساتھ نکلا جب وہ اور اُسکے ہمراہی میدان میں آ کھڑے ہوئے تو پکار کر کہنے لگا کون شخص میرے مقابلہ کو نکلے گا یہ سنکر علی مرتضی میدان میں آ نکلے۔

---

[۱] گویا اُنکے سر پر پرندہ بیٹھا تھا۔ اونٹ کے سر میں جب چچڑیاں پیدا ہو جاتی ہیں اور کوا اُسکے سر پر بیٹھکر اُنہیں چنکر کھاتا ہے اُسے آرام آتا ہے اور وہ اس خوف سے سر نہیں ہلاتا کہ کہیں کوا اُڑ نہ جائے۔ وہ بالکل بحِس و حرکت ہو جاتا ہے پس عرب بالکل بحِس و حرکت رہجانیکے موقع پر یہ محاورہ بولتے ہیں [۲] عمرو نے دیکھکر کہا کہ تم ابھی حدیث السن ہو تم ابھی اس قابل نہیں کہ مردان مرد کے سامنے میدان میں آؤ اُلٹے پھر جاؤ۔ ابو بکر

اور کہا عمرو تو نے خدا سے عہد کیا ہوا ہے کہ اگر قریش کا کوئی آدمی دو باتوں میں سے کسی ایک کی درخواست کرے تو تُو اسکو ضرور مان لوگا۔ عمرو نے کہا ہاں بیشک میرا یہی عہد ہے علی مرتضیٰ نے کہا کہ میں تمہیں خدا اور اُسکے پیغمبر اور اسلام کی طرف بلاتا ہوں عمرو نے کہا مجھے اسکی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ تب علی مرتضیٰ نے کہا کہ میں تجھے میدان میں اُترنے کے واسطے بلاتا ہوں۔ تب عمرو نے کہا مجھے تمہارا قتل کرنا پسند نہیں ہے[1]۔ علی مرتضیٰ نے کہا قسم بخدا میں تو تجھے قتل کرنا پسند کرتا ہوں۔ اسپر عمرو کو جوش آیا اور گھوڑے سے اُتر کر کھڑا ہوا اور اُسکی کونچیں کاٹ ڈالیں اور منہ زخمی کر دیا اور علی مرتضیٰ کی طرف متوجہ ہوا دونوں میں خوب لڑائی ہوئی[2]۔ آخر کار علی مرتضیٰ نے اُسے قتل کر ڈالا۔ اُسکے ہمراہی شکست کھا کر خندق سے بھاگتے ہوئے نکل گئے +

اسی طرح مسلمانوں اور کفار میں کئی مرتبہ مقابلہ ہوا۔ اور گو کہ مسلمانوں ہی کا بول بالا رہا مگر نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ کفار محاصرہ کئے رہے۔ اتنے میں خبر آئی کہ کفار مدینہ پر حملہ کرینگے اسلئے کچھ لوگ میدان جنگ سے مدینہ کی حفاظت کو بھی گئے مسلمانوں کی عورتیں مدینہ کے قلعوں میں پناہ گیر تھیں۔ خندق کی لڑائی مسلمانوں کے لئے سخت مصیبت تھی ÷

جب لڑائی ہو رہی تھی ایک شخص قوم غطفان کا جس کا نام نعیم بن مسعود تھا مخفی طور پر مسلمان ہو گیا اور آنحضرت کے پاس آکر کہنے لگا کہ اگر اجازت ہو تو ہم کفار میں جنپر ہمارا اسلام ظاہر نہیں ہے پھوٹ ڈالدیں حضرت نے فرمایا الحرب خدعۃ[3] کچھ مضایقہ نہیں۔ پس نعیم بنی قریظہ کے پاس آیا اور اُن سے اپنی خیرخواہی ظاہر کر کے کہا کہ ہم تم یہود ہیں اور کفار قریش بت پرست ہیں ہمکو اُن سے کچھ ہمدردی ہے تو صرف محمدؐ کی عداوت کی وجہ سے لیکن ایسا نہ ہو کہ قریش کل کو چلے جائیں اور پھر اُنکے مددگار بھی اپنے اپنے مقاموں پر منتشر ہو جائیں اور اصحاب محمدؐ اور باشندگان مدینہ تم لوگوں سے بدلہ لیں۔ اور مجھکو مستحکم ذریعوں سے معلوم ہوا ہے کہ قریش محمد سے ملگئے ہیں۔ بہتر ہے کہ تم کچھ سردار قریش کے بطور ضمانت کے طلب کرو تا کہ کفار تمہاری حمایت سے کبھی دست بردار نہوں پھر قریش اور بنی غطفان کے پاس جا کر یوں کہا کہ بنی قریظہ محمد سے مل گئے ہیں اور تمہارے سرداروں کو گرفتار کر کے محمد کے پاس بھیجنا چاہتے ہیں +

پس ابوسفیان نے جمعہ کی شام کو بنی قریظہ کے پاس امتحاناً کہلا بھیجا کہ ہم لوگ کل شنبہ کو مسلمانوں پر دھاوا کرنیکا ارادہ رکھتے ہیں۔ تم بھی تیار رہو۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ شنبہ کو ہم لوگ تو کوئی کام نہیں کرتے۔ یوم السبت ہے۔ ہاں اسکے بعد ہم ضرور شریک ہیں۔ لیکن اس شرط سے کہ تم چند سرداروں کو ہمارے پاس بطور ضمانت کے بھیجدو۔ کہ وہ ہماری حراست میں رہیں۔ تا کہ تم ہماری حمایت سے کبھی دست کش نہ ہو سکو۔ اب قریش اور بنی غطفان کو نعیم کے قول کی تصدیق ہو گئی اور اس اندیشہ سے حملہ سے باز رہے کہ مبادا بنی قریظہ پیچھے سے آپڑیں +

اتفاقاً اُسی رات کو آندھی آئی اور وہ بھی صحرا کی طرف سے نہایت سخت سردی کے ساتھ۔ مینہ بھی برسا خیمے اُکھڑ گئے کمپ کی آگیں بجھ گئیں۔ کفار میں شور مچگیا۔ کہ محمدؐ نے جادو سے یہ طوفان برپا کیا ہے اور اب فوج لیکر حملہ کرتا ہے۔ اُنمیں بڑا اضطراب اور ہلچل مچگئی۔ ابوسفیان کا جی چھوٹ گیا۔ اپنے اونٹ پر سوار ہوا اور بازگشت کا حکم دیدیا کچھ رات رہے دشمن کی فوج میں سے قریشی مکہ کیطرف اور اُنکے مددگار اپنے اپنے علاقوں کی طرف روانہ ہو گئے مسلمان یہ خبر سنکر مسرور ہوئے اور ایک طور پر خود کو فتحیاب سمجھے اور پھر خوشی خوشی مدینہ واپس آئے۔

---

[1] حبیب السیر و روضۃ الصفا و روضۃ الاحباب میں تین باتیں لکھی ہیں تیسرے یہ کہ اُلٹا پھر جا اپنے شہر کو۔ کہا یہ عار اور بدنامی گوارا نہیں کر سکتا۔ قریش کی عورتیں بھی ایسا نہیں کر سکتیں [2] کیونکہ میری تیرے باپ سے دوستی اور محبت تھی (حبیب السیر۔ روضۃ الاحباب۔ روضۃ الصفا

[3] ... تلوار سے کاٹ کر سر پر پہنچی اُسوقت شاہ ولایت پناہ نے ضرب ذوالفقار سے اُسکو

حذیفہ اسی رات کو دشمن کی خبر لینے کے واسطے بھیجے گئے تھے +

ایرونگ لکھتا ہے کہ ابوسفیان نے غم وغصہ کی حالت میں آنحضرت صلعم کو لکھا اور ملامت کی کہ یہ کیا بزدلی ہے کہ کھائی کے پیچھے سے لڑے اور یہ وہ چیز ہے کہ عرب لوگ جنگ میں اس سے واقف نہیں۔ یہ بھی لکھا کہ آیندہ کبھی بدلہ لونگا۔ جب جنگ احد کی طرح کھلے میدان میں مقابلہ ہوگا۔ آنحضرت نے جواب میں لکھا میدان میں آجا۔ اور پیشین گوئی کی کہ عنقریب وہ دن آتا ہے کہ قریشیوں کے بتوں کو پارہ پارہ کرتا ہوں +

صاحب روضۃ الاحباب وصاحب مدارج النبوۃ لکھتے ہیں کہ اس غزوہ میں خاصکر حیدر کرار صاحب ذوالفقار علی مرتضی سے وہ مبارزت اور مقاتلت واقع ہوئی کہ حد قیاس اور احاطہ عقل سے باہر ہے۔ جیسا کہ اخبار میں وارد ہوا ہے کہ لمبارزۃ علی ابن ابیطالب یوم الخندق افضل من اعمال امتی الی یوم القیامۃ (تحقیق جنگ کرنا خندق کی لڑائی میں علی بن ابیطالب کا افضل ہے میری اُمت کے اعمال نیک سے روز قیامت تک)۔ مؤلف کہتا ہے ایک روایت میں بجائے اعمال اُمتی کے من عبادۃ الثقلین (جن وانس کی عبادت سے) واقع ہوا ہے۔ اور بعض روایت میں بجائے لمبارزۃ علی کے لضربۃ علی وارد ہوا ہے۔ اور صاحب سیرۃ المحمدیہ وحیوٰۃ الحیوان ناقل ہیں کہ جمہور اہل سیر روایت کرتے ہیں کہ جب جناب امیر عمرو بن عبدود کے مقابلہ کے لئے نکلے تو آنحضرت صلعم نے فرمایا برز الایمان کلہ الی الشرک کلہ یعنے پورا ایمان پوری کفر کے مقابلہ کو نکلا ہے (حیواۃ الحیوان لغت حیدرا) +

صاحب حبیب السیر نے عمرو بن عبدود کے مارے جانیکا حال لکھکر یہ شعر لکھے ہیں ؎ ز تیغ علی عمرو چوں کشتہ گشت۔ فلک نامۂ دولتش در نوشت + رسول خدا گفت از یکدلی۔ کہ در روز خندق مصاف علی + بہ از ہر عمل کاندریں روزگار۔ کنند اہل دیں تا بروز شمار + اور کشف الغمہ سے نقل کیا ہے کہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے اُس مجلس میں اٹھکر حضرت علی کے سر کو چوم لیا۔ معارج النبوۃ اور روضۃ الصفا میں ہے کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ نے اٹھکر علی کا سر چوم لیا اور عبداللہ بن مسعود نے پڑھا کفی اللہ المومنین القتال بعلی وکان اللہ عزیزاً حکیما۔ ثبوت کو پہنچا ہے کہ عمرو بن عبدود کے مارے جانیسے اہل اسلام کی کمر مضبوط ہوگئی اور ارباب ضلال کے دل چھوٹ گئے +

(۲۳) غزوہ بنی قریظہ ذیقعدہ ۵ھ۔ ابو الفدا لکھتا ہے اور صاحب حبیب السیر اور دیگر مورخین واہل سیر نے بھی لکھا ہے کہ جس روز آپ جنگ خندق سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ میں تشریف لائے مسلمان اپنے اپنے ہتھیار کھولکر بیٹھے یہانتک کہ ظہر کا وقت آیا۔ اُسیوقت حضرت جبرئیل پیغمبر خدا کے پاس آئے اور عرض کی کہ یارسول اللہ خدا تعالی نے حکم دیا ہے کہ بنی قریظہ سے جاکر لڑو پس حضرت نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ جبتک بنی قریظہ کے پاس نجالیں نماز عصر نہ پڑھیں اور حضرت علی کو علم دیکر روانہ کیا اور وہ بنی قریظہ کے ایک کنوئیں پر جا کر اُترے پیچھے سے آنحضرت تین ہزار آدمی کے ساتھ جا پہنچے ۲۵ روز تک مسلمانوں نے بنی قریظہ کا محاصرہ رکھا آخر وہ ڈر کر قلعہ سے باہر نکل آئے اور گرفتار ہوئے۔ قبیلہ اوس بنی قریظہ کا دوست تھا لہذا بنی اوس نے آنحضرت سے درخواست کی کہ جس طرح بنی خزرج کی سفارش سے حضور نے بنی قینقاع کی جاں بخشی فرمائی تھی اسیطرح ہمارے کہنے سے اس قبیلہ کی جاں بخشی فرمائے۔ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ اگر تمہاری مرضی ہو تو سعد ابن معاذ کو حکم بنادیں جو وہ کہے اُسکی تعمیل ہم بھی کریں تم بھی کرو۔ یہ شخص چونکہ قبیلہ اوس کا سردار تھا اور اُس قبیلہ کی آدمی اس قبیلہ سے بہت محبت رکھتے تھے فوراً سب نے منظور کیا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ سعد بن معاذ اُنکی مخلصی میں سعی کریگا۔ حکم ہوا کہ سعد بن معاذ کو بلاؤ۔ سعد کی رگ ہفت اندام میں ایک گہرا زخم جنگ خندق میں آیا تھا پیدل نہ آسکے انکو ایک دراز گوش پر سہارا دیکر لائے۔ جب سعد حاضر دربار ہوئے حضرت نے اُنکی سب سے تعظیم کرائی

[illegible]
عمل میں آئے۔ سعد نے کہا کہ میں یہ حکم دیتا ہوں کہ مردوں کو مارڈالو اور بچوں عورتوں اور لونڈیوں کو انکی گرفتار کرو اور ان
انکا سب آپس میں بانٹ لو۔ آنحضرت نے اس فیصلہ کو پسند فرمایا پس انصار نے پہلے ان لوگوں سے گڑھے کھدوائے بعد ازاں
علی اور زبیر اُنکے قتل پر مامور ہوئے۔ اُنہوں نے سب کی گردنیں کاٹکر اُن گڑھوں میں لاشیں ڈالکر اوپر سے مٹی ڈالدی۔ یہ تخمیناً ۶۰۰
آدمی تھے جو مارے گئے۔ انمیں کعب بن اسد اور حی بن اخطب بھی تھا۔ بعد ازاں اُنکی عورتوں بچوں لونڈیوں اور مالوں میں سے
پانچواں حصہ خمس کا نکالکر باقی صحابہ میں تقسیم کردیا اور اُنکے مکان مہاجرین کے رہنے کو دیدیے گئے انصار نے بخوشی منظور کیا
اُنہیں سے ریحانہ بنت عمر کو حضرت نے اپنے واسطے رکھا۔ اور جو تا وفات پیغمبر خدا آنحضرت کی ملکیت میں رہی۔ بنی قریظہ کے
مقتول ہونیکے بعد سعد بن معاذ کا بھی زخم پھٹ گیا وہ بھی راہی دار البقا ہوئے۔ اس غزوہ میں مسلمانوں کا صرف ایک
آدمی شہید ہوا۔ جنگ خندق میں کل چھ آدمی شریک ہوئے تھے۔ جن میں یہ سعد بن معاذ بھی شامل ہیں اسوقت انکی
عمر ۳۷ سال کی تھی جسیم بلند بالا تھے۔ مصعب بن عمیر کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے۔ اُنہوں نے اپنے تمام قبیلہ بنی عبد الاشہل
کے مرد عورت بچوں سب کو ایک دن میں مسلمان کیا تھا۔

(۶۴) سریہ سیف البحر ذیحجہ ۵ھ[1]

حبیب السیر میں مستقصی اُسے نقل کیا ہے کیا اسی سال پنجم میں آنحضرت نے ابو عبیدہ بن جراح
کو تین سو آدمیوں کے ساتھ سیف البحر کیطرف بھیجا تھا۔ توشۂ سفر صرف ایک انبان کھجوریں تھیں۔ اوائل سفر میں ہر شخص ایک کھجور روز کھاتا تھا پھر وہ بھی کم
حصہ میں آنے لگی۔ اسی اثنا میں خدا نے ایک اتنی بڑی مچھلی کنارہ پر بھیجی کہ ایک ماہ تک اُسکا گوشت سب نے کھایا۔ کہتے ہیں
کہ وہ اتنی بڑی تھی کہ جابر بن عبد اللہ انصاری اونٹ پر سوار اُسکی ایک پسلی کے نیچے سے نکل گئے۔ واقدی سے روایت ہے
کہ قیس بن سعد بن عبادہ نے کہا کہ کوئی ایسا ہے جو اونٹ ہماری ہاتھ خرما کے بدلے بیچے اور خرما مدینہ میں جاکر لے۔ حضرت عمر نے
یہ سنکر کہا کہ دیکھتے ہو یہ مرد اپنے باپ کے مال پر ہاتھ دراز کرتا ہے اور اپنے پاس کچھ نہیں رکھتا۔ قیس نے متغیر ہوکر کہا میرا باپ
پیادوں کو سوار اور بھوکوں کو سیر کرتا ہے کیا وہ اس قرض کو ادا نہ کریگا جو میں مجاہدان راہ خدا کے لئے کرتا ہوں پس
قبیلہ جہینہ کے ایک مرد نے دو وسق[2] (بوجھ اونٹ کے) خرما کی عوض ۱۵ اونٹ قیس کے ہاتھ فروخت کئے۔ قیس ایک اونٹ
روز ذبح کرکے اُن تین سو آدمیوں میں تقسیم کردیتے تھے۔ دو اونٹ باقی رہ گئے تھے کہ وہ ماہی عظیم خدا نے بھیجی۔ پھر
ابو عبیدہ نے اُن بقیہ اونٹوں کو ذبح نہ کرنے دیا۔ مدینہ پہنچے تو سعد بن عبادہ نے بیٹے کی بڑی تحسین کی اور ایک نخلستان
اُسکو دیا جس سے ہر سال پچاس وسق خرما حاصل ہوتا تھا۔ اور اونٹوں کی قیمت جہینی کو پہنچائی اُسے کپڑے بھی پہنائے
جب کیفیت واقعہ سے حضور صلعم کو اطلاع ہوئی قیس کی نسبت فرمایا کہ وہ فیاض خاندان سے ہے۔

(۶۵) مختلف واقعات

(۱) جب حضرت غزوہ دومۃ الجندل پر تشریف لیگئے تھے پیچھے مدینہ میں سعد بن عبادہ کی والدہ
عمرہ بنت مسعود نے وفات پائی (۲) ماہ جمادی الآخر میں چاند گرہن ہوا اور حضرت نے نماز گرہن پڑھی (۳) اسی سال
قریش بہت تنگ ہوئے حضرت نے تالیف قلوب کی غرض سے چاندی سے مدد دی (۴) کئی قبیلے عرب کے حضرت کی خدمت
میں آکر مشرف باسلام ہوئے (۵) اسی سال زید بن حارثہ نے اپنی بیوی زینب بنت جحش کو طلاق دیدی۔ اور ذیقعدہ میں
آنحضرت نے اُن سے نکاح کرلیا (۶) جس شب زینب بنت جحش سے زفاف واقع ہوا اُسی شب کو آیہ حجاب نازل ہوئی (۷) صاحب تاریخ الخمیس لکھتے
ہیں کہ اسی سال حج خدا تعالیٰ نے فرض کیا گیا

[1] تاریخ الخمیس اور کامل ابن اثیر میں اسکو غزوۃ الخبط لکھا ہے کیونکہ اسمیں صحابہ کی حالت پتے ہوئے کھانے پر پہنچ گئی تھی یہ غزوہ رجب ۸ھ میں لکھا ہے پہلے ایک مٹھی کھجوریں ملتی تھیں پھر ایک ایک ملنے لگی۔ مچھلی کا غزوہ کا سب حال اسیطرح لکھا ہے صاحب تاریخ الخمیس نے رجب ۸ھ یا ۷ھ یا ۶ھ قبل صلح حدیبیہ لکھا ہے۔

[2] وسق = ۶۰ صاع اور صاع = ۱۰۴۰ درہم اور درہم = تقریباً ساڑھے تین ماشہ۔ نیز صاع = ۴ مد = ۳ سیر بوزن انگریزی

آنحضرت نے سنہ ۹ھ تک حج نہیں کیا سنہ ۱۰ھ میں حج کیا۔ حالانکہ کوئی مانع نہ تھا۔ اہل سیر کو سال فرض حج میں اختلاف ہی بعض نے سنہ ۵ ہجری بعض نے سنہ ۶ بعض نے سنہ ۸ اور بعض نے سنہ ۹ ہجری میں حج کا فرض ہونا لکھا ہے قاضی عیاض نے سنہ ۹ ہجری کو صحیح بتایا ہے +

سنہ ۶ھ مطابق سنہ ۶۲۷ عیسوی

(۶۶) غزوہ بنی لحیان ربیع الاول سنہ ۶ھ رجیع سے کچھ لوگ مدینہ میں آکر بظاہر مسلمان ہوئے اور چھ مسلمان ارکان دین سکھانیکو اُنکے ہمراہ بھیجے گئے وہ گھر پہنچکر اُن سے لڑے اور اُنہیں سے اکثروں کو مار ڈالا۔ قصاص کے لیے آنحضرت نے رجیع کے باشندوں بنی لحیان پر چڑھائی کی مگر وہ لوگ مقابلہ میں نہ آئے بھاگ گئے اور حضرت نے ۱۴ دن کی غیر حاضری کے بعد مدینہ کو مراجعت کی

(۶۷) غزوہ غابہ یا غزوہ ذی قرد ربیع الاول سنہ ۶ھ عیینہ بن حصین فزاری نے آنحضرت کی دودھ دیتی ہوئی اونٹنیاں جنگل میں سے پکڑ لی تھیں۔ رسول خدا صلعم نے بارادہ جہاد مدینہ سے کوچ کیا۔ ۴ ربیع الاول کو ذی قرد کے پاس پہنچے جو مدینہ سے خیبر کی راہ پر دو رات کے فاصلہ پر ایک مقام ہے۔ لیکن جب وہ اونٹنیاں واپس مل گئیں تو حضرت نے مراجعت کی۔

نوٹ بعض مورخین و اہل سیر نے جنگ بنی مصطلق اور افک عائشہ کا قصہ بھی اسی سال میں لکھا ہے اور غزوہ ذات الرقاع بعض نے اسی سنہ میں لکھا ہے + اسی سال آنحضرت نے کئی اصحاب کو تھوڑی تھوڑی فوج دیکر جدا جدا مدینہ کے قرب و جوار میں جہاد پر روانہ کیا مگر کوئی مشہور یا دلچسپ واقعہ ظہور میں نہیں آیا +

(۶۸) سریہ عیص جمادی الاول سنہ ۶ ہجری حضرت نبی کو خبر ملی کہ قریش کچھ مال لیکر شام کی طرف جاتے ہیں۔ حضرت نے زید بن حارثہ کو اُن پر روانہ کیا۔ مقام عیص[1] پر قافلہ قریش ملا۔ مسلمانوں نے مال لوٹ لیا اور اہل کاروان کو گرفتار کر لیا۔ اسیروں میں زینب بنت رسول کا شوہر ابو العاص بھی تھا۔ زینب نے اُسکو اپنی جوار میں لے لیا۔ حضرت نے منظور کیا اور اُسکا مال واپس کر دیا۔ طبری لکھتا ہے کہ ابو العاص نے مکہ میں آکر لوگوں کا مال حوالہ کیا (اور سنہ ۸ھ میں) مسلمان ہو کر آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور آنحضرت نے نکاح اول ہی پر زینب کو ابو العاص کے حوالہ کر دیا +

(۶۹) سریہ دومۃ الجندل۔ شعبان سنہ ۶ھ آنحضرت نے عبد الرحمن بن عوف کو دعوت اسلام کے لیے بنی کلب کے پاس دومۃ الجندل کی طرف روانہ کیا اُنکا سردار اصبغ بن عمر کلبی عیسائی مذہب چھوڑ کر مسلمان ہوا۔ جنہوں نے اسلام قبول نہیں کیا وہ جزیہ دینے پر راضی ہوئے۔ تماضر بنت اصبغ سے عبد الرحمن نے نکاح کیا جس کے بطن سے ابو سلمہ فقیہ پیدا ہوا

(۷۰) علی فدک پر۔ شعبان سنہ ۶ھ خبر آئی کہ بنو بکر بن سعد خیبر کے یہودیوں کے ساتھ سازش کر کے مدینہ پر چڑھائی کا ارادہ رکھتے ہیں حضرت علی سو آدمیوں کے ساتھ اُنکی سرکوبی کو روانہ کیے گئے۔ فدک پر دشمنوں کو شکست ہوئی اور مسلمان مال غنیمت لیکر واپس آئے +

(۷۱) سریہ وادی القری۔ جمادی الآخر سنہ ۶ ہجری زید بن حارثہ نے بہت سا مال تجارت لیکر شام کا سفر کیا۔ وادی القری کے قریب پہنچے تو بنی فزارہ نے لوٹ لیا اور کچھ ساتھی اُنکے شہید ہوئے۔ زید ہزیمت پا کر مدینہ آئے اور کافی مدد لیکر مقابلہ کو گئے فتحیاب واپس آئے اور دشمنوں کی عورتیں گرفتار کرتے لائے +

(۷۲) سریہ عرنیہ۔ جمادی الآخر یا شوال یا ذیقعدہ سنہ ۶ھ عرنیہ مدینہ کے پاس ایک میدان ہے وہاں ایک بلغ میں کچھ بدمعاش رہتے تھے اُنہیں سے ۸ مدینہ میں آکر مسلمان ہوئے۔ چونکہ مدینہ کی آب و ہوا اُنکو موافق نہیں آئی حضرت نے قبا کے پہاڑوں پر جہاں اونٹوں کی چراگاہ تھی اُنکو بھیجدیا۔ وہاں دودھ پی پیکر جب وہ تندرست اور توانا ہو گئے تو بدنیتی

---

[1] مدینہ سے ۱۲ میل شام کی طرف [2] مدینہ سے ۴ میل پر + +

نے زور کیا اور آنحضرت کے غلام یسار کو ہلاک کرکے اونٹوں کو ہنکا لیچلے۔ مدینہ میں خبر آئی تو مسلمان دوڑ پڑے اور راستہ ہی میں اُن چوروں کو گرفتار کرلیا +

(۴۷) غزوہ حدیبیہ ذیقعدہ ۶ سنہ ہجری حضرت نے خواب میں دیکھا کہ اصحاب کے ساتھ حج کر رہا ہوں۔ صبح کو حج کا ارادہ کیا ذیقعدہ کا مہینہ تہا جسمیں علاقہ حرم میں دشمنوں کو بھی لڑنا منع ہے۔ کچھ تو زیارت کعبہ کا شوق کچھ وطن میں جانے کی خوشی اکثر مہاجر اور اُنکے ساتھ انصار بھی سامان سفر میں مشغول ہوئے۔ یکم ذیقعدہ کو ۱۴۰۰-۱۵۰۰ مسلمان آنحضرت کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے۔ ۷۰ اونٹ قربانی کے واسطے ساتھ لئے گئے قریش کو خبر ہوئی۔ وہ مزاحمت کے لئے آمادہ ہوئے۔ آنحضرت کو قریش کی مزاحمت کا حال معلوم ہوا تو مکہ سے ایک منزل پر چاہ حدیبیہ کے پاس ٹہیر گئے۔ یہاں سے ایلچیوں کی آمد و رفت شروع ہوئی۔ ایک ایلچی قریش کا عروہ بن مسعود ثقفی جو اہل طائف کا سردار تہا آنحضرت کے پاس آکر کہنے لگا کہ اسکے سال قریش نے لڑائی کا بڑا سامان کیا ہے۔ آپ مکہ میں تشریف نہ لیجائیں اثنائے گفتگو میں عروہ کا ہاتھ حضرت کی ڈاڑھی کو لگ گیا ایک صحابی نے عروہ کے ہاتھ پر مٹھ مار کر ہٹایا اور کہا یہ کیا گستاخی ہے۔ علاوہ اسکے عروہ کو بڑا تعجب ہوا جب اُس نے دیکھا کہ اصحاب آنحضرت کی اسقدر عزت کرتے ہیں کہ ایران کے کسری اور روم کے قیصر کی بھی اتنی تعظیم اُنکی رعیت نہیں کرتی۔ بروایت اروِنگ جب آپ وضو کرتے آب وضو اصحاب تبرک کر لینے تھوکتے تھوک اُٹھا لیتے کوئی بال جھڑتا یا ناخن کترا جاتا تبرک کرکے اُٹھا لیتے۔ گبن نے ٹھیک لکھا ہے کہ جوش کی دلی حرارت درباروں کی رسمی اور بے دلی کی غلامی کی نسبت زیادہ زور اور سچائی کے ساتھ کام کرتی ہے۔ عروہ نے کمال حیرت کے ساتھ قریش میں واپس آکر یہ حال بیان کیا[1] +

بروایت ابن اثیر، روضۃ الاحباب و حبیب السیر۔ عروہ کی واپسی کے بعد آنحضرت نے جناب عمر خطاب کو بلاکر کہا کہ تم قریش کے پاس جاکر کہو کہ رسول اللہ تم سے لڑنیکو نہیں بلکہ صرف حج کے ارادہ سے آئے ہیں۔ حضرت عمر نے کہا کہ یا رسول اللہ قریش میرے دشمن ہیں مجھکو اپنی جان کا خوف ہے کیونکہ میرا کوئی حامی نہیں ہے۔ اگر عثمان کو بھیجئے تو بہتر ہوگا کیونکہ قریش اُنکو عزیز رکھتے ہیں۔ پس حضرت نے عثمان بن عفان کو ابوسفیان اور شرفائے قریش کے پاس روانہ فرمایا اور کہلا بھیجا کہ رسول اللہ صرف حج کرنے آئے ہیں لڑنے نہیں آئے ہیں۔ قریش نے عثمان کی بڑی خاطرداری کی۔ (کیونکہ آپ بھی ابوسفیان کے رشتہ کے بھتیجے بنی اُمیہ ہی سے تھے) اور کہا کہ اے عثمان اگر تیرا ارادہ حج کرنیکا ہے تو بیشک طواف کر جا۔ حضرت عثمان نے کہا کہ میں بغیر رسول اللہ کے کس طرح طواف کروں۔ قریش نے خفا ہوکر حضرت عثمان کو گرفتار کرلیا۔ اور بروایت مستقصی لشکر اسلام کے دس آدمی جو بن ہی جو مکہ گئے تھے قید ہوئے۔ عثمان کے واپس آنے میں دیر ہوئی تو مشہور ہوگیا کہ عثمان کو قریش نے شہید کر ڈالا اُسوقت پیغمبر خدا نے ارشاد کیا کہ اب بدون لڑائی اور قتل کفار کے ہم مراجعت نہیں کرینگے۔ یہ فرماکر حکم بیعت کا دیا (ابوالفدا و حبیب السیر) +

[1] ابن اثیر۔ صاحب ازالۃ الخفاء و صاحب مدارج النبوۃ اور صاحب معارج وغیرہ نے لکھا ہے کہ عروہ نے اثنائے گفتگو میں کہا کہ آپ ان چند اوباشوں کے گرد جمع ہیں جو کہ آپکے گرد و پیش ہیں اگر آپنے ایک دفعہ جنگ کی تو میں اُن لوگوں کے منہ دیکھ رہا ہوں جو لڑائی کے وقت بھاگ جائینگے اور آپ کو تنہا چھوڑ دینگے۔ حضرت ابوبکر نے یہ کلام سنکر عروہ کو گالی دی اور اُسکے بتوں کی اہانت کی اور کہا چل نامرد ہمارا راستہ لے کیا تو یہ خیال کرتا ہے کہ ہم لڑائی کے وقت بھاگ جائینگے اور آپ کو تنہا چھوڑ جائینگے۔ عروہ نے پوچھا یہ کون ہیں کہا ابوبکر صدیق۔ عروہ نے کہا اگر آپ کا مجھپر کوئی احسان نہ ہوتا اور میں نے آپ کو اُسکا بدلہ دیدیا ہوتا تو میں آپ کو اسکا ضرور جواب دیتا اور اسکی سزا دیتا۔ صاحب مدارج لکھتے ہیں کہ ایام [illegible] احسان کیا تھا جسکا بدلہ اُسنے ابتک نہیں اُتارا تھا +

بروایت ابن اثیر وغیرہ یہ بیعت جسکو بیعت الرضوان کہتے ہیں ایک کیکر کے درخت کے نیچے اسبات پر ہوئی کہ تمام صحابہ نے اقرار کیا کہ ہم اپنی جان دینگے کفار کو ماریں گے خود مرجائیں گے مگر اس مقام سے ہرگز نہ ٹلیں گے۔ جابر نے کہا ہے کہ ہمنے یہ بیعت صرف اسواسطے کی تہی کہ بہاگیں گے نہیں اور کبہی لڑائی سے منہ نہ موڑیں گے۔ بموجب ارشاد پیغمبر خدا کو سب لوگوں نے حضرت سے سوائے جد بن قیس کے کہ وہ اپنی اونٹنی کے نیچے چہپ رہا تہا سامنے نہیں ہوا تھا بیعت مرنیکی کی اور بیعت کرنیوالے اصحاب شجرہ کے نام سے مشہور ہیں انکی تعداد طبری نے ۱۴ سو یا ۱۵ ۲ لکہی ہے اکثر نے ۱۴ سو کی روایت لکھی ہو (حبیب السیر) اس بیعت میں چونکہ حضرت عثمان حاضر نہ تہے اسلئے حضرت نے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مار کر اُنکی طرف سے بہی بیعت کر لی تہی۔ جب صحابہ مرنے پر تیار ہوگئے۔ اُسوقت یہ خبر آئی کہ عثمانؓ مقتول نہیں ہوئے بلکہ قریش نے قید کر رکھا ہو (ابوالفدا) + اسی اثنا میں سہیل بن عمرو کو قریش نے صلح کے واسطے رسول صلعم کی خدمت میں بہیجا اور عثمان بہی سہیل کے ساتھ آئے۔ حضرت نے مان لیا اور صلح ہوگئی۔ اُسوقت حضرت عمر بن خطاب نے عرض کی کہ یا رسول اللہ کیا آپ خدا کے رسول نہیں ہیں یا ہم لوگ مسلمان نہیں ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ کسطرح۔ حضرت عمر نے عرض کی کہ آپ دین اسلام کی کیوں عزت کھوتے ہیں ان لوگوں سے لڑنا ہی مناسب ہے۔ رسول اللہ صلعم نے ارشاد کیا کہ میں ایک بندہ خدا کا ہوں اور رسول اُسکا ہوں میں ہرگز اُسکے حکم کی مخالفت نہیں کرسکتا۔ مگر اتنا جانتا ہوں کہ وہ مجھکو تباہ اور ضایع نکریگا۔ بعد ازاں حضرت علی کو ارشاد کیا کہ اے علی ایک صلح نامہ تحریر کرو اس طور پر کہ اول میں اُسکے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھو۔ سہیل نے کہا کہ ہم یہ نہیں جانتے بسمک اللہم لکھو جو قریش لکھتے ہیں۔ آپنے ارشاد کیا کہ اچھا یہی لکھو۔ جب یہ لکھہ چکے اُسوقت فرمایا کہ اے علی یہ لکھو کہ یہ صلحنامہ ہے جو محمد رسول اللہ نے قریش سے کیا۔ سہیل نے کہا کہ اگر ہم آپ کو رسول جانتے تو آپ سے لڑتے ہی کیوں۔ آپ اپنا اور اپنے باپ کا نام لکھیئے[۱] حضرت نے یہ بہی منظور کیا (ابوالفدا) اور بروایت صاحب تذکرۃ الکرام و حبیب السیر حضرت علی سے فرمایا کہ لفظ رسول اللہ کو محو کرکے محمد بن عبد اللہ لکھدو۔ حضرت علی نے (بلحاظ ادب) فرمایا کہ یہ کام ہمسے نہیں ہوسکتا کہ وصف رسالت کو محو کردیں[۲] اُسپر حضور صلعم نے خود محو کر دیا۔ اور اُسکی جگہ محمد بن عبد اللہ لکھوا دیا۔ معارج النبوۃ و شواہد النبوۃ و مدارج و تاریخ الخمیس و تاریخ الکامل حبیب السیر و روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ اسکے بعد آنحضرت نے فرمایا کہ اے علی تمکو بہی ایک وقت ایسا ہی دن پیش آنیوالا ہو چنانچہ جب جنگ صفین کے بعد صلحنامہ لکھنے لگے کہ یہ عہدنامہ ہے امیر المومنین علی کا معاویہ بن ابوسفیان کے ساتھ تو معاویہ کی طرف سے عمرو عاص نے کہا کہ لفظ امیر المومنین کو محو کرو اور اُسکے بدلے علی ابن ابیطالب لکھو۔ حضرت علی نے فرمایا کہ سچ کہا تہا رسول اللہ صلعم نے اور عمرو عاص کے کہنے کے بموجب منظور کیا۔ بعد اسکے صلحنامہ حدیبیہ میں یہ شرایط لکھی گئیں:۔

(۱) دس برس صلح کی میعاد رہے گی۔ اس اثنا میں ایک فریق دوسرے کی جان یا مال سے تعرض نہ کریگا (۲) جو لوگ

---

[۱] صاحب تذکرۃ الکرام لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے سبکا ہاتھ ایک ایک کرکے پکڑا اور اسیطرح بیعت لی۔ حضرات صوفیہ میں اسی بیعت کی بنیاد ہے۔ حضرات صوفیہ کی اصل اصحاب صفہ ہیں جو ۔۔ آدمی مجرد محض تہے۔ سوائے یاد الٰہی اور جہاد اسلام کے اُنکو دوسرا کام نہ تھا۔ انکی اہل وعیال نہ تہے اور انکا کہانا کپڑا حضور صلعم کے متعلق تھا۔ اور ایک مکان میں رہتے تہے جسکو صفہ کہتے تہے۔ یہیں سے خانقاہ کی اصل ہے۔

[۲] انسان ٹکلو پیڈیا برٹینیکا میں لکھا ہو کہ سہیل بن عمرو وغیرہ وکلاء قریش جسوقت عہدنامہ میں رسول کو رسول لکھنے سے انکار کر رہے تہے سعد بن عبادہ اور اسید بن حضیر نے اُسکا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا یا تو رسول لکھو یا تلوار فیصلہ کریگی (الکرام)۔ [۳] عبد الحق محدث دہلوی مدارج النبوۃ میں لکھتے ہیں کہ یہ کہکر علی ہاتھ قبضۂ شمشیر پر لگیئے اور امتناع کرتا ہے لفظ رسول اللہ کے محو کرنے سے ترک امتثال سے نہ تہا کہ یہ بات مستلزم

ہم عہد فریقین کے ہونگے وہ بھی اس معاہدہ میں شامل سمجھے جائیں گے (۳) اس سال اہل اسلام عمرہ نہیں کرنے پائیں گے (۴) مسلمان سال آیندہ سے عمرہ کر سکتے ہیں (۵) جب مسلمان عمرہ کے واسطے آویں کوئی ہتیار سوا تلوار کے نہ لاویں کہ وہ بھی میان میں ہو (۶) تین روز سے زیادہ حرم میں نہ ٹھیرا کریں (۷) اگر قریش کا کوئی سفرد مسلمان ہو کر اہل اسلام میں چلا جائے تو مسلمان اُسے واپس کر دیں (۸) اگر مسلمانوں کا کوئی فراری مرتد ہو کر قریش میں جا ملے تو وہ واپس نہ کریں (تذکرۃ الکرام وکامل ابن اثیر) معاہدہ لکھا گیا اور اُسپر طرفین کی گواہیاں ہو گئیں + اصحاب رسول اللہ یہ جانتے تہے کہ اسی سال مکہ ضرور فتح ہو گا کیونکہ رسول مقبول نے حج کرنے کا خواب دیکھا تہا - جبکہ اُنہوں نے اسکے خلاف دیکہا کہ صلح ہو گئی اور رسول اللہ نے مراجعت فرمائی تو صحابہ کے دلمیں دغدغہ عظیم لاحق ہوا قریب تہا کہ وہ لوگ ہلاک ہو جائیں یعنی دین سے جاتے رہیں (ابو الفدا وابن اثیر) تذکرۃ الکرام وحبیب السیر میں ہے کہ حضرت عمر نے عرض کی کہ یا رسول اللہ آپ تو فرماتے تہے کہ ہم عمرہ بھی کرینگے حضرت نے فرمایا کہ ہمنے یہ تو نہیں کہا تہا کہ اسی سال کرینگے - روضۃ الصفا میں ہے کہ بعض اہل اسلام کے دل میں شیطان رجیم نے ایسے شبہے ڈالے جو اُنکے صدق ویقین کے مناسب تھے - اور بروایت صاحب روضۃ الاحباب حضرت عمر فرماتے ہیں کہ دغدغہ عظیم اُس روز میری دل میں پیدا ہوا وما شککت فی نبوۃ محمد کشکی یوم الحدیبیہ جیسا شک مجھکو آنحضرت کی نبوت میں صلح حدیبیہ کے دن ہوا اتنا شک مجھے کبھی پہلے نہیں ہوا تہا - پھر وہی سوال وجواب جو اوپر لکھے گئے آنحضرت سے کر کے حضرت عمر فرماتے ہیں میں محزون وملول حضرت کی مجلس سے اُٹھکر حضرت ابو بکر کے پاس آیا - اور اُن سے وہی باتیں کہیں اُنہوں نے بھی وہی جواب دیا - جو آنحضرت نے دیا تہا - اور ایک روایت یہ ہے کہ صدیق نے کہا کہ اے عمر جا اور آنحضرت کی پیروی اختیار کر اور کوئی اعتراض نہ کر کہ وہ فرستادہ خدا ہے جو کچھ کرتا ہے وحی سے کرتا ہے اور وہی کرتا ہے جس میں مصلحت ہوتی ہے

غرض بعد انجام معاہدہ کے حضور صلعم نے حدیبیہ میں ھدی کے ادا کرنیکا حکم دیا اور فرمایا کہ یہیں سے قربانی کر کے اور بال منڈوا کر مدینہ واپس چلو تین مرتبہ حضرت نے ایسا ہی کہا لیکن کسی نے کچھ جواب ندیا اور حکم کی تعمیل نہ کی (عباسی وحبیب السیر ابن اثیر وطبری وروضۃ الاحباب) حضرت کو کمال ملال ہوا - اور ام سلمہ سے اپنے اصحاب کی شکایت کی - ام سلمہ نے رائے دی کہ پہلے آپ اپنا اونٹ قربان کریں اور سر منڈائیں پھر آپ کو دیکہکر وہ بھی ایسا کریں گے - پس حضرت نے اپنا اونٹ قربان کیا تو تمام اصحاب نے بھی ایسا ہی کیا (حبیب السیر) لیکن کمال ملول ومحزون تہے اور نزدیک تہا کہ کثرت غم سے ہلاک ہو جائیں یا ایک دوسرے کو مار کر مر جائیں (روضۃ الاحباب) بعد اسکے حضرت نے مدینہ کی طرف مراجعت کی +

ایک شخص ابو جندل بن سہیل جو مسلمان ہو گیا تہا - حضرت کے ساتھ مدینہ آنا چاہتا تہا - مگر بسبب معاہدہ کے ساتھ نہ لا سکے بلکہ اُسکے باپ کے حوالہ کر دیا گیا - بعد میں ایک شخص ابو بصیر عتبہ بن اُسید جو مکہ میں رہتا تہا خود بخود مسلمان ہو کر مدینہ میں چلا آیا - قریش نے حسب معاہدہ دو شخص اُسکے لانیکے واسطے مدینہ بہیجے - حضرت نے موافق معاہدہ کے اُسے واپس بہیجدیا مگر راہ میں بمقام ذو الحلیفہ ابو بصیر نے موقعہ پا کر اُنمیں سے ایک کو قتل کر ڈالا - اور دوسرا ڈر کر بہاگ گیا - اور ابو بصیر حضور صلعم کے پاس واپس آیا - حضرت نے ابو بصیر کو ڈانٹا اور فرمایا کہ عجب لڑائی لگانیوالا ہے - ابو بصیر سمجہا کہ اگر ٹھیرتا ہوں تو آنحضرت قریش کے حوالہ کر دینگے چپکے سے روانہ ہو گیا - اور سیف البحر کے پاس نواح ذو المروہ میں بمقام عیص ایک جائے امن ڈہونڈہ کر رہنے لگا - جندل بن سہیل بھی مکہ سے آکر اُس سے ملگیا - اسی طرح مکہ میں جو کوئی مسلمان ہوتا اُن سے آملتا - یہانتک کہ اُن لوگوں کی تعداد بروایت ابن اثیر ۷۰ اور بروایت روضۃ الاحباب ۳۰۰ یا ۷۰۰ ہو گئی - اور وہاں سے گذرنے والے کفار قریش کو لوٹتے اور بہت تنگ کرنے لگے - تب کفار قریش نے تنگ ہو کر خود اس شرط کے توڑنے کی درخواست کی اور لکھا کہ آپ ان لوگوں کو

بلالیں - آنحضرت صلعم نے اُن لوگوں کو بلالیا - اور سورہ فتح اسی بارہ میں نازل ہوئی - (ابن اثیر و روضۃ الاحباب) لیکن اسوقت ابو بصیر کا انتقال ہو چکا تھا (روضۃ الاحباب)، علامہ عباسی لکھتے ہیں کہ گویا اس سے مسلمان ہونا قریش کے قومی قانون کا کوئی جرم باقی نہیں رہا - علامہ ابن خلدون و ابن اثیر لکھتے ہیں کہ بعد اسکے ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط ہجرت کر آئی اُسکے لینے کو اُسکا بھائی عمارہ اور ولید آئے مگر اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو واپس کرنے سے منع کر دیا - پس وہ شرط جو عہد نامہ میں لکھی گئی تھی ٹوٹ گئی - پھر اللہ جل جلشانہ نے مسلمانوں پر مشرکین عورتیں حرام کر دیں جس سے اُنکا نکاح ٹوٹ گیا از انجملہ عمر خطاب نے اپنی بیوی قریبہ بنت ابی اُمیہ اور ام کلثوم بنت عمرو بن جرول خزاعی کو جو مشرکہ تھیں طلاق دیدی پہلی نے معاویہ بن ابی سفیان سے اور دوسرے نے ابوجہم بن حذیفہ بن غانم سے نکاح کر لیا (ابن اثیر) ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط جو اپنے شوہر عمرو عاص کے پاس سے بھاگ کر مدینہ میں آئی تھی - مسلمان ہو کر حضرت عمر بن خطاب کے نکاح میں آئی (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۳۵)

صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ منزل صہبا میں اور نیز علامہ عباسی لکھتے ہیں کہ حدیبیہ سے پھرتے ہوئے راہ میں سورۂ انا فتحنا لک فتحاً مبیناً نازل ہوئی - فتح مبین سے یا تو سال آئندہ میں جنگ خیبر وغیرہ میں کامیاب ہونا مراد ہے یا یہ کہ صلح حدیبیہ سے اسلام کو بہت زیادہ ترقی ہونی مقصود ہے کیونکہ اس صلح کے بعد قریش کے لوگ بے کھٹکے مسلمان ہونے لگے مکہ میں برابر قرآن خوانی ہونے لگی شرایط صلح کے بموجب کفار مزاحمت نہ کر سکتے تھے - ان دو سالوں میں مسلمانوں کی تعداد پہلے سے دو چند سے زیادہ ہو گئی صلح حدیبیہ کے بعد تمام حجاز میں مسلمانوں کی حکومت تو قایم نہیں ہو گئی لیکن اتنا ضرور ہوا کہ اللہ کا نام لینا اور محمدؐ کو رسول کہنا کوئی جرم نہ رہا - ہر شخص اطمینان کے ساتھ علانیہ ارکان اسلام ادا کرتا تھا اور دوسروں کو مسلمان ہونیکی ترغیب دیتا تھا" علامہ ابن خلدون زہری سے روایت کرتے ہیں کہ اس صلح سے پہلے کوئی مسلمان کفار قریش سے مل جُل نہ سکتا تھا - اس صلح سے ایک دوسرے سے ملنے لگے - امن ہو گیا کوئی کسی کے اسلام سے معترض نہ ہوتا تھا نہ کوئی اسلام کی بُرائی کرتا تھا -

(۷۴) ۶ سنہ ہجری کے مختلف واقعات (۱) بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ شراب صلح حدیبیہ میں ۶ سنہ ہجری میں حرام ہوئی ہے لیکن اکثر نے ۴ سنہ ہجری میں واقعہ بنی نضیر میں حرام ہونا صحیح سمجھا ہے - اگرچہ آیہ تحریم خمر ۸ سنہ میں فتح مکہ سے پہلے نازل ہوئی - تاریخ الخمیس (۲) ام رومان والدہ عایشہ نے وفات پائی (۳) رسول اللہ صلعم نے ام حبیبہ سے نکاح کیا اور زفاف ۷ سنہ ہجری میں واقع ہوا (۴) حکم ظہار اسی سال نازل ہوا -

۷ سنہ ہجری مطابق ۶۲۸ سنہ عیسوی

(۷۵) شاہان اطراف کے نام خطوط جب حجاز میں ایک گونہ اسلام کی بنیاد قایم ہو گئی - تو آنحضرت کو دوسرے ملکوں میں دعوت اسلام کی فکر ہوئی چنانچہ حدیبیہ سے واپس آکر ۷ سنہ کے آغاز تک آنحضرت مدینہ ہی میں مقیم رہے - اور آخر ۶ سنہ میں گرد و نواح کے بادشاہوں کے پاس آپ نے دعوت اسلام کے خطوط روانہ کرنیکا ارادہ کیا - لیکن جب معلوم ہوا کہ وہ لوگ بغیر مہر کے کسی خط کو قبول نہیں کرتے تو محرم ۷ سنہ میں آنحضرت نے ایک مہر تیار کرائی - جس پر محمد رسول اللہ کندہ تھا - اور نجاشی - قیصر اور کسریٰ وغیرہ کے پاس دعوت اسلام کے خطوط قاصدوں کے ہاتھ سربمہر روانہ فرمائے -

(۱) نجاشی اصحمہ بادشاہ حبش کے پاس عمرو بن اُمیہ ضمری کو روانہ کیا گیا - دو خط بھیجے گئے ایک دعوت اسلام میں ایک جعفر اور اُن مسلمانوں کی طلبی میں جو بسبب بے سروسامانی کے آنہ سکتے تھے - نجاشی آنحضرت کا نامہ دیکھکر تخت سے اُتر پڑا بوسہ دیکر آنکھوں سے لگایا اور پڑھتے ہی کلمہ طیبہ زبان پر جاری کیا اور جعفر اور دیگر مہاجرین کو مدینہ کی طرف روانہ کر دیا اور وہ فتح خیبر کے وقت مدینہ پہنچے - انہیں میں ام حبیبہ بنت ابوسفیان بھی تھی جسکا شوہر عبید اللہ بن جحش حبش میں

عیسائی ہوکر مرگیا تھا۔ رسول اللہ کی فرمائش تھی نجاشی نے ام حبیبہ کا نکاح آنحضرت سے پڑھوا دیا اسکے بعد نجاشی نے اپنے
بیٹے کو آنحضرت کی خدمت میں روانہ کیا۔ لیکن وہ کشتی ڈوبنے سے غرقاب ہوگیا (ابن خلدون) اصحمہ نے ۹ھ ہجری میں انتقال کیا
آنحضرت کو خبر پہنچی تو اُسکی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔ (۲) قیصر ہرقل بادشاہ روم و شام کے پاس دحیہ بن خلیفہ کلبی روانہ
کئے گئے ہرقل کے نام کا خط لیکر قاصد بصریٰ میں گیا کہ حاکم بصریٰ کی وساطت سے قیصر کے پاس جائے۔ حاکم بصریٰ یعنی حارث
ملک غسان حمص گیا ہوا تھا جو قیصر کا پایہ تخت تھا مگر قیصر اُسوقت بیت المقدس کو روانہ ہوگیا تھا۔ غرض قاصد حمص میں
آیا اور والی بصریٰ کی وساطت سے قیصر سے ملا۔ قیصر نے تعظیم کے ساتھ آنحضرت کے خط کا ترجمہ سُنا اور اُسکا دل اسلام کی طرف
مائل ہوا۔ مگر ارکان دولت کے خوف سے جو نصرانی تھے اسلام ظاہر نہ کرسکا اور ایک روایت میں یہ ہے کہ ہرقل فارس پر فتح پانے
کی خوشی میں قسطنطنیہ سے بیت المقدس میں آتا تھا۔ کہ راستہ میں بمقام حمص دحیہ نے نامۂ رسول پہنچایا۔ (۳) نوشیروان کے
پوتے کسریٰ پرویز بادشاہ ایران کے پاس عبداللہ بن حذافہ سہمی روانہ کئے گئے۔ خسرو پرویز بن ہرمز بن نوشیروان اُس
خط میں آنحضرت کا نام اپنے نام سے پہلے دیکھکر نہایت غصہ ہوا۔ اور نامہ مبارک کو پارہ پارہ کردیا۔ ایلچی واپس آیا۔ حضرت کو یہ
خبر معلوم ہوئی تو فرمایا خدا اسیطرح اسکی سلطنت کو پارہ پارہ کریگا اسکے بعد خسرو پرویز نے اپنے یمن کے گورنر باذان کو لکھا میں نے سنا ہے کہ
عرب کی قوم قریش میں ایک دیوانہ پیدا ہوا ہے جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اُسے گرفتار کرکے میرے پاس بھیجدے باذان
نے دو شخص ایک نامہ دیکر آنحضرت کے پاس روانہ کئے ان دونوں نے مدینہ میں آکر نامہ دیا اُسمیں لکھا تھا کہ تم جلد ان دونو
ساتھ اپنے تئیں کسریٰ تک پہنچاؤ ورنہ تمکو وہ ہلاک کرڈالیگا۔ آنحضرت نے فرمایا آج ٹھیرو کل جواب ملیگا۔ دوسرے دن جب
وہ آئے تو حضرت نے فرمایا کس کے پاس جاؤں۔ جس نے بلایا تھا وہ تو کل رات کو مارا گیا اُسکے بیٹے شیرویہ نے اُسکا پیٹ چاک کر
ڈالا۔ جاؤ باذان سے یہ حال کہو اور یہ بھی کہنا کہ ہمارا دین جلد ایران میں پھیلا چاہتا ہے۔ تو اگر مسلمان ہوجائیگا تو جو کچھ
تیرے قبضہ میں ہے بحال رہیگا ادہر قاصد واپس آئے اُدہر مدائن سے شیرویہ نے باذان کو لکھا کہ خسرو کو میں نے مار ڈالا وہ ظالم
تھا میں تخت پر بیٹھا ہوں۔ لوگوں سے میرے لئے بیعت لے اور جبتک ہمارا حکم نہ آئے اُس شخص سے کچھ نہ بولنا جس نے
نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ یہ خبر سُنکر باذان اور بہت سے لوگ یمن اور ایران کے مسلمان ہوگئے۔ (۴) اسوقت مصر کا دارالحکومت
اسکندریہ تھا۔ یہاں ہرقل قیصر روم کی طرف سے جریج بن مینا قبطی جسکا لقب مقوقس تھا گورنری کرتا تھا مگر ایران اور روم
کے درمیان لڑائی سے جو ہلچل مچی تھی مقوقس آزادی سے مصر پر حکمرانی کرتا تھا مقوقس کے پاس حاطب بن ابی بلتعہ نامہ لیکر بھیجے گئے۔ مقوقس نے قاصد کے
ساتھ بہت اچھا سلوک کیا۔ نامہ کو تعظیم اور احترام سے مطالعہ کیا۔ اسلام تو نہیں لایا مگر بہت سے تحفے آنحضرت کیواسطے
بھیجے منجملہ اُنکے دو کنیزیں تھیں جن میں سے ایک ماریہ قبطیہ تھیں جو حضرت کے حرم محترم میں داخل ہوئیں اور جن سے
ابراہیم پیدا ہوئے اور دوسرے ماریہ کی بہن سیرین جو حضرت نے حسان بن ثابت کو عطا کی۔ جس سے عبدالرحمن
بن ثابت پیدا ہوا۔ اور ایک خچر سفید جسکا نام دلدل تھا جو آنحضرت کے بعد حضرت علی اور اُنکے بعد حضرت امام حسین کی
سواری میں تا زمانہ معاویہ رہا[1] اور ایک تیز دراز گوش جسکا نام یعفور تھا۔ اور ایک خواجہ سرا مابور نام جو ماریہ کے چچا کا بیٹا تھا

---

[1] روم اور ایران میں کئی صدی سے ملک کی خاطر لڑائی ہورہی تھی جو وقتاً فوقتاً تازی ہوجاتی تھی۔ اسوقت بھی کئی سال سے اُنمیں جنگ ہورہی تھی اور
دونوں کی لڑائی سے تمام ایشیا و کوچک پامال ہورہا تھا۔ ایک دفعہ خسرو نے تین فوجوں سے فلسطین قبدوسیہ (کپادوشیہ) آرمینیہ اور کئی اور جزائر اور خیز سے شاہ
روم سے چھین لئے تھے اور بیت المقدس پر قابض ہوکر صلیب مقدس کو ایران لیگیا تھا اور افریقیہ پر حملہ کرکے مصر اور لیبیا کو فتح کرکے اپنی سلطنت کا تھیج تک وسیع کرلی تھی
[2] یہ واقعہ جمادی الاول یا جمادی الآخر ۷ھ ہجری کی ۱۰ تاریخ کا ہے۔ پھر شیرویہ نے ۸ مہینے سلطنت کی اور ۲۲ سال کی عمر میں مرگیا ۲۸ مگر صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ
دلدل امام حسنؑ کی سواری میں رہا تھا۔ تاریخ الخمیس میں ہے کہ اسوقت تک سوائے دلدل کے اور کوئی خچر عرب میں نہ تھا۔ یہانتک کہ آن حضرت کی سواری میں ہلاک ہوگیا۔

یہ ماریہ کے پاس آتا جاتا تہا اور لوگوں کو معلوم نہ تہا کہ یہ خصّی ہی لوگوں نے اس بات کا چرچا کیا آنحضرت کو بُرا معلوم ہوا اور علی سے کہا کہ اُسے جاکر قتل کر ڈالو۔ علیؓ نے کہا کہ قتل ہی کر ڈالوں یا اپنی راے پر عمل کروں حضرت نے فرمایا اپنی رای پر عمل کرنا۔ پس جب مابور نے علیؓ کو اور ننگی تلوار کو دیکہا تو دکہا دیا کہ اُسکا عضو تناسل نہیں ہے علیؓ نے چہوڑ دیا اور نبی صلعم سے کیفیت بیان کی حضرت نے فرمایا کہ شاہد وہ بات دیکہتا ہے جو غائب نہیں دیکہتا۔ ماریہ گوری اور خوبصورت تہیں اور حضرت اُنکو بہت پسند کرتے تہے۔ ورازگوش حجۃ الوداع سے واپسی وقت مرگیا اور مقوقس نے عہد خلافت جناب عمرؓ میں نصرانی حالت میں انتقال کیا (حبیب السیر) (۵) حارث بن ابی شمر غسانی والی دمشق کے پاس شجاع بن وہب نامہ لیکر پہنچے۔ حارث نے نامہ کو پڑھکر پہینکدیا اور قاصد ناکام واپس آیا۔ صرف حارث کے دربان کو اپنے فیضان صحبت سے مسلمان کرتا آیا۔ حارث کا ۸ھ میں انتقال ہوگیا اور اُسکی جگہ جبلہ بن الایہم جو بنی غسان کا آخر بادشاہ ہے حکمران ہوا جب شام فتح ہوا اور عمرؓ شام کو گئے تو بمقام جابیہ جبلہ سے ملاقات ہوئی اور اُسنے اسلام قبول کیا۔ ایک دن جبلہ نے بنی مزینہ کے ایک شخص کی آنکہہ پر گہونسا مارا وہ شخص حضرت عمرؓ کے پاس فریاد لایا حضرت عمرؓ نے فرمایا تو بہی اُسکی آنکہہ پر گہونسا مار۔ جبلہ نے کہا کیا میری اور اُسکی آنکہہ برابر ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا بیشک۔ پس جبلہ ناراض ہوکر عموریہ میں چلا گیا اور وہیں ارتداد کی حالت میں فوت ہوگیا (تاریخ الخمیس) اور مشہور روایت یہ ہی کہ رسول اللہ صلعم نے سنہ ۶ھ میں جبلہ بن ایہم آخری بادشاہ غسان کے پاس دعوت اسلام کا خط بہیجا تہا اور اُس نے اسلام قبول کرلیا تہا اور وہ اسلام پر ثابت تھا یہانتک کہ حضرت عمر کے عہد خلافت میں حج کو آیا جب طواف کر رہا تھا تو بنی فزارہ کے ایک شخص کے پانوں سے اُسکی ازار کھل گئی جبلہ نے اُسکے ایک گھونسہ مارا جس سے اُس فزاری کی ناک اور دو دانت ٹوٹ گئے وہ حضرت عمرؓ کے پاس فریاد لایا۔ حضرت عمرؓ نے جبلہ کو طلب کیا اور کہا یا تو اس سے معافی مانگ یا قصاص دے جبلہ نے کہا کہ میں بادشاہ ہوں اور وہ بازاری مجہہ سے اُسے قصاص دلواتے ہو حضرت عمرؓ نے فرمایا اسلام میں دونو برابر ہیں اور تمہیں اُس پر کوئی فضیلت نہیں ہے مگر تقوی سے۔ جبلہ نے کہا اگر اس دین میں میں اور یہ شخص دونوں برابر ہیں تو میں عیسائی ہوجاتا ہوں۔ فرمایا عیسائی ہوجائیگا تو تیری گردن ماردونگا۔ جبلہ نے کہا اچہا ایک رات کی مہلت دیجئے میں سوچ لوں۔ پس رات ہوئی تو سوار ہوکر اپنے بنی عم میں چلا گیا اور قسطنطنیہ کیطرف بہاگ گیا اور وہیں عیسائی ہوکر ارتداد کی حالت میں مرگیا (خمیس) (۶) یمامہ کے والی ہوذہ بن علی حنفی نصرانی کے پاس سلیط بن عمرو نامہ لیکر پہنچے۔ اُس نے نامہ پڑھا جواب میں لکہا کہ آپ کی ہدایت کا طریقہ بہت اچہا ہے میں آپکا ہمزبان ہونے کو تیار ہوں لیکن میں مرد شاعر اور فصیح و بلیغ ہوں مجہے آپ نبوت میں اپنا شریک کریں یا کچہہ ملک مجہے دیدیں میں زبان سے آپ کو بہت مدد پہنچا سکونگا۔ حضرت نے فرمایا کہ میں تو اُسکو ایک زمین پر گری ہوئی کہجور بہی ندونگا۔ غرض ہوذہ تو تہوڑے دنوں بعد اپنے نصرانی مذہب پر فوت ہوگیا۔ لیکن سنہ ۱۱ھ میں مسیلمہ کذاب نے یہیں سے دعوی نبوت پیش کیا۔ جسکا ذکر آگے آئے گا۔ **نوٹ (۱)** (۱) علاوہ انکے فتح مکہ سے پہلے ۸ھ میں علاء بن الحضرمی کو والی بحرین منذر بن ساوی عبدی کے پاس بہیجا گیا۔ انکے جانے سے بحرین کے سب عرب مسلمان ہوگئے۔

(۲) علامہ ابن خلدون لکہتے ہیں کہ ۸ھ میں جیفر بن جلندی والی عمان کے پاس عمرو بن العاصی کو روانہ کیا گیا تھا۔

نوٹ (۲) مکہ میں تو ۱۳ برس تک حضرت کا بعد بعثت قیام رہا۔ اس عرصہ میں اسلام کو کوئی رونق نہیں ہوئی لیکن مدینہ کی ہجرت کے بعد ہی سے اُسکی حالت بالکل دوسری ہوگئی اور چہہ ہی سال میں ایران شام اور مصر تک ایک دہوم مچگئی۔ صلح حدیبیہ میں ایک مصلحت یہ بہی تہی کہ اسلام کو دور دور پہیلانیکی کوشش کرنی چاہیئے۔ آپسمیں لڑ جھگڑ کر قوت زائل کو دنیا بے سود ہے۔

(۵) صاحب مدارج لکہتے ہیں کہ حارث کے بعد جبلہ بادشاہ ہوا ہی اور حارث کا ۸ھ میں انتقال ہوا تو جبلہ کو ۸ھ میں خط بہیجا گیا ہوگا

(۷۶) جنگ خیبر[1] صفر سنہ ۷ھ

اہل خیبر جنہیں وہ تمام یہودی بہی جا ملے تھے جو مدینہ اور اُسکے نواح سے جلاوطن کئے گئے تھے ہمیشہ مسلمانوں سے لڑنیکی تیاریاں کرتے تہے اور اُنہوں نے بنی اسد اور بنی غطفان کو اپنا حلیف (ہم عہد) کرلیا تہا۔ خیبر کے یہودی اپنی بہادری اور شجاعت میں تو مشہور تہے ہی مگر زیادہ تر اُن قلعوں کی مضبوطی پر جو شمار میں پانچ یا سات یا دس تہے اُنکو بڑا گھمنڈ تہا جب اُن لوگوں کی آمادگی جنگ نے بہت شہرت پائی تو رسول اللہ صلعم نے اس فساد کے مٹانیکا ارادہ کیا اور ماہ محرم میں ۱۴۰۰ سو پیدل اور ۲ سو سوار کے ساتھ خیبر پر چڑہائی کی[2]۔ مخالفین کی تعداد صاحب روضۃ الاحباب[3] مدارج نے دس ہزار زرہ پوش مرد جنگی لکہی ہے + اس لڑائی میں جو ناموری علی مرتضی کو حاصل ہوئی وہ پہلے غزوات سے بہت بڑھ چڑھکر ہے کیفیت اسکی یہ ہے کہ جب لشکر اسلام خیبر میں پہنچا تو باشندگان خیبر اپنے قلعوں کی مضبوطی پر نازاں ہوکر اپنے اپنے قلعہ میں پناہ گیر ہوئے ایکماہ تک اُن سے برابر لڑائی ہوتی رہی اس عرصہ میں اور سب قلعے تو فتح ہوگئے مگر قلعہ قموص جسکو بعض مورخین نے غموص بہی لکھا ہے۔ فتح نہ ہوتا تہا۔ صاحب تاریخ الخمیس و مدارج و معارج و روضۃ الصفا و روضۃ الاحباب اور صاحب حبیب السیر وغیرہ لکھتے ہیں کہ اول آپ نے حضرت عمرؓ کو اپنا علم دیکر سردار لشکر بناکر اس قلعہ پر بہیجا۔ مگر باوجود سخت مقابلہ کے بغیر فتح کے واپس آئے پھر حضرت ابوبکر کو روانہ کیا بڑی لڑائی ہوئی مگر بلا فتح واپس آئے تیسرے دن پہر حضرت عمرؓ بہیجے گئے مگر ناکام پھرے۔ اُن دونوں آنحضرت درد شقیقہ میں مبتلا تھے جب قموص کسی طرح فتح نہوا۔ اور بروایت طبری[4] سیرۃ محمدیہ آنحضرت کے سامنے آکر حضرت عمر کی ہمراہی فوج حضرت عمر پر نامردی کا الزام لگانے لگی اور حضرت عمر اُنپر۔ تو آنحضرت نے فرمایا کہ کل ایسے شخص کو یہ علم دونگا کہ وہ خدا اور رسول کو دوست رکہتا ہے اور خدا اور رسول اُسکو دوست رکہتے ہیں وہ شخص بار بار دشمن پر حملہ کرنے والا اور نہ بہاگنے والا ہے اور خدا تعالی اُسکے ہاتھ پر اس قلعہ کو فتح کریگا۔ جن قریشیوں کے دلوں میں علی کی طرف سے کچہہ خیال تہا اُنکا گمان تہا کہ اس سے علی تو ہرگز مراد نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ اُنکی آنکہیں ایسی سخت دکہتی ہیں کہ اُنہیں کچہہ دکھائی نہیں دیتا ہے۔ یہ بہی تہا کہ علی اسوقت خیبر میں موجود بہی نہ تھے آشوب چشم کی وجہ سے مدینہ میں رہ گئے تہے۔ مگر اتفاق یہ ہوا کہ مفارقت رسول کی برداشت نکرکے اُسی رات کو اُسی حالت میں کہ کچہہ دکھائی نہ دیتا تہا خیبر میں پہنچ گئے (طبری۔ مدارج۔ خمیس۔ روضۃ الاحباب) +

تمام مورخین نے لکھا ہے کہ جب آنحضرت نے حدیث رایت ارشاد فرمائی تو صحابہ نے ساری رات اس فکر میں بسر کردی کہ دیکہئے یہ فضیلت کسکو نصیب ہوتی ہے اور یہ علم کسکو ملتا ہے۔ ہر شخص جو آنحضرت کے ساتھ کچہہ بہی منزلت رکھتا تہا اس سعادت کا آرزو مند تہا۔ تاریخ الخمیس و معارج النبوۃ میں حضرت عمر بن خطاب سے منقول ہے فرماتے ہیں کہ ہرگز امارت کو میں نے دوست نہیں رکہا مگر اُس روز۔ وہ رات صحابہ کو مارے اشتیاق کے کمال بیچینی میں گزری۔ مگر علی یہی کہتے تھے کہ بارالہا جس چیز کو تو منع کرے کوئی دے نہیں سکتا اور جس چیز کو تو دے اُس سے کوئی روک نہیں سکتا۔ (خمیس و مدارج و معارج وغیرہ) خدا خدا کرکے صبح ہوئی۔ بہت سویرے سے صحابہ آنحضرت کے سامنے آ کھڑے ہوئے ہر ایک اپنے کو دکھاتا اور جتاتا تہا۔ سعد بن ابی وقاص نے تو غضب ہی کیا۔ رسول اللہ صلعم کی خدمت میں پہنچکر دو زانو کے بل دھم سے

---

[1] خیبر مدینہ سے شام کی طرف ۴ یا ۵ دن کی راہ پر ۸۰ یا ۹۶ میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑی پر واقع تہا۔ عربی مورخین نے مدینہ و خیبر کا فاصلہ لکھا ہے ۸ برید (ایک برید ۴ فرسخ کا ہوتا ہے فرسخ ۳ میل کا میل ۴ ہزار خطوہ کا خطوہ ۳ قدم کا۔ (تاریخ الخمیس بہ سند منتہی الخفاء) اکثر محققین نے میل دو ہزار گز کا لکہا ہے۔ کنانہ بن الربیع بن ابی الحقیق خیبر کا حاکم تہا جو حی بن اخطب کا داماد اور صفیہ کا شوہر تہا جو بعد فتح خیبر آنحضرت کی زوجیت سے مشرف ہوئیں [2] اس غزوہ میں ام سلمہ حضرت کے ساتھ تہیں سیرۃ المحمدیہ [3] بخاری مسلم۔ احمد بن حنبل نسائی۔ ترمذی۔ طبری۔ ابن اثیر۔ ابوالفدا۔ فتوحات واقدی۔ روضۃ الصفا۔ حبیب السیر مدارج۔ معارج۔ روضۃ الاحباب [4] مدارج و خمیس و حبیب السیر [5] اور بعض روایت میں ہے کہ آنحضرت نے بحکم خدا نادعلی پڑہی اور اُسیوقت علی آموجود ہوگئے

گر پڑے اور پھر کھڑے ہو گئے۔ کہ رسول کسیطرح بھی متوجہ ہوں اور اپنا بڑا وعدہ شاید ہمارے ساتھ پورا کریں۔ مگر اُنکا یہ خیال
ٹھیک نہ تھا۔ کیونکہ رسول ہر شخص کی طبیعت اور قابلیتوں سے خوب واقف تھے اور کسیکو بھولنے والے نہ تھے +

اب حال یہ ہے کہ تمام صحابی صف باندھے ہوئے علم ملنے کی اُمید میں رسول اللہ صلعم کے سامنے کھڑے ہیں مگر رسول
کسیکی طرف مخاطب نہیں ہوتے۔ اور پوچھتے ہیں علی کہاں ہیں؟ اس سوال پر ہر طرف سے شور ہوتا ہے کہ اُنکی تو ایسی
آنکھیں دکھتی ہیں کہ کچھ بھی نہیں دکھائی دیتا۔ فرمایا بلاؤ تو۔ سلمہ بن اکوع گئے اور علی کا ہاتھ پکڑے ہوئے آنحضرت کی
خدمت میں حاضر کیا۔ پوچھا کیا حال ہے عرض کی یا رسول اللہ آنکھیں بہت دکھتی ہیں۔ رسول اللہ صلعم نے علی کا سر گود
میں رکھکر اپنا لعاب دہن آنکھوں میں لگا دیا فوراً اچھی ہو گئیں۔ گویا دکھی ہی نہ تھیں پھر اسکے بعد بھی حضرت علی کی آنکھیں
کبھی نہ دکھیں [1]۔ اسکے بعد علم جس پر سبکی نظر تھی علی کو عطا کیا۔ اور خود علی کو مسلح کرکے قلعہ پر روانہ کیا۔ علم لیکر علی نے پوچھا
یا رسول اللہ کبتک لڑوں فرمایا جبتک وہ وحدانیت خدا کا اقرار نکریں۔ اے علی اگر تیری بدولت ایک شخص کی بھی ہدایت
ہو تو تیرے سرخ اونٹوں کی خیرات سے بہتر ہے۔ مدارج و تاریخ الخمیس و روضۃ الصفا و حبیب السیر وغیرہ میں لکھا ہے کہ حضرت
علی نے وہ علم حصار قموص کے نیچے ایک پتھروں کے تودہ پر جو وہاں تھا قایم فرمایا۔ ایک شخص احبار یہود سے اُس حصار کے اوپر
کھڑا تھا دیکھکر بولا اے صاحب علم تو کون ہے اور تیرا نام کیا ہے فرمایا حیدر [2] میرا ہی نام ہے۔ یہ سنکر وہ یہودی اپنی قوم
سے بولا کہ قسم توریت کی اب تم مغلوب ہوئے اور یہ جوانمرد فتح کئے بغیر یہاں سے نہیں پھریگا۔ صاحب مدارج ظاہری سبب
اسکا یہ لکھتے ہیں کہ وہ یہودی صفات علی مرتضٰے سے واقف تھا اور شجاعت اُس شجاع بے مثل کی اور اوصاف اُسکے
توریت میں پڑھے تھے اور وصف سرور عالم اور اصحاب خاص کے کتب سلف میں مذکور اور مسطور تھے +

اُس روز اول جو شخص جنگ کے واسطے قلعہ سے باہر نکلا وہ مرحب کا بھائی حارث یہودی تھا کہ نیزہ اُسکا تین [3] من کا تھا۔
اہل اسلام سے اُسنے کئی شخصوں کو شہید کیا۔ یہ دیکھکر حضرت علی اُسکے مقابلہ کو گئے اور اُسے قتل کیا۔ اسپر اُسکا بھائی مرحب
غصہ میں آگ بگولا ہو کر آیا یہ شخص نہایت تنومند بلند بالا تھا اور شجاعت اور مبارزت میں اُس گروہ کے پہلوانوں میں
کوئی اُسکا ثانی اور ہمتا نہ تھا۔ اُس روز دو زرہیں پہنے ہوئے تھا دو تلواریں حمائل کئے ہوئے تھا۔ دو پگڑیاں سر پر
سجکر ایک خود آہنی اور اُسکے اوپر ایک پتھر سوراخ کرکے رکھا تھا۔ اُسکا نیزہ تین من کا تھا۔ رجز پڑھتا ہوا میدان میں
آیا۔ حضرت علی نے بھی اُسکے مقابلہ میں رجز پڑھا جسکا ایک شعر یہ ہے ؎ انا الذی سمتنی امّی حیدرہ۔
ضرغام آجام ولیث قسورہ + (میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر یعنے اسد رکھا ہے یعنے جھاڑیوں
کا شیر اور زبردست شیر ببر) اس موقعہ پر صاحب تاریخ الخمیس لکھتے ہیں کہ شروع میں حضرت علی کی والدہ نے حضرت علی کا
نام (اپنے باپ کے نام پر) اسد رکھا تھا۔ اور مرحب نے [4] خواب میں دیکھا تھا کہ شیر اُسے پھاڑ رہا ہے۔ پس شاید اللہ تعالیٰ نے
علی کو مرحب کے خواب سے اطلاع دیدی تھی۔ اور اس رجز میں علی نے مرحب کو اُسکا خواب یاد دلایا تھا تاکہ اُسکے دل میں
خوف اور ہیبت بیٹھ جائے اور ہتیار چلانے کی ہمت نہ رہے۔ ارونگ کے موافق مرحب نے آتے ہی اپنے تیں بہادر کہہ

---

[1] بخاری۔ مسلم۔ ازالۃ الخفا۔ کامل۔ خمیس۔ مدارج۔ المرتضیٰ [2] ارونگ لکھتا ہے (دیکھو سکیچ ز آف محمد) علی میانہ قد تھے۔ مگر قوی ہیکل
اور مربع۔ طاقت بہت تھی۔ ہنس مکھ۔ نہایت خوش مزاج گھنی ڈاڑھی۔ مزاج میں محبت بہت۔ نہایت عقلمند۔ مذہب میں سرگرم بالکل
نہ ڈرنے والے بہادر اور اسد اللہ کے لقب سے مشہور تھے [3] من مطلق سے ۴۰ تولہ مراد ہوتی ہے۔ من مکی ۴۰ تولہ کا اور من تبریزی
دو سو تولہ کا ہوتا ہے۔ یہاں شاید من مکی سے مراد ہو +

[4] صاحب سیرۃ المحمدیہ نے لکھا ہے علی کو کشف ہوا تھا +

نیزہ سے حملہ کیا مگر علی نے رد کرکے اُسکے سر پر تلوار کا ایسا ہاتھ مارا کہ ذوالفقار قربوس زین پر جا جمکی - صاحب مدارج لکھتے ہیں کہ جسپر ید اللہ کا غضب کا ہاتھ پڑے وہ دو ٹکڑے کیونکر نہو - مرحب کے مارے جانے سے یہودیوں کا دل ٹوٹ گیا -
مگر لڑائی جاری رہی یہانتک کہ چھہ اور نامی سردار جن میں سے عنتر پہلوان - ربیع بن ابی الحقیق اور یاسر بہت ہی مشہور ہیں علی کے ہاتھ سے مارے گئے (فواتح میبذی) جب یہودیوں کے ایسے ایسے نامی کامی سردار اور پہلوان مارے جاچکے تو اُنکا حوصلہ بالکل پست ہوگیا قلعے کی طرف بھاگے - حضرت علی اُنکے پیچھے مارتے چلے جاتے تھے کہ ایک یہودی نے حضرت کے ہاتھ پر اس زور سے ضرب[1] لگائی کہ سپر دست مبارک سے چھٹکر زمین پر گری دوسرے یہودی نے دوڑ کر وہ سپر اُٹھالی اور بھاگ گیا - حضرت امیر کو غصہ آیا اور ایک حالت عالم قدرت ربانی سے بقوت روحانی وارد ہوئی کہ خندق سے ایک جست کرکے حصار کے دروازہ پر جا پہنچے اور اُس حصار کا دروازہ آہنی قدرت دست ولایت سے اُکھاڑ لیا - اور اُسے اپنی سپر[2] گردانکر جنگ میں مشغول ہوئے - اس موقعہ پر صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں ؎ سپر در زمان قتال و جدال -
بیفتاد از دست شاہ رجال + برآشفت آں شاہ عالی اثر - در قلعہ را کند و کردش سپر + روضۃ الصفا و مدارج میں ہے کہ دروازہ اُکھاڑنے سے قلعہ میں ایسا تزلزل پیدا ہوا کہ صفیہ بنت حی اخطب تخت پر سے گر پڑی اور مُنہ اُسکا مجروح ہوگیا - جابر انصاری کہتے ہیں کہ امیر المومنین نے در خیبر کو ہاتھ میں لیکر یا کندھے پر رکھکر اور بروایت تاریخ الخمیس پشت پر رکھکر خندق کا پل بنا دیا کہ مسلمان اُسپر سے گذر کر داخل قلعہ ہوئے - اور جنگ سے فارغ ہوکر اُس پٹ کو دو بالشت کی مقدار پر تاخت کیا اور پیٹھ کے پیچھے پھینکا کہ اسی[3] بالشت یعنے ۴۰ گز کے فاصلہ پر جا کر پڑا - کہتے ہیں کہ آٹھ طاقتور آدمیوں نے ہر چند کوشش کی کہ اُس پٹ کو اس پہلو سے اُس پہلو پر پھیر دیں نہ پھیر سکے - اور چالیس شخصوں نے ارادہ کیا کہ ایک دوسرے کی کمک سے اُس پٹ کو اُٹھاویں نہ اُٹھا سکے - طبری فارسی - روضۃ الصفا - مدارج اور مواہب میں ہے کہ حرکت دیسکے اس در کو ستر شخص مگر بہت ہی مشقت کے بعد - اس در کے وزن میں بھی مورخین کو اختلاف ہے - صاحب معارج نے آٹھ سو من اور صاحب روضۃ الصفا نے تین ہزار من تک لکھا ہے +

حضرت علی فرماتے ہیں کہ مینے وہ در قوت روحانی سے اُکھاڑا نہ قوت جسمانی سے - اور ظاہر ہے کہ یہ بات عالم قدرت سے تھی نہ عادت سے - اور عالم حقیقت سے تھی نہ مجاز سے - الغرض جب اہل حصن قموص نے اور خیبر کے تمام قلعہ والوں نے یہ قوت اور قدرت حضرت کی دیکھی فریاد الامان الامان اُن سے بلند ہوئی - اور جناب امیر نے رسول خدا سے اجازت لیکر اُنکو امان دی[4] (معارج و مدارج) عہد نامہ میں شرائط ذیل لکھی گئیں (۱) تمام اہل خیبر اور اُنکی اہل و عیال کو جان سے امان دیجائے (۲) تمام اہل خیبر اپنا مال و اسباب بطور تاوان جنگ کے حوالہ کردیں - صرف ایک ایک ونٹ غلہ اپنے پاس رہنے دیں - لیکن اگر کوئی شخص اپنا مال چھپا رکھے تو اُس سے جان اور اہل و عیال کے امن کا معاہدہ قایم نہ رہیگا (۳) تمام زمین خیبر کی اُنکی ملکیت میں نہ رہے گی مگر وہ صرف اپنے گھروں میں آباد رہیں گے - اور خیبر کی زمینوں پر زراعت کیا کرینگے اور اُنکی پیداوار کا نصف حصہ بطور خراج دیا کرینگے اور نصف اُجرت میں اپنے پاس رکھا کرینگے (۴) کسی بد عہدی پر آنحضرت کو اختیار ہوگا کہ اُنکو جلاوطن کردیں (اعجاز التنزیل وابو الفدا و حبیب السیر و مدارج وغیرہ) +

کنانہ بن الربیع نے کچھ مال دفن کرکے چھپا دیا تھا اور جھوٹی قسم کھائی تھی کہ نہیں چھپایا وہ مال برآمد کیا گیا اور کنانہ کو

---

[1] طبری فارسی میں ہے کہ کسی یہودی نے قلعہ پر سے پتھر زور سے حضرت کے ہاتھ پر مارا تھا - جس سے سپر چھوٹ گئی تھی - [2] مدارج تاریخ الخمیس - ابو الفدا - روضۃ الاحباب - معارج - [3] بعض نے لکھا ہے کہ چالیس گز کے فاصلہ پر جا کر پڑا (حیات القلوب) [4] صاحب سیرۃ المحمدیہ لکھتے ہیں کہ قموص کا ۲۰ دن محاصرہ رہا آخر علیؑ کے ہاتھ پر فتح ہوا ؛

محمد بن مسلمہ کے ہاتھ سے جسکے بھائی محمود بن مسلمہ کو کنانہ نے چکی کا پاٹ لڑھکا کر شہید کیا تھا قتل کرا دیا گیا - اور اُسکی بیوی صفیہ اسیر ہو کر آئی جو آنحضرت کی زوجیت سے مشرف ہوئی - اور بوقت مراجعت منزل صہبا میں زفاف واقع ہوا مال غنیمت بہت سا آیا خمس نکالکر بقیہ اَور مسلمانوں میں تقسیم کر دیا گیا - بروایت حبیب السیر و مدارج النبوۃ و روضۃ الصفا وسیرۃ المحمدیہ جنگ خیبر میں ۹۳ یہودی مارے گئے اور ۱۵ مسلمان شہید ہوئے +

مدارج و معارج النبوۃ حبیب السیر روضۃ الصفا و روضۃ الاحباب میں ہے کہ جناب علی مرتضی قلعہ خیبر کو فتح کرکے رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آنحضرت اُن کو آتا دیکھکر اسقدر مسرور ہوئے کہ اپنے خیمہ سے باہر نکل آئے اُنکا استقبال فرمایا چھاتی سے لگایا آنکھوں کا بوسہ لیکر فرمانے لگے یا علی میں تمہارے سعی مشکور سے نہایت خوش ہوا - خدا بھی خوش ہے اور اُسکے تمام فرشتے بھی - یہ سنکر امیر المومنین کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے رسول اللہ صلعم نے پوچھا یا علی یہ گریہ شادی ہے یا گریہ غم - عرض کیا یا رسول اللہ گریہ شادی ہے اور کیونکر خوش نہ ہوں کہ خدا اور اُسکا رسول مجھہ سے خوش ہوا[1] +

خیبر فتح ہونے کے بعد زینب بنت حارث یہودیہ نے ایک بکری بھونکر اور زہر آلودہ کرکے آنحضرت کے پاس ہدیہ بھیجی آپنے اُسکا ایک ٹکڑا لیکر چبایا اور تھوک دیا اور اصحاب سے فرمایا کہ اسے نہ کھاؤ - اور فرمایا یہ بکری مجھکو خبر دیتی ہے کہ میں زہر آلودہ ہوں - بشر بن براء جو ایک لقمہ نگل گئے تھے وہیں مر گئے - اور بروایتے ایک سال بعد انتقال کیا - آنحضرت اپنی وفات کے وقت فرماتے تھے کہ وہ نوالہ زہر کا جو مینے خیبر میں چبایا تھا وہ ہمیشہ مجھے تکلیف دیا کرتا تھا آج وہ گھڑی ہے جس میں انقطاع رگ و جان قریب ہے +

(۷۷) فدک[2] معارج النبوۃ اور حبیب السیر و روضۃ الصفا وغیرہ میں لکھا ہے کہ بعد فتح خیبر رسول اللہ صلعم نے علی

---

[1] ینابیع المودت مطبوعہ بمبئی ص۱۰۷ میں اخطب خوارزم کے حوالہ سے لکھا ہے علی مرتضی فرماتے ہیں کہ جبدن خیبر خدا کی قدرت سے فتح ہوا رسول اللہ صلعم نے مجھے فرمایا کہ اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ میری اُمت کے لوگ تمہارے حق میں وہی کہنے لگیں گے جو نصاری عیسی بن مریم کے حق میں کہتے ہیں - تو تمہارے حق میں وہ باتیں بیان کرتا کہ اگر تم مسلمانوں کے گروہ کے پاس سے گذرتے تو وہ تمہارے قدموں کی مٹی تک بٹورتے اور بچا ہوا آب طہارت لیکر اُس سے شفا ڈھونڈھتے تاہم اسقدر کہنا کافی ہے کہ تم مجھہ سے ہو اور میں تم سے ہوں تم میرے وارث ہو اور میں تمہارا وارث ہوں - تمہاری منزلت میرے ساتھہ وہی ہے جو ہارون کی موسی کے ساتھہ تھی فرق اتنا ہے کہ میرے بعد نبی نہ ہوگا - یا علی تم میرا قرض ادا کروگے میری سنت پر جہاد کروگے - آخرت میں سب سے زیادہ تم میرے قریب ہوگے - اور قیامت میں حوض پر تم میرے خلیفہ ہوگے اور حوض پر سب سے پہلے تم ہی میرے پاس پہنچوگے - اور تم ہی میرے حوض پر سے منافقوں کو ہنکاؤگے - اور میری اُمت میں سے سب سے پہلے تم ہی جنت میں داخل ہوگے - اور بتحقیق تمہارے محب اور تابعین نور کے منبروں پر ہونگے - اُنکے چہرے سفید نورانی ہونگے - میرے گرد ہونگے اور میں اُنکی شفاعت کرونگا - پس قیامت میں وہ میرے ہمسایہ ہونگے - اور تمہارے دشمن قیامت میں پیاسے ہونگے اُنکے چہرے سیاہ ہونگے - اُنکو آگ کے تازیانے لگائے جائیں گے - تجسے لڑنا مجھہ سے لڑنا ہے تجسے صلح رکھنا مجھہ سے صلح رکھنا ہے - تمہارا راز میرا راز ہے تمہارا اعلان میرا اعلان ہے - تمہارے دلی خیالات میرے دلی خیالات ہیں - تم میرے علم کے دروازہ ہو تمہاری اولاد میری اولاد ہے - تمہارا گوشت میرا گوشت ہے - تمہارا خون میرا خون ہے - بتحقیق حق تمہارے ساتھہ ہے اور حق تمہاری زبان پر ہے اور تمہارے دل میں ہے - اور تمہاری آنکھوں کے درمیان ہے - اور ایمان تمہارے گوشت اور خون میں اسطرح مخلوط ہے جسطرح میرے گوشت و خون میں - اور اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم کو اس امر کی خوشخبری دوں کہ تمہاری عترت اور تمہاری محب جنت میں ہیں اور تمہارے دشمن جہنم میں - تم سے بغض رکھنے والا حوض پر وارد نہ ہوگا اور تمہارا محب اُس سے محروم نہیں رہے گا - حضرت علی فرماتے ہیں کہ یہ سنکر میں سجدہ میں گر پڑا - اور حمد خدا بجا لایا - کہ اُس نے مجھے اسلام اور قرآن کی نعمت عطا کی اور جناب خاتم النبیین کا محبوب مجھکو قرار دیا - گبن لکھتا کہ (جنگ خیبر میں) رسول نے علی کی مثال سے اپنے صحابہ کی اعتقاد اور جرات میں ہمت دلائی اور اُسے شیر خدا کا خطاب دیا[2] شرح مواقف میں ہے کہ فدک نواح خیبر میں ایک قریہ ہے - تاریخ الخمیس میں ہے کہ فدک مدینہ سے دو تین منزل کے فاصلہ پر واقع ہے +

... جناب امیر سے اس شرط پر صلح کرلی کہ انکو جان کی امان دیجائے اور فدک کی حوالیط خاص رسول اللہ کی ملکیت قرار پائیں - اس مصالحہ کے بعد حضرت جبرئیل نازل ہوئے اور کہا کہ حقتعالی فرماتا ہے وآت ذی القربیٰ حقہ (اے رسول قرابتدار کو اُسکا حق دیدے) آنحضرت نے فرمایا کہ قرابتدار سے کون مراد ہی اور اُسکا حق کیا ہے - جبرئیل نے کہا کہ فاطمہ ہے حوائط فدک اُسکے حوالہ کرو اور جو کچھ فدک میں خدا اور رسول کا ہے وہ بھی اُسکو دیدو - پس حضرت نے فاطمہ کو بلایا اور اُسکے واسطے ایک حجت لکھدی - اور وہی وثیقہ تھا جو رسول اللہ صلعم کے بعد جناب فاطمہ حضرت ابوبکر کے پاس لائی تھیں - اور فرمایا تھا کہ یہ نوشتہ رسول ہی کہ میرے اور حسنؑ اور حسینؑ کے واسطے لکھے گئے ہیں نیز مدارج و معارج و تاریخ ابوالفدا میں لکھا ہے کہ اہل فدک پر چڑھائی ہوئی تو اُنہوں نے لڑائی منظور نہیں کی بلکہ نصف زمین قریہ فدک کی رسول اللہ کی نذر کرکے صلح کرلی اور بقیہ نصف پر حضرت عمر خطاب کے عہد تک خود قابض رہے مگر حضرت عمر نے بیت المال سے پچاس ہزار درہم دیکر اُنکا نصف حصہ بھی بیت المال کے لئے خریدلیا اور اُنکو شام کیطرف جلاوطن کردیا

(۷۸) مہاجرین حبشہ کی مراجعت روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ جس روز خیبر فتح ہوا - اُسی روز جعفر بن ابیطالب اور اُنکی بیوی اسمار بنت عمیس اور ابوموسیٰ اشعری اور پانچ اور شخص اُنکے خاندان کے حبشہ سے خیبر میں آنحضرت کی خدمت میں واپس آئے آنحضرت جعفر کو دیکھکر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ جعفر کے آنے سے زیادہ خوش ہوں یا خیبر کی فتح سے - اور جعفر اور اُنکے ہمراہیوں کو خیبر کے مال غنیمت میں سے حصہ[لہ] دیا +

(۷۹) نکاح بہ ام حبیبہ[لہ] ابوسفیان کی بیٹی معاویہ کی بہن اپنے شوہر عبیداللہ بن جحش کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کرگئیں تھیں وہاں انکا شوہر عیسائی ہوکر مرگیا تھا یہ اسلام پر قایم رہی تھیں - آنحضرت نے نجاشی کو جب دعوت اسلام کا خط لکھا ہے تو اُسمیں یہ بھی لکھا تھا کہ ام حبیبہ کا نکاح آنحضرت کے ساتھ کردے - بس نجاشی نے چارسو دینار مہر اپنے پاس سے دیا اور اُسکے حکم سے ام حبیبہ کے چچا کے بیٹے خالد بن سعید بن عاص بن اُمیہ[لہ] نے ام حبیبہ کا نکاح غائبانہ آنحضرت صلعم کے ساتھ کردیا تھا - اسوقت بقول ایرونگ و صاحب تاریخ الخمیس ام حبیبہ کی عمر کچھ اوپر تیس سال کی تھی - جعفر ہی کے ساتھ ۷ھ میں شرحبیل بن حسنہ کے ساتھ نجاشی نے مدینہ میں آنحضرت کے پاس بھیجدیا[لہ] - (خمیس) ۴۴ھ میں انتقال ہوا (استیعاب) صاحب استیعاب لکھتے ہیں کہ ام حبیبہ کو عمرو عاص اور خالد بن سعید عام الہدنہ یعنی سال صلح حدیبیہ میں حبشہ سے آنحضرت کے پاس لائے تھے

(۸۰) رجعت شمس صاحب حبیب السیر و روضۃ الصفا و روضۃ الاحباب و صاحب تاریخ الخمیس نے معتبر کتابوں سے لکھا ہے کہ خیبر سے واپس ہوتے ہوئے جب وادی القریٰ کی طرف جاتے تھے آپ نے مقام صہبا میں قیام کیا وہاں ایک موقعہ حضرت پر وحی کا نزول شروع ہوا - حضرتؐ کا سر علیؑ کی گود میں تھا اور نزول وحی میں اتنا عرصہ لگا کہ آفتاب غروب ہوگیا - نزول وحی سے فارغ ہوکر آنحضرت نے دریافت کیا کہ اے علی تمنے عصر کی نماز بھی پڑھی - عرض کی نہیں - رسول اللہ صلعم نے دعا کی کہ بار الہا علی تیری اور تیرے رسول کی طاعت میں تھا - سورج کو اُلٹا پھیردے تاکہ وہ عصر کی نماز پڑھ لے -

---

[لہ] ابن خلدون لکھتا ہے کہ اُن مہاجرین میں سے جو نجاشی کے ملک میں قبل ہجرت چلے گئے تھے کچھ لوگ تو قبل از ہجرت یہ سنکر کہ قریش نے اسلام قبول کرلیا ہی مکہ میں واپس آگئے تھے اور پھر مدینہ کو ہجرت کرگئے تھے اور کچھ لوگ غزوہ خیبر سے دو برس پیشتر حبشہ سے مدینہ چلے آئے تھے - معدودے چند جو باقی رہ گئے تھے وہ فتح خیبر کے بعد آئے اُنکے نام یہ ہیں جعفر بن ابیطالب اُنکی زوجہ اسمار بنت عمیس اور اُنکے بیٹے عبداللہ محمد عون - خالد بن سعید بن عاص بن امیہ اور اُنکی بیوی امینہ اور بیٹا سعید - اور ام خالد اور عمرو بن سعید بن عاص - اور معیقیب بن ابی فاطمہ اور ابوموسیٰ اشعری - اور اسود بن نوفل برادرزادہ خدیجہ - جہم بن قیس بن شرحبیل اور اُنکے لڑکے عمرو و خزیمہ حارث بن خالد بن صخر - عثمان بن ربیعہ - محیۃ بن جزء - معمر بن عبداللہ ابوحاطب بن عمر بن عبدشمس - ابو عمرو مالک بن ربیعہ - حضور صلعم نے انکی واپسی کے واسطے عمرو بن اُمیہ ضمری کو نجاشی کے پاس مع پیغام دعوت اسلام کے بھیجا تھا [۲] انکا اصلی نام رملہ تھا [۳] طبری میں ہے (دیکھو صفحہ ۱۲۶)

اسماء بنت عمیس کہتی ہیں کہ آفتاب غائب ہو چکا تھا۔ پھر نکل آیا اور میں نے دیکھا کہ پہاڑ اور جنگل پر چمکنے لگا۔ یہانتک کہ سب نے سورج اور روشنی کو آنکھوں سے دیکھ لیا اور علی نے نماز عصر پڑھی[۱] ۔

(۸۱) غزوہ وادی القریٰ جمادی الآخر سنہ ۷ھ صہبا سے کوچ کرکے وادی القریٰ میں پہنچے لڑائی ہوئی گیارہ یہودی مارے گئے آخر کو بھاگ نکلے اور بہت سا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ آخر جزیہ دینا قبول کیا اور صلح ہو گئی۔ اسیطرح تیما کے یہودیوں نے جزیہ قبول کرکے صلح کر لی۔ (حبیب السیر و ابو الفدا) ۔

اب آنحضرت صلعم فتح و ظفر کے ساتھ مدینہ واپس تشریف لائے اور ماہ شوال کے آخر تک مدینہ میں قیام فرمایا۔ اور دیار عرب کے اطراف و جوانب میں سریے روانہ کیے۔ یہانتک کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان اور نواح میں جتنے یہود تھے سنہ ۷ھ کے اختتام سے پہلے پہلے سب مسلمانوں کے زیر فرمان ہو گئے۔ اور ان سے کسی قسم کا کھٹکا باقی نہیں رہا ۔

(۸۲) عمرۃ القضا۔ ذیقعدہ سنہ ۷ھ ماہ ذیقعدہ میں آنحضرت عمرہ ادا کرنیکے ارادہ سے مکہ کو تشریف لائے دو ہزار مہاجرین و انصار اور ساٹھ ستر اونٹ ھدی کے واسطے ہمراہ تھے پچھلے سال جو لوگ حدیبیہ تک جا کر واپس آئے تھے اُنمیں سے کوئی بھی بلا وجہ معقول کے جانے سے باقی نہیں رہا کیونکہ یہ عمرۃ القضا تھا۔ حسب شرائط معاہدہ مسلمان تین روز مکہ میں رہ کر واپس آئے اور اس تین دن میں بہت سے اہل مکہ مسلمان ہوئے ۔

(۸۳) نکاح بمیمونہ اسی عمرہ کے ایام احرام میں آنحضرت نے میمونہ بنت حارث ہلالیہ سے نکاح کیا اور بعد عمرہ زفاف کیا یہ آنحضرت کا آخری نکاح ہے۔ اسوقت میمونہ کی عمر ۲۱ سال کی تھی[۲] اُنکا سنہ ۵۱ھ میں انتقال ہوا ۔

(۸۴) اسلام ابوہریرہ سنہ ۷ھ میں جب رسول اللہ صلعم خیبر میں تھے ابوہریرہ ہجرت کرکے مدینہ میں آئے اور وہاں سے خیبر میں آکر مشرف باسلام ہوئے اور حضرت کے ساتھ مدینہ واپس آئے۔ ۷۸ سال کی عمر میں سنہ ۵۷ یا سنہ ۵۸ یا سنہ ۵۹ھ میں بمقام مدینہ یا عقیق وفات پائی۔ مرویات ۵۳۷۴ حدیثیں۔ ۴ سال حضرت کی خدمت میں رہے[۳]۔

سنہ ۸ ہجری مطابق سنہ ۶۲۹ع

(۸۵) اسلام خالد و عمرو عاص ایرونگ لکھتا ہے کہ میمونہ سے نکاح کرنیکی بدولت میمونہ کا بھانجا خالد بن ولید اور اسکا دوست عمرو عاص جو دونوں ابتک

(بقیہ صفحہ ۱۲۶) ام حبیبہ کہتی ہیں ہم مدینہ میں اُسوقت آئے کہ رسول اللہ خیبر میں تھے ہم میں سے جس کسی نے چاہا وہ حضرت کے پاس خیبر کو چلا گیا اور میں مدینہ میں رہی جب آنحضرت خیبر سے تشریف لائے تو میں خدمت سے مشرف ہوئی ابن خلدون لکھتا ہے کہ دو کشتیاں آدمی بھر کر نجاشی نے مہاجرین روانہ کر دیے اُنہیں میں جعفر اور ام حبیبہ بھی تھیں یہ لوگ خیبر میں آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ [۱] مولوی عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوۃ میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث رجعت شمس بعلی کی صحیح ہے (ثقہ راویوں سے ثابت ہے) ابن جوزی اور اُسکی مانند بعض علما نے اسکی صحت میں کلام کیا ہے۔ حال یہ ہے کہ ابن جوزی بے پروائی اور جلدی میں جس حدیث کو چاہتا ہے موضوع کہہ دیتا ہے۔ اور جب طحاوی۔ احمد بن صالح۔ طبرانی اور قاضی عیاض قائل اسکی صحت کے اور اسکے حسن کے ہیں اور ذکر کیا ہے اُنہوں نے اپنی کتابوں میں۔ تو قول ابن جوزی کا درست نہیں ہو سکتا۔ پھر محدث دہلوی نے اُن دلائل کو رد کیا ہے جو حدیث رد شمس کے مقابلہ میں پیش کی گئی ہیں۔ [۲] اسوقت میمونہ بیوہ تھیں پہلے ابی رہم بن عبدالعزی یا سبرہ بن ابی رہم کے نکاح میں تھیں [۳] بعد میں جب ابوہریرہ پر اعتراض کیا گیا کہ رسول اللہ صلعم سے اتنی حدیثیں کوئی صحابی بھی بیان نہیں کرتا جتنے تم بیان کرتے ہو تو کہا کہ میرے بھائی مہاجر تو بازار میں لین دین کرتے کراتے پھرتے تھے اور انصار اپنے مالوں کے حساب کتاب اور زمینوں اور باغوں کے کاموں میں مصروف رہتے تھے۔ میں ایک غریب مسکین آدمی اصحاب صفہ کی طرح رسول اللہ صلعم کی ملازمت میں رہتا تھا۔ مجھکو سننے کا موقع ملتا تھا اُن کو نہیں ملتا تھا۔ ابوہریرہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے پانچ جراب (تھیلے) علم کے حاصل کیے پس میں نے دو جرابیں نکالیں۔ اگر تیسری نکالتا تو مجھکو سنگسار کر دیتے (تاریخ الخمیس) ۔

اسلام کے بڑے دشمن تھے مسلمان ہوگئے۔ اور تاریخ الخمیس میں ہے کہ جب یہ دونوں مدینہ کی طرف آرہے تھے عثمان بن طلحہ بن
ابی طلحہ عبدری راستہ میں ملا اور تینوں آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوئے ابن اثیر اور صاحب حبیب السیر
نے لکھا ہے کہ یہ تینوں شخص ۸ھ کے شروع میں مدینہ میں آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر مسلمان ہوئے +

(۸۶) منبر کی ابتدا

ابتک آنحضرت مسجد کے ستون سے لگ کر کھڑے ہوکر خطبہ پڑھا کرتے تھے۔ بروایت اسد الغابہ اس سال
آنحضرت نے تین درجہ کا منبر تیار کرایا۔ دو درجے خالی اور تیسرا بیٹھنے کیلئے۔ پس آنحضرت تیسرے درجہ پر بیٹھتے اور دوسرے
پر پاؤں رکھتے ابوبکر خلیفہ ہوئے تو دوسرے درجہ پر بیٹھتے اور پہلے پر پاؤں رکھتے۔ عمر خلیفہ ہوئے تو پہلے پر بیٹھتے اور زمین پر
پاؤں رکھتے۔ عثمان بھی چھ برس تک عمرؓ کی طرح بیٹھتے رہے مگر اسکے بعد آنحضرت کے درجے پر بیٹھنے لگے۔ معاویہ خلیفہ ہوا
تو اس نے چھ درجے کا منبر تیار کرایا + منبر رسول عائشہ انصاریہ نے آنحضرت سے اجازت لیکر اپنے رومی غلام باقوم
سے جو نجاری کا کام جانتا تھا تیار کرایا تھا (تاریخ الخمیس) +

(۸۷) سریہ موتہ جمادی الاول ۸ھ

عمرۃ القضاء سے واپس آکر آنحضرت نے چھ مہینہ مدینہ میں قیام کیا۔ پھر سریہ
موتہ کو روانہ کیا۔ وجہ اس جنگ کی یہ ہوئی کہ آنحضرت نے حارث بن عمیر کو حاکم بصریٰ کے پاس جو قیصر روم کی طرف سے گورنر تھا
دعوت اسلام کی بابت ایک نامہ دیکر روانہ کیا تھا جب وہ مقام موتہ میں جاکر اترا تو شرحبیل بن عمرو غسانی نے جو قیصر کے امیروں
میں سے تھا اُسے قتل کرادیا۔ اس سے پہلے رسول اللہ صلعم کا سفیر کسی نے نہیں مروایا تھا۔ حضرت کو نہایت شاق گذرا۔ اور
اس غرض سے کہ آیندہ حضرت کے ایلچیوں کا لحاظ کیا جاوے۔ حضرت نے ۳ ہزار فوج بسر کردگی اپنے آزاد غلام زید بن حارثہ
کے روانہ کردی اس فوج میں حضرت علی کے بڑے بھائی جعفر بن ابیطالب و عبداللہ بن رواحہ شاعر بھی تھے۔ روانگی کے
وقت حکم دیا گیا تھا کہ اول زید بن حارثہ علم اُٹھائے وہ شہید ہوجائے تو جعفر اور جعفر کی شہادت کے بعد عبداللہ
بن رواحہ۔ جب وہ بھی شہید ہوجائے تو مسلمان جسے پسند کریں علمدار بنالیں۔ حکم تھا کہ زید بہت جلد جاکر موتہ پر اچانک
حملہ کریں باشندوں کو دعوت اسلام کریں اُن سے نرمی سے پیش آئیں۔ عورتوں۔ بچوں۔ پادریوں۔ اندھوں اپاہجوں
کو کسی حال میں کچھ نہ کہیں کوئی گھر نہ مسمار کیا جائے نہ جلایا جائے نہ درخت کاٹے جائیں۔ اگرچہ مسلمانوں کی فوج
کو پورا یقین تھا کہ اچانک موتہ پر جا پڑینگے۔ مگر جب مقام معان پر اُترے تو معلوم ہوا کہ ہرقل رومیوں کی ایک لاکھ
فوج سے مقام مآب میں اُترا ہوا ہے اور نیز بنی لخم اور بنی جذام و عیزہ کی ایک لاکھ جمعیت مالک بن رافلہ کی ماتحتی
میں اُنکے مقابلہ کو آرہی ہے۔ مسلمانوں میں مشورہ کیا گیا۔ بعضوں نے کہا توقف کرنا چاہیئے اور حضرت کے آیندہ احکام
کا انتظار کرنا چاہیئے مگر عبداللہ بن رواحہ نے کہا کہ بڑھے چلو اور کچھ مخالف کی تعداد کا خیال نہ کرو۔ ہم ایمان کے
لئے لڑتے ہیں اگر مارے گئے تو بہشت ہماری ہے۔ فتح ہوئی یا شہید ہوئے ہمارا بگڑتا ہی کیا ہے۔ عبداللہ کے اس
جوش پر اوروں کی بھی ہمت بندھی۔ بڑھے۔ موتہ کے قریب مقابلہ ہوا۔ گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ زید زخم
کاری کھاکر ۵۵ سال کی عمر میں شہید ہوگئے۔ علم اسلام اُنکے ہاتھ سے گرنے نہ پایا تھا کہ جعفر نے جا سنبھالا۔
قاعدہ ہے کہ علم بردار ہی پر مخالف زیادہ زور سے حملہ کرتا ہے۔ مگر جعفر نے نہایت جانبازی اور بہادری سے علم کو
بچائے رکھا۔ یہانتک کہ وہ ہاتھ جس میں علم تھا قطع ہوگیا۔ جعفر نے علم دوسرے ہاتھ میں لیلیا۔ جب وہ بھی
کٹ گیا تو لہو بہتے بازوؤں سے سنبھالا۔ جب تلوار کی ضرب سے سر شگافتہ ہوگیا تو جعفر زمین پر گرے مگر اس ڈگمگاتے حال میں

[illegible] تاریخ الخمیس۔ طبری۔ ابن اثیر۔ تفسیر +

---

[1] موتہ شام کے علاقہ بلقاء کا ایک قریہ ہے کہ یہاں سے بیت المقدس دو یا تین منزل مغرب کو ہے۔ کرک کے قریب واقع ہے (حبیب السیر
و تاریخ الخمیس) [2] ابن اثیر و تا ہنجا المخمد

بھی علم سے چمٹے رہے۔ پس ایک رومی نے تلوار مار کر جعفر کو دو ٹکڑے کر ڈالا[1]۔ اب عبد اللہ بن رواحہ نے علم اٹھایا[2]۔ مگر وہ بھی شہید ہوئے تو مسلمانوں نے خالد بن ولید کو علمدار بنایا۔ خالد شام تک لڑتے رہے۔ خالد کا بیان ہے کہ اس لڑائی میں ۹ تلواریں میرے ہاتھ میں ٹوٹیں۔ شام نے مخاصمین میں جدائی ڈالی۔ لڑائی موقوف ہوئی۔ دوسرے دن خالد نے فوج کی آراستگی نئے طور سے کی آگے کی فوج پیچھے داہنی جانب کی بائیں جانب کر کے کچھ اس طرح صف آرائی کی کہ دشمنوں کو یقین ہو گیا کہ نئی کمک آ گئی۔ پس پہلے ہی حملہ پر ہراس سے انکے پاؤں اُکھڑ گئے۔ بھاگ گئے۔ مسلمانوں نے تعاقب کر کے بہت سے قتل کئے اور بہت سا مال غنیمت لیکر مدینہ کی طرف مراجعت کی[3]۔ طبری۔ ابن اثیر و صاحب روضۃ الصفا و صاحب روضۃ الاحباب وغیرہ نے لکھا ہے کہ اسی جنگ موتہ کی کارروائی کے صلہ میں خالد بن ولید کو سیف اللہ کا خطاب آنحضرت صلعم نے عطا فرمایا تھا۔ مگر تعجب یہ ہے کہ جن مورخین نے اس واقعہ کو فتح کی صورت میں دکھایا ہے وہی یہ بھی لکھتے ہیں کہ مسلمان شکست کھا کر واپس آئے اور مدینہ کے لوگ اُن سے ملنے شہر کے باہر آئے تو وہ اُنکے منہ پر خاک ڈالتے تھے اور اُنہیں ملامت کرتے تھے کہ تم جہاد سے بھاگ کر آئے ہو۔ ام سلمہ زوجۂ رسول فرماتی ہیں کہ میں نے سلمہ بن ہشام بن مغیرہ کی بیوی سے پوچھا کہ سلمہ رسول اللہ صلعم کے ساتھ نماز پڑھنے کیوں نہیں آتا جواب دیا کہ وہ گھر سے نہیں نکلتا جب کبھی نکلتا ہے لوگ اُسکے پیچھے غل مچاتے ہیں کہ یہ جہاد سے بھاگا ہوا ہے ناچار اُس نے خانہ نشینی اختیار کر لی ہے۔ (دیکھو طبری۔ ابن اثیر و تاریخ الخمیس وغیرہ)۔

اہل فوج جعفر کی لاش کو رسول اللہ صلعم کی رشتہ داری کے لحاظ سے دفن کرنے کیلئے مدینہ لیتے آئے تھے اور وہ مدینہ میں آنیکے تیسرے دن دفن کر دی گئی۔ اہل مدینہ کو اسلام کے ان تین نامی بہادروں کے ضائع ہونیکا کمال صدمہ ہوا۔ خصوصاً جعفر کی شہادت کا بہت ہی قلق ہوا۔ حضرت بھی جعفر اور زید کے یتیم بچوں کو دیکھکر بکمال متأثر ہوئے گلے لگا کر بہت روئے کسی دیکھنے والے نے کہا آپ کیوں روتے ہیں وہ بہشت میں گئے۔ حضرت نے فرمایا دوست کی جدائی پر روتا ہوں۔ جب حضرت نے جعفر کی وفات پر لوگوں کو بہت بیتاب دیکھا تو فرمایا کیوں روتے ہو علم اسلام کی حمایت میں جعفر کے ہاتھ جدا ہونیکے صلہ میں باری تعالی نے اُنکو دو پر زمرد کے عطا کئے ہیں جن سے وہ بہشت میں ملائکہ کے ساتھ جہاں چاہتے ہیں پرواز کرتے ہیں اور وہاں نعمتہائے بہشت سے متنعم ہوتے ہیں (ایضاً طبری۔ خمیس و ابن اثیر وغیرہ)

ابن خلدون وغیرہ نے لکھا ہے کہ اُسی روز سے جعفر ذو الجناحین کے لقب سے مشہور ہوئے ہیں۔ اسی اعتبار سے انکو جعفر طیار بھی کہا جاتا ہے۔ ابن اثیر اور صاحب حبیب السیر نے لکھا ہے کہ پھر رسول اللہ جعفر کے گھر آئے اُنکے بچوں کو پیار کیا بیوی کو تسلی دی۔ اُدھر فاطمہ اپنے گھر میں رو رہی تھیں اُنکو تسلی دی اور اپنے گھر سے کھانا پکوا کر جعفر کے گھر میں بھیجا۔ اور یہ اسلام میں پہلی حاضری ہے جو اہل مصیبت کے گھر بھیجی گئی۔

ابن خلدون۔ تاریخ الخمیس۔ طبری۔ ابن اثیر۔ حبیب السیر۔ روضۃ الصفا وغیرہ میں لکھا ہے ابن اسحاق نے بھی تحریر کیا ہے کہ جس روز موتہ میں یہ حادثہ ہوا اُسی روز آنحضرت کو بالہام الہی من و عن تمام واقعات کی اطلاع ہو گئی۔ اور منبر پر چڑھکر تمام واقعات ترتیب وار مسلمانوں سے ارشاد فرماتے گئے۔ اسیطرح خسرو پرویز کے مارے جانیکی خبر آپکو اُسیدن بالہام ہوئی تھی۔

---

[1] اسوقت جعفر کی عمر ۴۱ سال کی تھی۔ انکے جسم پر نوّے زخم نیزہ و شمشیر کے گنے گئے اور سب زخم آگے کیطرف تھے (تاریخ الخمیس و تفریح الاذکیا) [2] جعفر کے قتل ہونے پر لوگوں نے عبد اللہ بن رواحہ کو آواز دی اور وہ لشکر کے ایک جانب ونٹ کی ایک پسلی چچوڑ رہے تھے کیونکہ تین دن سے کچھ کھایا نہ تھا۔ آواز سنتے ہی پسلی کو پھینکدیا اور اپنے نفس کو اسطرح ملامت کرتے ہوئے آئے کہ جعفر مارے گئے اور تو دنیا ہی میں پھنسا ہوا ہے[3] اس روایت کے راوی حضرت ابو ہریرہ ہیں (تاریخ الخمیس)

[4] جعفر پر تین روز تک رونیکی اجازت دی اسکے بعد منع کر دیا کہ اب میرے بھائی پر مت روؤ (تاریخ الخمیس)

موتہ کی لڑائی میں بروایت صاحب تفریح الاذکیا ۸ اور بروایت ابن خلدون ۱۰ اور بروایت ابن اسحاق ۱۲ صحابی شہید ہوئے اور مخالفین بے انتہا مارے گئے +

(۸۸) سریہ ذات السلاسل[1] جمادی الآخر ۸ھ مدینہ میں خبر آئی کہ قبیلہ بلی اور قبیلہ قضاعہ اور بنی القین کے لوگ جمع ہو کر مدینہ پر چھاپا مارنا چاہتے ہیں پس آنحضرت نے عمرو عاص کو تین سو آدمی کے ساتھ اُنکی سرکوبی کے واسطے روانہ کیا یہ بھی خیال تھا کہ عمرو عاص قبیلہ بلی سے قرابت رکھتا ہے شاید اسکے ذریعہ سے باہمی مصالحت ہی سے معاملہ طے ہو جائے مگر وہاں معاملہ طے نہوا اور عمرو عاص نے مدینہ سے کمک طلب کی چنانچہ یہاں سے ابو عبیدہ ۲ سو فوج کے ساتھ عمرو عاص کی کمک کو بھیجے گئے اس فوج میں ابو بکر اور عمر بھی ابو عبیدہ کے ماتحتی میں روانہ کئے گئے تھے۔ چونکہ عمرو کے مزاج میں ذرا سختی تھی اور امارت فوج کا خیال تھا اہل فوج اور عمر اور ابو عبیدہ عمرو عاص سے ناراض ہوگئے[2]۔ مخالفین کی تعداد مسلمانوں سے بہت زیادہ تھی تاہم وہ اندازہ نہ کر سکے اور ہیبت اسلام نے آنکو بھاگنے پر مجبور کیا جنگ وجدال کی نوبت نہیں آئی اور فوج اسلام نے کچھ غنیمت اور مویشی لیکر مراجعت[3] کی +

(۸۹) فتح مکہ رمضان ۸ھ اُسوقت تک آنحضرت بہت سے قبائل عرب کے سردار بن چکے تھے۔ حضور کے زیر حکم اب ہزاروں جنگجو موجود تھے جو بھوک پیاس اور دھوپ کے عادی تھے اور جنکو جنگ کرنا کچھہ مشقت نہیں بلکہ کھیل معلوم ہوتا تھا حضرت کی تعلیم سے ان لوگوں نے شراب پینی چھوڑ دی تھی۔ باقاعدہ۔ بہادر اور تعمیل حکم کے عادی ہوگئے تھے۔ متواتر فتوحات سے اُنکے دل اور بھی بڑھ گئے تھے اور اپنے پیشوا پر زیادہ بھروسہ ہوگیا تھا جسکے جھنڈے تلے وہ سپاہیانہ فرمانبرداری اور مریدانہ جوش کے ساتھ جاتے تھے + مکہ ابھی کافروں ہی کے ہاتھ میں تھا دس برس کا صلحنامہ لکھا جا چکا تھا۔ مگر مشیت ایزدی اس امر کی مقتضی ہوئی کہ مکہ آنحضرت ہی کے حیات میں مسلمان فتح کرلیں۔ اور اللہ اکبر اور لا الہ اللہ محمد رسول اللہ کا نعرہ وہاں بھی حضرت ہی کی حیات میں بلند ہو جائے۔ اور اسکے اسباب اسطرح پیدا کر دیے کہ صلح نامہ[4] حدیبیہ کے وقت سے قبیلہ بنی بکر قریش کے ساتھ اور بنی خزاعہ آنحضرت کے ساتھ ہم عہد وحلیف تھے۔ یہ دونو مکہ کے قریب آباد تھے ۸ھ میں ایسا اتفاق ہوا کہ کسی بات پر ان دونوں قبیلوں میں لڑائی ہوگئی قریش مکہ نے ہتھیار بھیجکر بنی بکر کی مدد کی اور بعض سرداران قریش خود بھی تبدیل لباس اُنکے شریک ہوگئے اور ان سب نے ملکر بنی خزاعہ کے بہت سے لوگوں کو قتل کیا۔ بنی خزاعہ نے ناچار ہو کر رسول کریم سے مدد کی درخواست کی چونکہ اس طرح وہ عہد جو حدیبیہ میں قریش سے رسول اللہ صلعم نے کیا تھا فسخ ہوگیا آنحضرت صلعم دس ہزار فوج سے مکہ پر چڑہائی کرنے کے لئے تیار ہوگئے + قریش کو بھی اپنی اس ناشایستہ حرکت سے ندامت ہوئی اور اسلئے ابو سفیان بن حرب سردار مکہ مدینہ میں آیا کہ اُس عہد نامہ کی تجدید کرے۔ اول اپنی بیٹی ام حبیبہ زوجہ رسول کے گھر پہنچا چاہتا تھا کہ بچھونے پر بیٹھے ام حبیبہ نے بچھونا لپیٹ دیا ابو سفیان نے خفا ہو کر کہا ای بیٹی مجھہ بیٹھنے نہ دیا اور بچھونا تو نے اُٹھا لیا۔ وہ بولی یہ بچھونا رسول اللہ کا ہے اور تو کافر مشرک ناپاک ہے۔ ابو سفیان خفا ہو کر بددعا کرنے لگا۔ اور اُٹھکر رسول خدا صلعم کے پاس آیا۔ آپ سے کلام کرتا رہا لیکن حضرت نے کچھہ جواب نہ دیا۔ وہاں سے اُٹھکر حضرت ابو بکر کے

[1] سلسل ایک چشمہ اور آبادی تھی مدینہ سے دس منزل وادی القری سے پرے شام کیطرف (تاریخ الخمیس) [2] صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ ایسی روایت ہے جب رسول اللہ صلعم نے فوج سے عمرو کا حال پوچھا تو فوج نے کہا کہ ایک دن صبح کو اُس نے حالت جنابت میں بغیر غسل کئے نماز جماعت کی امامت کی آنحضرت نے عمرو سے پوچھا جواب دیا سردی بہت تھی اور خدا تعالی فرماتا ہے لا تلقوا بایدیکم الی التہلکہ (اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالو) اپنی نفس کی ہلاکت کے اندیشہ سے میں نے غسل نکیا رسول صلعم نے مسکرا کر دیکھا اسنے اپنی لئے کیا بہانہ نکالا ہے [3] شیعی مفسرین وحدثین واہل سیر کا اتفاق ہے کہ جنگ ذات السلاسل سے وہی جنگ مراد ہے جو ۸ھ میں وادی الرمل میں واقع ہوئی اور جسکا ذکر کشف الغمہ وحبیب السیر وروضۃ الصفا ومعارج النبوۃ میں ۸ھ کے واقعات میں لکھا ہے اور جسکا ذکر ہم بھی ۸ھ کے واقعات میں لکھیں گے [4] ابو...

پاس آیا اُنہوں نے بھی کچھ جواب نہ دیا۔ پھر حضرت عمر کے پاس وہ بھی کچھ نہ بولے۔ اسکے بعد حضرت علی کے پاس آیا وہاں سے بھی ناکام پھرا۔ ناچار فاطمہ بنت رسول کے پاس آیا اور گذارش کی کہ آپ ہمیں اپنے بیٹے حسن کی حمایت میں لے لیجئے مگر فاطمہ نے بے رخی سے جواب دیا کہ میرا بیٹا کم سن ہے کسیکا حامی نہیں بن سکتا۔ اور بغیر رسول خدا کی مرضی کے کچھ نہیں ہو سکتا دوبارہ ابوسفیان پھر علی کے پاس آیا اور کہا کہ میں قریش کیطرف سے سفارت پر آیا ہوں آپ مجھے اِس امر اہم میں کیا رائے دیتے ہیں۔ علی نے جواب دیا میں اس سے بہتر رائے نہیں دیسکتا کہ تو اپنی طرف سے بحیثیت سردار قریش ہونے کے انجمن میں کھڑا ہوکر بآواز بلند کہدے کہ میں نے طرفین کے لوگوں کو اپنی پناہ میں لیا۔ میں عہدنامہ حدیبیہ کی تجدید کرنے کی غرض سے آیا ہوں اور اُسکو مضبوط کرتا ہوں یہ کہکر گھر کو واپس چلا جا۔ ابوسفیان بولا مگر کیا آپکے خیال میں اس سے کچھ فائدہ ہوگا" حضرت علی نے بے پروائی سے جواب دیا کہ یہ تو خبر نہیں کہ فائدہ ہوگا یا نہیں الا اسکے سوا کوئی چارہ نہیں دکھائی دیتا۔ پس ابوسفیان نے حضرت علی کی رائے پر عمل کیا مسجد میں آیا اور علانیہ سبکے سامنے کہدیا کہ اے قوم جانو اور آگاہ ہو کہ مینے دونوں طرف سے لوگوں کو اپنی پناہ میں لیا اور میرا گمان یہ ہے کہ محمد میری پناہ کو رد نہ کرینگے۔ یہ کہکر مکہ واپس آیا مکہ والوں نے یہ واقعہ سنکر ابوسفیان سے کہا کہ تو نے کچھ نہ کیا علی نے تیرے ساتھ تمسخر کیا ہے (حبیب السیر و ابن اثیر)

ایرونگ لکھتا ہے کہ آنحضرت نے مخفی طور سے مکہ پر اچانک حملہ کرنیکا قصد کیا۔ تمام اطراف سے مددگار مدینہ میں بلائے گئے مگر یہ نہ بتایا کہ چڑھائی کس جگہ کیجائیگی۔ مکہ کی طرف کے تمام راستے بند کر دیے گئے کہ چڑھائی کی خبر قریش کو نہ پہنچے مگر مہاجرین میں ایک شخص حاطب بن بلتعہ تہا کہ اُسکی بیوی بچے مکہ ہی میں رہ گئے تھے۔ اور اُنکا کوئی نگران حال نہ تہا۔ حاطب نے چاہا کہ قریش ہی میں سے لوگوں کو اپنے کنبہ کا خبرگیراں اور سرپرست بنائے کہ اُنکو قریش سے آزار نہ پہنچے اور اسلئے اُس نے چڑہائی کا تمام حال لکھکر ایک عورت مسماۃ سارہ[1] کے ہاتھ قریش مکہ کے پاس روانہ کیا۔ آنحضرت کو یہ راز کھل گیا اور حضرت علی اور مقداد اور زبیر بن عوام[2] کو سارہ کے تعاقب میں روانہ کیا۔ اُنہوں نے اُسے جا لیا۔ مگر تلاشی پر کچھ نہ نکلا۔ اور لوگ تو چھوڑنے کو تہے مگر علی کو کامل یقین تہا کہ خط اسکے پاس سے ضرور نکلیگا۔ رسول اللہ غلط نہیں کہہ سکتے۔ پس تلوار کھینچکر سارہ سے کہا خط نکال نہیں تو تیرا سر قلم کرتا ہوں۔ اُس نے فوراً اپنے بالوں میں سے وہ خط نکالکر حوالہ کر دیا۔ خط حضرت کی خدمت میں لایا گیا۔ حاطب کو بلاکر کہا گیا اُس نے اقرار کیا اور کہا کہ مینے یہ خط اپنے محتاج اہل و عیال کی خاطر لکھا تہا۔ اور یہ بھی جانتا تہا کہ اسمیں حضور کا کچھ نقصان بھی نہیں۔ حضرت عمر نے حاطب کے عذر کو نہ مانا اور اُس کا سر قلم کرنے ہی کو تھے کہ رسولخدا نے اُسکی جنگ بدر کی جانبازی کا خیال کرکے اُسکا عذر قبول کیا اور معاف کر دیا ✦

صاحب تفریح الاذکیاء لکھتے ہیں کہ حضور صلعم نے اپنی روانگی سے پیشتر بنا پر توریہ (یعنے ارادہ چھپانے کی غرض سے) یکم رمضان کو ابو قتادہ کو بمعیت ۸ سو غازیوں کے اضم پر روانہ فرمایا تہا جو مدینہ سے ۳ منزل پر مکہ اور یمامہ کے بیچ میں واقع ہے۔ بعد کچھ عرصہ کے ابو قتادہ منزل سقیا میں آنحضرت سے آملے ✦

تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ ۱۰ رمضان ۸ھ کو آنحضرت دس ہزار فوج کے ساتھ مکہ کیطرف روانہ ہوئے۔ فوج اسلام پہاڑوں کے سنسان دروں سے ایسے گزرا راستہ سے گئی کہ قریش کو خبر نہ ہوئی یہانتک کہ جحفہ یا ذوالحلیفہ تک پہنچ گئے یہاں عباس سے ملاقات ہوئی جو اپنے کنبہ کے ساتھ ہجرت کئے چلے آتے تھے[3] حضرت نے اُنکی عیال و اطفال کو مدینہ بھجوا دیا

[1] ابن اثیر نے اس عورت کو کنیز کسی بنی مطلب مسماۃ سارہ یا بنی قریبہ کی ایک عورت مسماۃ کنود لکھا ہے مگر ابن خلدون نے اسکا نام طعینہ لکھا ہے [2] ابوالفداء اور ابن اثیر نے علی اور زبیر دو شخص اور ابن خلدون نے مع مقداد تین شخص اور بعض مورخین نے کل ۵ شخص لکھے ہیں [3] عباس جنگ بدر میں اظہار تہیداً ترک کر چکے تہے۔ مگر قریش پر ظاہر نہ کرتے اور مکہ ہی میں سکونت رکھتے تہے فتح مکہ کے روز اُنہوں نے اپنا ایمان علانیہ ظاہر کر دیا۔ (استیعاب)

اور ... ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب اور عبداللہ بن امیہ مخزومی سے ملاقات ہوئی جو ہجرت کئے ہوئے آرہے تھے اور اسوقت مشرف باسلام ہوئے۔ اسی طرح لشکر اسلام مرالظہران تک جا پہنچا جوکہ مکہ سے ۴ فرسنگ پر واقع ہے۔ رات ہوگئی تھی ڈیرے ڈالے گئے اور اس ساری سفر میں لشکر کو اسوقت اول مرتبہ آگ روشن کرنے کی اجازت ملی (ابن اثیر۔ ابن خلدون۔ حبیب السیر وغیرہ)

عباس اگرچہ صدق دل سے آنحضرت کے ساتھ تھے لیکن قریش کی ہلاکت پر آنکا جی بہت کڑھتا تھا۔ پس رات کو وہ سوار ہوکر چلے کہ اگر کوئی ملے تو اُس سے قریش کو خبر کرادوں کہ پیغمبر خدا دس بارہ ہزار فوج سے تشریف لائے ہیں تاکہ وہ لوگ خواہاں امن ہوکر حضور پرنور کی خدمت میں حاضر ہوں ورنہ سب مارے جائینگے۔ ناگاہ ابوسفیان بن حرب اور حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقا الخزاعی ملے اور عباس سے پوچھا یہ غل غپاڑہ کیسا ہے اور آگین کیسی روشن ہیں۔ عباس نے صورت حال بیان کی۔ ابوسفیان یہ سنکر بہت سٹ پٹایا۔ مگر عباس کے کہنے سے طالب امان ہوکر آنحضرت کی خدمت میں چلا۔ راستہ میں حضرت عمر کے خیمہ کے آگے سے گزرا تو دیکھکر وہیں قتل کرنے پر مستعد ہوگئے۔ عباس نے کہا کہ یہ میری امان میں ہے اور چونکہ عمر اسوقت پیدل تھے اور یہ دونو سوار اس سبب سے وہ آگے نکل گئے اور حضرت تک جا پہنچے پیچھے ہی عمر بھی تلوار کھینچے ہوئے آ پہنچے اور عباس کے امان کی کچھ پروا نہ کرکے ابوسفیان کے قتل پر اصرار کرنے لگے۔ اور اُسکے قتل پر حضرت کے اشارہ کے منتظر تھے۔ کہ عباس نے جھلا کر کہا کہ اے عمر اگر یہ بنی عدی سے ہوتا تو تم اسکے قتل پر اتنا اصرار نہ کرتے چونکہ جانتے ہو کہ بنی عبد مناف سے ہے اس سبب سے اِس کے قتل پر تم زیادہ مچل رہے ہو۔ حضرت عمر نے کہا کہ عباس افسوس ہے کہ میری نسبت تمہارا ایسا خیال ہی۔ تم جو چاہو سو سمجھو مگر میں اسکو زندہ نہیں چھوڑونگا۔ عباس اس کلام کا جواب بھی دینے نہ پائے تھے کہ عمر خطاب ابوسفیان کی طرف جھپٹے۔ آنحضرت نے یہ دیکھکر ارشاد کیا کہ مینے اسے شب بھر کی مہلت دی۔ عمر یہ سنکر دم بخود ہوگئے۔ اور تلوار میان میں کرلی۔ غرض عباس ابوسفیان کو واپس لے آئے اور سمجھایا۔ دوسرے دن جب صبح کو حاضر ہوا۔ آنحضرت نے دعوت اسلام کی۔ ابوسفیان بولا کہ اس امر میں مجھے ابھی کلام ہے۔ عباس بولے کمبخت جلدی سے گواہی دے کہ خدا ایک ہے اور محمد اُسکا رسول ہے ورنہ ابھی گردن مارا جائیگا۔ ابوسفیان نے یہ سنتے ہی تلوار کے خوف سے گھبرا کر کہدیا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور مسلمانوں کے زمرہ میں شامل ہوگیا۔ مگر تمام مورخین نے اسکو اور اسکے بیٹے معاویہ کو مولفۃ القلوب میں شمار کیا ہے۔ ساتھ ہی حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقا نے بھی اسلام قبول کیا [1] (حیات القلوب۔ حبیب السیر۔ ابن خلدون۔ ابن اثیر وغیرہ) اب مصالح وقت اور حرمت کعبہ پر نظر ڈالکر اور نیز عام اخلاق کے لحاظ سے بھی آنحضرت نے عام حکمدیا کہ کوئی ابوسفیان یا حکیم بن حزام کے گھر میں یا مسجد کعبہ میں چلا جائیگا یا اپنا دروازہ بند کرلیگا اُسکو پناہ ہوگی۔ اور جو بلا ہتیار لگائے سامنے آئے اُسپر مسلمان ہاتھ نہ اُٹھائیں۔ پھر عباس نے ابوسفیان کو آنحضرت کی فوج دکھائی مسلمانوں کی دس بارہ ہزار سپاہ کو دیکھکر اُسکے حواس جاتے رہے اور عباس سے کہا کہ اب تو تیرے بھتیجے کی بڑی سلطنت ہوگئی ہے۔ عباس نے کہا کہ کمبخت یہ رتبہ نبوت ہے نہ رتبہ بادشاہت۔ اُس نے کہا ہاں سچ ہے + یہ حال دیکھکر ابوسفیان فوج اسلام سے پہلے مکہ میں داخل ہوا اور آنحضرت کی طرف سے منادی کردی۔ اب وقت ہی نہ تھا کہ کفار جنگ کی تیاری کرتے اور اپنے حلیفوں اور حمایتیوں کو بلاتے ہر ایک اُنمیں سے بجائے خود ششدر تھا۔ پس اُن لوگوں نے یہی مناسب سمجھا کہ آنحضرت کو بلا مزاحمت مکہ میں

[1] حیات القلوب میں بحوالہ غنیۃ العقاب لکھا ہے کہ جب فوج ابوسفیان کے پاس سے گذر رہی تھی سعد بن عبادہ جو انصار کے علمدار تھے یہ کہتے ہوئے گذرے کہ اب لڑائی کے وقت کسی متبرک مقام کا لحاظ نہیں کیا جائیگا۔ مقتولین اُحد کا خوب بدلہ لیں گے۔ ابوسفیان نے سن پایا اور رسول اللہ صلعم سے آکر عرض کیا کہ سعد قریش کے قتل کرنیکا ارادہ رکھتا ہے حضرت نے جناب علی کو بھیجا کہ سعد سے جاکر علم تم لیلو پس علی نے سعد سے علم لیلیا (روضۃ الاحباب و روضۃ الصفا وغیرہ)

داخل ہونے دیں۔ مگر آنحضرت کو چونکہ معلوم نہ تہا کہ کیا صورت پیش آئیگی مکہ کے قریب منزل ذی طوی میں پہنچکر اپنی فوج کو ہوشیاری سے تقسیم کیا۔ حضرت علی سپہ سالار تھے ایک حصہ فوج کا زبیر بن العوام کو سپرد ہوا اور حکم ہوا کہ مکہ کے بالائی حصہ کی طرف جاؤ اور علم کو کوہ حجون جبل پر جاکر گاڑ دینا اور جبتک میں آؤں وہیں رہنا فوج کے ایک حصہ کو خالد بن ولید کے ماتحت مکہ کے زیرین حصہ کی طرف نامزد کیا اور ابو عبیدہ بن جراح کو ایک اور طرف سے روانہ کیا گیا۔ مگر سرداروں کو سخت تاکید تہی کہ تحمل اور نرمی سے کام لیں ہرگز اپنی طرف سے حملہ نکریں کیونکہ فتح مکہ نرمی اور رحم کے ساتھ منظور ہے تشدد اور سختی مد نظر نہیں ہے۔ ابن اثیر لکھتا ہے کہ شہر میں داخل ہوتے وقت سعد بن عبادہ نے کہا کہ لڑائی کیوقت کسی متبرک مقام کا خیال نہیں کیا جاتا حضرت کو معلوم ہوا تو سعد سے علم لیکر علی کے حوالہ کر دیا +

بڑا حصہ فوج کا بلا مزاحمت مکہ میں داخل ہو گیا فوج کا مؤخر حصہ جو سرخ لباس پہنے ہوئے تھا آنحضرت کے ساتھ داخل ہوا اسوقت حضرت ناقہ قصوی پر سوار تھے لیکن چونکہ گرداگرد ہجوم بہت ہو گیا تہا۔ حضرت آہستہ آہستہ چلتے تھے یہانتک کہ کوہ حجون تک پہنچے جہانکہ زبیر نے اسلام کا جھنڈا گاڑ رکھا تھا۔ حضرت کے واسطے خیمہ نصب کیا گیا۔ حضرت اسکے نیچے میدان پر نظر ڈالی تو تلواریں اور برچھیاں چمکتی ہوئی اور خالد نظر پڑا جو میسرہ کا سردار تھا۔ اور جس نے کشت وخون کا بازار گرم کر رکھا تہا۔ حضرت کو بہت صدمہ ہوا اور غصہ آیا۔ بات یہ تہی کہ عکرمہ بن ابو جہل و صفوان بن امیہ اور سہیل بن عمرو وغیرہ کچھ آدمیوں کے ساتھ مقام خندمہ میں مسلمانوں کے مقابلہ کے واسطے آکھڑے ہوئے تھے خالد نے سبقت کر کے اُنپر حملہ کر دیا خالد اور اُسکی فوج دشمن کو مارتی ہوئی مکہ میں گھس گئی اور اگر آنحضرت کا حکم فوری نہ ہوتا تو مکہ میں قتل عام ہو جاتا۔ خالد کے اس حملہ میں ۱۳ یا ۲۸ اور بروایتے ستر کفار اور دو یا تین مسلمان مارے گئے۔ (حبیب السیر و ابن اثیر وغیرہ) صاحب روضۃ الصفا نے ۷۰ کفار اور دس مسلمانونکا مارا جانا لکھا ہے۔

اسکے بعد حضرت پہاڑ سے اُترکر ناقہ پر سوار ہوئے سوئے دروازۂ مکہ کے قریب آئے ابوبکر اور اسامہ بن زید ساتھ تھے۔ اسوقت آپ کو مکہ سے اپنا بے سروسامانی سے نکلنا اور پہر اس شاہانہ شکوہ سے وہاں داخل ہونا خیال کر کے ایک خاص کیفیت سے متکیف ہوئے۔ حضرت نے اپنی گردن اظہار شکرگذاری کے لئے اونٹ کے کوہان کی طرف جہکائی اور سیدھے کعبہ کے قریب آکر قریش سے کہا اب بتاؤ تمہارے ساتھ کیا کروں۔ عرض کی کہ آپ کریم ابن کریم ہیں۔ فرمایا جاؤ تمہیں معاف کیا۔ پہر کعبہ کے گرد سات طواف کر کے اندر داخل ہوئے اور نماز پڑہی + جتنی تصویریں خانہ کعبہ کے اندر تہیں سب محو کر دی گئیں۔ اُسمیں حضرت ابراہیم اور حضرت اسمعیل کی بہی تصویر تہی اور فرشتوں کی تصویریں خوبصورت عورتوں کے بھیس میں بنی ہوئی تہیں۔ کعبہ کے گرد ۳۶۰ بت لگے ہوئے تہے جن میں ہبل کا بت بہت مشہور تھا۔ جو بت نیچے تھے اُنکو خود آنحضرت نے لکڑی سے توڑ ڈالا

۱؎ ابن اثیر۔ روضۃ الصفا۔ حبیب السیر وغیرہ۔ مگر ایرونگ لکھتا ہے کہ آنحضرت کا علم اور بڑا حصہ فوج کا علی کو سپرد ہوا اور حکم ہوا کہ علم کو کوہ حجون پر پہنچکر گاڑ دینا اور جبتک میں نہ آؤں وہیں رہنا اور یہ حصہ بلا مزاحمت مکہ میں داخل ہو گیا اور کوہ حجون پر جاکر اسلام کا جھنڈا گاڑ دیا بعد علی آنحضرت کی تشریف آوری کے منتظر رہے ۲؎ مکہ کے قریب قبرستان ہے ۳؎ بعض نے لکھا ہے کہ ان لوگوں نے مسلمانوں پر تیر باران کئے تہے مگر اکثر کتب سے یہی ثابت ہے کہ خالد ہی نے عجلت اور سبقت کی تہی۔ جیسا کہ تاریخ طبری سے ثابت ہوتا ہے ۴؎ عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ نے جو کلید بردار تہا اور مرتد ہو گیا تہا۔ آنحضرت کو آتا دیکھکر خانہ کعبہ میں قفل لگا دیا۔ حضرت علی نے اُس سے کنجیاں چہین لیں مگر بعد میں آنحضرت نے واپس کرادیں اور اُس سے ایسا نرمی کا سلوک کیا کہ آخر کو وہ پہر مسلمان ہو گیا اور کلید برداری کا عہدہ اُسکے خاندان میں موروثی کر دیا گیا اب تک اُسکی نسل سے کلید بردار ہوتا چلا آتا ہے۔ اسیطرح سقایۃ حاج اور چاہ زمزم کی نگرانی کا عہدہ عباس کے خاندان میں موروثی کر دیا گیا +

اور جو اونچے تھے اُنکے توڑنے کے واسطے حضرت علی کو اپنے دوش مبارک پر چڑہایا اور وہ حضرت علی نے توڑ کر گرادیئے[1]۔ خالد بن ولید۔ سعد بن زید اور عمرو بن عاص وغیرہ گرد و نواح کے بت مسمار کرنے کے لیئے مامور کیئے گئے۔ ظہر کا وقت آیا سقف کعبہ پر آنحضرت نے بلال سے اذان کہوائی۔ ظہر کی نماز باجماعت ہوئی حضرت نے خطبہ پڑہا اور کعبہ میں اللہ اکبر کی دہوم مچگئی + اسکے بعد حضرت کوہ صفا پر تشریف لیگئے۔ اور عمر نیچے حضرت سے کھڑے ہوئے اور مکہ کے پہلے مرد اور بعد میں عورتیں آگے سے گذرتے جاتے اور آنحضرت کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کرتے جاتے تھے عورتونکی بیعت اسطرح ہوئی کہ حضرت نے ایک کپڑا لٹکا دیا تہا یا ہاتھ پر لپیٹ لیا تہا کیونکہ آنحضرت غیر محرم کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے +

اس فتحیابی اور کامیابی کی حالت میں بہی حضرت نے کوئی شاہانہ رعب داب لوگوں پر نہیں ڈالا۔ نہ کسی سے اُس اطاعت اور تعظیم کے خواہاں ہوئے جو بادشاہونکی کیجاتی ہے۔ جس نے ایسا کیا اُسے منع کیا ایک شخص ڈرتا ڈرتا سامنے آیا حضرت نے فرمایا ڈرتا کیوں ہے میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں ایک زن قریشیہ کا فرزند ہوں جو دہوپ میں سوکھا ہوا گوشت کھاتا ہوں۔ حضرت کا برتاو امیروں غریبوں سب کے ساتھ یکساں نرم تھا۔ بڑے بڑے سرکش اور مغرور قریش سردار جنہوں نے آنحضرت کو تنگ کرکے مکہ سے نکالا تہا اور طرحطرح کی اذیتیں پہنچائی تہیں سر جہکائے ہوئے آئے کیونکہ خدا نے اپنے رسول کو قریش کی گردنوں کا مالک بزور کر دیا تہا۔ آپنے ارشاد کیا تمکو میرے ہاتھ سے کیا توقع ہے اُنہوں نے عرض کی جو اچھے سخیوں کا کام ہوتا ہے وہ کرو۔ حضرت نے فرمایا چلے جاؤ تم کو ہمنے چھوڑ دیا +

ابن اثیر۔ روضۃ الاحباب۔ تاریخ الخمیس۔ روضۃ الصفا اور حبیب السیر وغیرہ میں ہے کہ صرف گیارہ مردوں اور چھہ عورتوں کی نسبت آنحضرت نے حکم دیا تہا کہ اُنکا خون مسلمانوں کو معاف ہے کیونکہ ان لوگوں سے مسلمانوں نے سخت اذیتیں اُٹھائی تہیں۔ لیکن اُنمیں سے بہت کم لوگ مارے گئے کچھہ بہاگ گئے کچھہ مسلمان ہوگئے اور کتنونکی خطا دوسرونکی سفارش پر آنحضرت نے معاف کردی۔ اُنمیں سے بعض کا ذکر کیا جاتا ہے +

(۱) ابوسفیان کی بیوی ہندہ بنت عتبہ مادر معاویہ جس نے حضرت حمزہ کا کلیجہ چبایا تہا بہت متخوف تہی بہیس بدلکر اُن عورتوں کے ساتھ آئی جو بیعت کرنے حاضر ہوئی تہیں لیکن جب حضرت نے نظر غور سے اُسکی طرف دیکھا تو وہ پاؤں پر گر پڑی اور معافی کی ملتجی ہوئی حضرت نے اُسے معاف کر دیا +

---

[1] صاحب حبیب السیر و مدارج النبوۃ لکھتے ہیں کہ کئی بڑے بڑے بت ایک بلند مکان پر رکھے ہوئے تھے کہ ہاتھ وہاں تک پہنچ نہیں سکتا تھا اُن میں سے بڑے بت کا نام ہبل تہا علی مرتضیٰ نے عرض کی کہ اپنا پائے مبارک میرے شانہ پر رکھئے اور ان بتوں کو نیچے اُتار دیجئے فرمایا یا علی تمکو طاقت نبوت کا بوجھ اُٹھانے کی نہیں۔ تم اپنا پاؤں میرے شانے پر رکھو۔ حضرت علی نے امتثالاً للامر پاؤں رسول خدا کے شانے پر رکھا اور اُن بتوں کو نیچے ٹپکا اُسوقت سرور کائنات صلعم نے پوچھا یا علی اسوقت اپنے تئیں کیسا پاتے ہو کہا یا رسول اللہ ایسا دیکھتا ہوں کہ تمام حجاب کے پردے مکشوف ہوگئے ہیں اور گویا سر میرا ساق عرش کو پہنچا ہے۔ اور جس چیز پر ہاتھ دراز کروں وہ چیز میرے ہاتھ آتی ہے حضرت نے فرمایا یا علی خوش ہو جیو حال تمہارا کہ خدا کے کام کرتے ہو اور خوش ہو جیو حال میرا کہ بار حق اُٹھاتا ہوں۔ صاحب حبیب السیر و مدارج النبوۃ وغیرہ اکثر مورخین نے لکھاہے کہ پھر جب حضرت علی اوپر سے کودے تو ہنسنے لگے رسول اللہ صلعم نے پوچھا کہ یا علی کیوں ہنسے۔ عرض کی اس لیئے ہنسا کہ اتنے اونچے سے گرا اور کسیطرح کا الم مجھے نہیں پہنچا فرمایا کیونکر تم کو الم پہنچتا کہ محمد نے تم کو اُٹھایا اور جبرئیل نے تم کو اُتارا[2]۔ تاریخ الخمیس میں ہے کہ عمر بیٹھ کرتے جاتے تہے اور وہ رسول اللہ۔ اطاعت اور فرمانبرداری پر بیعت کرتے جاتے تہے جب یوم فتح مکہ کو مردوں کی بیعت سے فارغ ہوگئے تو وہیں عورتوں کی بیعت شروع ہوئی پس ہندہ بنت عتبہ زوجہ ابوسفیان آئی اور وہ خوف زدہ و متفکر تہی۔ بسبب اُس سلوک کے جو اُس نے حمزہ سے کیا تہا پس فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ میں تم عورتوں سے (دیکھو صفحہ ۱۴۳)

(۲) وحشی قاتل حمزہ مکہ میں فوج کے داخل ہوتے وقت بہاگ گیا تہا بعد میں حضرت کے سامنے اس طرح آکر مسلمان ہوا کہ پہچانا نہ گیا - پہچانے جانیکے بعد اُسکا قصور معاف ہوا مگر حضرت نے حکم دیا کہ کبہی میرے سامنے نہ آیو - بعد میں اسی وحشی نے خلافت اول میں مسیلمہ کذاب کو قتل کیا +

(۳) عبداللہ بن سعد بن ابی سرح ایک نوجوان قریشی کاتب وحی منافق تہا - وحی لکہتا تو الفاظ بدل ڈالتا تہا اور کہتا تہا کہ قرآن تو میرے اختیار میں ہے جو چاہوں لکہہ لوں - جب اُسکا بہید کھلا تو چھپکر مکہ سے مدینہ چلا آیا اور مرتد ہو گیا - چونکہ حضرت عثمان کا رضاعی بہائی تہا کئی دن تک حضرت عثمان نے اُسے چھپائے رکھا - بعد میں اپنے ساتھ حضرت کے پاس لائے اور اُسکا خون معاف کرانیکی سفارش کی دو دفعہ حضرت نے انکار کیا تیسری مرتبہ بڑے توقف کے بعد بکمال کراہیت کے ساتھ معاف کیا - کیونکہ حضرت عثمان کے چلے جانے پر آنحضرت نے حاضرین جلسہ سے کہا کہ تم میں سے کیکو یہ توفیق نہیں ہوئی کہ میری امان دینے سے پہلے اُس کتے کو قتل کر ڈالتا لوگوں نے کہا اگر حضور ذرا بہی آنکھہ کا اشارہ کرتے تو ہم لوگ فوراً اُسے مار ڈالتے آپ نے فرمایا کہ آنکھہ سے اشارہ کرنا پیغمبروں کی شان کے خلاف ہے - پس عبداللہ دوبارہ مسلمان ہوا - اور بعد میں حضرت عثمان نے اپنی خلافت میں اُسے مصر کا گورنر بنا دیا تہا +

(۴) عکرمہ بن ابوجہل جسنے آنحضرت کی دشمنی اپنے باپ سے میراث میں پائی تہی - جس روز آنحضرت مکہ میں داخل ہوئے اپنی بیوی ام حکیم کو چھوڑ کر تیز گھوڑے پر سوار ہو کر بھاگ گیا تہا - ام حکیم مسلمان ہو کر آنحضرت کے قدموں پر گر پڑی اور درخواست کی کہ میرے شوہر کا بہی قصور معاف کر دیجئے آنحضرت نے اُسکی عاجزی دیکھکر عکرمہ کا قصور معاف کر دیا - پہر ام حکیم عکرمہ کو ڈہونڈہ کر آنحضرت کی خدمت میں لائی - اور وہ مسلمان ہو گیا - حضرت نے اُسے ایک دستہ فوج کا سردار بنا دیا - آخر خلافت دوم میں جنگ اجنادین میں مارا گیا +

(۵) کعب بن زہیر شاعر آنحضرت کی ہجو کرتا اور اپنی زبان سے مسلمانوں کو بہت ایذا پہنچاتا تہا - فتح مکہ کے دن بہاگ گیا تہا - بعد میں آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوا اور آتے ہی قصیدہ بانت سعاد وقلبی الیوم متبول پیش کیا آنحضرت نے پسند کیا + (۶) صفوان جسنے عکرمہ کی فوج کے ساتھ خالد کا مقابلہ کیا تہا بہاگ گیا تہا بعد میں اُس نے حضرت سے ایمان لانیکے لئے مہلت لیلی تہی - یہانتک کہ جب جنگ حنین میں مال غنیمت بہت ہاتھ آیا اور حضرت نے اُسکو بہت سا عطا فرمایا تو مسلمان ہو گیا +

(۷) ہبار بن الاسود کا یہ قصور تھا کہ جب جنگ بدر کے بعد آنحضرت کی صاحبزادی زینب مکہ سے مدینہ کو روانہ ہوئی تہیں تو نیزہ اونٹ پر مارا تھا جس سے ڈر کر اُنکا حمل ساقط ہو گیا تہا یہ بہی مسلمان ہو گیا اور قصور معاف ہوا +

(۸) عبداللہ بن زبعری شاعر آنحضرت اور صحابہ کی ہجو کیا کرتا تہا اور مشرکوں کو مسلمانوں کی حرب پر ترغیب و تحریص دلاتا تھا - بہاگ گیا تھا - بعد میں حاضر ہو کر مسلمان ہوا +

(۹) مقیس بن صبابہ کا یہ جرم تہا کہ اُس نے ایک شخص انصاری کو جس نے اُسکے بہائی کو غلطی سے مار ڈالا تہا قتل کیا تہا حالانکہ اُس انصاری نے دیت ادا کر دی تہی - مقیس مرتد ہو کر مکہ کو بھاگ گیا تہا مکہ کی فتح کے روز مشرکوں کے ساتھ شراب

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۳۳) ان امور پر بیعت لیتا ہوں کہ کیکو خدا کا شریک نکرنا - چوری نکرنا - زنا نہ کرنا - اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا - کسی پر بہتان نہ لگانا نیکی میں عصیان نکرنا - جب حضرت نے ہند سے کہا کہ چوری نکرنا تو ہند نے کہا کہ ابوسفیان مرد بخیل ہے کیا اُسکا مال بہی چوری سے نہ لوں - پس ابوسفیان نے کہا کہ میرا مال جو تجہے ملجائے وہ تجہے حلال ہے - اسپر حضرت ہنسے اور اُسے پہچان کر کہا تو ہند ہے - ہند نے کہا ہاں یا رسول اللہ میرے گذشتہ قصور کو معاف کیجئے - حضرت نے معاف کر دیا ++

پی رہا تھا نمیلہ بن عبداللہ کو خبر ہوئی اُس نے اُسے جا کر قتل کر دیا +

(۱۰) عبدالعزیٰ بن خطل مدینہ میں آکر مسلمان ہوا تھا حضرت نے اُسکا نام عبداللہ رکھا تھا بعد میں ایک مسلمان کو مار کر مرتد ہو گیا تھا اور مکہ کو چلا گیا تھا یہ بھی مارا گیا +

(۱۱) حویرث بن نقید شاعر آنحضرت کی ہجو کیا کرتا تھا - حضرت علی نے اُسے قتل کیا +

(۱۲) حارث بن طلاطلہ بھی حضرت کو ایذا پہنچایا کرتا تھا حضرت علی نے اُسے بھی قتل کیا +

عورتوں میں ہند کے علاوہ فرتنا کی جان بخشی ہوئی اور قریبہ - ارنب - سارہ اور ام سعد چار قتل ہوئیں - ہند اور فرتنا اسلام لائیں + مکہ ۲۰ رمضان کو فتح ہوا اور ۲ شوال تک حضرت وہاں مقیم رہے - اسی اثنار میں ایک بڑی گھرانے کی عورت[1] چوری میں گرفتار ہوئی آنحضرت نے اُسکے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا اُس قوم کے لوگوں نے اسامہ سے سفارش کرائی - آنحضرت نے سماعت نفرمایا اور ارشاد کیا اللہ کے حدود امیر و غریب سب کے ساتھ مساوی ہیں پہلی اُمتوں میں اسی سبب سے خرابی واقع ہوئی کہ لوگوں نے تمام قاعدے غریبوں ہی کے لئے نافذ کئے اور اونچے لوگوں کے لئے کوئی قید نہ رہی - قسم ہے اُس خدا کی جسکے ید قدرت میں محمدؐ کی جان ہے اگر فاطمہ بنت محمد چوری کرے تو اُسکا ہاتھ بھی اسیطرح کاٹا جائیگا +

(۹۰) خالد اور بنی جذیمہ[2] فتح مکہ کے بعد رسول اللہ صلعم نے تھوڑے تھوڑے آدمی اطراف مکہ میں اسواسطے روانہ فرمائے تھے کہ لوگوں کو دعوت اسلام کریں مگر یہ شرط تھی کہ کسی سے لڑائی نکریں (ابن اثیر - ابوالفدا) انہیں میں سے خالد بن ولید کو بنی جذیمہ کی طرف روانہ کیا تھا +

ایام جاہلیت میں بنی جذیمہ نے عبدالرحمن بن عوف کے باپ عوف کو اور خالد بن ولید کے چچا الفاکہ بن مغیرہ کو جبکہ وہ یمن سے آرہے تھے مار ڈالا تھا اور اُنکا اسباب لوٹ لیا تھا - وہ لوگ جو واسطے ہدایت خلق کے رسول اللہ صلعم نے روانہ کئے تھے اُنمیں خالد بن ولید بھی تھے - بروایت حبیب السیر و روضۃ الاحباب ساڑھے تین سو آدمی مہاجر و انصار و بنو سلیم سے اُنکے ساتھ تھے خالد بن ولید بنی جذیمہ کے ایک چشمہ پر جا کر اُترے جسکا نام یلملم تھا اور مقام غمیصا اسکے قریب واقع تہا یہ دونو مقام مکہ سے دو منزل کے فاصلہ پر واقع تھے - یہاں کے لوگ رسول اللہ صلعم کے پاس حاضر ہو کر مسلمان ہو چکے تھے اسوقت اُنسے صرف حالت دریافت کرنی منظور تہی کہ آیا اپنے عہد پر قایم ہیں یا نہیں[3] - بنی جذیمہ مدافعت کی غرض سے مسلح ہو کر خالد کے مقابلہ میں آئے خالد کو دیکھکر اظہار اسلام کیا خالد نے حاکمانہ آواز سے اُن سے پوچھا کہ تم مسلمان ہو یا کافر اُنہوں نے لڑکھڑاتی زبان سے کہا کہ مسلمان ہیں ہمنے مسجدیں بنائی ہیں اُنمیں نمازیں پڑھتے ہیں (روضۃ الاحباب) خالد نے کہا پھر ہتیار بند کیوں آئے ہو - اُنہوں نے جواب دیا اس سبب سے کہ بعض قبیلوں سے ہماری دشمنی ہے اور اندیشہ ہے کہ بیخبری میں وہ حملہ کریں غبار دیکھکر ہم تمکو وہی سمجھے تھے - خالد نے اُنکا عذر نمانا اور درشتی سے حکمدیا کہ گھوڑوں سے اُتر جاؤ اور ہتیار رکھدو - اُنہوں نے ہتیار رکھدیئے اور الگ کھڑے ہو گئے - خالد نے فوراً بہت سوں کو گرفتار کر لیا - بہت سے بھاگے خالد نے اُنکا تعاقب کرکے بہت سے قتل کئے - رہے قیدی ایک ایک آدمی کو ایک ایک اسیر سپرد تھا صبح کو خالد نے حکم دیا کہ ہر ایک اپنے اپنے اسیر کو قتل کر ڈالے - بنی سلیم نے جو خالد کے ہم قوم تھے اپنے اپنے قیدی کو قتل کر دیا مگر مہاجر و انصار نے اپنے اسیروں کو چھوڑ دیا - (ابوالفدا - ایرونگ - روضۃ الاحباب - معارج - حبیب السیر - ابن اثیر - طبری) انہیں کے ایک اسیر نے آنحضرت کی خدمت میں آکر اس واقعہ کی خبر دی پس خالد کے اس فعل کی خبر جب رسول اللہ صلعم کو

---

[1] اس عورت کا نام فاطمہ بنت الاسود بن عبدالاسد مخزومی تہا یہ اسود ام سلمہؓ کا برادر زادہ تہا (حبیب السیر و روضۃ الاحباب) [2] صاحب حبیب السیر ... [3] تہذیب التہذیب - حبیب السیر +

پہنچی تو اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اتنے بڑہائے کہ حضرت کے بغلوں کی سپیدی ظاہر ہوگئی اور خدا سے دعا کی کہ بارخدایا میں بری الذمہ ہوں خالد کے فعل سے کیونکہ اُس نے ممانعت رسول کا کچھہ خیال نہ کیا دو یا تین بار یہی فرمایا اور حضرت علی کو ارشاد کیا کہ تم مال لیکر جاؤ اور سب کا خونبہا دیکر آؤ - حضرت علی بموجب ارشاد پیغمبرؐ وہاں تشریف لیگئے اور جتنے مارے گئے تھے اُنکا خون بہا دیکر آپنے پوچھا کہ کسیکی کوئی دیت رہ گئی ہو تو وہ یاد دلادے سبنے عرض کی کہ اب کوئی باقی نہیں رہا - تب حضرت علی نے وہ روپیہ جو اُنکے پاس بچ رہا تہا اُنہیں لوگوں پر تقسیم کردیا کہ اُن لوگوں کے دل زیادہ خوش ہوں - آنحضرت صلعم کو جب یہ خبر پہنچی تو بہت خوش ہوئے - اس معاملہ کے سبب خالد کیطرف سے آنحضرت عرصہ تک قہر وغضب میں رہے - جب بنی جذیمہ کو راضی کرلیا تو بعض صحابہ کی سفارش سے آنحضرت نے خالد سے درگذر کی[1]۔

عبدالرحمن بن عوف نے بہی خالد کے اس فعل پر بہت ملامت کی اور کہا تونے بہت برا کیا - خالد نے کہا کہ مینے تیرے باپ عوف کا بدلہ لیا ہے - عبدالرحمن نے جوابدیا کہ نہیں تونے اپنے چچا الفاکہ بن مغیرہ کا عوض لیا ہے - اور یہ فعل تونے زمانہ جاہلیت کا سا کیا مسلمان ہوکر تجھے ایسا کرنا نہ چاہیئے تھا - عبدالرحمن اور خالد کے اس جھگڑے کی خبر جب رسول اللہ صلعم کو پہنچی تو آپنے خالد کو ارشاد کیا کہ میرے اصحاب تو اپنے ساتھ نہ رکھ اے خالد تو اُنکی قدر نہیں جانتا - قسم ہے خدا کی اگر تیرے پاس سونیکا پہاڑ ہوتا اور تو اُسکو اللہ کی راہ میں خرچ کرتا تب بہی ایسے شخصونکی بو باس نہ پاتا (ابن اثیر و ابوالفدا)

روضۃ الاحباب میں لکہا ہے کہ عبداللہ بن ابی حدود اسلمی کہتا ہے کہ خالد کے اس سریہ میں میں خالد کے ساتھ تھا ایک جوان میری قید میں رسی میں بندھا تہا اُسکے ہاتھ گردن میں بندہے ہوئے تہے اُس نے کہا ای شخص ہو سکتا ہے کہ مجکو ذرا کی ذرا اس سامنے کے خیمہ میں ان عورات کے پاس لیجلے کہ انسے کچھہ حاجت رکھتا ہوں پھر جو چاہنا میرے ساتھ کرنا میں اُسکو وہاں لیگیا وہ اُنمیں سے ایک عورت سے ملا اور آپس میں کچھہ باتیں کیں پہر میں واپس لے آیا - جب اُسے قتل کیا تو وہی عورت آکر بیتابانہ اُسکی لاش پر گر پڑی اور دو تین نعرے مار کر جان بحق تسلیم ہوئی - جب اہل سریہ نے یہ قصہ آنحضرت سے بیان کیا تو فرمایا کہ تم میں ایک مرد بہی ایسا نہ تہا جسے رحم آتا ۔

(۱۹) جنگ حنین ۱۰ شوال ۸ ھ جب فتح مکہ کی خبر اطراف عرب میں پہیلی بنی ہوازن - بنی ثقیف - بنی جشم بنی سعد اور دیگر پہاڑی اور صحرائی قوموں نے آنحضرت سے لڑنیکے واسطے آپسمیں اتحاد کیا - یہ بنی سعد وہی ہیں جنکے پاس آنحضرت کا بچپن حلیمہ سعدیہ کے ساتھ گذرا تھا اور بنی ثقیف وہی ہیں جنہوں نے طائف میں آنحضرت کے ساتھ بدسلوکی کی تہی - اور پتہراؤ کیا تہا - اور لات کی پرستش کرتے تھے - مالک بن عوف نضری جو بنی ثقیف کا سردار تھا اس تمام اتحاد کا سرگروہ اور ابوجرول علمدار بنایا گیا - پس مالک نے مقام اوطاس پر جو طائف اور حنین کے درمیان ہے چہاونی ڈالدی - بروایت روضۃ الاحباب چار ہزار اور بروایت مقصد اقصیٰ تین ہزار مرد جرار تھے مگر بعض مورخین مثلاً صاحب روضۃ الصفا نے لکہا ہے کہ تیس ہزار مرد جرار کا جمگھٹا ہوگیا تہا - یہ لوگ اپنی عورتیں بچے اور ریوڑ بہی ساتھ لائے تہے درید بن صمہ نے جو ایکسو بیس یا ایکسو ساٹھ برس کا بوڑہا اور بنی جشم کا سردار تھا عورتوں بچوں اور ریوڑ کا لانا پسند نہیں کیا جنکو مالک بن عوف اس خیال سے لایا تہا کہ انکی موجودگی میں اُسکی فوج بہاگے گی نہیں - درید چونکہ جہاں دیدہ اور تجربہ کار تہا اس سبب سے اسے صرف صلاح مشورہ لینے کے واسطے ایک کجاوہ میں بٹھا لائے تہے - ورنہ بسبب پیری کے ڈہانچ ہی ڈہانچ رہ گیا تہا آنکھوں سے اچھی طرح دکھائی بہی نہ دیتا تہا - اس نے عورتوں بچوں کے واپس بہیجنے کی صلاح دی مگر اسپر عمل نہیں کیا گیا - تاریخ الخمیس میں ہے کہ اس اجتماع کا

---

[1] حبیب السیر - ابن اثیر - ابوالفدا - روضۃ الاحباب [2] حنین ایک جنگل ہے جو مکہ سے تین میل پر طائف کی طرف واقع ہے ۔

حال شکر آنحضرت بھی بارہ ہزار (اور بروایتے ۱۶ ہزار) فوج لیکر چل کھڑے ہوئے انمیں دس ہزار مہاجر و انصار تھے جو مدینہ سے ساتھ آئے تھے اور حسب معمول حضرت علی علمدار تھے۔ اور دو ہزار باشندگان مکہ تھے جن میں سے بعض ابھی تک مسلمان بھی نہیں ہوئے تھے چنانچہ صفوان بن اُمیّہ کافر بھی ہمراہ تھا۔ اس سے ایکسو زرہ حضرت نے اس جنگ میں عاریت لی تھی تاریخ الخمیس میں ہے کہ اسی مشرکین آنحضرت کے ساتھ تھے انہیں میں صفوان تھا [2]۔

۱۰ شوال کو آنحضرت مکہ سے باہر آئے دلدل پر سوار تھے۔ مسلمان وادی حنین تک پہنچے تھے کہ غنیم کی فوج پہلے ہی آموجود ہوئی تھی۔ اور وہ لوگ جابجا پہاڑ کے دروں میں چھپ گئے تھے۔ مسلمان اس سے واقف نہ تھے صبح کو راستہ کی تنگی کی وجہ سے متفرق ہو کر آگے بڑھے۔ اس متفرق ہونیکی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ فتح مکہ سے اور اپنی تعداد کی زیادتی کی وجہ سے مسلمانوں کے دلوں میں کچھ نخوت بھی آگئی تھی۔ چنانچہ روضۃ الصفا روضۃ الاحباب تاریخ الخمیس اور حبیب السیر وغیرہ اور کتب تفاسیر میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے مسلمانوں کا یہ شاندار لشکر دیکھکر کہا تھا کہ آج ہم کمی لشکر کے سبب سے شکست نہ پائیں گے۔ اس نخوت کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کے آگے بڑھتے ہی دشمن کمینگاہ سے نکل پڑے اور ایسے نکلے کہ مسلمان حیران رہ گئے ماری تیروں پتھروں اور نیزوں کے بولائے اور راہ فرار اختیار کی [1]۔ بہت سے مسلمان مارے گئے۔ کئی زخمی ہوئے۔ حضرت نے بہت پکارا کہ اے اصحاب بیعت الرضوان تم اپنے رسول کو اکیلا چھوڑ کر کہاں جاتے ہو مگر ایک نے سنی پیچھے مڑکر بھی نہ دیکھا۔ نفسی نفسی کی پڑی ہوئی تھی۔ اسطرح مسلمانونکی شکست ہوگئی۔

اس موقعپر کفار مکہ اور منافقین کے بغض و کینے خوب ظاہر ہوگئے۔ ابوسفیان بن حرب جو فتح مکہ کے موقع پر ظاہر میں مسلمان ہو چکا تھا اپنے ترکش کو تیروں سے بھرے ہوئے مستعد کھڑا تھا اور کہتا تھا کہ ابھی تو یہ مسلمان سمندر تک بھاگیں گے صفوان بن امیہ کے بھائی کلدہ نے بھی پکار کر کہا کہ اب محمدؐ کے جادو کا اثر جاتا رہا [2] اور اگر بعض جانباز حضرت کے ساتھ نہ ہوتے تو ایک شخص نے تو آنحضرت کو شہید ہی کر دیا ہوتا۔ حبیب السیر میں ہے کہ مالک بن عوف نے آنحضرت پر حملہ کیا۔ ایمن ابن ام ایمن نے روکا یہانتک کہ لڑتے لڑتے شہید ہوگئے۔ اب ناچار ہو کر خود آنحضرت نے اپنا خچر لڑنیکے واسطے آگے بڑھایا۔ مگر عباس نے لگام تھام لی اور لڑنے سے روکا۔ عباس کی آواز بہت بلند تھی [3]۔ رات کو جب اپنے غلاموں کو آواز دیتے تو دس میل تک آواز جاتی تھی [3]۔ انہوں نے آنحضرت کے حکم سے فراری مسلمانونکو صدا دی اے گروہ انصار۔ اے اصحاب السمرہ اور اے اصحاب سورہ بقر

[1] حبیب السیر و روضۃ الاحباب میں ہے کہ سب سے پہلے خالد بن ولید نے فرار کیا اسکے بعد کفار قریش نے کہ قریب العہد بجاہلیت تھے۔ بعد ازاں باقی اصحاب مہاجر و انصار نے راہ فرار اختیار کی۔ حضرت ابوبکر اور عمر بھی قدم نہ جما سکے۔ تہذیب المتین میں لکھا ہے کہ جب حضرت عمر اُنیسبہ عورت کے سامنے سے چلے جا رہے تھے (یہ وہی جنگ احد والی بہادر تھی) اُس نے پکار کر اے عمر یہ کیا کام کرتے ہو۔ عمر نے کہا خدا کا حکم یہی ہے۔ حضرت ابوبکر کے فرار کی نسبت ابن ابی الحدید اپنے قصیدہ رائیہ میں لکھتا ہے ؎ وَلَیْسَ بِنُکْرٍ فِی حُنَیْنٍ فِرَارُہُ ۔ فَفِی اُحُدٍ قَدْ فَرَّ خَوْفًا وَ خَیْبَرَا (جناب ابوبکر کا جنگ حنین میں فرار کرنا کوئی انوکھی بات نہیں ہے۔ وہ جناب اس سے پیشتر جنگ احد و جنگ خیبر میں بھی ارے خوف کے فرار کر چکے ہیں)۔ صحیح بخاری میں ہے کہ ایک شخص نے براء بن عازب سے پوچھا کہ کیا تم لوگ رسول خدا کے پاس سے بروز حنین بھاگ گئے تھے براء نے کہا مگر رسول خدا نے تو فرار نہیں کیا اور نیز صحیح بخاری میں ہے کہ ابو قتادہ نے کہا کہ بھاگے سب مسلمان اور ہم بھی بھاگے انہیں بھاگنے والوں میں عمر خطاب کو دیکھا پوچھا کہ یہ لوگ کیوں بھاگے تو عمرؓ نے کہا کہ حکم خدا یوں ہی جاری ہوا تھا۔ (دیکھو تاریخ الخمیس و زاد المعاد ابن قیم)

[2] صفوان بن اُمیہ باوجودیکہ اتبک مسلمان نہ ہوا تھا مغموم تھا اور اُن لوگوں کو ایسے بیہودہ الفاظ سے روکتا تھا (خمیس)

[3] خمیس میں ہے کہ جب عباس زور سے آواز دیتے حاملہ عورتوں کے حمل ساقط ہو جاتے تھے۔ اور چوپایوں پر خفا ہوتے تو اُن کا پتہ پھٹ جاتا تھا (المرتضیٰ)

اس زور سے کہکر پکارا کہ وہ تنگ وادی گونج اُٹھا۔ عباس کی آواز سُنکر مسلمان جمع ہونے لگے اور یہ دیکھکر کہ کوئی تعاقب نہیں کر رہا ہے سو کے قریب انصار وغیرہ جمع ہوگئے اس اثنا میں دشمن بلندی سے اُتر آئے تھے میدان میں خوب جنگ ہوئی صاحب حبیب السیر و صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں کہ اس معرکہ میں کافروں کا علم دار ابو جرول رجز پڑھتا ہوا آیا اور مبارز طلب کیا۔ دلاوران فوج اسلام اُسکے طول قامت اور عظم جثہ کو دیکھکر اندیشہ مند ہوئے کوئی اُس سے لڑنے کو نہیں نکلا ناگاہ علی مرتضی نے مقابلہ میں آکر اُس بدبخت کو فی النار کیا[۱]۔ اور یہ بات باعث ہمت بندھنے مسلمانوں کی اور کمر ٹوٹنے کفار کی ہوئی۔ اکثر مورخین نے لکھا ہے کہ جب ہنگامہ جنگ شدت سے برپا تھا آنحضرت صلعم نے جھککر ایک مٹھی خاک اُٹھائی اور مشرکین پر پھینکی پھینکتے ہی کفار کی فوج کو شکست ہوگئی۔ بہت سے قتل اور بہت سے زن و مرد اسیر ہوئے بہت سے بھاگ گئے۔ مالک اور بنی ثقیف دورِ طائف میں جاکر پناہ گزین ہوئے کچھ نخلہ کی طرف اور بقیہ اپنی اوطاس کی چھاونی میں چلے گئے۔ مسلمانوں نے تعاقب کیا[۲]۔ اس لڑائی میں ستر کافر اور چار مسلمان مارے گئے۔ حبیب السیر و سیرۃ ابن ہشام میں ہے کہ منجملہ ستر مقتولین کے چالیس صرف حضرت علی کے ہاتھ سے مارے گئے۔ تاریخ الخمیس میں ہے کہ فتح حنین کے وقت مسلمانوں کی کامیابی دیکھکر بہت سے مکہ اور نواح کے کافر مسلمان ہوگئے +

اسمیں مورخین کا اختلاف ہے کہ جنگ حنین میں کون کونسے صحابہ نے اپنے پائے ثبات کی حفاظت کی۔ مواہب لدنیہ تاریخ الخمیس اور فتح الباری میں ہے کہ صرف (۱) حضرت علی جو آنحضرت کے سامنے تیغزنی میں مصروف تھے (۲) عباس جو حضرت کے استر (خچر) کے آگے آگے تھے (۳) ابوسفیان بن حارث جو داہنی رکاب خچر کی تھامے ہوئے تھے اور (۴) عبد اللہ بن مسعود جو بائیں طرف تھے صرف یہی چار شخص دشمنوں کی زد سے آنحضرت کو بچاتے تھے۔ بعض نے دس اشخاص لکھے ہیں۔ علی۔ عباس اور عباس کے بیٹے فضل اور قثم اور حارث کے بیٹے ابوسفیان اور ربیعہ۔ عبد اللہ بن زبیر۔ عتبہ و معتب پسران ابولہب۔ اور ایمن پسر ام ایمن۔ امام ابن قتیبہ نے صرف آٹھ آدمی لکھے ہیں۔ عبد اللہ بن زبیر عتبہ اور معتب کا نام نہیں لکھا ہے اسامہ بن زید کو شامل کیا ہے ان روایات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اول تو صرف تین ہی شخص علی۔ عباس۔ ابوسفیان بن حارث جو تینوں بنی ہاشم تھے آنحضرت کے ساتھ رہگئے تھے ان کے نام سب روایتوں میں موجود ہیں۔ انہوں نے فرار نہیں کیا۔ بعد میں رفتہ رفتہ اور آتے گئے یہانتک کہ تعداد سو تک پہنچ گئی۔ مگر تاریخ الخمیس و مدارج اور روضۃ الاحباب میں ہے کہ اس جنگ میں ایک موقعہ پر رسول اللہ اکیلے ہی رہ گئے تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سوائے علی کے جو رسول اللہ صلعم کے سامنے جہاد میں مصروف تھے (ابو الفدا و مدارج) اور جنکا فرار کسی غزوہ سے کسی نے نہیں لکھا سب ہی فرار کر گئے تھے۔ تفسیر کبیر و خازن میں ہے کہ صرف عباس اور ابوسفیان بن حارث صرف دو شخص رسول اللہ کے پاس رہ گئے تھے +

(۹۲) جنگ اوطاس شوال ۸ھ

حضرت نے حنین میں قیام کیا اور ابو عامر اشعری کو ایک زبردست فوج کے ساتھ اوطاس پر بھیجا جو حنین اور طائف کے درمیان واقع ہے۔ ہوازن نے بہادری سے مقابلہ کیا ۹ آدمیوں کو مارکر ابو عامر شہید ہوئے اور اُنکے بھتیجے ابوموسی اشعری کمان کرنے لگے۔ بہت سے دشمن مارے گئے اور اُنکے ہاتھ فتح ہوئی اور ابوموسی اشعری بہت سا مال غنیمت ریوڑ اور مرد عورتوں اور بچوں کو قید کئے ہوئے آنحضرت کے سامنے آئے۔ قیدیوں میں شیما بنت الحارث بھی جو حلیمہ سعدیہ کی بیٹی تھی آئی۔ اُس نے پیغمبر خدا کے سامنے اپنا حال بیان کیا۔ حضرت نے اُسکے واسطے اپنی چادر بچھائی اور اُسکی بڑی خاطر کی اور اُسکو زاد راہ دیکر جہاں اُسنے اپنی قوم کا پتہ بتایا۔ وہاں پہنچوا دیا +

۱؎ ابن جرول علمدار کا حضرت علی کے ہاتھ سے مارا جانا ابن ہشام نے بھی لکھا ہے ۲؎ اس تعاقب میں درید بن الصمۃ ربیعہ بن رفیع کے ہاتھ سے بمقام نخلہ مارا گیا (ابن اثیر)

طبری - کامل - ابو الفدا - روضۃ الاحباب اور حبیب السیر میں لکھا ہے کہ حنین اور اوطاس سے یہ غنیمت ہاتھ آئی تھی چھ ہزار غلام چوبیس ہزار اونٹ چار ہزار اوقیہ[1] چاندی چالیس ہزار سے زیادہ گوسفند + حضرت نے حکم دیا کہ مال غنیمت مقام جعرانہ[2] میں جمع رکھا جائے اور عباد بن بشر انصاری اسکی محافظت کرے +

(۹۳) غزوہ طائف شوال ۸ھ مال غنیمت اور قیدیوں کو ایک محفوظ جگہ اچھی حفاظت کے ساتھ چھوڑ کر حضرت نے بنی ثقیف کے تعاقب میں طائف پر چڑھائی کی - علی علمدار تھے - طائف کی شہر پناہ بڑی مضبوط تھی - اسمیں ایک مضبوط قلعہ بھی تھا - چونکہ بنی ثقیف نے شہر کا دروازہ بند کر لیا حضرت نے طائف کا محاصرہ کیا یہ محاصرہ بیس دن سے زیادہ اور بروایت حبیب السیر اٹھارہ روز رہا - اس عرصہ میں مسلمان فارسی کی ہدایت سے منجنیق (گوپیوں) اور دیگر قلعہ شکن آلات کا استعمال کیا گیا - ان آلات کا استعمال اسلام میں پہلی دفعہ جنگ طائف ہی میں ہوا ہے - محصورین مسلمانوں کے حملہ کو تیروں سے رد کرتے رہے جو مسلمان دیوار کے قریب آتا اسپر پگھلا ہوا لوہا ڈالدیتے - آخر آنحضرت کے حکم سے انکے تمام انگور کے درخت کاٹ ڈالے گئے - اور انکے تمام کھیت اور باغیچے برباد کر دیے گئے پھر منادی کیگئی کہ جو غلام شہر سے نکل آئیگا آزاد کر دیا جائیگا - تیرہ غلام جو نکلکر آئے مسلمان ہو کر آزاد ہوئے انہیں میں ابو بکرہ نفیع بن حارث تھا (خمیس) مگر بروایت روضۃ الاحباب بیس غلام باہر آئے تھے + آخر جب کچھ نتیجہ نہ نکلا تو محاصرہ ترک کرنے کی رائے ٹھیری + بے فتح واپس ہونے پر بعض اصحاب بڑبڑانے لگے - ناچار چلتے چلتے شہر کے ایک دروازہ پر حملہ کا حکم دیا گیا مگر محصورین نے خوب ہی حفاظت اور مدافعت کی - طرفین سے بہت سے آدمی مارے گئے - کہتے ہیں کہ عبداللہ بن امیہ برادر ام سلمہ - عبداللہ بن ابوبکر[3] اور دس دیگر اصحاب اس موقعہ پر مارے گئے[4] اور ابو سفیان جو یہاں بہت بہادری سے لڑا تھا ایک آنکھ کھو بیٹھا (ابن ہشام) آخر طائف سے محاصرہ اٹھا لیا گیا اور ۵ ذیقعدہ کو آنحضرت مقام جعرانہ پر واپس تشریف لائے جہاں حنین اور اوطاس کا مال غنیمت چھوڑ گئے تھے +

روضۃ الاحباب - حبیب السیر اور مدارج النبوۃ وغیرہ میں لکھا ہے کہ طائف کے محاصرہ کے ایام میں علی مرتضی کے ساتھ ایک جماعت اصحاب نے آنحضرت کے حکم سے اس علاقہ کے گرداگرد کے دشمنان دین سے محاربہ اور مقاتلہ کیا - اور وادی اور ثقیف اور ہوازن کے بتوں کو جو اس نواح میں تھے سب کو توڑ ڈالا اور اس علاقہ کو ویران کر دیا - اور بروایت حبیب السیر قبیلہ خثعم کا ایک نامی پہلوان شہاب نامی حضرت علی کے ہاتھ سے مارا گیا - جب حضرت علی اس کامیابی کے بعد آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے آنحضرت نے علی کو دیکھکر تکبیر کہی اور علی مرتضی کے ساتھ ایک خلوت کی جسمیں کسی غیر کو داخل ہونیکی مطلق اجازت نہ تھی بطریق راز خفیہ گفتگو آپس میں بہت ہوئی جب بہت ہی دیر ہو گئی تو صحابہ اور بروایت صاحب معارج و حبیب السیر خاص حضرت عمر[5] کہنے لگے کہ پیغمبر ایسے راز دور و دراز اپنے چچیرے بھائی سے کہتا ہے کہ کسی دوسرے سے نہیں کہتا - حضرت نے فرمایا کہ میں راز نہیں کہتا کسی سے بلکہ مجھے خدا حکم کرتا ہے کہ اس سے راز کہوں[6]

راز کہوں سے	بفرمان دانائے راز نہاں	گشادم بایں راز را از زبان	

۵ ذیقعدہ کو حضرت جعرانہ میں پہنچے ۱۳ دن قیام کیا یہاں بنی ہوازن کیطرف سے اس مضمون کی سفارت آئی کہ ہم اطاعت قبول کرتے ہیں ہماری عورتیں اور مال واپس

[1] اوقیہ ۴۰ درہم کے برابر ہوتا ہے اور درہم ۳ سے کچھ زیادہ ۴ پیسہ کا پانچواں حصہ سمجھو [2] جعرانہ مکہ سے ۱۸ میل کے فاصلہ پر واقع ہے -
[3] عبداللہ بن ابوبکر کا زخم تیر مندمل ہو گیا تھا مگر بعد میں پھوٹ گیا اور اپنے باپ کے عہد خلافت میں اسی زخم سے انتقال کر گئے [4] روضۃ الاحباب
تاریخ الخمیس میں ہے کہ غزوہ طائف میں ۱۲ صحابی مارے گئے [5] کنز العمال میں بجائے عمر رض ابوبکر رض کا نام لکھا ہے مگر روایت کا قرینہ اس امر کا
مقتضی ہے کہ شیخین رضی اللہ عنہما دونوں ہی نے یہ بات کہی تھی [6] غالباً ان دونوں بزرگوں نے آپس میں یہ گفتگو کی تھی (مؤلف)

کردیجیے۔ انکے ساتھ سفارش کو حلیمہ بہی آئی تہیں جنہوں نے حضرت کو دودھ پلایا تہا۔ حضرت نے انکے واسطے اپنی چادر بچھائی اور بڑی تعظیم کے ساتھ کھڑے ہوگئے تھے۔ آنحضرت نے ان لوگوں سے پوچھا تمہیں اپنا مال پیارا ہے یا اہل و عیال اُنہوں نے جواب دیا کہ بال بچے زیادہ پیارے ہیں اسپر آنحضرت نے اپنا اور اولاد مطلب کا تیہ ریوں کا حصہ اُنکے سپرد کردیا۔ یہ دیکھکر سب مسلمانوں نے سب لوگوں کو اُنکی عورتیں اور بچے واپس دیدیے پس وہ سب چھہ ہزار قیدی رہا کردیے گئے +

انہیں وفود کی معرفت حضرت نے مالک بن عوف کے پاس جو طائف میں قلعہ بند ہوگیا تہا کہلا بہیجا کہ اگر مسلمان ہوجائے اور اطاعت قبول کرے تو تیرا تمام مال جو حنین میں لیگیا ہے واپس کردیا جائیگا بلکہ سو اونٹ اور بہی دیے جائیں گے مالک نے منظور کرلیا اور رسول اللہ نے اُسکے اہل و عیال اور مال کو واپس دیدیا اور سو اونٹ اس سے علاوہ دیے اور اُسکے قبیلے کے جو لوگ مسلمان ہوئے تہے اُنکا اُسے سردار بنادیا (ابن اثیر وغیرہ)

صاحب ازالۃ الخفا نے نسائی سے نقل کیا ہے کہ اسی سفر طائف میں جناب امیر کے ساتھ آنحضرت نے وہ معاملہ کیا جو اُمیدوار خلافت سے کیا جاتا ہے۔ کچھ لوگ قریش سے آئے اور کہا یا حضرت ہم آپکے ہمسائے اور حلیف ہیں ہماری غلام جو آپکے پاس آکر مسلمان ہوئے ہیں درحقیقت اُنکو اسلام سے مطلب ہے نہ فقہ سے صرف ہمارے اموال اور ضیاع سے فرار کرکے آئے ہیں آپ اُنہیں واپس کردیں۔ حضرت نے ابو بکر رضہ سے پوچھا اُنہوں نے کفار کی تصدیق کی جس سے حضرت کا چہرہ متغیر ہوا۔ پھر عمر رضہ سے پوچھا اُنہوں نے بہی ابو بکر رضہ کی موافقت کی جس سے حضرت کا چہرہ پھر متغیر ہوا اور فرمایا کہ اے گروہ قریش قسم خدا کی اللہ تعالی تمپر ایسے شخص کو مسلط کریگا جس کے قلب کا اُس نے امتحان لیا ہے ایمان کی نسبت۔ اور تم کو وہ دین پر مارے گا۔ یا تم میں سے بعض کو ماریگا۔ کہا ابو بکر نے کہ یا رسول اللہ کیا میں وہ شخص ہوں۔ فرمایا۔ نہیں۔ عمر رضہ نے کہا یا رسول اللہ میں ہوں۔ فرمایا۔ نہیں۔ بلکہ یہ صفت اُس شخص کی ہے جو جوتی میں پیوند لگا رہا ہے۔ اور رسول اللہ نے علی کو جوتی گانٹھنے کو دی ہوئی تہی +

(۴۹) غنیمت حنین — اب مسلمانوں کو یہ اندیشہ ہوا کہ ایسا نہو آنحضرت ہماری پچھلی لڑائیوں کا روپیہ یونہیں اُڑا دیں۔ لہذا آنحضرت کے گرد ہجوم کیا اور مال غنیمت کی تقسیم کے واسطے غل مچانے لگے۔ حضرت نے نظر غضب سے دیکھا اور فرمایا کیا تمنے مجھے کبھی حریص یا جھوٹا یا بے ایمان یا بددیانت پایا ہے۔ پھر ایک بال اونٹ کا اُکھیڑ کر بلند آواز سے ارشاد کیا قسم ہے خدا کی مینے کبھی مال غنیمت سے سوائے خمس کے اس بال کے برابر بہی نہیں لیا اور وہ خمس بہی تمہارے ہی فائدہ میں صرف ہوا ہے۔ پھر حضرت نے حسب معمول مال غنیمت کو تقسیم کیا بلکہ اپنا خمس بہی اُن لوگوں میں تقسیم کردیا جنکی تالیف قلوب منظور تہی۔ جو مولفۃ القلوب کے نام سے مشہور ہوئے +

قریش کی حالت مشکوک تہی اُنکو حضرت حالت تذبذب میں سمجھتے تھے چنانچہ جنگ حنین کی شکست کے وقت اُنکی شماتت سن چکے تہے۔ پس ابو سفیان بن حرب اور ابو سفیان کے بیٹوں یزید اور معاویہ ان تینوں میں سے ہر ایک کو سو سو اونٹ اور چالیس اوقیہ چاندی عطا فرمائی۔ اور اتنا ہی عکرمہ بن ابو جہل کو دیا گیا۔ صفوان بن اُمیہ کو سو اونٹ اور پھر سو اونٹ۔ اسیطرح حکیم بن حزام کو دو سو اونٹ ملے۔ حارث بن کلدہ۔ حارث بن ہشام برادر ابو جہل۔ عبد الرحمن بن یربوع۔ سہیل بن عمرو۔ حویطب بن عبد العزی (یہ سب اشراف قریش سے تہے) اقرع بن حابس تمیمی۔ عیینہ بن حصن الفزاری۔ مالک بن عوف النضری (جو غیر قریش سے تہے) انمیں سے ہر ایک کو سو اونٹ دیے۔ اور انکے علاوہ اور لوگ تہے مخرمہ بن نوفل۔ عمیر بن وہب۔ سعید بن یربوع۔ عدی بن قیس۔ علا بن حارثہ۔ عثمان بن نوفل

ل صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ یہ بیس آدمی اشراف بنی ہوازن کے تھے اُنہوں نے جعرانہ میں آکر اسلام قبول کرلیا ۱ے ایرونگ ۲ے حبیب السیر +

ہشام بن عمرو انمیں سے ہر ایک کو پچاس اونٹ دیے گئے۔ عباس بن مرداس شاعر کو سو سے کم اونٹ[1] ملے وہ اس سے ناراض ہوا اور آنحضرت کی ہجو میں شعر لکھے۔ حضرت کو معلوم ہوا تو فرمایا اسے یہاں سے لیجاؤ اور اسکی زبان قطع کرو۔ ایرونگ لکھتا ہے کہ عمر جو ہمیشہ سختی کے کاموں کے واسطے تیار رہتے تھے وہیں اُسکی زبان کاٹنے کو تیار ہو گئے۔ لیکن جو لوگ حضرت کے منشا کو سمجھنے والے تھے[2] عباس کو جو کانپ رہا تھا شارع عام پر لیگئے جہاں لڑائی کے پکڑے ہوئے جانور کھڑے تھے اور اُس سے کہا انمیں سے جون سے چاہے پسند کرلے عباس جو اپنے دل میں جانتا تھا کہ اب زبان کٹے گی خوش ہو کر بولا کیا اس طرح رسول اللہ نے میری زبان قطع کرنے اور مونہہ بند کرنے کو ارشاد کیا تہا بس میں اپنے ہی حصہ پر راضی ہوں پہر بھی بروایت ایرونگ حضرت اپنی فیاضی سے باز نرہے اور اُسے ساٹھ اونٹ بہیجے۔ اسکے بعد یہ شاعر ہمیشہ آنحضرت کا مداح رہا۔ حبیب السیر میں ہے کہ عباس نے اپنے ہی حصہ پر قناعت کی زیادہ نلیا۔ ابو الفدا لکھتا ہے کہ جب پیغمبر خدا مال غنیمت قبیلہ ہوازن کا تقسیم کر چکے اور عیینہ بن حصن اور ابوسفیان وغیرہ کو حصہ جات مذکورہ دیچکے تو ذو الخویصرہ جو بنی تمیم سے تہا آنحضرت سے کہنے لگا کہ مینے آپکا عدل و انصاف نہ دیکہا۔ پیغمبر خدا کو غصہ آیا ارشاد کیا افسوس ہے تم لوگوں پر اگر میں عدل نہ کرونگا تو پہر عدل کون کریگا۔ حضرت عمر بولے کہ رسول اللہ مجہکو ارشاد کیجیے میں اسکو قتل کردوں۔ آپنے فرمایا نہیں جانے دو قریب ہے کہ اس سے ایک گروہ ہوگا وہ دین میں بال کی کہال اُتارینگے یہانتک کہ اسطرح دین سے نکل جائیں گے جسطرح تیر کمان سے[3]۔ یہ روایت محمد بن اسحق سے ہے اور ایک راوی کہتا ہے کہ ذو الخویصرہ نے بروقت فراغت پانے تقسیم مال مذکورہ کے یہ کہا تہا کہ یا محمد آپنے تقسیم برابر نہ کی اس مال کی۔ اور میں صرف فدا الکنی خالصتہ لہ کہتا ہوں۔ رسول اللہ نے ارشاد کیا قریب ہے کہ نکلے گی اس شخص کے خاندان سے ایک ایسی قوم کہ وہ خارج ہوگی دین سے مثل چہوٹ جانے تیر کے جب کمان سے علیحدہ ہوتا ہے اور پہر وہ ہاتھ نہیں آتا ہے۔ اُن لوگوں کی چنبر گردن کے قریب ایمان نہ ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ذو الخویصرہ میں سے ایک شخص حرقوص بن زہیر البجلی جسکو ذی الثدیہ بہی کہتے ہیں ظاہر ہوا۔ اس شخص سے سب سے اول بیعت خوارج کی ہوئی امامت میں۔ اور اول اول وہی دین سے خارج ہوا۔ یہ نام ذو الخویصرہ پیغمبر خدا نے اُس کا رکہا تہا۔ ابن اثیر نے اس روایت کو لکہکر کہا ہے کہ ذو الخویصرہ کا یہ معاملہ آگے چلکر تقسیم مال یمن کے وقت ہوا تہا +

جب آنحضرت نے اپنے خمس میں سے مکہ والوں کی تالیف قلوب کی تو انصار شاکی ہوئے اور کہا دیکہو حضرت دغا باز قریشیوں کے ساتھ بے تحاشا فیاضانہ بخششیں کرتے ہیں۔ ہمیں دیکہو کہ تمام خطروں میں وفادار رہے۔ ہمیں ہمارے خالی حصہ کے سوا کچہہ نہ ملا۔ ہمنے کیا کیا جو اُن سے گہٹیا رہے۔ آنحضرت کو اُنکے بڑبڑانے کا حال معلوم ہوا تو انصار کے سرداروں کو ایک خیمہ میں بلایا اور ارشاد کیا کہ انکے سوا اور کوئی نہ آئے اور خود حضرت علی[4] کے ساتھ اُس خیمہ میں تشریف لائے اور ارشاد کیا کہ اے اہل مدینہ کیا تم لوگوں میں آپس میں فتنہ و فساد نہیں رہتا تہا اور مینے تم سب کو ایک دل اور ایک جماعت نہیں بنا دیا کیا تم خطاکار نہیں تھے اور میں تمکو راہ راست پر نہیں لایا۔ کیا تم غریب نہیں تہے اور کیا مینے تم کو امیر نہیں کردیا۔ اُنہوں نے اقرار کیا کہ بیشک آپ کا فرمانا درست ہے۔ پہر حضرت نے فرمایا میں تمہارے پاس اُس حالت میں آیا کہ لوگ مجہے جہٹلاتے تھے پہر بہی تم مجہپر ایمان لائے تمنے میری ایسے وقت میں حفاظت کی کہ میں نہایت تنگ تہا۔ میں بہاگ کر آیا تمنے مجہے پناہ دی۔ میں بیکس و ناچار تہا تمنے میری نصرت کی۔ کیا تم جانتے ہو

[1] بروایت حبیب السیر و روضۃ الاحباب چار اونٹ ملے تہے [2] یہ منشا و سمجھنے والے علی تہے جیسا کہ حبیب السیر و روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ آنحضرت کے حکم سے علی عباس شاعر کو اُس مقام پر لیگئے جہاں لڑائی کے پکڑے ہوئے جانور تھے (وہ سمجھ گئے کہ حضرت کا منشا یہ ہے کہ (دہن سگ بلقمہ دوختہ بہ) لالچ سے اسکی زبان بند کردو) [3] تاریخ الخمیس میں بہی اسی طرح ہے [4] حبیب السیر +

کہ مجھ میں ان باتوں کی معلوم کرنے کی حس نہیں ہے۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ میں ناشکرا یا احسان فراموش ہوں۔ تم شکایت کرتے ہو کہ میں ان لوگوں کو بہت کچھ بخشتا ہوں اور تمہیں کچھ نہیں دیتا۔ سچ ہے میں اُنکو دنیا کی خوشی دیتا ہوں مگر یہ بات اُنکی دنیاوی تالیف قلوب کی نظر سے ہے۔ تم جو میرے ساتھ سچے وفادار ہو میں اپنے تئیں دیتا اور وقف کرتا ہوں وہ (اہل مکہ) بھیڑیں اور اونٹ لیکر جائیں گے اور تم رسول اللہ کو ساتھ لیکر جاؤ گے۔ کیونکہ قسم ہے خدا کی کہ جس کے قبضہ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے اگر تمام دنیا ایک راستہ پہ جائے اور تم دوسرے راستہ پر میں تمہارے ساتھ رہونگا اب تمہیں بتاؤ کہ اہل مکہ اچھے رہے یا تم۔ میں نے تم کو اچھا انعام دیا یا اہل مکہ کو۔ حضرت کے اس ارشاد سے انصار ایسے متاثر ہوئے کہ رونے لگے۔ اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم اپنے حصہ پر راضی ہوئے +

۱۸ ذیقعدہ کو آنحضرت مکہ کو واپس آئے۔ فتاح بادشاہ کی طرح نہیں بلکہ عمرہ کرنیکی نظر سے لباس احرام باندھے ہوئے عمرہ بجالائے عتاب بن اُسید بن ابو العیص کو مکہ پر اپنا خلیفہ مقرر کیا جس کی عمر اسوقت ۱۸ سال کی تھی اور اُسکے پاس معاذ ابن جبل اور ابو موسی اشعری کو واسطے تلقین اور وعظ مسائل کے چھوڑا۔ عتاب کی تنخواہ ایک درہم روز بیت المال سے مقرر ہوئی + ان کاموں سے فارغ ہو کر آنحضرت مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں اپنی والدہ آمنہ کی قبر کی زیارت کی بہت روئے اور یکم ذیحجہ کو مدینہ میں داخل ہوئے +

(۹۵) ۸ھ کے مختلف واقعات (۱) ماہ ذیحجہ میں رسول اللہ صلعم کے ہاں ماریہ قبطیہ سے ابراہیم پیدا ہوئے جو سنہ ۱۰ھ میں ۱۵ مہینہ کے ہو کر انتقال کر گئے۔ (۲) اشخاص ذیل نے اسلام قبول کیا۔ ابو سفیان۔ یزید بن ابو سفیان۔ عروہ بن مسعود ثقفی عکرمہ بن ابو جہل۔ شیبہ بن عثمان عبدری۔ ابو قحافہ عثمان پدر حضرت ابو بکر۔ حکیم بن حزام بن خویلد بن اسد۔ مالک بن عوف نضری (۳) زینب بنت رسول نے وفات پائی۔ جن کو جنگ بدر کے موقعپر انکے شوہر ابو العاص سے جدا کر لیا گیا تھا اور پھر ابو العاص کے اسلام قبول کرنے پر حوالہ کر دیا گیا تھا۔ (۴) سودہ کی عمر اتنی زیادہ ہو گئی تھی کہ مرد کی صحبت اُنکو درکار نہ تھی۔ اور آنحضرت پر بحیثیت عادل ہونے کے فرض تھا کہ اُنکے پاس بھی شب باش ہوتے۔ پس آنحضرت نے سودہ کو طلاق دینا چاہا۔ اسپر سودہ نے کہا کہ میری آرزو ہے کہ قیامت کے دن ازواج مطہرات میں میرا بھی شمار ہو مجھے آپ طلاق ندیں اور میری باری میں بھی آپ عایشہ کے گھر رہیں۔ آنحضرت نے منظور کیا اور طلاق نہ دی (خمیس۔ مدارج و روضۃ الاحباب وغیرہ)۔ (۵) سنہ ۸ھ کے آخر میں علاء حضرمی کو حضرت نے منذر بن ساوی حاکم بحرین کے پاس روانہ کیا وہ مسلمان ہوا اور آنحضرت کی تحریر کے مطابق یہودیوں اور مجوسیوں سے جزیہ وصول کرنے لگا۔ (۶) مکہ اور حنین کی فتح کے بعد آنحضرت نے سریئے بھیجکر جا بجا بتوں کو مسمار کرا دیا +

سنہ ۹ ہجری مطابق سنہ ۶۳۰ عیسوی

(۹۶) بنی تمیم پر حملہ محرم سنہ ۹ھ نویں سال ہجری میں آنحضرت کو شہنشاہ عرب کی پوری حیثیت حاصل تھی۔ مسلمانوں پر زکوۃ فرض تھی ہر متمول مسلمان اپنے سرمایہ کا چالیسواں حصہ بیت المال میں جمع ہونے کے واسطے ادا کرتا تھا۔ جو مسلمان نہ تھے وہ جزیہ دیتے تھے۔ پس یہی خراج تھا جو آنحضرت کے عہد میں رعایا سے وصول ہوتا تھا[۱]۔ شروع

---

۱ یورونگ لکھتا ہے کہ زکوۃ و صدقات کے نام سے مسلمانوں سے بطور ذیل وصول کیا جاتا تھا۔ ایسی زمین کی پیداوار کے جو مینہ اور ندیوں سے سیراب ہوتی تھی ایک دسواں۔ اور ایسی زمین کی پیداوار سے جہاں آبپاشی کرنی پڑتی تھی بیسواں حصہ۔ دس اونٹ والے سے دو بھیڑیں۔ بیس تیس مویشی میں سے ایک گائے۔ تیس چالیس میں سے ایک دو سالہ بچھڑا۔ چالیس بھیڑوں میں سے ایک۔ اس سے زیادہ دینا ہر ایک کی مرضی پر منحصر تھا۔ اختیار تھا کہ بنظر ثواب جسکا جتنا جی چاہے زیادہ دے + جزیہ کی شرح ہم پہلے لکھ چکے ہیں +

محرم سنہ ۹ ھ میں مسلمان قبیلوں سے زکوٰۃ وصول کرنے کو عامل مقرر کئے گئے +

بنی تمیم کے بہکانے سے بنی کعب باوجود مسلمان ہونے کے راہ حق سے منحرف ہوگئے اور یہانتک نوبت پہنچی کہ عامل رسول خوف زدہ ہوکر آنحضرت کے پاس بہاگ آیا یہاں سے عیینہ بن حصن الفزاری پچاس سوار کے ساتھ مخالفوں کی گوشمالی کے لئے تعینات کیا گیا - مخالف مقابلہ کی تاب نہ لاکر بہاگ گئے - اور کچھہ لوگوں کو اسیر کرکے مسلمان واپس آئے - اسکے بعد چند سردار آئے اور خطائیں معاف کرکے قیدیوں کو چہڑا لیگئے +

(۹۷) اسلام کعب بن زہیر سنہ ۹ ھ

کعب بن زہیر بہت بڑا شاعر تہا آنحضرت کی ہجو کیا کرتا تہا - فتح مکہ کے وقت مکہ سے بہاگ گیا تہا - اب ایک قصیدہ آنحضرت کی شان میں رکہکر مدینہ میں حاضر خدمت ہوا - اور مسجد نبوی میں حضرت کے سامنے پڑہا - آنحضرت اسکے اشعار سے بہت محظوظ ہوئے اور اپنی چادر اُسپر ڈالدی - جو اُسے ایسی عزیز ہوئی کہ اشرفیوں کی عوض اُسے جدا نہ کرتا تہا معاویہ اُسکے دس ہزار مثقال دیتا تہا نہ دی - بعد میں اُسکی اولاد سے معاویہ نے بروایت ابن اثیر ۲۰ ہزار درہم کو اور بروایت ابوالفدا ۴۰ ہزار درہم کو خرید لیا خلفائے بنی اُمیہ اور بنی عباس بطور تبرک کے اُسی بعض موقعوں پر اوڑہتے رہے +

(۹۸) اسلام بنی ثقیف رمضان سنہ ۹ ھ

جب شہر بہ شہر اور قلعہ بہ قلعہ قبائل عرب کا مسلمان ہو رہا تہا - اور رسول اللہ کی اطاعت قبول کر رہا تہا اہل طائف یعنی بنی ثقیف لات کی پرستش میں مصر رہے - اہل شہر کو اپنے پہاڑی مسکن مضبوط فصیل اور قلعہ پر بڑا بہروسا تہا - مگر جب طائف کا گرد و نواح کل مسلمان ہوگیا تو اُنکو اپنے قلعہ اور شہر سے نکلنا محال ہوگیا اور مجبور ہوکر اُنہوں نے صلح کی غرض سے اپنے ایلچی ایک سردار عبد یالیل کے ساتھ آنحضرت کی خدمت میں بہیجے - حضرت نے فرمایا اسلام اور اطاعت قبول کرو - ایلچی تو وہیں مسلمان ہوگئے مگر اہل طائف کی نسبت کہا کہ وہ یکلخت لات کی پرستش نہیں چہوڑینگے - اُنکو لات کی پرستش کرنیکے لئے تین سال کی اور اجازت دیجائے حضرت نے نامنظور کیا پہر ایلچیوں نے کہا کہ کم سے کم ایکماہ کی اجازت دیجئے کہ عوام کی طبیعتیں راہ راست پر لانیکے لئے تیار کی جائیں - حضرت نے اسے بہی نامنظور کیا - پہر اُنہوں نے کہا کہ روز کی نماز انہیں معاف کردیجائے آنحضرت نے فرمایا بغیر نماز کے صحیح مذہب نہیں ہوسکتا - ناچار اُنہوں نے بغیر کسی شرط کے اطاعت منظور کی اور مسلمان ہوگئے - پس ابوسفیان بن حرب اور مغیرہ لات کے توڑنیکے واسطے جو پتہر کا بت تہا طائف بہیجے گئے اور مغیرہ بن شعبہ نے ہتوڑے سے بت کو توڑ دیا - اور اُسکا قیمتی لباس - چوڑیاں - کنٹھا - بالیاں اور تمام سونے اور جواہرات کا زیور اُتار لیا - طائف کی عورتیں اپنی اس دیوی کے لئے روتی پیٹتی رہ گئیں +

(۹۹) صنم فلس کے توڑنے کو علی بہیجے گئے - ربیع الآخر سنہ ۹ ھ

فلس ایک بت تہا قبیلہ طے کا - حضرت علی اُسکے توڑنے کو قبیلہ طے کی طرف ڈیڑہ سو سواروں کے ساتھ بہیجے گئے - اُنہوں نے اس بتخانہ کو مسمار کیا - عدی بن حاتم[۱] جو قبیلہ طے کا سردار تہا شام کی طرف بہاگ گیا - بہت سے قیدی اور مال مسلمانوں کے ہاتھ آیا - حضرت علی نے مال غنیمت اور قیدیوں کو تقسیم کردیا مگر قیدیوں میں عدی کی بہن سفانہ بہی تہی جو پیچہے رہ گئی تہی - اُسکو جناب علی نے قیدیوں میں شامل نہیں[۲] کیا - اپنے ساتھ مدینہ میں لائے - اُس نے حضرت صلعم سے عرض کیا کہ یا حضرت میرا باپ حاتم مرگیا اور میرا بہائی عدی جو میری حفاظت کرتا مجہے چہوڑکر بہاگ گیا مجہپر رحم کیجے خدا آپ پر رحم کریگا - حضرت نے اُسے آزاد کردیا اور لباس اور ناقہ دیکر فوراً قافلہ کے ساتھ شام میں اُسکے بہائی کے پاس بہجوا دیا - سفانہ نے اپنے بہائی سے ملکر کہا کہ حضرت بیشک رسول اللہ ہیں اور اب تمام دنیا میں اُنکی حکومت ہونیوالی ہے تو بہی جلد سے جلد جاکر حضرت کی اطاعت اور اسلام قبول کرلے - پس عدی سنہ ۱۰ ھ[۳] میں مدینہ میں آیا اور مسلمان ہوا[۴]

۱ جو فیاضی میں ضرب المثل ہے ۲ عیسائی مذہب تہا ۳ حبیب السیر ۴ حبیب السیر و خمیس وغیرہ) بعض مورخین نے لکھا ہے کہ عدی شعبان سنہ ۹ ہجری میں آکر مسلمان ہوا تہا (خمیس)

جب عدی مسجد میں آیا تو آپنے اُسکی کمال عزت کی اپنے ساتھ اپنے گھر لائے آپ زمین پر بیٹھے اُسے بچھونے پر بٹھایا راستہ میں ایک عورت ملگئی تھی جبتک وہ بات کرتی رہی آپ کھڑے رہے - عدی اس خلق سے مسخر ہوگیا یقین کرلیا کہ حضرت کو بادشاہی کا خیال نہیں بلکہ بیشک رسول اللہ ہیں (ابن خلدون)

(۱۰۰) رجم غامدیہ ۹ھ — اس سے قریب تین سال پیشتر قبیلہ غامدیہ کی ایک عورت مسماۃ سبیعہ نے پیغمبر کے پاس حاضر ہوکر کہا کہ مینے زنا کیا ہے یارسول اللہ مجھے گناہ سے پاک کیجے یعنے مجھپر حد شرع جاری کیجے حضرت نے فرمایا تو حمل سے ہے وضع حمل تک صبر کر- جب وضع حمل ہوا حاضر ہوئی فرمایا اسکے دودھ چھوٹنے تک انتظار کر- جب بچہ کا دودھ چھوٹ گیا پھر حاضر ہوئی- حضرت نے اُسکے بچہ کو ایک مسلمان کے سپرد کردیا اور اُسے آدھا زمین میں گڑواکر اُسے سنگسار کرایا پھر نماز پڑھکر دفن کرادیا (روضۃ الاحباب وغیرہ)

(۱۰۱) جنگ تبوک رجب ۹ھ — عرب کے متفرق قبیلے جوایک دوسرے کی ایذا رسانی میں کوشاں رہتے تھے - اور ایک دوسرسے خطرناک حالت میں بسر کرتے تھے اور اس ناتفاقی کی وجہ سے باقی دنیا کے مقابلہ میں کمزور تھے اُنکو آنحضرت نے تعلیم اسلام سے متفق کرکے ایک زبردست قوم بنادیا تہا اور اسطرح بیرونی اقوام سے مقابلہ اور بیرونی فتوحات کے لایق کردیا تہا اور چونکہ رسول اللہ تھے لوگوں کے دلوں پر حضرت اسقدر حاوی تھے کہ غیر ملکوں میں مذہب اسلام پھیلانے کی غرض سے اس خوفناک قوت کو لیجانا بالکل حضرت کے اختیار میں ہوگیا تھا +

حضرت کی بے انتہا فتوحات اور موتہ کے واقعہ نے شہنشاہ ہرقل کے کان کھڑے کردیے تہے اور وہ اب مدینہ پر حملہ کرنے اور اس دشمن کے کچلنے کیلئے عرب کی سرحد پر ایک فوج جمع کر رہا تھا[لہ] - آنحضرت نے اُس پر سبقت کی اور ارادہ کیا کہ قلب شام میں جاکر اسلام کا جھنڈا گاڑدیں + پس ماہ رجب ۹ھ میں آنحضرت نے رومیوں سے لڑائی کا حکم دیا - لوگوں کو بسبب دور ہونے راہ کے اور قوی ہونے دشمن کے اور بسبب اسکے کہ گرمی شدت سے پڑتی تہی اور شہروں میں قحط بہی ہورہا تہا چشمے کنوئیں ندیاں خشک پڑی تہیں یہ مہم گراں معلوم ہوتی تہی - اسیواسطے اس لشکر کا نام جیش العسرۃ رکھا گیا ہے اور ایک بات یہ بہی تہی کہ لوگوں کی کھجوریں پک رہی تہیں وہ چاہتے تھے کہ اسی مقام پر رہیں- تاکہ اپنی کھجوروں کی خبرداری کریں- چنانچہ عبداللہ بن ابی منافق نے یہ سب باتیں لوگوں کو خاصکر اپنی قوم بنی خزرج کو جتاکر اس مہم میں جانے سے روکنے کی کوشش کی تہی - مگر جب جانے سے انکار کرنیوالوں کی شان میں اس مضمون کی آیت نازل ہوئی کہ "آتش جہنم زیادہ گرم ہے اور دنیا کے آرام کے خیال سے جو خدا کے کام میں پہلوتہی کرتے ہیں قیامت کے دن اپنی سزا پر بہت روئیں گے" تو سب لوگ مجبور سامان جنگ تیار کرنے اور جانے پر مستعد ہوگئے +

ابتک حضرت کی تمام مہمیں عموماً مخفی طور پر ہوتی تہیں سوائے خاص خاص معتبر صحابہ کے کسیکو آنحضرت کی تدبیر اور ارادہ کی

لہ تاریخ الخمیس - روضۃ الصفا اور حبیب السیر میں ہے کہ شام سے ایک قافلہ آیا تہا اُس نے یہ خبر مشہور کی تہی مگر جب تبوک میں پہنچکر چند روز قیام کیا تو معلوم ہوا کہ وہ خبر بالکل بے بنیاد تہی مگر طبرانی نے لکھا ہے کہ نصاری نے ہرقل سے ۴۰ ہزار فوج منگائی تہی (مواہب اللدنیہ) روضۃ الصفا اور روضۃ الاحباب میں ہے کہ ایک قافلہ تاجروں کا شام سے آیا اُس نے اہل مدینہ سے کہا کہ بادشاہ روم نے بہت سا لشکر جمع کیا ہے اور بہت سے قبیلے اس علاقہ کے عربوں کے بہی اپنے سے ملالئے ہیں اور یہ سب قصد مدینہ کا رکھتے ہیں اور اُسکا مقدمہ لشکر ایلغار کرکے آپہنچا ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ نصارای عرب نے ہرقل کو لکھا کہ جس مرد نے نبوت کا دعوی کیا ہے قحط و تنگی اُسکے اصحاب میں نمودار ہوگئی ہے اور اُنکے مال ضایع ہوگئے ہیں - اُس کا ملک اب آسانی سے لے سکتے ہیں پس قیصر نے ایک روم کے سردار قباد کے ماتحت ۴۰ ہزار آدمی مدینہ پر تاخت کرنیکے واسطے نامزد کئے +

خبر نہ ہوتی تہی۔ مگر چونکہ اس مہم عظیم کے واسطے بڑی تیاری کی ضرورت تہی دور دراز کا طولانی سفر تہا حضرت نے شروع ہی سے علانیہ صاف صاف اس مہم کا منشاء کھولدیا تھا۔ اور مسلمانوں کو حکم دیا تہا کہ جو کچھ جس سے ہو سکے اس مہم کے لئے سامان نقد یا رسد وغیرہ کا مہیا کرے بہت سے اصحاب نے معقول مالی امداد کی بعض عورتوں نے اپنا گہنا تاک اُتار دیا (روضۃ الصفا وغیرہ) اسوقت آنحضرت کے پاس بہ وقت تمام دس ہزار سوار اور بیس یا تیس ہزار پیادے جمع ہو گئے تاریخ الخمیس کے موافق تیس یا چالیس یا ستر ہزار جن میں دس ہزار سوار تھے ٭

تاریخ ابوالفدا اور حبیب السیر وغیرہ میں لکھا ہے کہ جب سب مجاہدین واسطے جنگ روم کے آمادہ ہو چکے تب عبداللہ بن اُبے منافق مع اپنے تابعین منافقین کے پیچھے رہ گیا اور تین شخص انصار میں سے بھی پیچھے رہ گئے تھے ایک کعب بن مالک دوسرا مرارہ بن ربیع تیسرا ہلال بن اُمیہ ٭ بروایت حبیب السیر اُس روز پیغمبر خدا بجائے اپنے حضرت علی کو مدینہ میں اپنا خلیفہ مقرر فرما گئے تھے اور امہات المومنین سے کہہ گئے تہے کہ امام المسلمین کے کہنے سے ہرگز باہر نہ ہونا۔ پہر لکھتے ہیں کہ آنحضرت جناب علی کو اس غزوہ میں اسوجہ سے ساتھ نہیں لیگئے تہے کہ روانہ ہونے کے وقت حضرت کے دل پر ظاہر ہو گیا تہا کہ اس سفر میں اعدائے دین سے مقاتلہ کی نوبت نہیں آئیگی ٭ منافقین نے حضرت علی کے حال پر حسد کرکے علی سے کہا کہ رسول اللہ آپ کو بوجہ ہلکا کرنے کے واسطے چھوڑ گئے ہیں اوہر حضرت علی کچھہ تو یہ خیال کرکے کہ جب تمام غزوات میں ساتھ رہا ہوں تو اسمیں پیچھے کیوں رہوں اور کچھہ منافقین کو فضیحت کرنے کی نظر سے اپنے ہتھیار لیکر پیغمبر خدا سے مقام جرف میں جاملے۔ ارونگ لکھتا ہے کہ علی کو فرمانبرداری سے چارہ نہ تھا مگر اُنکو اس بات کا افسوس تھا کہ میں تمام غزوات میں رسول اللہ کے ساتھ رہا۔ اور اس غزوہ میں شریک نہ ہوا۔ غرض جناب علی آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور منافقین کی طعنہ زنی کا حال بیان کیا۔ حضرت نے ارشاد کیا کہ وہ لوگ جہوٹے ہیں میں تمکو اپنی جگہ اپنا خلیفہ بناکر آیا ہوں۔ تم جاؤ اور میری خلافت کرتے رہو کیا تم راضی نہیں ہو اس بات سے کہ تمہارا رتبہ میرے ساتھ وہ ہے جو ہارون کا رتبہ تھا نزدیک حضرت موسی کے مگر اتنی بات ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے (انت منی بمنزلۃ ہارون من موسی الا انہ لا نبی بعدی) ارونگ لکھتا ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہی ہے اور اکثروں نے یہی نتیجہ نکالا ہے کہ آنحضرت نے حضرت علی کو اپنا خلیفہ اور جانشین بنانا ٹھانا ہوا تہا۔ صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں۔

؎ علی را چنین گفت خیر الانام ۔ کہ اے کردہ در کار دین اہتمام ٭ ترا از من آن منزلت شد پدید ۔ کہ نسبت ز ہارون بموسیٰ رسید
مگر آنکہ نبود پس از من نبی ۔ نبوت ز مردم شود اجنبی ٭ اور پہر صاحب کشف الغمہ سے نقل کیا ہے کہ پیغمبر خدا نے اس حدیث میں نبوت کو اس سبب سے مستثنی کیا ہے کہ لوگوں کو تحقیق ہو جائے کہ سوائے مرتبہ نبوت کے جو مرتبہ کہ ہارون کو موسیٰ کے ساتھ میسر تہا شاہ مرداں کو بہی اُن حضرت کے ساتھ وہی منزلت مقرر اور مقدر ہے اور یہ وہ خصلت ہے کہ کوئی بشر اسمیں شریک نہیں ہے۔ یہ سُنکر حضرت علی کو اطمینان ہوا اور مدینہ میں واپس آکر حکومت کرنے لگے ٭

جو لوگ آنحضرت کے ساتھ آئے تھے اب اُنکو چلتے ہوئے میدانوں کا مقابلہ پیش آیا بہت سے تو دوسرے ہی دن واپس چلے آئے اور بعضے تیسرے دن اور چوتہے دن۔ جب کبہی لوگوں کے چلے جانے کی خبر آنحضرت کو ملتی فرماتے کہ اگر اُنکے ساتھ رہنے میں فائدہ ہے تو خدا اُنکو واپس بہیجیگا اور اگر نہیں تو ہم بوجہ سے ہلکے ہوئے۔ جب بعض واپس جارہے تہے تو بعضوں کو جو مدینہ میں رہ گئے تہے اپنی ضعیف الایمانی اور پیچہے رہجانے پر پچہتاوا آیا۔ ایک شخص ابوخیثمہ تھا ایک دن گرمی کے وقت اپنے باغیں داخل ہوا جب اُسکی دو بی بیوں نے اُسکے واسطے ایک ٹھنڈے خیمہ میں کھانا اور ٹھنڈا پانی لاکر رکھا تو اُس نے ڈیوڑہی میں قدم رکھا ہی تہا کہ رُک گیا اور کہنے لگا کہ محمدؐ تو گرم صحراؤں میں لُوؤں میں چلیں اور

ؔ؎ ابوالفدا، ابن اثیر اور طبری میں یہ اور ہے کہ میری اور اپنے اہل میں میری نیابت کرو ٭

خیثمہ اپنی خوبصورت بیویوں میں ٹھنڈی خیمہ میں عیش مناوی قسم ہے خدا کی میں خیمہ میں داخل نہیں ہونگا اور فوراً تلوار اور برچھا لیکر اور اونٹ پر سوار ہوکر اسلام کے جھنڈے سے آملا ۰

راستہ میں مسلمانوں کو بھوک اور پیاس کی تکلیف بہت اُٹھانی پڑی سات دن کے دشوار سفر کے بعد مقام حجر پر پہنچے جہاں قدیم زمانہ میں قوم ثمود رہتی تہی جسپر عذاب الٰہی نازل ہو چکا تہا۔ یہاں چشمہ اور سبزہ زار دیکھکر مسلمانوں کو قیام کرنے کی رغبت ہوئی۔ ارونگ لکھتا ہے کہ فوج نے قیام کرنا شروع کر دیا کیونکہ آنحضرت اپنے معمول کے موافق اب بھی فوج کے پیچھے تھے۔ حضرت کا دستور یہی تہا کہ کمزوروں کی مدد کرنے اور راہ گم کرنے والوں اور پیچھے رہ ہوئے لوگوں کو ساتھ لینے کے لئے فوج کے پیچھے ہی رہا کرتے تھے۔ جب پیغمبر خدا نے دیکھا کہ لوگ اُترنے لگے ہیں تو حضرت نے سبکو منع کر دیا کہ اس چشمہ کا پانی نہ پینا اور اگر پیاس میں کسی نے پیلیا ہو تو قے کر ڈالے۔ اگر آٹا گوندھا ہو تو اونٹوں کو کھلا دو اور جسقدر جلد ہو سکے اس سرزمین معذب سے نکل چلو۔ پس آنحضرت نے چادر سے اپنا منہ ڈھانپ کر اپنے مرکب کو ایڑ کی اور فوج بھی وہاں سے ایسی جلدی نکل گئی جیسے کوئی دشمن سے بھاگتا ہے۔ اسکے بعد کی رات کو فوج نے بڑی تکلیف اُٹھائی۔ مقام کیا مگر پانی نہ تہا۔ موسم از حد گرم تہا۔ صحرا کی لوہ بھونے ڈالتی تہی۔ اور پیاس الگ مارے ڈالتی تہی۔ دوسرے دن خوب مینہ برسا آدمی اور جانور سب میں جان آگئی اور اب بغیر کسی تکلیف کے فوج تبوک تک جا پہنچی جو سلطنت روم کی سرحد پر ایک چھوٹی سی بستی ہے۔ اور مدینہ اور دمشق دونوں سے دس دس منزل پر واقع ہے۔ یہاں ایک چشمہ کے قریب سبزہ زار میں حضرت نے چھاونی ڈالدی۔ مگر ہرقل کی کوئی فوج نہ آئی۔ گو حضرت نے بیس روز تک وہاں قیام کیا۔ اس اثنا میں یہاں سے حضرت نے اپنے کپتانوں کو گرد و نواح کے علاقوں میں اسواسطے روانہ کیا کہ لوگوں کو مسلمان کریں یا جزیہ لگائیں۔ بعض قرب و جوار کے شاہزادوں نے ایلچی بھیجکر اسلام یا جزیہ قبول کیا۔ چنانچہ یوحنا بن رؤبہ حاکم ایلہ[1] حضرت کے پاس آکر بروایت ابوالفدا سو دینار اور بروایت ارونگ ۳ ہزار دینار سالانہ جزیہ دینا قبول کر کے صلح کر گیا۔ اور اہل اذرح نے اقرار کیا کہ ہر رجب کے مہینہ سو دینار جزیہ دیا کرینگے۔ یہی اہل جربا نے کیا جو اذرح سے تین دن کی راہ پر واقع ہے ۰

اسی قیام تبوک کے زمانہ میں آنحضرت نے خالد بن ولید کو چار سو بیس سواروں کے ساتھ دومۃ الجندل[2] کیطرف بھیجا یہاں کا بادشاہ اکیدر بن عبد الملک کندی نصرانی تہا۔ خالد کو دومۃ الجندل کی طرف روانہ کیا اور خود بیس دن تک تبوک میں قیام کر کے مدینہ کیطرف مراجعت کی۔ خالد پہنچا تو دیکھا کہ قلعہ ایسا زبردست ہے کہ فتح نہیں ہو سکے گا۔ خالد نے ایک چال کر کے اکیدر اور اُسکے بھائی مصاد کو گرفتار کر کے آنحضرت کے پاس مدینہ بھیجدیا۔ یہاں اُسکی قوم نے فدیہ بھیجکر اُسے چھڑا لیا اور جزیہ دینا قبول کیا۔ اس طرح بحیرۂ قلزم کے شمالی سرے سے دریائے فرات کی حد تک تمام قبائل آنحضرت کے محکوم ہو گئے ۰

(۱۰۲) واقعہ عقبہ در المنثور۔ روضۃ الاحباب۔ تاریخ الخمیس۔ معارج النبوۃ۔ شواہد النبوۃ / بر تفسیر جلالین آیا ہے کہ تبوک سے مراجعت کرتے وقت ایک عقبہ (مسمی عقبہ ذی فتق) پیش آیا حضرت رسولخدا صلعم نے فرمایا کہ منادی ندا کرے کہ کوئی شخص اس شب کو اس عقبہ پر نجائیے جبتک کہ رسول خدا نہ گذر جائیں۔ پس حضرت اونٹ پر سوار اُسپر تشریف لیگئے حذیفہ بن الیمان مہار شتر کی پکڑے ہوئے تھے اور عمار یاسر پیچھے سے اُسکو ہنکاتے تھے۔ حذیفہ کہتے ہیں

[1] ایلہ بحرۂ قلزم کے قریب عیسائیونکا شہر تہا۔ یہی مقام ہے جہاں پہلے یہودی رہتے تہے اور یوم السبت کو مچھلیاں پکڑنیکے گناہ میں بڑے آدمی سور اور جوان بندر کی صورت میں مسخ ہو گئے تہے جسکا ذکر قرآن میں ہے
[2] دمشق سے ۵ رات کو اور مدینہ سے ۱۵ رات کے فاصلہ پر واقع ہے

کہ یکایک بجلی چمکی اور دیکھا میں نے کہ ۱۲ یا ۱۴ اسوار حضرت کی طرف متوجہ ہوئے کہ اونٹ کو بھڑکا کر حضرت کو نیچے گرا دیں۔ میں نے آپ کو آگاہ کیا آپ نے اُنکو ڈانٹا وہ بھاگے اور بروایتے عمار نے آگے بڑھکر اُنکے اونٹوں کے مُنہ پر مارا۔ حضرت نے فرمایا تمنے پہچانا کہ یہ کون تھے کہا نہیں یا رسول اللہ اُنکے مُنہ پوشیدہ تھے اور رات کا اندھیرا تھا فرمایا یہ وہ لوگ ہیں کہ قیامت تک منافق رہیں گے۔ جانتے ہو کہ انکا کیا ارادہ تھا۔ چاہتے تھے کہ میرے اونٹ کو بھڑکائیں اور مجھکو گرا کر ہلاک کریں۔ حذیفہ نے کہا کہ یا رسول اللہ کیوں آپ حکم نہیں دیتے کہ انکے سر کاٹ ڈالیں۔ فرمایا میں نہیں چاہتا کہ عرب کہیں کہ محمدؐ نے کچھ لوگوں کی مدد سے اپنے دشمنوں سے جنگ کی۔ غالب ہوئے تو اب اُنکو قتل کرتے ہیں۔ بعدازاں اُنکے اور اُن کے باپوں کے نام حذیفہ کو تبلائے اور فرمایا کہ پوشیدہ رکھو اور انکو سوا انکروئے اسیوجہ سے حذیفہ اصحاب رسول میں صاحب السر الذی لا یعلمہ غیرہ (ایسے بھید کے جاننے والے جسے سوا انکے کوئی اور نہیں جانتا) کے نام سے مشہور ہو گئے۔

ا‌ے چونکہ وہ منافق منہ ڈھانکے ہوئے تھے اس وجہ سے حضرت عمر کو خیال ہوا کہ کہیں رسول خدا نے مجھکو بھی اُن لوگوں میں نہ سمجھ لیا ہو چنانچہ معارج النبوۃ میں ہے کہ امیر المومنین عمر کچھ عرصہ تک حذیفہ کے پاس جاتے اور قسمیں دیکر پوچھتے رہے کہ مجھکو رسول اللہ نے گروہ منافقین میں شامل نہیں کیا۔ حذیفہ کہتے تھے نہیں نہیں۔ اور کتاب سواد و بیاض میں ہے کہ چونکہ رسول اللہ نے فرمایا تھا کہ سب سے زیادہ منافقوں کے احوال سے حذیفہ واقف ہے اسلئے امیر المومنین عمر نے دو مرتبہ اُنکے پاس جاکر اور دو مرتبہ اُنکو اپنے نزدیک بلا کر کہا کہ تو منافقوں کو پہچانتا ہے تبلا کہ میں بھی اُن میں شامل ہوں یا نہیں۔ حذیفہ ہر بار یہی کہتے تھے کہ میں رسول اللہ کا راز ظاہر نہ کرونگا۔ اسپر حضرت عمر نے بروایت میزان الاعتدال فرمایا یا حذیفہ انا باللہ من المنافقین (اے حذیفہ قسم خدا کی میں منافقوں میں سے ہوں)۔

روضۃ الاحباب میں مسلم سے ایک روایت یہ بھی درج ہے کہ اہل عقبہ میں سے ایک شخص نے حذیفہ سے قسم دیکر پوچھا کہ اصحاب عقبہ کتنے آدمی تھے حضار مجلس نے کہا کہ اے حذیفہ جب تم قسم دیکر پوچھتا ہے تو تبا دو حذیفہ نے کہا مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ وہ ۱۴ آدمی تھے اور تجھ سمیت ۱۵ ہوتے ہیں۔ قسم خدا کی اُن میں سے ۱۲ دنیا اور دین میں دشمن خدا اور رسول کے ہیں اور اُنہیں سے ۳ نے عذر کیا کہ انکو آنحضرت کی منادی کی خبر نہ پہنچی تھی اور نہ منافقوں کے ارادہ کی خبر تھی۔ اور نیز مسلم میں عمار سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ میرے اصحاب میں ۱۲ منافق ہیں کہ بہشت کی صورت نہ دیکھیں گے اور اُس کی بو نہ سونگھیں گے جبتک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ سے نکل جائے اور اُن میں سے آٹھ مرض دُبیلہ سے مرینگے۔ انسان العیون میں ہے کہ لیلۃ العقبہ کی صبح کو اُسید بن حضیر کو رسول اللہ صلعم سے ان منافقین کا حال معلوم ہوا تو اُسید نے عرض کی کہ یا حضرت آپ حکم دیجئے کہ جو منافق جس قبیلہ کا تھا اُس کو قتل کریں اگر مناسب ہو تو اُنکے نام مجھے تبایئے قسم خدا کی ابھی اُنکے سر لاتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا میں اس سے کراہت کرتا ہوں کہ لوگ کہیں جن کی بدولت کفار سے جہاد کیا اور فتح و غلبہ پایا اب اُنہیں کو قتل کرتے ہیں۔ اُسید نے کہا یا رسول اللہ وہ آپکے اصحاب نہیں ہو سکتے آپ نے فرمایا کیا وہ اظہار شہادتین نہیں کرتے۔

افسوس ہے کہ اصحاب عقبہ کے نام کسی مورخ نے نہیں لکھے اس سبب سے مسلمانوں کے ایک فریق کو بہت بڑی جرأت مل گئی ہے وہ کہتے ہیں کہ مورخین نے جانکر اُنکے ناموں کو نہیں لکھا۔ حالانکہ یہ لکھا ہے کہ حضرت کی دعا کے موافق اُنہیں سے آٹھ بمرض دُبیلہ فوت ہوئے اور تین نے عذر کیا کہ ہمنے منادی نہیں سنی تھی اور منافقوں کے مشورہ سے آگاہ نہ تھے غلطی سے عقبہ پر چلے گئے تھے جیسا کہ روضۃ الاحباب میں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ نام نہ لینے کی یہی وجہ تھی کہ وہ اکابر صحابہ سے تھے کیونکہ عوام میں سے جو منافق گذرے ہیں اُنکی تشہیر و ملامت میں مورخین اہل سنت نے درگذر نہیں کی۔ اور اُنکی مالداری اور قوم میں رسوخ ہی کی وجہ تھی کہ رسول اللہ نے حذیفہ اور عمار کو اُنکے نام ظاہر کرنیکی ممانعت فرمائی تھی۔ کبھی عام منافقین کی نسبت حضرت نے ایسا نہیں فرمایا۔ اسی بنا پر اُس فریق کے عالم ابن بابویہ نے حذیفہ بن ایمان کی زبانی اہلسنت کے جلیل القدر صحابیوں کا نام لکھا ہے مگر ہم ترک ادب سمجھکر اعراض کرتے ہیں۔

غرض ماہ رمضان میں آنحضرت مدینہ میں داخل ہوئے مگر نہایت سادگی کے ساتھ۔ راستہ میں جو لوگ مدینہ سے استقبال کو آتے ایک ایک سے ملنے کو ٹہیر جاتے اُنکے بچوں کو اپنے پیچھے مرکب پر بٹھا لیتے۔ اس دور دراز کے سفر سے مال غنیمت کے ساتھ بخیریت واپس آنے پر تمام مسلمان کمال خوش ہوئے صرف وہ لوگ شرمندہ اور خجل تھے جو ساتھ نہ گئے تھے اُنہیں سے اکثروں کا حضرت نے عذر قبول کرکے معاف کر دیا مگر کعب ابن مالک۔ مرارہ ابن ربیعہ اور ہلال ابن اُمیہ کی نسبت حضرت نے حکم دیا کہ ان سے کوئی شخص کلام نہ کرے۔ اُن سے سب نے بولنا چھوڑ دیا۔ اس امر سے وہ بہت تنگ ہوئے اور جان اُنکی ضیق میں آگئی چنانچہ اسی حال پر پچاس روز تک رہے۔ بعد ازاں جب ایک آیت قرآن شریف میں اُنکی توبہ کی بابت نازل ہوئی اُسوقت مسلمانوں نے اُن سے ملاپ کیا اور بول چال ہوئی +

(۱۰۳) وفات نجاشی — جب ۹ھ ہجری میں نجاشی یعنے اصحمہ بادشاہ حبشہ کا انتقال ہو گیا آنحضرت کو خبر ہوئی تو اُسپر جماعت صحابہ کے ساتھ غائبانہ نماز پڑہی اور فرمایا کہ وہ مسلمان تہا +

(۱۰۴) ہدم مسجد ضرار رمضان — تبوک سے واپس آتے ہوئے آنحضرت نے مسجد ضرار کو مسمار کرا دیا + صاحب روضۃ الاحباب وغیرہ مورخین نے لکہا ہے کہ ہجرت سے پہلے ابو عامر راہب اشراف قبیلہ خزرج سے تہا اور دین نصرانیت اختیار کر چکا تہا اور توریت اور انجیل کے علم میں مہارت اور داعیۂ ریاست کا رکہتا اور وصف و نعت پیغمبر آخر الزماں کے اہل مدینہ کو سنایا کرتا تہا۔ لیکن جب آنحضرت مدینہ میں تشریف لائے اور ابو عامر کی کوئی قدر نہ رہی تو اُس نے حسد کرکے کہنا شروع کر دیا کہ یہ وہ نبی نہیں ہے جسکا وصف میں بیان کیا کرتا تہا۔ اور لوگوں کو حضرت کی متابعت سے روکنے لگا جب اہل اسلام نے بدر کی لڑائی میں فتح پائی تو ابو عامر مدینہ سے مکہ کیطرف بہاگ گیا۔ اور کفار قریش کو آنحضرت کی جنگ پر برانگیختہ کیا۔ جنگ احد میں کفار کے ساتھ آیا اور اول تیر لشکر اسلام پر اُسی نے چلایا۔ آخر جنگ اُحد سے بہاگ کر ابو عامر روم میں چلا گیا(۱)۔ اور ہرقل کا نوکر ہو گیا اور چاہا کہ اُس سے فوج لیکر حضرت پر حملہ کرے مگر اسکے لئے ایک مدت درکار تہی پس اُس نے یہ ترکیب کی کہ وہاں سے اپنی قوم کے منافقان مدینہ کو لکہا کہ تم مسجد قبا کے مقابل میں اپنے محلہ میں میرے لئے ایک مسجد بناؤ تاکہ جب میں مدینہ میں آؤں اُس مسجد میں افادہ علوم میں مشغول ہوؤں اور تاکہ ہم وہاں بیٹھکر اپنے تمام مہموں کو اطمینان کے ساتھ سوچا اور سرانجام دیا کریں۔ پس اُن لوگوں نے ایک نہایت مستحکم مسجد بنالی۔ اور اُسکی تعمیر آنحضرت کی روانگی تبوک سے پہلے تمام ہو گئی۔ جب حضرت غزوہ تبوک کی روانگی کے ارادہ سے نکلے تو اُنہوں نے حضرت کی خدمت میں آکر عرض کی کہ یا رسول اللہ ہمنے اپنے محلہ میں بیماروں اور ضعیفوں اور وقت سرما و بارندگی کے واسطے ایک مسجد بنائی ہے ہمارا جی چاہتا ہے کہ آپ تشریف لیجا کر اُس مسجد میں نماز پڑھ کر مشرف فرمائیے اور مطلب یہ تہا کہ حضرت اُسمیں نماز پڑہینگے تو اُسکے استحکام ہو جائیگا +

حضرت نے اُن منافقوں کے جواب میں فرمایا اب تو ہم جنگ پر جاتے ہیں آتے وقت دیکہا جائیگا۔ پس جب تبوک سے واپس ہوئے اور منزل ذی اوان پر پہنچے کہ وہاں سے مدینہ کا ایک گھنٹہ کا راستہ ہے تو اُس مسجد والے لوگ آئے اور درخواست کی کہ وعدہ پورا کیجئے اُسیوقت جبرئیل یہ آیت لائے۔ والذین اتخذوا مسجداً ضراراً الخ یعنے ایک قسم کے منافق وہ ہی ہیں جنہوں نے اس غرض سے ایک مسجد بنا کھڑی کی کہ مسلمانوں کو نقصان پہنچائیں اور خدا و رسول کے ساتھ کفر کریں اور مسلمانوں میں پہوٹ ڈالیں اور اُن لوگوں کو پناہ دیں جو اللہ اور اُسکے رسول کے ساتھ پہلے لڑ چکے ہیں اور پوچہا جائیگا تو قسمیں کہانے لگیں گے کہ ہمنے تو بہلائی کے سوا اور کسی قسم کا ارادہ نہیں کیا اور اللہ

(۱) ایک روایت یہ ہے کہ جنگ حنین میں بہی شریک تہا۔ جنگ حنین سے بہاگ کر روم کو گیا تہا (روضۃ الاحباب)

گواہی دیتا ہے کہ وہ ضرور جھوٹے ہیں۔ پس معن بن عدی بن الجبو اور اُسکے بھائی عامر نے آنحضرت کے حکم سے جا کر اُس مسجد کو گرا دیا اور اُسکے عملہ کو آگ لگا دی اور وہ جگہ آنحضرت کے حکم سے اہل مدینہ کا کوڑی خانہ مقرر ہو گیا +

(۱۰۵) عبد اللہ بن ابی کی وفات ذیقعد ۹ھ تھوڑے دنوں بعد ماہ شوال میں عبد اللہ بن اُبے منافق ایسا بیمار ہوا کہ زندگی کی اُمید نہ رہی آنحضرت اُسکی عیادت کو جاتے رہے اور جب وہ مر گیا۔ تو اُسکے جنازہ کے ساتھ گئے اور اُسکے بیٹے کے منت کرنے سے حضرت نے اُسکے جنازہ پر نماز پڑھی حضرت عمر نے اعتراض کیا کہ آپنے منافق پر نماز کیوں پڑھی جواب میں اُسیوقت یہ آیت نازل ہوئی کہ منافقوں پر خواہ نماز پڑھ خواہ نہ پڑھ جیسا تو چاہے لیکن اگر تو ستر مرتبہ بھی نماز پڑھیگا تو بھی اُنکو معاف نہیں کیا جائیگا" + اس نماز پڑھنے میں مصلحت یہ تھی کہ بنی خزرج اور عبد اللہ بن اُبے کے زبردست رشتہ داروں کی تالیف قلوب منظور تھی۔ اور دراصل اسکا نتیجہ بھی حضرت کی مصلحت کیموافق ہوا تمام بنی خزرج اور عبد اللہ کے بڑے بڑے رشتہ دار آنحضرت کے جاں نثار بنگئے۔ اور اب مدینہ میں کوئی خلل انداز نہ رہا۔ گویا آنحضرت امن سے مدینہ میں مسلمانوں کے ساتھ حکومت کرنے لگے۔ اسکے تھوڑے عرصہ بعد ایک آیت اس مضمون کی نازل ہوئی کہ جو بے ایمانی کی حالت میں مرا ہو اُسپر نماز نہ پڑھو

(۱۰۶) آنحضرت کا اپنے ازواج سے ایک ماہ تک علیحدہ رہنا تعدد ازواج سے جو بے نظمی کبھی کبھی پیدا ہو جاتی ہے آنحضرت بھی اُس سے خالی نہ رہے۔ آنحضرت کا برتاؤ اپنی بیویوں کے ساتھ بڑے عدل اور انصاف کے ساتھ تھا۔ ہر بی بی کے رہنے کے واسطے ایک جدا گھر تھا۔ اور باری باری ایک ایک دن ایک ایک بی بی کے گھر میں گذارتے تھے محبت میں تو فرق ضرور تھا مگر برتاؤ میں کوئی امتیاز نہ تھا۔ اور نہ نفقہ میں کوئی کمی بیشی تھی۔ جب کوئی وافر مال آتا تھا تو اکٹھا سال بھر کا یا ایک معتدبہ زمانہ کا نفقہ آپ سب کو دیدیتے تھے اور پھر اپنے پاس کچھ نہ رکھتے تھے۔ ہمیشہ اسطرح رات بسر کرتے تھے کہ صبح کے لئے کچھ نہ ہوتا تھا۔ فقر و توکل پر پورے طور سے عمل تھا آپ چاہتے تو شروع سے خدیجہ کے مال کی بدولت آپ کا شمار متمولوں میں ہوتا۔ اور شاہ عرب ہو جانے پر تو فقر پاس پھٹکنے نہ پاتا لیکن آپ دولت دنیا کو ہیچ سمجھتے تھے۔ اس شاہی حالت میں بھی آپ پر اور آپکے لواحقین پر اکثر فاقہ گذر جاتا تھا (عباسی) + آنحضرت کی ازواج کے دو فرقے تھے جیسا کہ صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں کہ جناب عائشہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلعم کی بیویوں کے دو گروہ تھے میں اور سودہ اور حفصہ اور صفیہ ایک طرف اور زینب بنت

ـــــــــــــــــــ

لہ اُسکی وصیت یا اُسکی بیٹے کی درخواست پر اپنے پیراہن کا اُسکو آنحضرت نے کفن دیا۔ لہ روضۃ الاحباب میں ہے کہ حضرت عمر نے آنحضرت کا جامہ پکڑ لیا۔ حضرت نے مسکرا کر فرمایا کہ اے عمر چھوڑ دے مگر عمر مبالغہ کرتے تھے۔ نیز لکھا ہے کہ دفن کرنیکے بعد آنحضرت عبد اللہ بن اُبے کی قبر پر گئے اُسے باہر نکلوایا اُسکا سر اپنی گود میں رکھا اور اپنا لعاب دہن اُسکے منہ میں ڈالا لہ آنحضرت کی کثرت ازواج شہوت پرستی کی نظر سے نہ تھی اسکے ثبوت میں اتنا ہی کافی ہے کہ آپ کبھی زنا سے متہم نہیں ہوئے۔ اور ۲۵ برس کی عمر تک کسی عورت سے قربت نہیں کی۔ اور عین شباب کو ستراسی برس کے بڈھوں کی طرح کاٹا۔ اسکے بعد شادی بھی کی تو اپنے سے زیادہ سن والی عورت (خدیجہ) سے جو حضرت سے ۱۵ برس بڑی تھیں۔ اور جبتک خدیجہ جیتی رہیں دوسرا نکاح نہ کیا۔ اُنکے بعد بھی بمصلحت وقت اسلام کی قوت بڑھانے کی نظر سے حضرت نے متعدد نکاح کئے بھی تو بیوہ عورتوں سے۔ سوائے عائشہ کے کوئی کواری نہ تھی۔ اور گو کہ عائشہ زیادہ پیاری تھیں مگر اپنے عدل و انصاف کی وجہ سے ہر ایک بی بی کو برابر ایک ایک دن دینا پڑتا تھا۔ اس سبب سے عائشہ کا نمبر زیادہ دنوں میں آتا تھا اور اس سبب سے یہ قیاس کہ یہ عورتیں لطف بڑھانے کی غرض سے نکاح میں لائی گئی تھیں بالکل قائم نہیں ہوتا۔ فقر و فاقہ میں بسر کرتے تھے زوجات کے گھر تک درست نہ تھے سامان عیش و نشاط کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ کیا شہوت پرستی کی یہی نشانی ہے کہ مِسن بیوائیں گھر میں بند کر کے اُنکے ساتھ چٹائی چمڑے کی فرش پر سویا جائے اور فقر و فاقہ میں بسر کیجائے؟ اچھا پھر اتنی بیویاں بڑھانے کی ضرورت کیا تھی؟ یہ ایک مصلحت ملکی تھی اور وہ یہ تھی کہ مختلف قبیلوں میں شادی کرنے سے آنحضرت سمجھتے تھے کہ مسلمانوں کے جاں نثاروں کا گروہ بڑھ جائیگا۔ اور ایک غرض یہ بھی تھی کہ لوگ بیوہ عورتوں سے عقد کرنے میں عیب نہ سمجھیں لہ خصوصاً حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ میں بڑی گشت تھی دونوں کی دانت کاٹی روٹی تھی۔ جیسا کہ

مطالعہ کنندگان کتب تواریخ و تفاسیر پر پوشیدہ نہیں ہے +

جحش - اور ام سلمہ اور باقی بیویاں دوسری طرف - پس ایک پارٹی میں جو ایک کی رائے ہوتی تھی اُس پارٹی کی بقیہ اُس میں شریک ہو جاتی تھیں اور اسطرح کبھی باہمی مذاق اور شکر رنجی کی نوبت پہنچ جاتی تھی - علامہ عباسی کہتے ہیں کہ عایشہ بنت ابو بکر اور حفصہ بنت عمر زیادہ گستاخ تھیں کیونکہ انکے باپ آنحضرت کے دربار میں اور لوگوں کی نظروں میں رسوخ زیادہ رکھتے تھے - یہ دونوں آنحضرت سے نفقہ اور لباس میں زیادتی کی اور ایسی ایسی فرمایشیں کرکے تنگ کرتی تھیں جو حضرت سے بہم نہ پہنچ سکتی تھیں چنانچہ اس حرکت پر حضرت ابو بکر نے حضرت عایشہ کو اور حضرت عمر نے حضرت حفصہ کو مارا اور اُنہوں نے توبہ کی کہ آیندہ ایسا نکرینگے (روضۃ الاحباب) - یہ بہی ہوا کہ زینب بنت جحش کے پاس کچھ شہد ہدیہ میں آیا تہا آنحضرت صلعم کو شہد بہت بہاتا تہا - زینب نے آنحضرت کے واسطے وہ شہد رکھ چھوڑا - جب حضرت زینب کے گھر جاتے وہ اُسکا شربت بناکر پلاتیں چونکہ شہد کے گھلنے میں دیر لگتی عایشہ اور حفصہ کو زینب کے گھر زیادہ ٹھیرنا ناگوار گزرتا دونوں نے مسکوٹ کی کہ اب جو رسول اللہ میرے تمہارے پاس آئیں تو یہ کہیں گے کہ آپکے منہ میں سے مغافیر[1] کی بدبو آتی ہے - القصہ آنحضرت حفصہ کے پاس آئے اور اُنہوں نے وہی مقرر کردہ بات حضرت سے کہی حضرت نے فرمایا کہ میں نے ہرگز مغافیر نہیں کہایا بلکہ زینب بنت جحش کے پاس شہد کا شربت پیا ہے حفصہ نے کہا کہ پھر اُن مکھیوں نے جن کا شہد ہے مغافیر کا پھول چوسا ہوگا - حضرت نے فرمایا کہ اب ہرگز اُس شہد میں سے نہیں پیونگا اور بروایتے قسم بہی کہائی، مگر اس بات کو کسی سے بیان نہ کیجو - اُسوقت تو اقرار کرلیا اور بعد میں یہ بہید حضرت عایشہ سے کہدیا[2] - اُنہیں دنوں میں یہ بہی ہوا کہ ایک دن آنحضرت حضرت حفصہ کے گھر میں تھے وہ اجازت لیکر اپنے باپ کے گھر ملنے گئیں حضرت نے حفصہ کے گھر میں اپنی کنیز ماریہ قبطیہ کو بلاکر اُس سے صحبت کی - اتنے میں حفصہ واپس آگئیں گھر کا دروازہ بند دیکھا - تہوڑی دیر توقف کیا حضرت نے دروازہ کھولا حفصہ رونے پیٹنے اور حضرت پر عتاب کرنے لگیں اور کہا یا رسول اللہ میرے ہی گھر میں میرے ہی لبستر پر ایک کنیز سے آپنے صحبت کی - میرے ہی گھر میں اور میری ہی واری میں آپ کو ایسا کرنا ہی تہا - حضرت نے حفصہ سے فرمایا آیا تو اُسپر راضی نہ ہو جائیگی کہ ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرلوں - حفصہ نے کہا اسپر میں راضی ہوں - حضرت نے فرمایا میں نے اسکو اپنے اوپر حرام کرلیا - اُس سے صحبت نکرونگا - مگر یہ بہید کسی سے بیان نہ کیجو حفصہ نے اقرار کرلیا کہ کسی سے نہ کہونگی لیکن جب حضرت باہر گئے تو عایشہ سے جو دیوار بیچ رہتی تہیں اس بہید کو کہدیا اور یہ بہی کہا کہ مبارک ہو حضرت نے ماریہ قبطیہ کو اپنے اوپر حرام کرلیا - جب حضرت عایشہ آنحضرت سے ملیں تو طعن سے کہا کہ یا رسول اللہ میری باری میں آپ ماریہ سے صحبت کرلیا کیجے تاکہ دوسری بیویوں کے دن سالم رہیں - رسول اللہ صلعم یہ بات سنکر کمال متغیر ہوئے - سورۂ تحریم کی ابتدائی آیتیں یا ایہا النبی لم تحرم ما احل اللہ سے ثیبات وابکارا تک انہیں ایام میں اور اسی بارہ میں نازل ہوئی ہیں جنکا ترجمہ یہ ہے اے نبی کسواسطے حرام کرتا ہے تو اپنی ذات پر اُس چیز کو کہ حلال کیا ہے اللہ نے واسطے تیرے - طلب کرتا ہی تو (اُس حلال کو حرام کرنے میں) خوشنودی بیویوں کی اور خدا بخشنے والا ہے (تجہکو ترک کرنے پر امر اولے کے) مہربان ہے (رجوع کرنے میں طرف افضل اور اولی کے) تحقیق مقرر کیا ہے خدا نے واسطے تمہارے (اے بندو) کہولنا قسموں تمہاری کا (کفارہ سے)

---

[1] حضرت کو بدبو سے سخت نفرت تہی اور مغافیر ایک قسم کا بدبو دار گوند ہوتا ہے [2] عمدۃ البیان میں ہے کہ پہلے حضرت عایشہ کے گھر گئے تو عایشہ نے اپنی ناک پر ہاتھ رکھ کے ناک کو بند کیا حضرت نے پوچھا کہ تو نے ایسا کیوں کیا عایشہ نے کہا کہ تجھ میں سے مغافیر کی بدبو آتی ہے - حضرت نے فرمایا کہ مغافیر تو مینے نہیں کہایا - زینب کے گھر شہد کا شربت پیا ہے - کہا اُسکی مکھی نے اُسکا پھول چوسا ہوگا اور جسوقت حفصہ کے گھر تشریف لائے اُنہوں نے بہی ناک پکڑ لی اور کہا کہ یہ کیا ناخوش بو ہے جو تجھ میں سے آتی ہے اور جو کچھ عایشہ نے کہا تہا وہی اُنہوں نے بہی کہا - جسوقت حضرت نے دو مرتبہ دو عورتوں سے یہ خبر سنی تو فرمایا کہ اُس شہد کو مینے اپنے اوپر حرام کرلیا - عمدۃ البیان میں اس موقعہ پر یہ نہیں لکھا کہ اس بہید کو کسی سے نہ کہنا ⁂

اور خدا کارساز تمہارا ہے اور وہ جاننے والا ہے (بندوں کی مصلحتوں کا) حکمت والا ہے (اور یاد کرو تم اے مومنین) جسوقت راز کے طور پر کہی نبی نے اپنی کسی بیوی سے (یعنے حفصہ سے) ایک بات (ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرنا) پس جسوقت کہ خبر کی اُسنے (حفصہ نے عایشہ کو) ساتھ اُس بات کے اور مطلع کیا اللہ نے پیغمبر کو (بواسطہ جبرئیل) اُس بات پر (کہ حفصہ نے عایشہ سے کہدی) اور اُس میں سے بعض بات (حفصہ سے کہی (پیغمبر نے کہ تونے عایشہ سے ایسا ایسا کہا) اور منہ پھیر لیا بعض سے (یعنے بعضی نہ کہی ہرچند خدا نے سب بتلادی تہی) پس جسوقت خبر کی (پیغمبر نے) اُسکو (حفصہ کو) ساتھ اُس بات کے تو کہا اُس (حفصہ) نے تجہے کسنے یہ خبر دی (کہ حفصہ نے راز فاش کردیا ہے) کہا (پیغمبر نے) خبر دی ہے مجہکو خدا جاننے والے مہربان نے + اگر توبہ کرو تم دونو (اے عایشہ اور حفصہ) طرف اللہ کے (اور پیغمبر کے آزار دینے میں ایک دوسرے کی مدد نکرو تو بہتر ہے واسطے تمہارے - کیونکہ تمنے پیغمبر کا راز فاش کرنے میں بڑا جرم کیا ہے -) پس بہ تحقیق کج ہوگئے ہیں دل تم دونوں کے - اور اگر تم دونو ایک دوسرے کی کمک کروگے - اوپر اُسکے (یعنے پیغمبر کے آزار پہنچانے پر تو کچھہ اندیشہ نہیں ہے) پس تحقیق خدا وہی اُسکا مددگار ہے اور جبرئیل اور مرد نیک تمام مومنین سے - اور فرشتے بہی اُسکے مددگار ہیں - قریب ہے کہ خدا اُسکا (پیغمبر کا) اگر وہ (پیغمبر) تمکو طلاق دیدے تو بدلہ میں دیوے اُسکو عورتیں بہتر تمسے - فرمانبرداری کرنیوالیاں ایمان لانیوالیاں - عاجزی کرنیوالیاں یا نماز پڑہنے والیاں - توبہ کرنیوالیاں - عبادت کرنے والیاں - روزہ رکہنے والیاں شوہروں کے پاس گئی ہوئی اور کواریاں[1] - الغرض جب آنحضرت کو اللہ تعالی نے حفصہ کے راز افشا کرنے کی خبر دی تو حضرت نے حفصہ سے فرمایا کہ مینے منع کیا تہا اور تونے راز میرا فاش کردیا حفصہ نے کہا آپنے کیونکر جانا حضرت نے فرمایا مجہے خدائے علیم و خبیر نے خبر دی ہے - اور بروایت تاریخ الخمیس و استیعاب حفصہ کو طلاق دیدی طلاق رجعی - اور چونکہ مدت سے آنحضرت درگذر کررہے تہے اب تنگ ہوکر ازواج کی تادیب کی غرض سے قسم کھالی کہ ایک ماہ تک انسے تعلق نہ رکہونگا - اور حضرت نے مسجد کے ایک حجرہ میں عزلت اختیار کی - صاحب استیعاب لکہتے ہیں کہ جب حضرت عمر کو حفصہ کی طلاق کا حال معلوم ہوا تو سر پر خاک ڈالی اور کہا کہ دیکہیے اسکے بعد خدا عمر اور اُس کی بیٹی کے ساتھ کیا کرتا ہے - روضۃ الاحباب میں ہے کہ جب حضرت عمر کو حفصہ کے طلاق کی خبر پہنچی تو وہ مسجد میں آئے اور رباح غلام حبشی سے جسے رسول اللہ نے حجرہ کے دروازہ پر بٹہا رکھا تھا کہ کسیکو اندر نہ آنے دے اندر جانے کی اجازت منگائی دو دفعہ حضرت نے کچھہ جواب نہ دیا تیسری مرتبہ حضرت عمر نے حجرہ کے دروازہ کے پاس اگر باواز بلند کہا کہ اے رباح رسول اللہ سے کہدے کہ میں حفصہ کی سفارش کو نہیں آیا ہوں اگر حضرت حکم دیں تو میں حفصہ کو گردن ماردوں میرے لئے اندر جانے کی اجازت مانگ یہ کہکر اُلٹے پھر آئے - حضرت نے یہ سنا تو رباح سے کہا عمر کو اندر بلالے حضرت عمر اندر گئے تو دیکہا کہ حضرت تہ بند باندہے ہوئے بوریے پر بیٹھے ہیں اور بوریے کے نشان حضرت کے پہلوئے مبارک میں پڑگئے ہیں - حضرت عمر کہتے ہیں کہ میں اندر گیا تو حضرت سے ایسی ہنسی کی باتیں کرنے لگا کہ حضرت نے تین مرتبہ تبسم فرمایا اور آخر کو مینے حضرت کو ہنسا دیا اور آثار غضب کے حضرت کے چہرہ پر باقی نرہے - پھر میں حضرت سے بہت سے عذر اور طلب آمرزش کرکے چلا آیا اور مسجد کے دروازہ پر باواز بلند پکار دیا کہ حضرت نے اپنی بیویوں کو طلاق

[1] بخاری جلد ۳ صفحہ ۲۱ کتاب اللباس تاریخ الخمیس اور روضۃ الاحباب میں ہے کہ ابن عباس سے صحت کو پہنچا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر سے کچھہ پوچھنا چاہتا تہا ایک سال تک مارے ہیبت کے ہیاؤ نہ پڑا - یہانتک کہ ایک سفر میں موقع دیکھکر میں نے پوچھا کہ مراد ان دو عورتوں سے جو ان تظاہرا علیہ الخ (اگر تم دونو ایک دوسری کی کمک کرو) میں مذکور ہیں کونسی عورتیں ہیں حضرت عمر نے فرمایا کہ یہ دونو عایشہ اور حفصہ ہیں صحیح بخاری جلد ۳ صفحہ ۱۶۸ کتاب الطلاق اور فتح الباری جزو ۲۲ صفحہ ۱۶۲ میں اسیطرح شہد کے شربت کا واقعہ لکھکر تحریر کیا ہے کہ آیات یا ایہا النبی لم تحرم سے ان تتوبا الی اللہ تک عایشہ

اور حفصہ کی شان میں نازل ہوئی ہیں +

نہیں دی ہے - پس آنحضرت ایک ماہ تک اپنی بیویوں سے علیحدہ اس حجرہ میں رہے اور وہ مہینہ ۲۹ دن میں تمام ہو گیا تو حضرت اول عائشہ کے پاس آئے عائشہ نے استقبال کیا اور کہا کہ یا حضرت آپ نے تو مہینہ بھر کی قسم کھائی تھی ابھی تو ۲۹ ہی دن ہوئے ہیں - حضرت نے فرمایا یہ چاند ۲۹ ہی دن کا ہے +

(۱۰۷) تبلیغ سورۂ برات تفسیر معالم التنزیل وتاریخ ابوالفدا وغیرہ میں لکھا ہے کہ رسول کریم نے اس سال حج کے موسم میں آخر ماہ ذیقعدہ میں ابوبکر صدیق کو حاجیوں کا امیر مقرر کرکے بھیجا - بروایت ابوالفدا وصاحب تاریخ الخمیس تین سو آدمی اور اپنی طرف سے بیس اونٹ واسطے قربانی کے ساتھ کئے - اور سورۂ برات کی شروع کی چالیس آیتیں حاضرین حج کو سنانے کا حکم دیا مگر اُنکے پیچھے علی مرتضیٰ کو خاص اپنی اونٹنی عضباء پر جو سب سے زیادہ تیز تھی سوار کرکے روانہ کیا اور فرمایا کہ سورۂ برائت کی وہ آیتیں مکہ - منیٰ - اور عرفات کے مقام میں تم لوگوں کو سناؤ - حضرت علی مرتضیٰ کو حضرت صدیق کے بعد روانہ کرنے کی وجہ ترمذی میں یہ لکھی ہے کہ رسول کریم نے ابوبکر کو آیات سورۂ برات دیکر مکہ بھیجا اور پھر اُنکو واپس بلالیا اور فرمایا کہ کسی آدمی کو میری اہلبیت کے سوا مناسب نہیں کہ یہ پیغام پہنچائے - اور علی مرتضیٰ کو بلاکر سورۂ برات کی آیتیں اُنکو دیں - اور امام احمد بن حنبل اور نسائی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا اس کو کوئی نہیں لیجا سکتا مگر وہ آدمی کہ میری اہل بیت سے ہو وہ میرا ہو اور میں اُسکا ہوں - نیز لکھا ہے کہ جب ابوبکر واپس آئے عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ کیا میرے حق میں کوئی بات نازل ہوئی ہے آپ نے فرمایا نہیں لیکن جبرئیل نے آکر مجھ سے کہا ہے کہ آپ کی جانب سے ہرگز کوئی دوسرا ادا نہیں کرسکتا مگر یا تو خود آپ یا وہ آدمی جو آپ کا ہو - پس ابوبکر نے لوگوں کو حج کرایا اور اُسکے بعد جب قربانی کا وقت آیا تو علی مرتضیٰ نے یہ تقریر کی (۱) کوئی شخص برہنہ ہوکر کعبۃ اللہ کا طواف نکرے (۲) جس شخص سے رسول کریم کا کچھ معاہدہ ہے وہ میعاد مقررہ تک اسمیں رہ سکتا ہے - اور جس سے عہد و پیمان نہیں ہوا اُسکے واسطے چار مہینے تک مدت مقرر کی گئی ہے (۳) بہشت میں مومن کے سوا کوئی نہیں جائیگا (۴) کوئی مشرک آجکے بعد حج کو نہ آئے + اصطلاح میں یہ فرمان ابراء نامہ کہلاتا ہے +

روضۃ الاحباب میں ہے کہ آخر ذیقعدہ میں پیغمبر خدا نے چاہا کہ حج کریں مگر سنا کہ مشرک عادت جاہلیت کے موافق حاضر ہوئے اور برہنہ طواف کرتے ہیں حضرت کو اُنکی مخالطت مکروہ معلوم ہوئی اُس سال ابوبکر کو ۳ سو آدمیوں کا امیر بنا کر حج کو بھیجا اور فرمایا کہ لوگوں کو مراسم حج کرائیں اور مناسک حج تعلیم کریں - اور سورۂ برات کی شروع کی تیس چالیس آیتیں لوگوں کے سامنے پڑھیں - سعد بن ابی وقاص - عبدالرحمن بن عوف - جابر بن عبداللہ انصاری اور ابوہریرہ وغیرہ بھی ہمراہ ہوئے اور اپنی طرف سے بیس اونٹ قربانی کرنے کو حضرت نے ابوبکر کے ساتھ کئے جنکی حفاظت ناجیہ بن جندب کے سپرد کی - ۵ اونٹنیاں ابوبکر اپنے واسطے قربانی کرنے کو ساتھ لیگئے - اور مسجد ذوالحلیفہ سے احرام باندھا - اور روانہ ہوئے جبرئیل آں حضرت پر نازل ہوئے اور کہا ادائے رسالت و پیغام سوائے تمہارے یا ایسے شخص کے جو تم ہی سے ہو دوسرا کوئی اور نہیں کرسکتا - آنحضرت نے حضرت علی کو طلب کیا اور کیفیت واقعہ سے اطلاع دی - اور فرمایا جاؤ ابوبکر کے

لے اور بروایت نسائی صبح ہوتے حضرت علی حضرت ابوبکر سے مقام عرج پر جاملے - طبری نے بھی عرج پر ملاقات لکھی ہے اور نیز ذوالحلیفہ پر - ہے اعلام الوریٰ میں لکھا ہے کہ حضرت نے فرمایا "لیکن جبرئیل مجھ پہ نازل ہوئے خدا کی طرف سے - اور کہا کہ تیری طرف سے نہیں ادا کرسکتا سوائے تیرے یا ایسے شخص کے جو تجھ سے ہو - اور علی مجھ سے ہے اور وہ بھائی ہے میرا اور وصی ہے میرا اور وارث ہے میرا اور خلیفہ ہے میرا میرے اہل بیت میں اور میری اُمت میں بعد میرے - ادا کرے گا میرا دین اور پورا کرے گا میرے وعدہ کو اور نہ ادا کرے گا میری طرف سے سوائے علی کے" +

پہنچے اور اوائل سورہ برات کو اُن سے لیلو اور موسم حج میں لوگوں کو سناؤ۔ اور یہ چار کلمے لوگوں کو پہنچاؤ (۱) مومن کے سوا کوئی جنت میں نجاویگا (۲) کوئی برہنہ طواف خانہ کعبہ کا نکرے (۳) اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے (۴) کافروں میں سے جس کیساتھ رسول اللہ سے کسیقدر مدت کا عہد ہے تو وہ عہد قایم رہیگا اُس مدت تک اور جس کیساتھ عہد نہیں ہے اُسے چار مہینہ تک امان ہے بعد اسکے اگر مسلمان نہوگا مال اور خون اُسکا ہدر ہو جائیگا۔ یہ فرماکر اپنا ناقہ خاص کہ عضباء اُسکا نام تھا علی کو دیا۔ تاکہ اُس پر سوار ہو کر امور مذکور کے نافذ کرنے کے واسطے ابو بکر کے پیچھے روانہ ہوں۔ حضرت علی روانہ ہوئے اور منزل ضجنان[1] یا منزل عرج پر راستہ ہی میں ابو بکر سے جا ملے۔ صدیق نے پوچھا امیر ہو کر آئے ہو یا مامور ہو کر۔ فرمایا مامور ہو کر[2]۔ مگر سورہ برات مجھکو عنایت کیجے کہ حکم یہی ہے۔ کہ میں لوگوں کو سناؤں اور ان چار حکموں کو پہنچاؤں۔ ابو بکر نے فوراً وہ آیات علی کے حوالہ کیں۔ اور جب مکہ میں پہنچے اور مناسک حج بجالائے ابو بکر نے وہ خطبے جو ایام حج کے لئے مقرر ہیں پڑھے اور مناسک حج تعلیم کئے اور علی سے کہا اُٹھئے اور رسول اللہ صلعم کی رسالت کو بجا لائیے۔ علی اُٹھے اور مجمع مردم میں سورہ برائت پڑہی اور حضرت کے چاروں حکم سنا دیئے۔ خیموں اور مجمعوں کے پاس آتے اور سب کو سورہ اور احکام سناتے اس سے فارغ ہو کر مدینہ کی طرف مراجعت کی۔ اور حضرت صدیق نے حضرت رسول اللہ صلعم سے آکر پوچھا کہ یا حضرت مجھ سے کیا صورت واقع ہوئی کہ آپنے سورہ مجھسے چھین لیا اور ایک روایت یہ ہے کہ ابو بکر نے راستہ ہی سے واپس جاکر حضرت سے پوچھا تھا (جیسا کہ ابو الفدا۔ طبری اور ابن خلدون نے یہی لکھا ہے اور صاحب روضۃ الصفا نے یہی اعلام الوری سے نقل کیا ہے) حضرت نے فرمایا کہ اے ابو بکر تم سے کوئی صورت تو واقع نہیں ہوئی اور تم سے کوئی قصور بھی نہیں ہوا تم تو میرے ساتھی ہو غار کے اور حوض کوثر پر۔ لیکن جبرئیل آئے اور کہا کہ یا رسول اللہ اس امر کو سوائے آپکے یا ایسے شخص کے جو آپ ہی سے ہو دوسرا ادا نہیں کر سکتا۔ اس لئے مینے ایسا کیا ❊

(۱۰۸) **سریہ وادی الرمل** معارج النبوۃ۔ حبیب السیر اور روضۃ الصفا میں لکھا ہے کہ ایک اعرابی نے آکر رسول اللہ صلعم سے بیان کیا کہ وادی الرمل[3] میں عرب کی ایک قوم جمع ہوئی ہے اور یہ لوگ مدینہ پر شبخون کرنیکا ارادہ رکھتے ہیں۔ حضرت نے یہ سنکر اصحاب کو

---

[1] کنز العمال میں سورۂ توبہ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر سورۂ برات کے ساتھ اہل مکہ کی طرف بھیجے گئے ابو بکر کی روانگی کے بعد آنحضرت نے حضرت علی کو بھیجا اور کہا کہ ابو بکر کے پاس جلد ہی سے پہنچکر ابو بکر کو واپس بھیجدو اور تم اس سورۃ کو پہنچاؤ پس علی نے ایسا ہی کیا پس ابو بکر واپس آکر روئے اور کہا یا رسول اللہ کیا میرے بارہ میں کچھ نازل ہوا ہے (جو آپنے مجھے واپس بلا لیا۔ اعلام الوری) فرمایا تیرے بارہ میں کچھ نازل نہیں ہوا اگر جو کچھ نازل ہوا اچھا نازل ہوا ہے مجھے حکم ہوا ہے کہ اسے یا تو میں پہنچا سکتا ہوں یا ایسا شخص جو مجھ سے ہے۔ یہی روایت حموی نے درر السمطین میں اور سیوطی نے جمع الجوامع میں ابن جریر سے لکھی ہے [2] یا ذو الحلیفہ (ابن خلدون) [3] اہل تشیع اس روایت میں امیر و مامور کے جملہ کو معتقدین کا ساختہ پرداختہ بتاتے ہیں۔ اور یہ دلیل قایم کرتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکر راستہ ہی سے مدینہ واپس ہوئے اور علی مکہ کو جارہی تہے تو ضرور وہ ۳ سو آدمی جو حج کرنے آئے تھے علی کے ساتھ ہو لئے ہونگے۔ حالانکہ کسی تاریخ میں اُن لوگوں کا حضرت ابو بکر کے ساتھ واپس جانا یا پھر حضرت ابو بکر کو انہیں ساتھ لیجاکر حج کرنا درج نہیں ہے۔ نہ یہ ثابت ہے کہ حضرت ابو بکر کی واپسی تک وہ لوگ مقام عرج یا ذو الحلیفہ ہی میں اُنکے انتظار میں ٹھیرے رہے یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک کام سے حضرت ابو بکر معزول کئے جائیں اور دوسرے کام پر جو اُسی قسم کا ہو بحال رہیں اور کیا علی حج کرانے کی قابلیت نہ رکھتے تھے کہ واپسی کے بعد پھر ابو بکر ہی جوں توں کرکے حج کرانے کو بھیجے جاتے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر اس روایت کو تسلیم ہی کر لیا جائے تو معنے یہ ہونگے کہ خود امیر بنکر نہیں آیا ہوں بلکہ خدا و رسول کیطرف سے مامور ہو کر آیا ہوں [4] یہ مقام مدینہ سے ۵ منزل کے فاصلہ پر ہے۔ بعض مورخین نے خصوصاً مورخین اہل تشیع نے جنگ وادی الرمل کو جنگ سلاسل ہی کے نام سے لکھا ہے۔ جنگ سلاسل کا جو حال واقعات سنہ ۸ھ میں بیان ہوا ہے وہ اس جنگ کا وہ حصہ سمجھنا چاہیئے جو عمرو عاص کے جانے سے متعلق ہے ✚

جمع کیا اور فرمایا کہ کون ہے جو اُن لوگوں کی شر کو دفع کرے - اصحاب صفہ میں سے ایک گروہ اس امر پر آمادہ ہوا حضور پرنور نے علم جناب صدیق کو دیا اور اُس گروہ پر اُنکو سردار بناکر دشمنوں پر بہیجا - مخالفوں کا مقام ایک وادی میں تہا جس میں پتہر اور درخت کثرت سے تہے ایسا کہ وہاں سے گذرنا دشوار تہا - بعد قطع منازل صدیق نے اُنکی منزل کے قریب پہنچکر چاہا کہ وادی میں داخل ہوں - ناگاہ ارباب نفاق بہیئت اجتماعی وادی سے باہر آئے اور نیزہ و شمشیر ہاتھ میں لیکر جنگ میں مصروف ہو گئے - آخر مسلمانوں نے شکست کہائی بعض مسلمان مارے گئے اور بعض بہاگ کر مدینہ واپس آئے پہر آنحضرت نے جناب فاروق کو علم دیکر مسلمانوں کے ایک گروہ کے ساتھ روانہ کیا - اُنکے ساتھ بہی یہی پیش آیا کہ جب وادی میں قدم رکھنے کو تھے مشرکوں نے درختوں اور پتہروں کے پیچھے سے جہاں وہ گہات میں تہے باہر آکر مسلمانوں پر حملہ کیا اور بعد کشش و کوشش کے لشکر اسلام بہاگ کر مدینہ واپس آیا بعد ازاں عمرو عاص نے جو مکر و حیلہ کے ساتھ مخصوص تہا درخواست کی کہ اب مجھ بہیجئے تاکہ بمقتضائ الحرب خدعۃ (لڑائی میں فریب جائز ہے اور اُسی سے کام چلتا ہے) عمل کرکے اعدا کو فریب دوں آنحضرت نے عمرو عاص کو بعض مسلمانوں کا سردار بناکر دشمنوں کی طرف روانہ کیا اور وہ بہی مقابلہ میں شکست پاکر منفعل واپس آیا - اسکے ساتھ ہی بعض مسلمان شہید ہوئے - عمرو عاص کے واپس آنے کے چند روز بعد آنحضرت نے علم حضرت علی کو عنایت کیا - اور ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھاکر حضرت علی کے لئے دعا کی - اور ابہی اصحاب تک حضرت علی کو پہنچانے تشریف لائے - اور حکم دیا کہ صدیق اور فاروق اور عمرو عاص علی کے ساتھ اس سفر میں مرافقت کریں - اور اُن جناب کے حکم سے ہرگز تجاوز نکریں - اور مرتضیٰ علی طریق وادی الرمل کو چھوڑ کر عراق کی طرف متوجہ ہوئے چند منزل طے کرنے کے بعد مخالفوں سے لڑنے کا عزم کرکے اُس راہ سے کہ وہاں وادی پر منتہی ہوتی تہی مقصد کی جانب رخ کیا - رات کو چلتے اور دن کو راستہ سے ہٹ کر آسایش و آرام سے سوتے تھے - جب اہل خلاف کے مسکن کے قریب پہنچے حکم دیا کہ فوج آہستہ چلے اور خود لشکر کے آگے روانہ ہوئے - اور چونکہ امیر المومنین کی حرکات و سکنات سے عمرو عاص کو یقین ہو گیا کہ ضرور فتح ہوگی چاہا کہ کام کو بگاڑ دے - اور اس ارادہ اور غرض کو مد نظر رکھ کر صدیق اور فاروق سے کہا کہ اس راستہ میں درندوں اور وحشیوں سے خطرہ ہے - اب مصلحت وقت یہ ہے کہ وادی کی بلندی پر سے دشمنوں پر شبخون ماریں - اور شیخین نے اس بارہ میں حضرت علی سے گفتگو کی حضرت نے منظور نہ کیا - عمرو عاص نے کہا کہ اے مسلمانو ہم اپنی جانوں کو ضایع نہیں کرسکتے آؤ تاکہ وادی کی بلندیوں کی طرف سے چلیں - سپاہ اسلام نے جوابدیا کہ پیغمبر خدا نے ہمکو علی کی مخالفت سے منع کیا ہے اب تیری بات مانکر ہم کیونکر اُسکے خلاف کریں - علی عمرو عاص کی رائ کو غلط سمجھکر اُسی طرح چلے جاتے تہے یہانتک کہ صبح ہوتے دشمنوں کے سر پر جا پہنچے اور جس طرح کہ چاہتے تہے اُس قوم بیباک سے انتقام لیا - صاحب حبیب السیر نے لکھا ہے کہ وہ لوگ انوار ذوالفقار حیدر کرار کی تاب نہ لاکر ایسے بہاگے جیسے سورج سے چمگادڑ - مولف کشف الغمہ نے لکھا ہے کہ سورہ والعادیات اسی باب میں نازل ہوئی اور حضرت رسول نے اصحاب کو فتح کی بشارت دی - جب علی مراجعت کرکے مدینہ کے قریب پہنچے حضرت نے اصحاب کو امیر المومنین کے استقبال کے واسطے حکمدیا اور خود اُنکے آگے آگے روانہ ہوئے - اور جب جناب ولایت مآب کی نظر آنحضرت کے چہرۂ مبارک پر پڑی گھوڑے سے اُتر پڑے حضور نے فرمایا کہ اے علی سوار ہو کہ خدا اور رسول خدا تجہ سے راضی ہیں - امیر المومنین مارے زیادتی خوشی کے رونے لگے - رسول اللہ نے فرمایا اگر مجھے یہ اندیشہ نہوتا کہ طوائف اُمت تیری شان میں وہی بات کہنے لگیں گے جو کچھ نصاریٰ عیسیٰ بن مریم کے باب میں کہتے ہیں تو البتہ تیرے حق میں ایسی بات کہتا کہ کسی گروہ پر تو نہ گزرتا مگر یہ کہ خاک تیرے دونو قدموں کے نیچے سے اُٹھاتے اسکے آگے صاحب حبیب السیر یہ اشعار لکھتے ہیں ؎ چنین گفت آں روز خیر الانام - کہ اندیشہ دارم ز بعضے مہام +

وگرنہ حدیثے ز قدر علی - ہمی گفتم از غایت یکدلی + کہ بر ہر کہ کروے ز اُمت گزر - نہادے بجائے قدمہاش سر +
ز خاک قدمہاش بر داشتے - ازاں آبروے دگر واشتے +

(۱۰۹) سریہ علی ابن ابی طالب بطرف یمن — صاحب حبیب السیر نے کشف الغمہ سے نقل کیا ہے کہ غزوہ تبوک کے بعد عمرو بن معدیکرب زبیدی حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوا ایک دن ابے بن عشعث خثعمی کو جس نے اُسکے باپ کو مارا تہا مدینہ میں دیکھکر گھسیٹتا ہوا آنحضرت کے پاس لایا اور قصاص کا طالب ہوا حضرت نے فرمایا کہ معاف کر دیا اسلام نے اُسکو جو کچھہ جاہلیت میں ہوا اسبات پر عمرو بن معدیکرب مرتد ہو کر اپنے وطن زبید (یمن) کو چلا گیا اور بنی حارث کے ایک گروہ کو اپنے قبیلہ سے ملا لیا - حضرت کو جب خبر ہوئی تو علی مرتضی کو مہاجرین کے ایک گروہ پر امیر بنا کر عمرو اور اُسکی قوم پر بہیجا - اور خالد بن ولید کو ایک فوج کے ساتھ اعراب جعفی پر روانہ کیا - اور مقرر کیا کہ جب دونوں لشکر ملیں تو دونوں لشکروں کے سردار علی ہوں - علی نے خالد بن سعید بن عاص کو اپنی فوج کا ہراول بنایا اور خالد بن ولید نے ابو موسی اشعری کو - جب چند منزل پر پہنچ چکے تو وہ لوگ جنپر خالد کو بہیجا تہا دو فرقے ہو گئے ایک فرقہ یمن کو چلا گیا اور دوسرا بنی زبید سے جا ملا - یہ سنکر علی مرتضی نے خالد کو پیغام بہیجا جہانتک آیا ہے وہیں ٹھیرا رہ جبتک کہ میں نہ آؤں - خالد نے حکم نہ مانا تو علی نے خالد بن سعید کو حکم دیا کہ خالد کے پیچہے لشتابی روانہ ہو - اور جہاں اُس سے ملے وہیں ٹہیرا لے - خالد بن سعید نے ایسا ہی کیا - علی بہی آپہنچے اور خالد کو عدول حکمی پر ملامت کی اور پہر عمرو بن معدیکرب پر چڑہائی کی - عمرو مقابلہ کو آیا لیکن حضرت کے مقابلہ کی تاب نہ لا کر بہاگ نکلا - مسلمانوں نے حملہ کر کے اُسکے بہائی اور بہتیجے کو قتل کیا - اور اُسکی منکوحہ کو مع دیگر عورتوں کے قید کر لیا - پس علی نے خالد بن سعید کو صدقات وصول کرنے کے لئے وہاں چہوڑا اور حکم دیا کہ جو کوئی بہاگے ہوؤں میں سے واپس آئے اور ایمان لائے تو اُسے امان دینا - اور علی کے واپس آنیکے بعد عمرو بن معدیکرب خالد بن سعید کے پاس آکر مسلمان ہوا اور اُسکے اہل و عیال کی خلاصی ہو گئی - روایت ہے کہ اسی سفر میں فتح و ظفر کے بعد امیر المومنین علی نے خمس کی لونڈیوں میں سے ایک لونڈی کو اپنے واسطے اختیار کیا تہا خالد بن الولید نے اس امر کی اطلاع رسول خدا کو لکہی اور وہ مکتوب بریدہ بن الحصیب کے ہاتھ آنحضرت کی خدمت میں روانہ کیا[1] بریدہ کہتے ہیں کہ اب تک میں علی کو دشمن رکہتا تہا - میں نے وہ مکتوب آنحضرت کے ہاتھ میں دیا اور علی کی شکایت کی سنتے ہی آنحضرت کا چہرہ سرخ ہو گیا اور فرمایا علی کے بارہ میں گمان بد مت کر وہ مجھہ سے ہے اور میں اُس سے ہوں اور وہ ولی تمہارا ہے اور جس کسی کا میں ولی ہوں علی بہی اُسکا ولی ہے علی سے دشمنی نکر اُس سے دوستی رکھہ - اسکا حصہ اس خمس میں اس کنیز سے زیادہ تہا -[2]

[1] اور بریدہ نے لشکر سے پہلے مدینہ میں پہنچکر خالد کے نوشتہ کو آنحضرت کے حوالہ کیا اور جب آنحضرت نے اُس مکتوب کے مضمون سے اطلاع پائی تو رنگ حضرت کا متغیر ہو گیا اور حضرت کا چہرہ مارے غصہ کے سرخ ہو گیا - بریدہ نے کہا کہ یا رسول اللہ اگر ایسے ایسے کام کرنے کی اجازت پائینگے تو مسلمانوں کا تقے (مال غنیمت) ضایع ہو گا - آنحضرت نے فرمایا افسوس ہے تجہہ پر اے بریدہ تو نے احداث نفاق کیا علی کے بارہ میں - بدرستیکہ مال غنیمت میں سے جو کچہہ مجھکو حلال ہے وہ علی کو بہی حلال ہے اور علی بن ابی طالب سب آدمیوں سے بہتر ہے تجہہ سے بہی اور تیری قوم سے بہی - اور تمام اُمت میں میرے بعد جتنی آدمی ہونگے - اُن سب سے بہتر ہے - اے بریدہ علی کے دشمن رکہنے سے پرہیز کر - ورنہ خدائے تعالی تجہے دشمن رکہے گا - بریدہ کہتے ہیں کہ اُسوقت مجھے یہ آرزو ہوئی کہ زمین پہٹ جائے اور میں سما جاؤں - اور میں نے کہا کہ میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کے غصہ سے اور اُسکے رسول کے غصہ سے میرے لئے معافی کی دعا کیجئے کہ اب سے ہرگز علی سے عداوت نکرونگا - اور سوای خیر و خوبی کے اُنکی شان میں نہ کہونگا - حضرت رسول اللہ نے میرے واسطے طلب معافی کی اور اسکے بعد سے میں شاہ مرداں کو تمام خلقت سے زیادہ محبوب رکہنے لگا (روضۃ الصفا و حبیب السیر)

[2] اکثر مورخین نے اس کنیز کے واقعہ کو سنہ ۱۰ھ میں لکہا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی دوبارہ یمن بہیجے گئے تھے روضۃ الاحباب میں حضرت علی کا دو دفعہ یمن میں بہیجا جانا لکہا ہے ایک سنہ ۸ھ میں اور ایک اس کے بعد

بریدہ کہتے ہیں کہ اُسوقت سے میں علی کو سب سے زیادہ دوست رکھنے لگا (روضۃ الاحباب - روضۃ الصفا حبیب السیر وغیرہ)

(۱۱۰) سنہ ۹ھ کے مختلف واقعات (۱) شعبان سنہ ۹ھ میں حضرت کلثوم بنت رسول زوجہ عثمان نے وفات پائی -
(۲) سنہ ۹ھ کے آخر میں پیغمبر خدا مدینہ ہی میں تشریف رکھتے تھے کہ ہر چہار اطراف سے عرب کے مختلف علاقوں سے قاصد تحایف وہدایا کے ساتھ آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جگہ جگہ کے لوگ آنکر مسلمان ہوئے - اور پھر اپنے وطن میں واپس آکر اسلام کی پھیلانے کی کوششیں کرنے لگے - اکثر باشندگان یمن اور شاہان حمیر نے دین اسلام قبول کیا - اس سنہ میں وفود[1] کی وہ کثرت ہوئی کہ یہ سال سنۃ الوفود کے نام سے مشہور ہو گیا اور یہی کثرت وفود کی سنہ ۱۰ھ کے شروع تک رہی (۳) اسی سنہ میں صدقات فرض ہوئے - طبری[2] نے بھی لکھا ہے کہ سنہ ۹ھ میں آیہ خذ من اموالہم صدقۃ تطہرہم وتزکیہم نازل ہوئی جس سے مسلمانوں پر صدقات واجب ہوئے ؛

سنہ ۱۰ھ مطابق سنہ ۶۳۱ع

(۱۱۱) ابو عامر ایک بدوی شاہزادہ قبیلہ عامر بن طفیل بن عامر کا سردار بڑا خوبصورت اور شاہانہ شان وشوکت کا بادشاہ تھا مگر بڑا نخوت اور آن طعن کا آدمی تھا - عکاظ کے میلہ میں جو طائف اور نخلہ کے درمیان واقع ہے جہاں سوداگر حاجی اور شاعر عرب کے تمام علاقوں سے آکر جمع ہوا کرتے تھے اسکا منادی ڈھنڈورا پیٹا کرتا تھا کہ جس کسیکو باربرداری کا جانور درکار ہو یا جو کوئی بھوکا ہو یا جس کسیکو کسی ظالم کی طرف سے خطرہ ہو وہ عامر کے پاس آئے وہ اُسکو جانور دیگا کھانے کھلائیگا اور حفاظت کرے گا یا پناہ دیگا - اپنی فیاضی اور عالی حوصلگی کی وجہ سے وہ ہر دل عزیز ہو گیا تھا - آنحضرت کے عروج کو اور خصوصًا مکہ وغیرہ کی فتوحات کو دیکھکر عامر کو بہت حسد آیا - اور اپنے چچا کے بیٹے اربد کے ساتھ اس ارادہ سے آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا کہ موقع بنے تو آنحضرت کو قتل کر ڈالے - مگر جب موقع نہ پایا تو حضرت سے کہا کہ آپ مجھ سے یارانہ اور دوستی کر لیجئے حضرت نے فرمایا کہ جبتک تو مسلمان نہ ہو ہرگز میں تجھ سے دوستی نہیں کر سکتا - عامر بولا کہ اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو کیا تم اس بات پر قناعت کرو گے کہ تم شہر کے عربوں پر حکومت کرو اور میں صحرائی عربوں[3] پر - حضرت نے جوابدیا یہ نہیں ہو سکتا - عامر نے کہا پھر مجھے مسلمان ہونے سے کیا فائدہ - حضرت نے فرمایا تمام مسلمان تیرے بھائی ہو جائیں گے - عامر بولا میں ایسے بھائی بننے سے باز آیا اور منہ بنا کر اپنے شہر کی طرف روانہ ہوا مگر راستہ میں وہ طاعون سے اور اربد بجلی سے ہلاک ہو گیا - بعض مورخین نے اس واقعہ کو سنہ ۹ ہجری میں درج کیا ہے +

(۱۱۲) وفات ابراہیم اسی سال حضرت کے ۱۵ مہینہ کے صاحبزادے ابراہیم نے وفات پائی جس سے حضرت کو بہت قلق ہوا - عبد الرحمن نے حضرت کو روتا دیکھکر پوچھا کہ کیا آپنے ہمکو مردوں پر رونے کو منع نہیں کیا - حضرت نے فرمایا نہیں - مینے تمہیں چیخنے اور چنگھاڑنے اور منہ پیٹنے اور کپڑے پھاڑنے کو منع کیا ہے - یہ شیطانی کام ہیں مگر مصیبت پر جو آنسو بہائے جائیں - وہ مرہم دل ہیں آپنے جب ابراہیم کو قبر میں اُتارا تو اُسپر تلقین پڑھی (ایرونگ)

(۱۱۳) روانگی علی بطرف یمن سنہ ۱۰ھ ربیع الثانی یا جمادی الاول میں خالد بن ولید چار سو صحابیوں کے ساتھ اہل یمن یعنی نجران اور اُسکے اطراف وجوانب کی طرف بغرض دعوت اسلام روانہ کئے گئے تھے یہ چھ مہینہ تک وہاں کے لوگوں کو دعوت اسلام کرتے رہے مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا بلکہ انکی شکایتیں آنحضرت کی خدمت میں وصول ہونے لگیں (صرف اتنا ہوا کہ اکثر اہل نجران نے اسلام قبول کیا)

---

[1] وفود کے معنی سفارت - لوگوں کا ایمان لانے کے لئے آنا - [2] طبری وابن اسحق وروضۃ الصفا وابن اثیر وغیرہ [3] صاحب تاریخ الخمیس لکھا ہے کہ ابو عامر نے کہا کیا آپ مجھے اپنے بعد اپنا خلیفہ بنا جائینگے فرمایا خلیفہ بنانا میرے اختیار میں نہیں ہے بلکہ خدا تعالی کے اختیار میں ہے جسے چاہتا ہے خدا بناتا ہے - اسپر ابو عامر نے کہا کہ اچھا آپ شہر کے عربوں پر حکومت کریں میں صحرائی عربوں پر - فرمایا یہ بھی نہیں ہو سکتا ہے ابن خلدون وطبری +

تب آنحضرت نے خالد کو معزول کیا اور علی کو ۳ سو سواروں کے ساتھ یمن کی طرف روانہ کیا اور فرمایا خالد بن ولید کو واپس بھیجدینا۔ اہل یمن سے لڑنا نہیں جبتک وہ نہ لڑیں۔ روانگی کے وقت علی نے کہا کہ یارسول اللہ آپ مجھے اہل کتاب کے ملک میں بھیجتے ہیں میں نوعمر ہوں اور علم قضایا سے بخوبی واقف نہیں ہوں حضرت نے علی کے سینے پر ہاتھ رکھا اور دعا کی بار الٰہا علی کی زبان کو ثبات دے اور اُسکے دل کی رہنمائی کر اور قضائے احکام کے واسطے ایک قاعدہ یہ بتا دیا کہ اے علی جو دو آدمی یا دو گروہ تمہارے پاس فیصلہ کرانے آئیں تو جبتک دونوں فریقوں کے بیان نہ سُن لو صرف ایک فریق کی گفتگو سُنکر فیصلہ نکرنا۔ پھر علم اسلام ہاتھ میں دیکر اور سر پر عمامہ اپنے ہاتھ سے باندھ کر حضرت علی کو رخصت کیا۔ علی نے مقامات یمن میں پہنچکر لوگوں کو جمع کیا بعد حمد و ثنائے الٰہی کے آنحضرت کا فرمان پڑھ کر سنایا۔ پس قبیلہ ہمدان کے سب لوگ ایک ہی دن میں مسلمان ہوگئے۔ اور علی نے آنحضرت کو اطلاع تحریر کی تو آنحضرت نے سجدۂ شکر ادا کیا اور تین بار "السلام علیٰ ہمدان" ارشاد فرمایا۔ اسکے بعد اہل یمن جوق جوق مسلمان ہوتے گئے اور اُنکے وفود آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور علی تمام اطلاعیں آنحضرت کو دیتے رہے۔ پھر آنحضرت نے جناب علی کو حکم بھیجا کہ قبیلہ نجران سے جزیہ اور مال وصول کرو اور واپس چلے آؤ پس حضرت علی نے اہل نجران سے مال و جزیہ وصول کرکے مراجعت کی اور رسولخدا سے حجۃ الوداع میں درمیان مکہ کے ملاقات کی۔ (ابن خلدون ابو الفدا ابن اثیر۔ روضۃ الاحباب۔ حبیب السیر۔ روضۃ الصفا)

(۱۱۴) حجۃ الوداع سنہ ۱۰ھ ماہ ذیقعدہ کے پانچ دن باقی تھے کہ جناب رسول خدا حج کے واسطے روانہ ہوئے[۱] اور ۴ ذی الحجہ کو اتوار کے دن مکہ میں پہنچے ہجرت کے بعد حضرت کا یہی پہلا اور یہی آخری حج ہے۔ اس سفر میں بروایت حبیب السیر و روضۃ الاحباب ایک لاکھ ۱۴ ہزار یا ایک لاکھ ۲۴ ہزار مسلمان حضرت کے ہمراہ تھے۔ تمام امہات المومنین اور جناب فاطمہ بھی ساتھ تھیں۔ اسی سفر میں محمد بن ابوبکر اسما بنت عمیس سے پیدا ہوئے۔ مورخین میں اختلاف ہے کہ آیا حج اور عمرہ دونوں ساتھ تھے یا صرف تمتع تھا (یعنے بعد عمرہ کے سر منڈانا وغیرہ اور حلال ہو جانا اور بعد ازاں حج کرنا) یا فقط حج ہی تھا۔ کثرت اس بات پر ہے کہ حج اور عمرہ دونوں تھے[۲] اور حضرت نے ہمراہ لوگوں کے حج کیا +

پس ادہر تو رسول اللہ مدینہ سے مکہ پہنچے اور اُدہر علی نے یمن سے اپنے لشکر سے آگے بڑھ کر آنحضرت کو آ سلام کیا۔ اور جو کچھ یمن میں گذرا اور جو کچھ وہاں سے حاصل ہوا تھا آنحضرت سے بیان کیا۔ آنحضرت اُن حالات سے اور علی کی ملاقات سے بہت خوش ہوئے اور پوچھا اے علی تمنے کیا نیت باندہی ہے۔ عرض کی یارسول اللہ مجھے آپنے اپنی نیت تو لکھی ہی

---

[۱] صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں کہ حضرت نے قبائل اطراف میں اسلام کے نہایت دور دور کے علاقوں میں خبر بھیجی کہ ہمنے حج کا پختہ ارادہ کرلیا ہے جس کسی کا حج کرنے کا ارادہ ہو اُسے چاہئے کہ ہمسے آملے پس بہت سے لوگ مدینہ میں آکر جمع ہوگئے۔ تاکہ اول ہی سے حضرت کے ساتھ چلیں اور مناسک و آداب حج سے واقفیت حاصل کریں۔ اور حضرت علی کو جو یمن میں تھے لکھا کہ ہم حج کو جاتے ہیں ہم سے راستہ میں آملو اور قسم حج سے مطلع نہیں کیا [۲] روضۃ الاحباب میں ہے کہ جب آنحضرت مقام عقیق پر پہنچے تو حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندہا اور وقت احرام لوگوں سے فرمایا کہ جس کا جی چاہے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندہے اور جسکا جی چاہے صرف عمرہ کا احرام باندہے۔ کشف الغمہ میں ہے کہ ذو الحلیفہ میں حضرت نے احرام باندہا تھا اور لوگوں نے بھی حضرت کے ساتھ احرام باندہا + صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں کہ موضع سرف میں فرمایا کہ جس کسی کے پاس قربانی کا اونٹ نہ ہووے اور چاہے کہ حج کو عمرہ کرلے اُس سے کہو ایسا ہی کرے اور جس کسیکے پاس قربانی کا اونٹ ہو وہ حج کی نیت پر قایم رہے۔ پس جنکے پاس قربانی کے اونٹ نہ تھے بعض نے احرام عمرہ کا باندہ لیا اور حج کی نیت توڑ دی۔ اور بعض احرام حج پر قایم رہے اور جنکے پاس قربانی کے اونٹ تھے وہ احرام حج ہی پر قایم رہے۔ ابو موسیٰ اشعری یمن سے آکر مقام بطحا میں حضرت سے ملے اور کہا یارسول اللہ مینے اپنی نیت کو آپکی نیت سے متعلق کیا ہے۔ لیکن قربانی میرے پاس نہیں ہے فرمایا

مینے یہ نیت باندہی ہو کہ بار آلہا جو رسول اللہ نے نیت باندہی ہے وہی میری نیت ہے - اور ۳۴ اونٹنیاں لایا ہوں حضرت نے فرمایا
اللہ اکبر ۶۶ میں لایا ہوں اور تو حج اور مناسک در قربانی میں میرا شریک ہو - پس تو اپنے احرام پر قایم رہ - اور اپنے لشکر والوں میں
واپس جا اور انہیں جلدی میرے پاس لا کر حاضر کر - یہانتک کہ ہم مکہ میں جمع ہوں - پس علی اپنے لشکر سے ملے جو قریب آگیا تھا دیکھا
کہ اُن سب نے کپڑے بدل لئے ہیں جو اُنکے ساتھ علی کے توشہ خانہ میں تھے - علی نے اُس شخص سے پوچھا جسے نائب چھوڑ گئے
تھے کہ ان لوگوں نے کپڑے کیوں بدلے ہیں - عرض کی مینے کپڑے اسواسطے بدلوا دیے ہیں کہ مکہ کے لوگوں میں عزت کے ساتھ جائیں
حضرت علی نے فرمایا افسوس ہے - آنحضرت کی خدمت میں پہنچنے سے پہلے ان لوگوں سے کپڑے واپس کرکے توشہ خانہ میں رکھ لے
اُس شخص نے ایسا ہی کیا فوج کے کچھ لوگوں نے آنحضرت کے سامنے اس بات کی شکایت کی - حضرت نے فرمایا کہ اے لوگو علی کا شکوہ نکرو
وہ خدا کی بات اور خدا کی راہ میں سخت ہے لہٰذا حضرت یہ فرمارہے تہے کہ باقی لوگوں نے جو پیچھے رہ گئے تھے آنحضرت کے روبرو
شکایتوں کے پل باندھ دیے - حضرت نے فرمایا کہ علی کو برا نہ کہو وہ خدا کی ذات میں دیوانہ ہے - اور اُسکے دین میں مداہنت
کرنیوالا نہیں ہے - پس اُسکے رتبہ کو پہچانو (سوانح عمری حضرت علی مطبوعہ خادم التعلیم پریس لاہور و کشف الغمہ و طبری -)

(۱۱۵) خم غدیر الغرض حج و قربانی سے فارغ ہو کر آنحضرت نے ۱۴ ذیحجہ کو مکہ سے مدینہ کی طرف مراجعت کی - اثنائے مراجعت
میں جب ۱۸ ذیحجہ کو منزل غدیر خم پر پہنچے جو نواحی جحفہ میں واقع ہے ایسے مقام پر جو بسبب پانی اور چارہ اور سایہ نہونیکے
قابل نزول نہ تھا دو پہر کے قریب آنحضرت نے سب کو اُترنے اور مقام کو خس و خاشاک سے صاف کرنیکا حکمدیا - اور سبب
نزول صاحب حبیب السیر و کشف الغمہ نے یہ لکھا ہے کہ اس سے پہلے جناب رسالت مآب حسب وحی سماوی مامور ہوئے تھے کہ جناب
علی کو اپنی خلافت پر نصب کریں اور وہ حضرت اس معاملہ کے اظہار میں ایسے وقت کے انتظار میں تھے کہ جس میں اختلاف نہ ہو اور
جب موضع غدیر خم پہنچے اور معلوم ہوا کہ اس مقام سے چلنے کے بعد گروہ گروہ کے لوگ جدا ہو کر اپنی اپنی منزلوں کو روانہ ہو جائینگے
اور ارادۂ ازلی اس بات کا مقتضی تھا کہ وہ تمام لوگ اس بات سے باخبر ہو جائیں - یہ آیت نازل ہوئی یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک الخ
(اے رسول استخلافہ علی اور نصِ امامت علی کی بابت جو کچھ تیرے رب کی طرف سے تجھپر نازل ہوا ہے[1] وہ اُمت کو پہنچا دے اور
اگر تو نے ایسا نہیں کیا تو تو نے اُسکی رسالت ہی نہیں پہنچائی - اور اللہ تجھکو لوگوں کی شر سے بچائیگا) پس اس آیت کی تعمیل
ضروری ہوئی اور آنحضرت اُس مقام پر اُتر پڑے اور زمین کو صاف کرا کے پالان ہائے شتر سے ایک منبر تیار کرایا - اور بلال
نے حضرت کے حکم سے آواز لگائی الصلوٰۃ الجامعہ اور بروایتے حی علی خیر العمل - لوگ جمع ہو گئے رسول اللہ صلعم اُس منبر پر تشریف
لیگئے حضرت کے حکم سے علی بھی اوپر چڑھے اور دائیں پہلو میں کھڑے ہو گئے اور آنحضرت نے بعد ادائے حمد و ثنائے باریتعالی
اپنے انتقال کی لوگوں کو خبر دی اور فرمایا کہ میں تمہارے درمیان دو امر عظیم چھوڑتا ہوں اور وہ قرآن اور میرے اہلبیت ہے[2]

[1] تفسیر کبیر - تفسیر در المنثور - تفسیر نیشاپوری - سیرۃ الحلبیہ - [2] علامہ عباسی لکھتے ہیں کہ اس کا منشا ظاہر یہ تہا کہ قرآن تمہارے واسطے ایسا عمدہ
قانون چھوڑتا ہوں جو ضروریات زندگی میں تمہارا سب سے بڑا رفیق ہے اور قرآن کے سمجھانیکے لئے میرے اہلبیت سب سے زیادہ قابل ہیں
کہ فیض صحبت نے اُنہیں دوسرے اصحاب سے زیادہ تر فیضیاب بنا رکھا ہے .... زمانہ وفات قریب تہا اس سبب سے مسلمانوں کو آئندہ رہنمائی
کے لئے یہ سب باتیں اس طرح کہی گئیں جسطرح مرنیوالے وقتاً فوقتاً وصیت کے طور پر اپنے خیالات ظاہر کرتے ہیں ... اسمیں کلام نہیں
کہ دس بارہ برس کے سن سے ہوش سنبھالنے کے بعد حضرت علی سے ایسے ایسے نمایاں کام ہوئے اور اشاعت اسلام میں ایسی کچھ مدد ملی کہ آنحضرت
کے نزدیک یہ بہت زیادہ ممتاز اور پیارے تھے جو خوبی تعلق آنحضرت کو اُن کے ساتھ تہا اُس سے قطع نظر کرکے دیکھئے جب بھی مسلمانونکی
جماعت میں حضرت علی سے زیادہ کوئی دوسرا بہمہ صفت موصوف نہ تہا - شجاعت - تہور - راستی - اتقا - دانشمندی - سخاوت - توکل - اسلام
کے جان نثار محمد پر جان قربان کرنے والے - جس پہلو سے دیکھو یہ شخص اپنا ثانی نہیں رکھتا تہا - اسکو پیغمبر کا درجہ نہیں ملا ورنہ ہارون نے موسیٰ کے

ہیں کہ اگر ان دونوں سے متمسک رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے اُن میں ایک دوسرے سے بزرگ ہے۔ دیکھو احتیاط رکھنا کہ میرے بعد تم ان دونوں سے کس طرح پیش آتے ہو اور اُنکی رعایت حقوق کس کیفیت سے کرتے ہو اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے یہانتک کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچیں۔ (انی تارکٌ فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اہلبیتی ما ان تمسکتم بہما لن تضلوا بعدی وانہما لن یفترقا حتی یردا علیّ الحوض) پھر فرمایا ایہا الناس کیا میں تمہارے نزدیک تمہارے نفسوں سے اولیٰ نہیں ہوں۔ ہر طرف سے آواز آئی بلاشک آپ ہمارے نفسوں سے اولیٰ ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ جس کے نفس سے میں اولیٰ ہوں علی بھی اُسکے نفس سے اولےٰ ہے اور علی کا ہاتھ پکڑکر اُٹھایا اور اسقدر بلند کیا کہ سفیدی زیر بغل کی نظر آنے لگی اور فرمایا من کنت مولاہ فہذا علیٌّ مولاہ اللہم وال من والاہ وعاد من عاداہ وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ وادر الحق معہ حیث کان (جسکا میں مولا ہوں اُسکا علی بھی مولیٰ ہے۔ بار آلہا جو اسکو دوست رکھے اُسکو تو بھی دوست رکھ اور جو اس سے دشمنی کرے تو اُس سے دشمنی کر اور جو اُس کی مدد کرے اُسکی تو مدد کر اور جو اُسے چھوڑے تو بھی اُسے چھوڑ دے اور پھرا تو حق کو اُسکے ساتھ جہاں کہیں وہ ہو) تین مرتبہ کہکر ارشاد کیا کہ تم حاضرین کو چاہیئے کہ غائبین تک اس خبر کو پہنچاؤ۔ یہ فرماکر منبر سے اُتر آئے اور حضرت امیرالمومنین آنحضرتؐ کے حکم سے ایک خیمہ میں بیٹھے تاکہ گروہ گروہ کے لوگ اُن حضرت کی خدمت میں آکر مبارکباد دیں۔ چنانچہ عمر خطاب نے جناب علی سے کہا بخ بخ یا ابن ابیطالب اصبحت مولائی ومولا کل مومن ومومنۃ (یعنے خوشا حال آپکا اے علی ابن ابیطالب خوشا حال آپکا کہ آپ میرے اور تمام مومن مردوں اور مومن عورتوں کے مولا ہو گئے) مردوں کے بعد امہات المومنین اور دیگر عورتوں نے آنحضرتؐ کے حکم سے علی کے خیمہ میں جاجاکر مبارکباد دی۔ اسکے بعد لوگ متفرق نہ ہونے پائے تھے کہ آیہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا (آج کے دن میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا اور تمہارے اوپر نعمت کو تمام کر دیا اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا) نازل ہوئی پس حضرت نے فرمایا اللہ اکبر دین کے کامل اور نعمت کے تمام ہونے پر اور میری رسالت اور علی کی ولایت سے خدا کے خوشنود ہونے پر (در المنثور سیوطی۔ حبیب السیر وکشف الغمہ) اسوقت زوال آفتاب شروع ہو گیا تھا حضرت منبر سے اُترے موذن نے اذان کہی اور حضرت نے نماز ظہر بہ جماعت ادا فرمائی۔[1] (کشف الغمہ۔ روضۃ الصفا۔ حبیب السیر۔ روضۃ الاحباب۔ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ۔ خصائص نسائی۔ در المنثور۔ جامع الصغیر۔ نزل الابرار۔ اسنی المطالب فی مناقب علی ابن ابیطالب۔ روضۃ الندیہ۔ ارجح المطالب۔ مطالب السئول۔ ینابیع المودت) اسکے بعد آنحضرت مدینہ میں واپس تشریف لائے ÷

(۱۱۶) الحاق یمن حجۃ الوداع سے واپسی کے وقت آنحضرت کو خبر پہنچی کہ باذان حاکم یمن نے وفات پائی جو بوجہ مسلمان ہو جانے کے اپنی یمن کی حکومت پر بلا شرکت غیرے بحال رکھا گیا تھا۔ اُسکی وفات پر آنحضرت نے یمن کو مختلف صوبوں میں تقسیم کر دیا۔ (۱) صنعا میں باذان کے بیٹے شہر کو گورنر بنایا (۲) علاقہ ہمدان میں عامر بن شہر ہمدانی (۳) مارب میں ابو موسیٰ اشعری (۴) جند میں یعلی بن اُمیہ (۵) عکُ اشعر میں طاہر بن ابی ہالہ (۶) نجران وزمع وزبید کے درمیانی علاقہ میں سعید بن عاص (۷) نجران میں عمرو بن حزم (۸) حضرموت میں زیاد بن ولید (۹) سکاسک وسکون میں عکاشہ بن ثور

[1] انسان العیون۔ نور الابصار اور ارجح المطالب میں تفسیر ثعلبی سے لکھا ہے کہ اس موقع پر ایک شخص حارث بن نعمان فہری نے آنحضرت پر اعتراض کیا اور گمان کیا کہ من کنت مولاہ فعلیٌّ مولاہ آنحضرت نے بغیر حکم خدا اپنی طرف سے خواہش نفسانی سے محبت علی میں فرمایا ہے اور خدا سے سوال کیا کہ اگر درحقیقت رسول اللہ نے تیرے حکم سے ایسا کیا ہے تو مجھ پر آسمان سے پتھر برسا اُسیوقت اُسکے سر پر ایک پتھر آکر پڑا کہ دبر سے نکل گیا اور وہ ہلاک ہو گیا۔ اُسیوقت آیہ سأل سائل بعذاب واقع نازل ہوئی۔ نزہت المجالس میں بھی تفسیر قرطبی سے اس واقعہ کو لکھا ہے مگر نام نضر بن حارث لکھا ہے ÷ ÷

گورنر مقرر کئے گئے (ابن خلدون)۔

ابن خلدون لکھتا ہے کہ اس واقعہ سے پہلے عدی بن حاتم بنی طے کے اور اسد اور مالک بن نویرہ بنی حنظلہ کے اور علی ابن ابیطالب بنی نجران کے اور علا حضرمی بحرین کے صدقات وجزیہ وصول کرنے کو بھیجے گئے تھے اور بنو سعد کا صدقہ اُنہیں میں سے دو شخصوں پر تقسیم کر دیا گیا تھا۔ اُنیں سے علی بن ابیطالب نجران سے صدقات وصول کرکے حجۃ الوداع میں آکر شریک ہوگئے تھے

(۱۷) کثرت وفود عرب در اصل عرب کے سب سے بڑے قبیلہ قریش کے اسلام ومخالفت کا انتظار کر رہا تھا اور بغور دیکھ رہا تہا کہ آنحضرت اور قریش میں کیا نبٹتی ہے۔ کیونکہ قریش تمام عرب کے سردار اُنکے ہادی اُنکے بیت اللہ اور معبد کے مجاور اور قومی اور ملکی روایت کے اعتبار سے حضرت اسمعیل کی اولاد سے تھے۔ عرب کا کوئی قبیلہ اُنکے سردار اور ہادی ہونے اور حضرت اسمعیل کی اولاد میں ہونے سے انکار نہیں کر سکتا تہا۔ چونکہ قریش آنحضرت کی مخالفت پر کمربستہ اور آپ سے لڑنے پر مستعد رہتے اور آپ کے دین کے صریحی دشمن ہو گئے تھے اسوجہ سے تمام عرب میں ایک شور مچا ہوا تھا۔ لیکن جب اللہ جل شانہ کی عنایت سے مکہ فتح ہوا اور قریش نے اسلام قبول کر لیا تو اُسوقت عرب کو معلوم ہوگیا کہ اب نہ کسیکو آنحضرت سے لڑنے کی طاقت ہے اور نہ کوئی اُنکی مخالفت میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ بایں لحاظ عرب گروہا گروہ بعد فتح مکہ آکر مشرف باسلام ہونے لگا۔ جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے[۱] اذا جاء نصر اللہ والفتح ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا فسبح بحمد ربک واستغفرہ انہ کان توابا۔ چنانچہ ۹ھ میں بعد غزوہ تبوک سب سے پہلے بنی تمیم کا وفد آیا اور یہ سب مسلمان ہوا (آنحضرت کا قاعدہ تہا کہ آپ وفود کی عزت کیا کرتے اور رخصت کے وقت صلہ مرحمت فرماتے تھے) پہر ملوک حمیر کا وفد آیا اور مسلمان ہوا۔ پہر بہرا کا وفد جسمیں تیرہ آدمی تھے سب مسلمان ہوئے۔ اسکے بعد بنو البکا۔ بنو فزارہ کے وفد اور عدی بن حاتم بنی طے کا وفد ہوکر یکے بعد دیگرے آکر مسلمان ہوئے۔ اسی سال بنو سعد اور بنو قضاعہ کے وفود آکر مسلمان ہوئے۔ اسی سال فیروز دیلمی خواہرزادہ نجاشی خدمت میں حاضر اور مشرف باسلام ہوا۔

سنہ ۱۰ھ میں خالد بن ولید (جو نجران کی طرف بہیجے گئے تھے) آنحضرت کی تحریر کے موافق بنو حرث بن کعب کے وفد کے ساتھ مدینہ کو آئے اس وفد میں قیس بن الحصین اور یزید بن عبد المدان اور پانچ شخص اور تھے۔ ذیقعدہ سنہ ۱۰ھ کے شروع میں جب یہ لوگ مدینہ سے نجران کو واپس ہوئے تو آپ نے اُنپر قیس بن حصین کو سردار مقرر فرمایا اور اُن کے پیچھے عمرو بن حزم نجاری کو بغرض تعلیم فرایض وسنن نجران کا عامل بناکر روانہ کیا۔ اور چلتے وقت یہ نصیحتیں فرمادیں "ہمیشہ حق پر چلنا جیسا اللہ جل شانہ نے حکم دیا ہے۔ لوگوں کو نیکی کرنے کا حکم دینا۔ قرآن کی تعلیم دینا اور اُس کے معانی کے سمجھنے کا طریقہ بتانا۔ اور لوگوں کو منع کرنا کہ کوئی شخص قرآن کو ہاتھ نہ لگائے مگر یہ کہ وہ طاہر ہو۔ اور عام طور سے اُنکے منافع ومضرات سے مطلع کرتے رہنا۔ راہ راست پر چلنے میں لوگوں سے نرمی کرنا اور ظلم کرنے کی حالت میں اُنپر سختی کرنا کیونکہ اللہ جل شانہ نے ظلم کو حرام کیا ہے اور اُسکے کرنے سے روکا ہے۔ آدمیوں کو جنت کی بشارت دینا اور اُسکے ملنے کے اعمال بتانا۔ دوزخ سے ڈرانا اور اُس سے بچنے کی تدبیر سکہانا۔ لوگوں کو ملائے رکھنا تاکہ اشاعت دین ہو اور لوگ بہ رضا ورغبت دین اسلام قبول کریں۔ حج وعمرہ کے فرایض وسنن اور جسکا اللہ جل شانہ نے حج وعمرہ میں حکم دیا ہے اُسکو بتلانا۔ نماز کی تعلیم کرنا اس طرح پر کہ کوئی شخص ایک کپڑا چھوٹا پشت پر ڈالکر نماز نہ پڑہے مگر یہ کہ وہ اسقدر بڑا ہو کہ اُسکے دو کنارے دونوں مونڈہوں کو ڈہانک لیں۔ اور کوئی شخص آسمان کے نیچے اپنی شرمگاہ کو نہ کھولے رکھے اور صرف اللہ جلشانہ سے دعا کی جاوے اور اُسی سے مدد مانگی جاوے۔ کوئی شخص اپنی ہمجنس مخلوقات سے دعا نہ مانگے اور جو شخص اس سے باز نہ آئے

[۱] اے پیغمبر جبکہ خدا کی مدد اور فتح آپہنچی اور تنے لوگوں کو دیکھ لیا کہ لوگ دین خدا میں جوق جوق داخل ہو رہے ہیں تو اپنے پروردگار کی حمد وثنا کیساتھ اُسکی تسبیح وتقدیس میں مشغول ہوجاؤ اور اُس سے معافی مانگو بیشک وہ بڑا توبہ قبول کرنیوالا ہے (اکثر مفسرین نے اس آیت میں فتح سے فتح مکہ مراد لی ہے)۔

اور اللہ جل شانہ کی طرف رجوع نہ کرے تو چاہیئے اُسکی گردن تلوار سے ہلائی جائے۔ تا آنکہ اللہ جل علا ذکرہ سے وہ ملا نگے۔ اور لوگوں کو وضو پورا کرنے اور وقت پر نماز پڑھنے رکوع و سجود کو پورے اطمینان سے کرنے کی تعلیم دینا۔ اور ہمیشہ نماز صبح شب کے آخری اندھیرے میں اور ظہر بعد زوال آفتاب اور نماز عصر جس وقت سایہ اصلی سے سایہ بڑھ جائے اور مغرب رات کے آتے ہی ستارے نکل آنے سے پہلے اور عشا اول ثلث شب میں پڑھنا اور تعلیم دینا اور جمعہ میں بعد اذان کل کاروبار چھوڑ کر مسجد جانے اور غسل کرنے کا حکم دینا۔ خمس و صدقہ و زکوٰۃ مومنین سے لینا۔ جو یہودی یا عیسائی سچے دل سے ایمان لائے اور دین اسلام قبول کرے اُسکے حقوق وہی ہونگے جو اور مسلمانوں کے لئے ہیں اور جو یہودی یا نصرانی یا اور کسی مذہب کا پابند ہو مرد ہو یا عورت آزاد ہو یا غلام اُس سے جزیہ ایک دینار یا اُسکی عوض کپڑا وغیرہ لینا۔ پس جو شخص یہ جزیہ ادا کرے گا وہ اللہ اور رسول کی ذمہ داری میں رہے گا۔ اور جو شخص اسکے دینے سے انکار کرے گا۔ وہ اللہ اور اسکے رسول اور کل مومنین کا دشمن ہے"۔

رمضان سنہ ۱۰ھ میں بنی غسان اور بنی عامر کی وفد آکر مسلمان ہوئے۔ شوال میں۔ سلامان۔ ازد اور جرش کے وفد آکر مسلمان ہوئے اسی سال ہمدان کا قبیلہ سارا علی کے ہاتھ پر ایک دن میں مسلمان ہو گیا جیسا کہ لکھا گیا۔ اسی سال بنی مراد اور عبد قیس کا وفد آکر اسلام سے مشرف ہوا۔ اسی سنہ میں بنو حنیفہ کا وفد آیا جس میں مسیلمہ بن ثمامہ بن کبیر بن حبیب کذاب اور طلق بن علی بن قیس اور رجال بن عنفوہ اور سلمان بن حنظلہ اُنکا سردار تھا۔ یہ مدینہ میں پہنچکر مسلمان ہو گئے چند روز ٹھیرے رہے اور ابی بن کعب سے قرآن سیکھتے رہے رجال اور طلق وغیرہ اکثر آنحضرت کی خدمت میں آتے اور مسیلمہ اپنی جائے قیام پر باجازت آنحضرت بغرض حفاظت اسباب رہتا تھا۔ پھر جب یہ سب یمامہ میں واپس آئے تو مسیلمہ نے نبوت کا دعویٰ کیا اور طلق نے اس امر کی شہادت دی کہ رسول اللہ صلعم نے مسیلمہ کو اپنا شریک بنایا ہے۔ اکثر آدمی اس فتنہ میں پڑ گئے جیسا آگے بیان ہوگا۔ اسی سال کندہ کا وفد آیا جسکا سردار اشعث بن قیس تھا مسلمان ہو گیا اسی سال کنانہ کے وفد کے ساتھ حضرموت کا وفد بھی آیا۔ اور وائل بن حجر حضرمی بھی انہیں ایام میں حاضر خدمت ہوا یہ سب مشرف باسلام ہوئے۔ اسی سال بنی محارب کا اور بنی مذحج سے الرہا کا وفد آکر مسلمان ہوا۔ اسی سنہ میں حضرموت سے صدف کے وفد نے حجۃ الوداع میں آکر اسلام قبول کیا۔ طبری کہتا ہے کہ عدی بن حاتم کا وفد بھی اسی سنہ میں آیا تھا۔ اسی سنہ میں خولان اور طے کے وفد آکر مسلمان ہوئے۔ (ابن خلدون)

(۱۱۸) مباہلہ | رسول خدا نے نجران کے عیسائیوں کے پاس دعوت اسلام کا خط بھیجا۔ اُنمیں سے ستر یا تیس یا چودہ شخص آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ حضرت کا حال تحقیق کریں۔ عبد المسیح جسکا لقب عاقب تھا اس وفد نجران کا سردار تھا اور اہل نجران کا امیر اور خداوند رائے اور صاحب مشورت تھا۔ ایہم جسے سید کہتے تھے یہ صاحب الرجال اور مجمع اس گروہ کا تھا۔ ابو الحارثہ بن علقمہ مدرس اور عالم اس جماعت کا تھا اور یہی اسقف تھا یہ لوگ مناظرہ کرنے لگے اور اسلام قبول کرنے سے انکار کیا اسپر رسول خدا نے کہا کہ اگر تم سچے ہو تو مجھ سے مباہلہ کرو (جسکا ذکر آیہ مباہلہ سورہ بقر میں خدا نے کیا ہے) پس ۲۴ ذیحجہ تاریخ مباہلہ قرار پائی۔ رسول خدا اس قرار داد کے موافق علی اور اُنکے دونو بیٹوں حسن اور حسین اور بی بی فاطمہ کو گھر سے لیکر

لہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ اسی سنہ میں نصارائے نجران کا وفد آیا جسمیں ۷۰ سوار اور اُنکا سردار عاقب عبد المسیح کندہ سے اور اُنکا اسقف ابو حارثہ بنی بکر بن وائل سے اور سید ایہم تھا۔ ان لوگوں نے مسجد نبوی میں داخل ہو کر دینی امور میں بحث و مباحثہ شروع کیا۔ اسی اثناء میں سورۂ آل عمران کے شروع کی آیات اور آیہ مباہلہ نازل ہوئی۔ نصارائے نجران نے مباہلہ کرنے سے گریز کیا۔ اور آنحضرت نے اُنکی استدعا کے بموجب اُنسے صلح کر لی اُنہوں نے جزیہ دینا قبول کیا۔ ابو عبیدہ بن جراح اُنکے عامل مقرر کر کے اُنکے ہمراہ روانہ کئے گئے۔ اسکے بعد عاقب و سید نے آکر اسلام قبول کیا۔

نکلے اور اُنکو سمجھانے لگے کہ جب میں دعا کروں تو تم آمین کہتے جانا - جب اسقف نے ان پانچوں تنوں کو دیکھا تو پوچھا کہ یہ محمدؐ کے ساتھ چار آدمی کون کون ہیں جب اُسے معلوم ہوا کہ حضرت کا داماد بیٹی اور نواسے - علی - فاطمہ اور حسنین ہیں تو بہت گھبرایا اور کہا کہ ہم آپ سے مباہلہ نہیں کرینگے اور اپنے لوگوں سے کہا کہ اگر ہم مباہلہ کرینگے تو ہم سب ہلاک ہونگے اور ایک نصرانی بھی روئے زمین پر باقی نہیں رہیگا - اور ابن اثیر کے مواقق یہ کہا کہ یہ صورتیں ہیں کہ اگر خدا سے پہاڑ کے اُکھڑ جانے کی دعا کریں تو خدا پہاڑوں کو اُسکی جگہ سے اُکھاڑ دے - پس وہ لوگ مباہلہ سے باز رہے اور چالیس چالیس درہم کے دو ہزار حلّے دینے کرکے صلح کرلی اور حضرت نے اُنکو اپنی حمایت میں لیلیا - مگر جب حضرت عمر نے اپنے عہد میں نصاریٰ کو حجاز سے جلاوطن کیا تو نصارائے نجران بھی کوفہ اور شام کی طرف جلاوطن کئے گئے + صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی قل تعالوا ندع ابناءنا الخ تو آپ نے علی فاطمہ حسن اور حسین کو بلایا اور فرمایا یا اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں[۵۱] - اس موقع پر صاحب حبیب السیر نے یہ اشعار رقم کئے ہیں[۵۰]

چو جیتم نصارا و اہل عناد	براں پنج عالی گہر او فتاد	چنیں گفت اسقف کہ ایں پنج فرق	کہ مانند شاں نیست در غرب و شرق
چو خواہند از کردگار جہاں	کہ ایں کوہ را بر کند از میاں	شود آں دعا در زماں مستجاب	ز نفرین ایشاں کنید اجتناب
شنیدم کہ در گرد آں پنج شمع	کہ در سایہ پروردہ بودند جمع	چو پروانہ میگشت روح الامین	کہ ای بادشاہان دنیا و دین
	دریں سایہ گر جای باشد مرا	کنم سرفرازی بہر دو سرا	

نصارائے نجران نے چلتے وقت حضرت سے امین مانگا حضرت نے ابو عبیدہ کو امین مقرر کیا - اور اسکے تھوڑی عرصہ بعد اہل نجران مسلمان ہو گئے - تفسیر کشاف میں لکھا ہے کہ یہ آیت ایسی دلیل ہے کہ اس سے قوی تر کوئی دلیل فضیلت آل عبا پر نہیں ہے

(۱۱۹) اسود عنسی اس کا نام عبہلہ بن کعب اور لقب ذو الخمار تھا شیریں کلامی شعبدہ بازی اور کہانت میں اپنا نظیر نہیں رکھتا تھا شیریں کلامی اور تالیف قلوب سے لوگ بہت جلد اُس سے مانوس ہو جاتے تھے کہف حنان میں پیدا ہوا اور وہیں ہوش سنبھالا بڑا ہوا تو نبوت کا دعویٰ کیا - مذحج و نجران والوں نے سمعاً و طاعتاً اُسکی تحریر کو قبول کرلیا - چنانچہ نجران والوں نے مجتمع ہو کر مسلمان عاملوں عمرو بن حزم اور خالد بن سعید کو نکالدیا اور شہر اسود کے حوالہ کر دیا اور قیس بن عبد یغوث نے دفعتاً حملہ کرکے فروہ بن مسیک کو جلاوطن کر دیا جو بنی مراد پر آنحضرت کی طرف سے عامل تھے - اسکے بعد اسود عنسی نے سات سَو سواروں کو لیکر صنعاء پر چڑھائی کی اور شہر بن باذان شکست کھا کر مارا گیا - اُسود نے اُسکی بیوی سے شادی کرلی اور تمام علاقہ ہائے یمن صنعا و حضرموت پر اعمال طائف تک اور عدن کی طرف سے بحرین تک قابض ہو گیا - اس واقعہ سے اکثر اہل یمن مرتد ہو گئے - عمرو بن معدیکرب جو مسلمان ہو چکا تھا خالد بن سعید سے جدا ہو کر اسود سے جا ملا اور اسود نے اُسے مذحج کا سردار بنا دیا - اسود کے لشکر کا ایک سردار فالہ اور دوسرا قیس بن عبد یغوث مرادی تھا اور ابناء پر اُس کی طرف سے فیروز اور داذویہ حکمرانی کر رہے تھے غرض جب یمن میں بغاوت عام پھیل گئی تو آنحضرت کے عامل جابجا چھپے اور عمرو بن حزم اور خالد بن سعید نے مدینہ میں آکر آنحضرت سے بیان کیا آنحضرت نے سب کی گوشمالی کے واسطے جس طرح ممکن ہوا ایک خط لکھکر ایک قاصد کی معرفت ابو موسیٰ و معاذ اور طاہر کے پاس جو اس ہنگامہ میں چھپ گئے تھے بھیجا - اسمیں لکھا کہ جس طرح ممکن ہو قبیلۂ حمیر و ہمدان سے مدد لیکر اسود عنسی کو قتل کرو +

(بقیہ نوٹ ۱۶۱) یہ ہیں کہ دو شخص جو آپس میں کسی امر پر نزاع رکھتے ہوں اپنی اپنی اولاد اور عورتوں کو ہمراہ لیکر میدان میں جائیں اور ایک جا ہو کر بہ مبالغہ تمام خدا کی درگاہ میں دعا کریں کہ جھوٹے پر خدا کی لعنت نازل ہو اور خدا اُس کو تباہ کرے ۵۰ دیکھو حبیب السیر روضۃ الصفا تفسیر کشاف وغیرہ آیہ مباہلہ ۵۱ یہ عہدہ آجکل کے پولیٹیکل ایجنٹ کے موافق تھا ۵۲ روضۃ الاحباب میں ہے کہ پہلے مسلمان ہوا تھا پھر مرتد ہو کر نبوت کا دعویٰ کیا + + +

فیروز جسکے چچا کی بیٹی شہر کی بیوی کو اسود نے اپنے گھر میں ڈالا تہا اور جو بعض مورخین کے نزدیک خواہرزادہ نجاشی تہا اور سنہ ھ میں مسلمان ہوا تہا اسود کی حرکتوں سے جلتا تہا - ادہر قیس بن عبد یغوث اسود کی نخوت سے پیچ و تاب کھاتا تہا - رسول اللہ کے عاملوں نے ان دونوں کو اپنے سے ملالیا - اسود کو قیس اور فیروز کی بددلی کی خبر ہوئی تو اُنہیں چشم نمائی کی یہ لوگ روپوش ہو گئے اور پوشیدہ مراسلت اُسکی بیوی آزاد سے جو اسود کی جان کی دشمن تہی جاری رکھی ایک روز موقع پاکر رات کو فیروز اور قیس اسود کے گھر میں نقب لگا کر گہس گئے - اور اُسکو پکڑ کر ذبح کر ڈالا اسود نے زور سے خرخراہٹ کی آواز نکالی - دربانوں نے پوچہا کیا معاملہ ہے آزاد نے کہا حضرت نبی پر وحی نازل ہو رہی ہے - صبح ہوئی تو محمدی جہنڈا شہر پر لہرا رہا تہا منادی کی گئی کہ اسود عنسی مارا گیا - اور صنعاء و نجران مرتدین مبتدعین سے خالی ہو گیا - آنحضرت کے عمال جیسا کہ پہلے تہے اپنے اپنے علاقوں میں چلے آئے اور صنعاء کے عامل معاذ بن جبل مقرر ہوئے اس واقعہ سے فراغت پاکر ان لوگوں نے ایک قاصد آنحضرت صلعم کی خدمت میں روانہ کیا - لیکن اُسکے پہنچنے سے پہلے بذریعہ الہام آپ کو خبر ہو گئی اور آپنے یہ فرمایا کہ "شب گذشتہ کو اسود مارا گیا اُسکو ایک مرد مبارک فیروز نامی نے قتل کیا ہے" جب وہ قاصد مدینہ میں آیا تو حضرت کا انتقال ہو چکا تہا اسود مذکور آنحضرت کی وفات سے ایک رات اور ایک دن پہلے مقتول ہو چکا تہا - چار مہینہ کے اندر اس کی ابتدا پہنچ گئی اور انتہا بہی - (ابن خلدون و ابو الفدا)

(۱۲۰) دیگر مدعیان نبوت صاحب روضۃ الاحباب لکہتے ہیں کہ حجۃ الوداع سے واپس آکر حضرت علیل ہو گئے یہ علالت غیر مرض موت کی تہی - اور جب حضرت کی علالت کی خبر اطراف و جوانب میں پہنچی تو بعض لوگوں نے نبوت کا دعوی کیا مثلاً بنی حنیفہ میں مسیلمہ کذاب اور بنو اسد میں طلیحہ بن خویلد اور اسود عنسی اور سجاح بنت حارث تمیمیہ -

علامہ ابن خلدون لکہتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے بعد اسود عنسی کے زمانہ خروج میں مسیلمہ کذاب یمامہ میں اور طلیحہ بن خویلد بنو اسد میں مدعی نبوت ہوئے آنحضرت نے نامہ و پیام سے اُنکا مقابلہ کیا اور اپنے اُن عمال کو جو اسلام پر ثابت قدم رہے مسیلمہ و طلیحہ پر جہاد کرنے کو لکہا اسود کے ساتھ جو کچھ واقعات پیش آئے وہ لکہے جا چکے - باقی رہے مسیلمہ اور طلیحہ - اُنکی سرکوبی کو ہر طرف سے عرب کا اسلامی لشکر نکل پڑا - مسیلمہ کا ایک خط آنحضرت کی خدمت میں آیا جس میں اُس نے لکہا کہ مسیلمہ رسول اللہ کیطرف سے محمد رسول اللہ کو بعد سلام علیک کے معلوم ہو کہ میں تمہارے کام میں تمہارا شریک ہوں پس آدہی زمین میری اور آدہی آپکی - جواب میں آنحضرت نے لکہا بسم اللہ الرحمن الرحیم محمد رسول اللہ کیطرف سے مسیلمہ کذاب کو - سلام اُس شخص پر ہو جو ہدایت کا تابع ہو - بجواب تحریر ہے کہ زمین اللہ کی ہے جسکو اپنے بندوں میں سے چاہے اُسکا مالک بنائے اور بہلائی آخرت سے ڈرنیوالوں کے لئے ہے[1] -

(۱۲۱) نزول سورۂ ہل اتیٰ ۲۵ ذیحجہ سنہ ھ کو صاحب شہید اسلام نے نزول سورۂ ہل اتیٰ لکہا ہے مگر مصنف لکرار لکہتے ہیں

[1] طبری نے لکہا ہے کہ یہ واقعہ آنحضرت کی حجۃ الوداع سے واپسی کے بعد کا ہے طلیحہ نے صلح کا پیغام بہیجا پہر بعد انتقال جو کچھ واقعات مسیلمہ و طلیحہ پر گذرے وہ آیندہ بیان ہونگے [2] کتب تفاسیر میں سورۂ ہل اتیٰ کی آیہ ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا و یتیما و اسیرا کی تفسیر میں لکہا ہے کہ ایک دفعہ حسن اور حسین بیمار ہوئے علی فاطمہ اور اُنکی کنیز فضہ نے نظر مانی کہ اگر یہ اچہے ہو جائیں گے تو ہم تین روزے رکہیں گے - وہ اچہے ہو گئے تو روزے رکہنے شروع کئے مگر کہانیکو کچہ بہی نہ تہا - علی نے شمعون خیبری یہودی سے تین صاع جو قرض لئے فاطمہ نے ایک صاع پیسکر پانچ روٹیاں پکائیں اور شام کو روزہ کہولنے کے لئے وہ روٹیاں لیکر یہ پانچوں آدمی بیٹہے کہ اتنے میں ایک مسکین نے آواز دی اُنہوں نے وہ پانچوں روٹیاں اُسکے حوالہ کر دیں اور پانی سے افطار کرکے سو رہے دوسرے دن اسی طرح پہر جب کہانے بیٹہے تو ایک یتیم نے آواز دی اور اُسکو وہ روٹیاں دیدی گئیں اور تیسرے دن ایک اسیر افطار کے وقت آگیا پانچوں روٹیاں اُسے دیدیں - پس جبرئیل آنحضرت کے پاس سورۂ دہر لیکر نازل ہوئے اور کہا ای محمد اللہ تعالی نے یہ

ہے مجھے اس تاریخ کے قبول کرنے میں تردد ہے ۱۸ ذیحجہ تک حضرت رسول مع حضرت علی مقام خم میں تھے ۲۵ ذیحجہ تک حضرت کا مدینہ میں پہنچنا مشکل تھا۔ نہ سینین کا بیمار ہونا۔ نذر کا جانا صحت پانا۔ اور ایفاء عہد سب کچھ ۱۸ سے ۲۵ تک ہوگیا ہوگا۔ اس کتاب کا مؤلف کہتا ہے کہ ۲۵ ذیحجہ کی تاریخ تو صحیح ہے اکثر علماء نے لکھی ہے مگر سنہ ۱۰ھ سے پہلے کسی اور سنہ کا واقعہ ہے غالباً سنہ ۹ ہجری کا واقعہ ہوگا +

سنہ ۱۱ ہجری مطابق سنہ ۶۳۲ عیسوی

(۲۲۲) تجہیز جیش اسامہ روضۃ الاحباب اور مدارج النبوۃ میں لکھا ہے کہ ۲۶ صفر سنہ ۱۱ھ یوم دوشنبہ کو آنحضرت نے لوگوں کو حکم دیا کہ روم سے جنگ کرنے کے واسطے لشکر تیار ہو جائے اور دوسرے دن اسامہ بن زید بن حارثہ کو طلب کیا اور فرمایا میں تجھکو اس لشکر کا امیر بناتا ہوں نواحی اُبنیٰ میں جاکر جہاں تیرا باپ مارا گیا ہے رومیوں پر تاخت کر اور اُنکے علاقہ کو پامال کر دے۔ اور اسقدر جلدی جا کہ تیرے پہنچنے سے پہلے اُنکو خبر نہ ہو۔ اسی فکر میں تھے کہ ۲۸ صفر کو چہارشنبہ کے روز آنحضرت کو وہی مرض لاحق ہوا جس سے انتقال فرمایا یعنے تپ اور درد سر۔ مگر باوجود مرض دوسرے دن جمعرات کو اپنے دست مبارک سے ایک لواء اُسکے واسطے ترتیب فرمایا۔ پس اسامہ لواء لیکر باہر گیا اور بریدہ بن الحصیب کو اپنا علم دار بنایا اور مقام جُرف پر جو مدینہ سے تین میل بجانب شام واقع ہے جاکر مقام کیا تاکہ لشکر وہاں آکر جمع ہو جائے۔ اور حکم عالی یوں صادر ہوا کہ اعیان مہاجر و انصار مثل صدیق اکبر و عمر فاروق اور عثمان ذوالنورین اور سعد بن ابی وقاص۔ ابو عبیدہ بن جراح۔ سعید بن زید اور قتادہ بن النعمان اور سلمہ بن اسلم کے اُسامہ کی ماتحتی میں روانہ ہوں مگر علی مرتضیٰ کو ہمراہ نکیا اپنے پاس ہی رکھا۔ یہ بات لوگوں کو ناگوار گذری کہ ایک غلام کو اکابرین مہاجرین و انصار پر امیر بنایا گیا اور مجلسوں میں ان باتوں کا ذکر کرتے تھے جب یہ خبر پیغمبر خدا کو پہنچی کمال رنجیدہ اور غضبناک ہوئے۔ اور باوجود تپ اور درد سر کے عصابہ سر مبارک پر باندھ کے گھر سے باہر آئے۔ منبر پر تشریف لائے اور بعد حمد و ثنائے الٰہی ارشاد فرمایا اے لوگو۔ مینے اسامہ کو جو تمپر امیر بنایا تم اُس سے انحراف کرتے ہو اور اُسکے باپ کی امارت میں بھی غزوہ موتہ کے موقع پر اعتراض کرتے تھے یہ کیا بات ہے۔ قسم خدا کی کہ وہ سزاوار ہے امارت کا اور اُسکا باپ بھی سزاوار امارت تھا زید محبوب ترین مردم سے تھا مجھکو۔ اور اسامہ بھی مجھکو دوست ترین مردم سے ہے اُسکے بعد۔ اور یہ دونو مظنّۂ جمیع خیرات ہیں۔ پس وصیت میری اُسکے بارہ میں نیکی کے ساتھ قبول کرو۔ اور اُسکے ساتھ نیکی بجالاؤ کہ وہ تمہارے اخیار میں سے ہے۔ اسکے بعد منبر سے اُترے اور دولت سرا میں تشریف لیگئے۔ کہتے ہیں کہ اسامہ کی عمر اسوقت ۱۸ یا ۱۹ سال کی تھی۔ یہ واقعہ شنبہ کے روز کا ہے +۔ الغرض جو مسلمان کہ اسامہ کے ساتھ جانیوالے تھے آتے تھے اور حضرت سے وداع ہوکر لشکرگاہ میں چلے جاتے تھے۔ اور اُس روز بیماری آنحضرت کی اور دنوں سے زیادہ تھی اور فرماتے تھے کہ اسامہ کے لشکر کو روانہ کرو۔ یکشنبہ کو آنحضرت کے مرض نے اور بھی شدت پکڑی اور اسامہ اپنے لشکرگاہ سے آنحضرت سے وداع ہونے آیا اور حضرت کے سر اور ہاتھوں پر بوسہ دیا مگر مرض کی زیادتی اتنی تھی کہ حضرت بات نہیں کر سکتے تھے۔ اسامہ رخصت ہوکر لشکرگاہ میں آیا اور دوشنبہ کو صبح کے وقت پھر حاضر خدمت ہوا اُسوقت حضرت کو تھوڑی تخفیف حاصل ہوئی تھی۔ حضرت نے اسامہ کو رخصت کیا اور اُسکے واسطے دعا کی حضرت کے حکم سے اسامہ لشکرگاہ کو پھرا اور کوچ کا حکم دیدیا اور خود سوار ہونیکو تھا کہ اُسکی ماں ام ایمن نے کہلا بھیجا کہ حضرت حالت نزع میں ہیں۔ یہ سنکر اسامہ اور اکابر صحابہ جو باہر گئے تھے واپس پھر آئے۔ اور بریدہ بن الحصیب نے لواء آنحضرت کے دروازہ پر لاکر گاڑ دیا

ملہ مدارج النبوۃ ص ۲۔ اور بعد اسکے یہ بھی فرمایا کہ لعنت ہو اُسپر جو لشکر اسامہ سے پیچھے رہے۔ ملل و نحل ص ۳۔ اسکے بعد جناب عمر مرتے دم تک اسامہ کو امیر کہکر پکارا کرتے تھے +

تا آنکہ اُسی دن آنحضرت کا انتقال ہو گیا اور اس طرح لشکر اسامہ کی روانگی اسوقت ملتوی ہو گئی۔ اور بعد میں اسامہ حضرت ابوبکر کے عہد خلافت میں روانہ کئے گئے) اور ابوبکر صدیق اور عمر فاروق اور امثال اُنکے جو مدینہ ہی میں تھے۔ (یعنے اسامہ کیساتھ گئے ہی نہ تھے)

ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ کی چھٹی جلد میں ابوبکر جوہری سے اس واقعہ کو اس طرح نقل کیا ہے "رسول اللہ صلعم نے اپنے مرض موت میں اسامہ بن زید بن حارثہ کو ایک لشکر کا امیر بنایا جس میں بڑے بڑے مہاجر اور انصار تھے مثل ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ ابو عبیدہ بن جراح۔ عبدالرحمن بن عوف۔ طلحہ اور زبیر کے۔ اور اُسے حکم دیا کہ مقام موتہ پر جا کر پڑے جہاں اُسکا باپ قتل ہوا تہا اور وادی فلسطین میں غزوہ کرے پس اُسامہ نے ڈہیل کی اور اُسکی ڈہیل سے لشکر نے بھی ڈہیل کی۔ اور رسول اللہ کے مرض کا یہ حال تہا کہ کبھی زیادہ ہو جاتا تہا اور کبھی تخفیف ہو جاتی تہی۔ اور اس لشکر کی روانگی میں بار بار تاکید کرتے تھے یہانتک کہ اسامہ نے آنحضرت سے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کیا حضور اجازت دیتے ہیں کہ میں چند روز ٹھہرا رہوں یہانتک کہ اللہ تعالی آپ کو شفا عطا فرمائے فرمایا نکل کھڑا ہو اور خدا کی برکت پر روانہ ہو جا۔ اسامہ نے کہا یا رسول اللہ اگر میں روانہ ہو گیا اور آپ کا یہ حال ہے تمام راستہ میرے دل میں آپ کی طرف سے کھٹکا لگا رہے گا۔ فرمایا تو نصر اور عافیت کے ساتھ روانہ ہو جا۔ اُسامہ نے عرض کی یا رسول اللہ مجھے مکروہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا حال سواروں سے پوچھتا پہروں۔ حضرت نے فرمایا جو میں نے حکم دیا ہے اُسکی تعمیل کر۔ یہ فرما کر رسول اللہ صلعم بیہوش ہو گئے اور اُسامہ کھڑا ہو گیا۔ اور روانگی کی تیاری کی۔ جب رسول اللہ صلعم ہوش میں آئے تو اُسامہ اور روانگی لشکر کا حال پوچھا پس خبر دی گئی کہ لوگ روانگی کی تیاری کر رہے ہیں۔ پس حضرت فرمانے لگے کہ اسامہ کے لشکر کو روانہ کرو۔ لعنت ہے اُسپر جو اُس (لشکر) سے پیچھے رہ جائے۔ اور بار بار یہی فرماتے تھے۔ پس اسامہ شہر سے نکل کھڑا ہوا اور لوا اُسکے سر پر تھا۔ اور صحابہ اُسکے آگے تھے۔ یہانتک کہ جُرف میں پہنچکر قیام کیا اور اُسکے ساتھ ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ اور اکثر مہاجرین و انصار تھے مثل اسید بن حضیر اور بشیر بن سعد وغیرہ کے سرداروں میں سے۔ پس اسامہ کے پاس ام ایمن کا قاصد آیا اور کہا کہ شہر میں چلو رسول اللہ قریب بمرگ ہیں۔ اُسامہ فوراً کھڑا ہو گیا اور مدینہ میں داخل ہوا اور لوا اُسکے ساتھ تھا۔ پس آ کے لوا رسول اللہ کے دولت خانہ پر گاڑ دیا۔ اُسوقت حضرت کا انتقال ہو چکا تہا۔ ابوبکر جوہری کہتا ہے کہ اسوقت سے ابوبکرؓ اور عمرؓ مرتے دم تک اسامہ کو امیر کہکر پکارا کرتے تھے" +

(۲۳) ایام مرض و امامت نماز | صاحب مدارج النبوۃ لکھتے ہیں کہ حجۃ الوداع سے واپس آکر وفات سے ایک ماہ پیشتر سے آنحضرت اپنی وفات کی خبر دیتے تھے ایک دن حضرت نے اپنے اصحاب کو جمع کیا خطبہ پڑھا وعظ فرمایا علاوہ دیگر نصائح کے یہ بھی فرمایا کہ میں نہیں خوف کرتا تمسے کہ میرے بعد تم مشرک ہو جاؤ گے لیکن خوف ہے اس بات کا کہ تم دنیا کی رغبت کرو گے فتنے میں پڑو گے اور ہلاک ہو گے جیسا ہلاک ہوئے وہ لوگ جو تمسے پہلے تھے۔ (مدارج و روضۃ الاحباب) +

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اواخر ماہ صفر میں ایک دن رات کو میری باری میں میرے گھر سے آنحضرت اہل گورستان بقیع کیلئے استغفار کرنے تشریف لیگئے۔ اُسیوقت میری آنکھ کھل گئی۔ جانا کسی دوسری بیوی کے پاس چلے گئے اس استفسار کے لئے

لہ مدارج ۲ے نیز ملاحظہ ہو شرح مواقف تذئیل فی ذکر الفرق اور ملل و نحل شہرستانی در ضمن اختلافات صحابہ اور تاریخ مظہری قاضی شہاب الدین ابن ابی الدم ۳ے صاحب ازالۃ الخفا لکھتے ہیں کہ ایک موقع پر آنحضرت نے حضرت ابوبکر صدیق سے یہ بھی فرمایا کہ "شرک تم میں مخفی ہے چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ"۔ حضرت ابوبکر فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ شرک یہی ہے کہ غیر خدا کی عبادت کیجائے۔ آنحضرت نے فرمایا تیری تجھے روئے اے صدیق میں کہتا ہوں کہ شرک تم میں خفی ہے چیونٹی کی چال سے بھی۔ دفعیہ شرک کے لئے ہر روز تین مرتبہ یہ دعا پڑھا کرو۔
... لا اعلم (ازالۃ الخفاء اردو جلد ۲ ص ۱۲۴) +

چپکے سے میں بھی پیچھے ہوئی یہانتک کہ حضرت اہل بقیع کے واسطے دعا کر کے واپس پھرے میں پہلے سے آکر لیٹ رہی۔ حضرت نے میری حالت سے حقیقت حال دریافت کرلی۔ مجھ سے پوچھا۔ مینے اقرار کیا۔ میرے سینہ پر زور سے ہاتھ مار کر فرمایا اے عائشہ شیطان نے تیرے دل میں شک ڈالا کہ میں کسی دوسری بیوی کے پاس گیا ہوں حالانکہ خدا نے مجھے حکم کیا تھا گورستان بقیع پر دعا کرنے کا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ابتدائے مرض حضرت کو میمونہ کے گھر میں ہوا جب اُسکی باری نہی وہاں سے میرے گھر تشریف لائے اور مجھے درد سر عارض ہوا تھا اور میں کہہ رہی تھی ہائے درد سر حضرت نے فرمایا اے عائشہ بلکہ مجھے درد سر ہے اور حضرت نے میری تسلی کے لئے بطریق مزاح کے فرمایا۔ اے عائشہ اسمیں تیرا کیا نقصان ہے کہ تو مجھ سے پہلے انتقال کر جائے۔ اور میں تیری تجہیز و تکفین کروں اور تیرے جنازہ پر نماز پڑھ کر دفن کردوں۔ پس مینے بھی بطریق مزاح کے کہا گمان کرتی ہوں کہ تم میرا مرنا چاہتے ہو۔ اگر میں مرجاؤں تو تم اُسی روز میرے گھر میں دوسری بیوی کر لوگے پس حضرت نے متبسم ہو کر فرمایا کہ اے عائشہ تیرا درد اچھا ہو جائیگا۔ مگر میرا اس درد سے بچنا مشکل ہے۔ اور اسوقت بروایت روضۃ الاحباب اُٹھکے آنحضرت میمونہ کے گھر چلے گئے اور وہاں مرض شدید ہو گیا۔ اور ہر بی بی کے گھر پر اُسکی باری میں جانا دشوار ہوا تو سب بیویاں جمع ہوئیں اور بروایتے حضرت کی فرمایش سے اور بروایتے جناب فاطمہ کی رائے سے ایسا قرار پایا کہ حضرت کو عائشہ کے گھر میں لیجا کر وہاں سب حضرت کی تیمارداری کریں تاکہ بار بار ہر ایک کے گھر میں جانیکی دقت نہ اُٹھانی پڑی پس آنحضرت عائشہ کے گھر میں آگئے[1]۔ ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ اس حالت میں میں آنحضرت کے پاس آیا حضرت مخمل کی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ بخار کی یہ شدت تہی کہ بدن پر ہاتھ نہیں رکھا جاسکتا تہا۔ فرمایا حضرت نے کہ انبیا کی بلا سب سے زیادہ سخت ہوتی ہے اس سبب سے اُنکا اجر بھی مضاعف ہے۔ حضرت فرماتے تہے کہ یہ اثر اُس گوشت کا ہے جو یہودیہ نے جنگ خیبر میں کھلایا تہا۔

آنحضرت کی تاریخ ابتدا مرض میں اختلاف ہے بعض نے لکھا ہے کہ ماہ صفر کے آٹھ یا دس دن باقی تہے جب حضرت بیمار ہوئے بعض کہتے ہیں کہ صرف دو دن باقی تھے مدت بیماری اکثر نے تیرہ دن اور بعض نے آٹھ بعض نے دس بعض نے بارہ اور بعض نے ۱۴ دن لکھی ہے۔

شدت مرض میں جناب فاطمہ آپ سے ملنے آئیں آپ حضرت فاطمہ سے بڑی عزت و تعظیم سے پیش آتے تھے جب فاطمہ آتی تہیں تو کھڑے ہو جاتے تہے اور آگے بڑھکر ہاتھ پکڑ کر بوسہ لیکر اپنی جگہ بٹھاتے تہے جب رسول اللہ تشریف لاتے تو فاطمہ بھی ایسا ہی کیا کرتی تہیں اب جو تشریف لائیں مرحبا یا بنتی کہکر پہلو میں بٹھا لیا۔ اور چپکے سے کچھ کان میں کہا فاطمہ زہرا رونے لگیں پھر اُسی طرح کان میں کچھ کہا تو ہنسنے لگیں۔ حضرت عائشہ نے رونے اور ہنسنے کا سبب پوچھا فاطمہ زہرا نے کہا میں رسول اللہ کا بھید نہیں کہہ سکتی حضرت کی وفات کے بعد جب عائشہ نے دوبارہ پوچھا تو فرمایا اول بار رسول خدا نے مجھ سے کہا کہ اجل میری نزدیک پہنچی ہے میں رونے لگی دوسری بار فرمایا کہ تھوڑے دنوں میں تم میرے پاس آجاؤگی اور جنت کی تمام عورتوں کی سردار ہوگی۔ اسپر میں خوش ہو کر ہنسی تہی (ایرونگ۔ روضۃ الاحباب)

[1] طبری۔ ابو الفدا اور ابن اثیر نے لکھا ہے کہ ابتداء مرض زینب بنت جحش کے گھر سے ہوئی اواخر صفر میں۔ اور رسول اللہ اپنی بیویوں کے گھروں میں باری باری جاتے رہے یہاں تک کہ مرض نے شدت پکڑی میمونہ کے گھر میں۔ اور وہاں سے سب کی رضامندی سے سب بیویوں کے ساتھ عائشہ کے گھر میں آگئے کہ وہاں سب تیمارداری کریں۔ ان مورخوں نے درد سر کی روایت میں لکھا ہے کہ حضرت نے بقیع سے واپس آکر دیکھا کہ عائشہ درد سر کی شکایت کر رہی ہیں۔ اسکے بعد حضرت ازواج کے گھروں میں باری باری جاتے رہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ فضل بن عباس اور ایک دوسرے شخص کے کندھے پر ہاتھ رکھکر آئے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ وہ دوسرا شخص علی تھے دیکھو صفحہ ۱۶۷

جس دوشنبہ کو حضرت کا انتقال ہوگا اُس سے پہلے کی جمعرات کو جبکہ لوگ حضرت کے گھر میں جمع تھے حضرت نے فرمایا کچھ کاغذ قلم دوات لادو آؤ میں تمکو ایک ایسی وصیت لکھدوں جسکے بعد تم لوگ کبھی گمراہ نہ ہو پس کہا حضرت عمر نے کہ تحقیق اس مرد کی بیماری شدت پر ہے کیا اسے ہذیان ہوگیا ہے (بہک رہا ہے) اور بروایتے البتہ بہک رہا ہے تمہارے پاس قرآن موجود ہے نص حسبنا کتاب اللہ (ہمیں کتاب خدا کافی ہے) پس جو لوگ گھر میں تھے اُن میں اختلاف واقع ہوا اور جھگڑنے لگے بعض تو کہتے تھے کہ سامان کتابت لادو کہ رسول اللہ وصیت تحریر کردیں اور بعض وہی کہتے تھے جو حضرت عمر نے کہا تھا۔ پس جب بانگ خروش اور اختلاف زیادہ ہوا تو حضرت نے فرمایا کہ نبی کے پاس تنازع اور آواز بلند کرنا مناسب نہیں ہوتا کھڑے ہو جاؤ میرے پاس سے دور ہو۔ کیونکہ وہ حال جس میں میں ہوں اُس سے بہتر ہے جسکی طرف تم مجھے متوجہ کرتے ہو۔ ساتھ ہی اسکے حضرت نے فرمایا کہ اچھا تین باتوں کا تو خیال رکھنا۔ اول مشرکوں کو جزیرہ عرب سے نکال دینا۔ دوسرے وفود جو آئیں اُنکو انعام اور صلے دینا اور تیسری بات کو راوی بھول گیا یا اُسکے ظاہر کرنے میں مصلحت نہ دیکھی۔ راوی کہتا ہے کہ ابن عباس اس جمعرات کے دن کو یاد کرکے اسقدر روتے تھے کہ سنگریزے اُنکے پاس تر ہوجاتے تھے۔ اور کہتے تھے ہائے وہ کیسا جمعرات کا دن تھا کہ لوگوں نے رسول اللہ کو وصیت نہ لکھنے دی۔ یہ کیسی سخت مصیبت ہے۔ اور کل مصیبتوں کی جڑ یہی ہے۔ (بخاری۔ مسلم۔ مشکوۃ۔ روضۃ الاحباب۔ روضۃ الصفا۔ حبیب السیر۔ ابن خلدون۔ ابن اثیر۔ ابوالفدا۔ طبری سرالعالمین غزالی) + + +

صاحب مدارج و ابن حجر عسقلانی صاحب فتح الباری لکھتے ہیں کہ زیادہ تر لوگوں کی سمجھ میں یہ آتا ہے کہ آنحضرت اس وصیت نامہ میں

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۶۶) عایشہ حتی المقدور علی کا نام خیر کے ساتھ لینا پسند نہیں کرتی تھیں (طبری و روضۃ الصفا) مدارج اور روضۃ الاحباب میں ہے کہ اسی موقع پر ابوبکر صدیق نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں چاہتا ہوں کہ آپکی تیمارداری کروں فرمایا کہ اے ابوبکر اگر میں تیمارداری بغیر اہلبیت کے کسی اور سے کراؤں تو مصیبت اُنکی زیادہ ہوگی۔ اور تحقیق کہ اجر تیرا خدائے عزوجل پر جس نیت سے تو نے کہا ثابت ہوا اے وفات سے چار دن پہلے بروایت ابن خلدون آپ اپنے صحابہ کو جمع کرکے اُنکے حق میں دعائے خیر فرماتے جاتے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے اسی سلسلہ کلام میں آپنے یہ بھی فرمایا میں تمکو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور اللہ نے تمکو وصیت کی ہے اور میں اُسی کو تمپر چھوڑتا ہوں اور تمہیں اُسکے سپرد کرتا ہوں بیشک میں تمکو دوزخ سے ڈرانیوالا اور جنت کی بشارت دینے والا ہوں۔ آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ کے ملکوں اور بندوں میں برتری اختیار نہ کرو کیونکہ اُس نے کہا ہے ہمکو اور تمکو یہ مکان آخرت اُن لوگوں کے لئے ہے جو زمین پر نہ برتری کا قصد کرتے ہیں اور نہ فساد کا اور نکوئی آخرت کی متقین کے لئے ہے اور کہا کیا نہیں ہے جہنم ٹھکانا غرور کرنیوالوں کا۔ بعد اسکے لوگوں نے غسل کی بابت دریافت کیا آپ نے فرمایا جو قریب تر میرے اہل سے ہیں۔ پھر کفن کو دریافت کیا آپ نے ارشاد کیا میرے انہی کپڑوں میں کفنا دینا یا مصری کپڑا ہو یا حلہ یمانیہ ہو۔ پھر نماز کے بارہ میں پوچھا آپ نے کہا کہ مجھکو میرے سریر پر میری قبر کے کنارہ رکھ کر ایک ساعت کے لئے باہر چلے جانا تا آنکہ ملائکہ مجھپر نماز پڑھ لیں بعد ازاں گروہ گروہ مجھ پر نماز پڑھنا۔ پہلے میرے خاندان کے مرد نماز پڑھیں بعد ازاں اُنکی عورتیں۔ قبر میں اُتارنے کی بابت فرمایا کہ میرے خاندان والے مجھے قبر میں رکھیں یہ کہکر آپ نے فرمایا کہ میرے پاس دوات اور کاغذ لاؤ میں تمکو کچھ لکھدوں تاکہ بعد اُسکے گمراہ نہو۔ (روضۃ الصفا وغیرہ میں اصحاب کو خانہ عایشہ میں جمع کرکے اس طرح وصیت کرنا وفات سے ایک ماہ قبل لکھا ہے) اور اصحاب کے حق میں فرمایا کہ میں نہیں ڈرتا ہوں تمپر کفر اور شرک کی بابت لیکن ڈرتا ہوں کہ دنیا کی رغبت کروگے اور آپس میں لڑوگے (مدارج) ئے ابوالفدا لکھتا ہے کہ جب اس واقعہ کے بعد عیادت کو آئے تو اُسوقت حضرت نے اس طرح فرمایا۔ اور ابن اثیر نے لکھا ہے کہ جب رسول اللہ نے دوات اور کاغذ مانگا اور فرمایا تاکہ میں تمکو ایسی وصیت لکھہ جاؤں کہ جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہو۔ تو اُنہیں تنازع ہونے لگا اور نبی کے پاس تنازع مناسب نہیں تھا۔ پس کہا انہوں نے تحقیق کہ رسول اللہ بہک رہے ہیں پس وہ حضرت کی بیمار پرسی کرنے لگے پس فرمایا دور ہوجاؤ میں جس حال میں ہوں اُسی میں اچھا ہوں تمہاری خواہش

خلافت کے بارہ میں لکھتے کہ انکے بعد کون خلیفہ ہو۔ اسکے بعد ایک دن آنحضرت انصار کی بیتابی کی خبر سُنکر جوان ایام میں دولتسرا مبارک کے گرد پریشان پھرتے تھے علی اور فضل بن عباس کے شانوں پر بدقت تمام ہاتھ رکھکر مسجد میں تشریف لائے اور خطبہ میں ارشاد فرمایا تم میری وفات سے پریشان کیوں ہوتے ہو کوئی نبی ہمیشہ زندہ رہا ہے جو میں زندہ رہوں گا مہاجرین کو انصار کے حق میں اور انصار کو مہاجرین کے حق میں مواسات اور نیکی کرنیکی وصیت کی اور سب لوگوں کو نیکی میں بسر کرنیکی ہدایت فرمائی اور جب مہاجرین کو آپس میں نیکی کرنے کی وصیت کی تو حضرت نے سورہ والعصر کو آخر تک پڑھا اور یہ آیت پڑھی فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم [۱] (روضۃ الاحباب و مدارج)

آنحضرت فضل بن عباس اور علی کے سہارے مسجد میں تشریف لائے منبر پر بیٹھے اور بعد حمد وثنای الٰہی کے فرمایا کہ اے لوگو جس کسی کی پیٹھ میں مینے کوڑا مارا ہو اب میری پیٹھ حاضر ہے عوض لیلے جس کسی کو مینے بُرا کہا ہو وہ مجھے بُرا کہلے اور اپنا بدلہ لیلیوے جس کسی سے مینے کچھ مال لیا ہو یہ مال میرا موجود ہے اپنا مال لیلیوے اور کچھ حکومت اور سیاست کا میری طرف سے خیال نکرے۔ کیونکہ یہ میری شان سے بعید ہے۔ پھر آپ منبر سے اُترے اور ظہر کی نماز پڑھکر پھر منبر پر چڑھے اور جو اول فرمایا تھا وہی ارشاد کیا ایک شخص نے دعوی کیا کہ مجھکو آپ سے تین درہم لینے ہیں حضرت نے اسکو دلوا دیے پھر ارشاد کیا یاد رکھو فضیحت ہونا دنیا کا آسان ہے آخرت کی فضیحت سے۔ پھر آپ نے اصحاب احد کے واسطے طلب مغفرت جناب باری سے کی اور ارشاد کیا کہ سُنو بندہ کو خدا تعالی نے دین اور دنیا دونو پر اختیار دیا ہے جو چاہے اختیار کرلے اسکے بعد حضرت گھر تشریف لائے اور بروایت مدارج وحبیب السیر نصیحت کی ازواج کو اور فرمایا کہ تمکو لازم ہے کہ اپنے گھر کے گوشہ میں رہنا اور اپنے کو نامحرموں سے چھپانا اور اُن سے پردہ کرنا [۲]+

ایام مرض میں جب وقت نماز آتا بلال آنحضرت کو اطلاع دیتے اور حضرت باہر آکر نماز پڑھاتے مگر اکثر مورخین نے لکھا ہے کہ آخری سترہ نمازوں میں حاضر نہ ہوسکے۔ اس موقعہ پر طبری نے لکھا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ علی کو بلا بھیجو پس علی کو بلانے گئے

[۱] صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ عقیدہ مذہب شیعہ کا یہ ہے کہ اصحاب نے وہ کتابت اسواسطے نہ لکھنے دی کہ رسول اللہ علی کو ولیعہد کر نیکا وصیت نامہ لکھنا چاہتے تھے جیسا کاشف الغمہ کی ان دو بیتوں سے مفہوم ہوتا ہے [۱] اوصی النبی فقال قائلہم ۔ قد ظل یہجر سید البشر + واری ابا بکر اصاب ولم یہجر وقد اوصی الی عمر + (نبی وصیت کرنے لگے تو اُنکے کہنے والے نے کہا کہ سید البشر کو ہذیان ہوگیا ہے اور ابو بکرؓ نے وصیت کی تو اُنکو ہذیان نہیں ہوا وہ عمرؓ کے لئے وصیت کرگئے۔ وہ ہذیان نہ سمجھا گیا) [۲] پھر کیا یہ قریب ہے کہ اگر تم حاکم ہو جاؤ تو تم زمین میں فساد کرو اور قطع رحم کرو +

[۳] روضۃ الصفا میں ہے کہ بعد اسکے حکم دیا کہ اصحاب کے گھروں کے دروازے جو مسجد کیطرف کھلے ہوئے ہیں بند کردیے جائیں سوائے دروازہ خانہ علی کے کہ مجھے اُسکی صحبت سے اور اُسے میری صحبت سے چارہ نہیں ہے۔ حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے کہ اتنا موکھا رکھوں کہ اُسمیں سے آپ کو گھر سے باہر آتا ہوا دیکھ لیا کروں حضرت نے منظور نہیں کیا اصحاب میں سے ایک نے کہا کہ یا رسول اللہ مراد فتح ابواب سے کیا تھی اور سبب انکے مسدود کرنیکا کیا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ نہ کھولنا میرے حکم سے تھا اور نہ بند کرنا۔ حاکم نے مستدرک میں لکھا ہے رسول اللہ صلعم نے اپنے چچا عباس کو مع دیگر اصحاب کے مسجد سے خارج کردیا۔ پس عباس عرض کرنے لگے یا رسول اللہ آپ ہمیں نکالتے ہیں باوجودیکہ ہم آپ کے ساتھ رشتہ پدری میں نسبت رکھتے ہیں اور آپ کے چچا ہیں اور آپ نے علی کو مسجد میں رہنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت نے ارشاد فرمایا نہ مینے تمکو نکالا ہے نہ اسکو رکھا ہے بلکہ خدا نے تمکو نکالا اور اسکو رکھا ہے (ارجح المطالب) صاحب نزل الابرار نے احمد۔ نسائی اور حاکم اور ضیا سے بطریق صحیح نقل کیا ہے کہ بعض اصحاب کے مکانوں کے دروازے مسجد رسول میں تھے حضرت نے حکم دیا کہ یہ سب دروازے بند کردو سوائے دروازہ علی کے۔ پس کلام کیا لوگوں نے اس باب میں تو فرمایا رسول اللہ نے کہ واللہ نہ مینے کھولا نہ بند کیا بلکہ حکم دیا گیا مجھکو خدا کی طرف سے پس میں اُسے بجالایا + + +

عایشہ نے کہا اگر ابو بکر کو بلالوں تو کیا حرج ہے اور حفصہ نے کہا اگر عمر کو بلالوں تو کیا حرج ہے - پس یہ سب آں حضرت کے پاس آکر جمع ہوگئے پس فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ اب تو چلے جاؤ جب مجھے ضرورت ہوگی تو بلالوں گا - پس یہ لوگ چلے گئے اسکے بعد رسول اللہ صلعم نے فرمایا نماز کا وقت آگیا جواب ملا البتہ - فرمایا بس تو ابو بکر کو حکم دیدو کہ لوگوں کو نماز پڑہاوے پس عایشہ رضؓ نے کہا کہ وہ مرد رقیق القلب ہیں عمر رضؓ کو حکم دیجیے - فرمایا عمر رضؓ ہی کو حکم کرو - جب عمر رضؓ سے کہا گیا تو عمر رضؓ نے کہا مجھہ سے نہیں ہوسکتا کہ میں تو تقدم کروں اور ابو بکر دیکھا کریں - پس ابو بکر نماز پڑہانے کھڑے ہوئے - اسوقت رسول اللہ کو مرض میں تخفیف معلوم ہوئی اور باہر تشریف لائے - پس جب ابو بکر کو حضرت کے آنے کی آہٹ معلوم ہوئی تو پیچھے ہٹنے لگے رسول اللہ صلعم نے اُنکا کپڑا پکڑ کر کہا کہ اپنے مقام پر کھڑے رہو - اور بیٹھ گئے رسول اللہ پس پڑہایا رسول اللہ نے نماز کو اُس جگہ سے جہاں سے ابو بکر نے چھوڑا تھا - ابن خلدون لکھتا ہے کہ پھر یہ ہوتا رہا کہ ابو بکر تو آنحضرت کی نماز سے پڑہتے تھے اور لوگ ابو بکر کی نماز سے - کہتے ہیں اسطرح ۱۷ نمازیں پڑھی گئیں + ایک روایت یہ ہے کہ جب موذن نے آنحضرت کو وقت نماز کی اطلاع دے تو حضرت نے عبد اللہ بن زمعہ سے کہا کہ جا کر لوگوں سے کہدو کہ نماز ادا کرو - پس دروازہ مسجد پر عبد اللہ بن زمعہ کو عمر خطاب ملگئے اُس نے عمر رضؓ سے کہدیا کہ نماز پڑہا دو - عمر نے نماز پڑہانی شروع کی اور تھے وہ بلند آواز - رسول اللہ نے اپنے حجرہ میں سے عمر رضؓ کی آواز سنی اور کھڑکی سے منہ نکالکر کہا نہیں نہیں نہیں - چاہیے کہ ابو بکر نماز پڑہائیں پس عمر ہٹ گئے اور عبد اللہ سے کہا کہ تو نے بڑا کام کیا میں نے تو جانا تہا کہ رسول اللہ نے حکم دیا ہے - عبد اللہ نے کہا لا و اللہ مجھے تو رسول اللہ نے کیسیکے نام ہی حکم نہیں دیا تہا (مدارج و روضۃ الاحباب)

اور ایک روایت یہ ہے کہ اذان کے بعد بلال حسب معمول آنحضرت کو نماز کی اطلاع کرنے آئے - حضرت تیار ہوئے مگر بیہوش ہوگئے - ایسا ہی تین مرتبہ ہوا - پس جب ہوش آیا فرمایا کہو ابو بکر سے کہ لوگوں کے ساتھ نماز پڑہے - عایشہ کہتی ہیں کہ پس کہا میں نے کہ یا رسول اللہ باپ میرا مرد اواہ وہناک نرم دل ہے جب آپکی جگہ کھڑا ہوگا نہیں سنا سکیگا قرآن لوگوں کو - اگر عمر خطاب کو فرماؤ تو ہو سکتا ہے - حضرت نے پھر فرمایا کہو ابو بکر کو کہ نماز پڑہے لوگوں کے ساتھ - پھر میں نے وہی کہا - حضرت نے پھر وہی فرمایا - میں نے حفصہ سے کہا کہ تم کہو کہ یا رسول اللہ ابو بکر مرد نرم دل ہے جب کھڑا ہوگا آپ کی جگہ تو لوگوں کو قرآن نہیں سنا سکیگا - حضرت حفصہ نے کہا تو فرمایا حضرت نے کہ تم اے عورتوں صواحب یوسف ہو یعنے ایسی باتیں ادا کرتی ہو اور دل میں کچھہ رکہتی ہو اور ظاہر میں کچھہ کہتی ہو - امر کرو ابو بکر کو کہ نماز پڑہے لوگوں کے ساتھ پس حفصہ نے عایشہ سے کہا اے عایشہ مجھے تجھ سے کبھی کچھہ فائدہ نہ پہنچا ایسے وقت میں تم نے مجھہ سے رسول اللہ کو رنجیدہ کیا - القصہ ایک شخص نے آکر بلال سے کہا کہ رسول اللہ نے ابو بکر کو نماز پڑہانے کا حکم دیا ہے - بلال نے ابو بکر سے کہا - پس جب ابو بکر نے نماز پڑہانی شروع کی - آنحضرت کو مرض میں تخفیف معلوم ہوئی - علی و عباس کے کندہوں پر سہارا دیکر اس طرح کہ پاؤں حضرت کے زمین پر خط کھینچتے جاتے تھے - مسجد میں داخل ہوئے - جب ابو بکر کو حضرت کے آنے کی آہٹ معلوم ہوئی چاہا کہ پیچھے ہٹ جائیں پس ارشارہ کیا حضرت نے کہ اپنے حال پر رہیں - اور خود ابو بکر کے پہلو میں بیٹھہ گئے ابو بکر نے کھڑے ہوئے اقتدا کی رسول خدا کی اور اقتدا کی لوگوں نے ابو بکر کی یعنے لوگوں کو ابو بکر کی تکبیر کے واسطے سے آنحضرت کے افعال اور انتقالات کی خبر ہوتی تہی (مدارج و روضۃ الاحباب و بخاری و فتح الباری)

لہ تمام مورخین نے لکھا ہے کہ یہ جمعرات کا دن گزر کر شب جمعہ نماز عشاء کا واقعہ ہے ٭ عایشہ کہتی ہیں کہ میں نے یہ اس سبب سے کہا تہا کہ میرے دل میں خیال گزرتا تہا کہ لوگ کسی شخص کو دوست نہیں رکھیں گے کہ آنحضرت کی قایم مقامی کرکر نماز میں - اور اُسکے ساتھ حسد کرینگے - میں چاہتی تہی کہ یہ امر ابو بکر سے ٹل جائے - اور ایک روایت یہ ہے کہ ابو بکر نے عایشہ سے کہدیا تہا کہ وہ حضرت سے کہدیں کہ عمر کو نماز پڑہانے کا حکم دیجیے (روضۃ الاحباب)

کہیں سے کچھ دینار حضرت کے پاس آئے تھے حضرت نے فقیروں پر تقسیم کرا دیے تھے صرف سات دینار بچے تھے عائشہ پاس رکھوائے تھے ایام مرض میں رسول اللہ نے عائشہ سے کہا کہ وہ دینار بھی فقیروں میں تقسیم کرا دو اور بیہوش ہو گئے عائشہ نے وہ تقسیم نہ کئے۔ حضرت نے ہوش میں آ کر پھر کہا مگر عائشہ نے اختیار نہ کئے تین بار ایسا ہی ہوا کہ حضرت کہکر بیہوش ہو گئے۔ اور عائشہ نے اختیار نہ کئے پس آنحضرت نے وہ دینار علی کے پاس بھجوا دیے اور علی مرتضیٰ نے وہ دینار تصدق کر دیے پس جب شب دوشنبہ آئی جسکی دوپہر کو حضرت کا انتقال ہو گا تو گھر میں تیل بھی نہ تھا کہ عائشہ نے کسی انصار کی عورت سے چراغ بھیجکر تیل منگایا (مدارج۔ روضۃ الصفا وغیرہ)

جس دوشنبہ کی دوپہر کو آنحضرت کا انتقال ہوا ہے۔ رسول اللہ صلعم دو آدمیوں کے سہارے سے سر پر عصابہ باندھے ہوئے مسجد میں تشریف لائے۔ جبکہ ابوبکر صبح کی نماز پڑھا رہے تھے۔ حضرت کی آہٹ معلوم کرکے ابوبکر رض اپنے مصلے سے اٹھنے لگے۔ حضرت نے پیٹھ پر ہاتھ مار کر کہا کہ نماز پڑھاتے جاؤ۔ اور رسول اللہ ابوبکر کے داہیں پہلو میں بیٹھ گئے۔ پس جب نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت نے ایک مختصر خطبہ ایسی بلند آواز سے پڑھا کہ مسجد کے دروازے سے باہر آواز جاتی تھی اُس میں حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ اے لوگو آگ بھڑک اٹھی اور فتنے آن پہنچے جیسے کہ اندھیری رات کا سب سے اندھیرا حصہ ہوتا ہے۔ جب حضرت کلام سے فارغ ہوئے ابوبکر نے کہا کہ اے نبی اللہ اب تو آپ کو خدا کے فضل سے بہت آرام ہے۔ پس ابوبکر تو اپنے بال بچوں میں اپنے گھر محلہ سُنخ میں چلے گئے اور رسول اللہ دولت سرا میں تشریف لائے اور عائشہ کی گود میں سر رکھکر لیٹ رہے (طبری ج ۳ ص ۱۹۶ ابن خلدون وغیرہ)

اسکے بعد حضرت کا حال بگڑ گیا۔ قریب وفات اپنی بیویوں کو پاس بلاکر وصیت کی انمیں سے ایک وصیت یہ بھی تھی کہ اپنے گھروں میں رہنا اور نامحرموں کے سامنے نہ ہونا۔ جب حالت بہت غیر ہوئی اور جناب فاطمہ رونے لگیں تو حضرت نے اُنکے آنسو اپنے ہاتھ سے پاک کئے اور فرمایا کہ اے فاطمہ مت رو کہ تیرے رونے سے حاملان عرش روتے ہیں اور بہت دلداری کی اور بہت سی بشارتیں دیں۔ اور کہا بار خدایا اسے میری مفارقت میں صبر عطا فرما۔ پھر فاطمہ سے کہا کہ حسن حسین کو پاس بلاؤ حسن و حسین نے آکر سلام کیا اور پاس بیٹھ گئے اور حضرت کو اس حال میں دیکھکر رونے لگے۔ وہاں سب موجود تھے کہ انکو دیکھکر گھر کے سب آدمی رو نکلے۔ حسن نے منہ حضرت کے منہ پر اور حسین نے اپنا سر حضرت کے سینہ پر رکھدیا حضرت نے آنکھیں کھولکر شفقت سے انکی طرف دیکھا انکو بوسے دئیے اور بو سونگھی اور انکی

ؔ بخاری جلد اصفحہ ... میں ہے کہ پیر کے دن دیکھو لوگ نماز کی صفیں باندھے کھڑے تھے کہ رسول اللہ نے اپنے حجرہ کا پردہ اٹھایا حالانکہ کھڑے ہوئے ہماری طرف دیکھ رہے تھے پھر مسکرائے اور ہنسے۔ ابوبکر یہ سمجھکر کہ حضرت نماز پڑھانے آتے ہیں صف میں جا ملنے کے لئے پیچھے ہٹے۔ آپ نے اشارہ کیا کہ نماز کو تمام کرو اور پردہ ڈال دیا اور اُسی دن انتقال فرمایا۔ یہ امامت نماز حضرت ابوبکر کی روایتیں ایسی متضاد اور ایسی ایک دوسرے کے خلاف ہیں کہ کوئی صاحب تحقیق اسپر اعتماد نہیں کرسکتا۔ بلکہ صاف سمجھ جاتا ہے کہ خوش اعتقادوں کی بنائی ہے یا اُن لوگوں کے ساختہ پرداختہ ہیں جو معاویہ کے انعام کی اُمید پر اس قسم کی حدیثیں گھڑا کرتے تھے جیسا کہ ابن ابی الحدید اور صاحب نصایح الکافیہ نے لکھا ہے کہ معاویہ احادیث فضائل ثلاثہ بنوایا کرتے اور بنانے والوں کو مالامال کیا کرتے تھے + ...
ہم شیخین رضی اللہ عنہما کی بابت ایسا سوءظن نہیں کرسکتے کہ رسول اللہ صلعم بار بار فرمائیں کہ جو شخص لشکر اسامہ کے پیچھے رہ جائیگا اُس پر خدا کی لعنت اور پھر شیخین لشکر اسامہ کے ساتھ نہ گئے ہوں۔ پھر جب یہ دونوں بزرگ لشکر اسامہ کے ساتھ چلے گئے کیونکہ یہ بھی اسامہ کی ماتحتی میں مامور ہوئے تھے) اور یہ مدینہ میں تھے ہی نہیں تو رسول اللہ نے حضرت ابوبکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیا کیونکر۔ حالانکہ یہ بھی ثابت ہے کہ ان آخری سترہ نمازوں کے پڑھانے کو بھی رسول اللہ مسجد میں تشریف لاتے رہے سُنح جو آنحضرت کے مکان سے ایک میل کے فاصلہ پر واقع تھا۔ (تاریخ الخمیس)

... ابن ابی الحدید کی جیش اسامہ کی روایت سے ثابت ہی ہے۔ اور نقل دخل ... ہے

تعظیم احترام و محبت کے باب میں وصیت کی پھر فرمایا میرے بھائی علی کو بلاؤ۔ علی آئے اور سرہانے آکر بیٹھ گئے حضرت نے اپنا سر جسے اٹھایا علی نے آنحضرت کے سر کو اپنی بازو پر رکھ لیا حضرت نے فرمایا اے علی فلاں یہودی کا مجھ پر اتنا قرضہ آتا ہے کہ تجہیز جیش اسامہ کے لئے اُس سے لیا تھا میری طرف سے اُسے ضرور ہی ادا کر دینا اے علی اول تم ہی مجھ سے حوض کوثر پر ملاقات کروگے۔ اور میرے بعد تمہیں بہت بہت تکلیفیں پہنچیں گی چاہیئے کہ دلتنگ نہ ہونا تحمل اور صبر کا طریقہ اختیار کرنا اور جب دیکھو کہ لوگ دنیا کی طرف رغبت کرتے ہیں تم آخرت کو اختیار کرنا (روضۃ الاحباب۔ حبیب السیر۔ مدارج۔ معارج)

سوانح عمری حضرت علی مطبوعہ خادم التعلیم پریس لاہور[۱] میں لکھا ہے۔ کہ جب آنحضرت کی وفات کا وقت قریب آیا فرمایا میرے حبیب کو بلاؤ حضرت عائشہ کہتی ہیں میں نے حضرت ابوبکر کو بلالیا[۱]۔ جب وہ حاضر ہوئے تو آپ نے سر اُٹھا کر اُنکو دیکھا اور فرمایا میرے حبیب کو بلاؤ میں نے حفصہ سے کہا کہ تم اپنے باپ عمر کو بلالو شاید آنحضرت اُن سے ملنا چاہتے ہیں بی بی حفصہ نے اُنکو بلایا جب وہ آئے تو آپ نے اُنکو دیکھکر پھر بالین پر سر رکھدیا اور فرمایا میرے حبیب کو بلاؤ میں نے کہا حضرت علی کو بلاؤ آنحضرت سوا اُنکے اور کسیکو طلب نہیں کرتے۔ حضرت علی آئے تو حضرت نے سر اُٹھا کر دیکھا اور وہ کپڑا جو آپ اوڑھے ہوئے تھے اُسکو اُٹھایا اور علی کو اُس میں لیلیا اور علی آنحضرت سے بغلگیر رہے یہانتک کہ آنحضرت کا انتقال ہوگیا + حضرت عمر کے عہد خلافت میں کعب الاحبار نے مدینہ میں آکر جناب عمر سے پوچھا کہ آنحضرت کی زبان سے آخری کلام کیا نکلا تھا حضرت عمر نے کہا علی سے پوچھو۔ علی نے جواب دیا کہ جسوقت وہ جناب میرے سینے پر تکیہ کئے ہوئے تھے اور سر آپکا میری دوش پر تھا فرمایا الصلوۃ الصلوۃ کعب نے کہا کہ آخر عہد و وصیت انبیاء کی یہی ہوتی ہے۔ اور وہ اسی پر مامور اور مبعوث ہوئے ہیں۔ علیؑ کہتے ہیں کہ حضرت مجھ سے باتیں کرتے جاتے تھے۔ اور آب دہن حضرت کا مجھکو پہنچتا تھا۔ ناگاہ حال حضرت کا متغیر ہوا۔ عورتیں پس پردہ سے بے طاقتی کرتی تھیں اور میں بھی حضرت کو اس حال سے دیکھ نہ سکتا تھا پس آواز دی کہ اے عباس آنا۔ عباس آئے اور ہم دونو نے حضرت کو بستر پر لٹا دیا اور حضرت نے الرفیق الاعلی کہکر جان دیدی (روضۃ الاحباب۔ حبیب السیر۔ مدارج)۔

عبدالحق دہلوی لکھتے ہیں کہ عائشہ فخر کیا کرتی تھیں کہ قبض روح حضرت کا میرے آغوش میں ہوا ہے اور مشہور بھی یہی ہے اور اوپر کی روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ آخر وقت سر مبارک علی کی گود میں تھا کہ حاکم اور ابن سعد نے متعدد طریقوں سے روایت کیا ہے پس ثابت ہوا کہ عائشہ کی مراد قرب وفات سے ہے کہ علی سے پہلے اُنکے سینہ پر تھا (مدارج)

(۱۲۴) **وفات رسول** ۲ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ یوم دوشنبہ کو بوقت دوپہر آنحضرت کا انتقال ہوا (اسی روز ابوبکرؓ کی بیعت ہوئی) اور دوسرے دن منگل کا دن گذر کر شب چہار شنبہ کو آنحضرت آدھی رات کو دفن ہوئے۔ یہ وہ روایت ہے جسکو علمائے شیعہ صاحب کشف الغمہ وغیرہ نے اور نیز علمائے اہل سنت مثل ابن حجر عسقلانی۔ صاحب تاریخ الخمیس طبری حلبی۔ ابن خلدون وغیرہ نے معتبر مانا ہے۔ اور ابن اثیر اور ابوالفدا نے بھی لکھا ہے۔ صاحب حیات القلوب نے ۲۸ صفر کو ترجیح دی اور مستند سمجھا ہے۔ دیگر روایات یہ بھی ہیں کہ (۱) بارہ ربیع الاول سنہ ۱۱ ہجری یوم دوشنبہ کو وقت دوپہر انتقال کیا اور دوسرے دن منگل کو بوقت دوپہر کہ آفتاب کا زوال شروع ہوگیا تھا حضرت دفن ہوئے۔ یہ روایت واقدی سے طبری نے نقل کی ہے اور نیز ابن خلدون و صاحب سیرۃ الحلبیہ نے لکھی ہے (۲) ایک روایت طبری نے یہ لکھی ہے کہ رسول اللہ کا انتقال ہوا تو ابوبکرؓ غائب تھے تین دن بعد آئے اس عرصہ میں کوئی حضرت کا مونہہ

---

[۱] نیز دیکھو سوانح عمری علی مرتضی ص ۳۹ (از دار قطنی والرازی) اور حیاۃ القلوب ج ۲ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ نے حضرت ابوبکر کو آنحضرت کی وفات سے پہلے بلالیا تھا۔ لیکن تمام مورخین نے لکھا ہے کہ عین وفات کے وقت ابوبکر موجود نہ تھے اس سے

کہولنے کی جرات نکرسکا یہانتک کہ حضرت کا پیٹ پہولگیا - ابوبکر آئے اُنہوں نے مُنہ کھولکر پیشانی کا بوسہ لیا اور کہا کہ یارسول اللہ آپ زندگی میں خوشبودار تھے اور بعد وفات بھی - اور وفات کے تین دن بعد جب ابوبکر کی بیعت سے فراغت ہوچکے تو لوگ حضرت کو دفن کرنے آئے - (ابوالفداء - طبری) (۳) دفن کے بارہ میں اختلاف ہوا کسینے کہا حضرت کی مسجد میں دفن کرتے ہیں اور کسی نے کہا کہ اپنے صحابیوں کے پاس دفن کئے جائیں - ابوبکر نے کہا میں نے رسول اللہ کو فرماتے سنا ہے کہ نبی اُس جگہ دفن کیا جاتا ہے جہاں اُسکی روح قبض ہوتی ہے - پس رسول اللہ کا فرش اُٹھایا گیا جسپر حضرت کا دم نکلا تھا اور وہاں قبر کہودی گئی - پہر لوگ تہوڑے تہوڑے آکر نماز پڑہتے گئے بغیر امام کے علیٰحدہ پھر عورتوں نے اور پہر بچوں نے نماز پڑھی اور پھر غلاموں نے - پہر شب چہارشنبہ آدہی رات کو دفن ہوئے (طبری) (۴) حیات القلوب میں ہے کہ دوشنبہ کے دن دوپہر کے وقت ۲۸ صفر کو انتقال ہوا دوشنبہ اور سہ شنبہ کا دن ختم ہوکر رات تک نماز حضرت پر دس دس آدمیوں نے حجرہ میں جاکر پڑہی یہانتک کہ مدینہ اور نواح مدینہ کے مرد و زن خورد و بزرگ سب نے آن حضرت پر نماز پڑہی مگر جو لوگ بیعت کے فکر میں لگے ہوئے تھے وہ شریک نہ ہوئے - باوجودیکہ علی نے اطلاع دی وہ نماز پڑہنے نہ آئے اُنکی بیعت کا کام اسوقت ختم ہوا جب حضرت دفن ہوچکے تھے + (۵) کنز العمال جلد سوم صفحہ ۱۴۰ میں ابن ابی شیبہ سے بروایت عروہ لکھا ہے کہ ابوبکر و عمر دفن رسول میں شریک نہیں ہوئے وہ انصار میں گئے ہوئے تھے پس آنحضرت ان دونوں کے آنے سے پہلے دفن ہوچکے تھے - مولوی عبید اللہ امرتسری ارجح المطالب صفحہ ۶۵ میں لکھتے ہیں - کہ حضرت ابوبکر سقیفہ سے لوٹے تو سرور عالم دفن ہوچکے تھے اسلئے شرکت جنازہ سے محروم رہے جسکا قلق اُنکو تا مدت العمر باقی رہا (۶) مولوی عبدالرحمن امرتسری المرتضی میں لکھتے ہیں کہ آپکی وفات کے تھوڑے عرصہ بعد جبکہ تجہیز و تکفین ہونیکو تھی ابوبکر صدیق اور عمر فاروق انصار کی شورش کا حال سنکر سقیفہ بنی ساعدہ کو چلے گئے جہاں رسول اللہ کی جانشینی کی تجویز ہورہی تھی - اور وہاں اُنکے تنازع میں ایسے مصروف ہوئے کہ ادہر کا خیال بہی نہ رہا اس نازک حالت میں تجہیز و تکفین کا کام علی مرتضیٰ نے بنی ہاشم کی امداد سے انجام دیا (۷) تاریخ صغیر بخاری صفحہ ۶۳ اور فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے - حدیث فی کم کفنتم النبی کی شرح میں کہ جب وقت وفات ابوبکر کا نزدیک آیا تو اُنہوں نے عائشہ سے پوچھا کہ تمنے رسولخدا کو کے پارچہ میں کفن دیا - جواب دیا کہ تین پارچہ میں پھر پوچھا کس روز آنحضرت نے وفات پائی کہا بروز دوشنبہ - پس صاحب فتح الباری لکھتے ہیں کہ بعید ہے باوصف قریب عہد کے ابوبکر کو تعداد پارچہ ہائے کفن حضرت رسالت پناہ یاد نہ رہی ہو لیکن اسکی وجہ شاید یہ ہو کہ وہ رسول اللہ کی تجہیز و تکفین کے وقت حاضر نہ تھے کیونکہ اُسوقت سقیفہ بنی ساعدہ میں اخذ بیعت میں مشغول تھے - لیکن تعین روز وفات کی بابت اُنکا استفسار کرنا پس ہوسکتا ہے کہ چونکہ وہ حضرت شب چہارشنبہ کو دفن ہوئے تو اُنکو تردد ہوگیا کہ آیا انتقال دوشنبہ کو ہوا یا سہ شنبہ کو +

(۸) بیعت سے فارغ ہوکر اصحاب دفن رسول کے واسطے آئے اور آنحضرت منگل کو دفن ہوئے - اگرچہ ایک روایت یہ بھی ہے کہ تین دن بے دفن رہے مگر روایت اول صحیح ہے (ابن اثیر)

(۹) ابوالفدا نے قاضی شہاب الدین ابن ابی الدم کی تاریخ سے لکھا ہے کہ بعد وفات پیغمبر خدا کے ایک گروہ رسول اللہ پر جمع ہوا اور وہ مضطرب اور پریشان ہوکر کھڑے تھے کہ رسول اللہ فوت نہیں ہوئے بلکہ مثل عیسیٰ کے آسمان پر چلے گئے ہیں اور دروازہ پر منادی کردی کہ حضرت کو دفن نکرنا کیونکہ آپ فوت نہیں ہوئے ہیں چنانچہ اسی طرح پر آپکا جنازہ رکھا

لہ مگر دفن رسول کے وقت حضرت ابوبکر کی موجودگی ثابت نہیں اس سبب سے یہ روایت موضوع معلوم ہوتی ہے صحیح دہی ہے جو صاحب حیات القلوب نے لکھا ہے کہ حضرت علی کی رائے سے ادا کیا گیا کہ سب سے پہلے اہلبیت رسول نے اور بنی ہاشم نے پہر اور مردوں نے (حیات القلوب)

دفن نہ کرنے دیا یہانتک کہ آپ کا شکم پھول گیا اُسوقت آپکے چچا عباس تشریف لائے اور کہا قسم خدا کی مجھکو شک نہیں ہے کہ رسول اللہ نے وفات پائی چنانچہ آنحضرت کو چوتھے دن وفات سے دفن کیا گیا۔ روضۃ الصفا میں لکھا ہے کہ لوگوں کو سکتہ کا شبہ ہوا تھا۔ (۱۰) طبری وغیرہ نے لکھا ہے کہ ابو عبیدہ بن الجراح مکہ والوں کے قبر کھودتے تھے اور ابو طلحہ زید بن سہل اہل مدینہ کی۔ جب آنحضرت کے واسطے قبر کھودنے کی ضرورت ہوئی تو عباس نے ایک آدمی ابو عبیدہ کے بلانے کے واسطے اور ایک ابوطلحہ کے واسطے بھیجا۔ اور کہہ بار آ کہا ان دونوں میں سے جسے تو چاہے اپنی نبی کے واسطے اختیار کر پس قاصد پہنچا تو ابو طلحہ موجود تھے اُنکو بلا یا (مگر ابو عبیدہ موجود نہ تھے ورنہ وہ ضرور آتے) اس سے بھی ثابت ہوا کہ ابتک ابو عبیدہ شیخین ہی کے ساتھ سقیفہ میں سرانجام خلافت میں مصروف تھے ÷

بروایت صاحب سیرۃ الحلبیہ جسوقت رسول اللہ کا انتقال ہوا ہے تو حضرت عمرؓ اور حضرت ابو بکرؓ موجود نہ تھے اُنکی بیٹیوں عائشہ اور حفصہ نے آنحضرت کے انتقال کی خبر ان دونوں کو کہلا بھیجی ابو بکر کے بلانے کو سالم بن عبید بھیجا گیا تھا ÷ ابن خلدون لکھتا ہے کہ آنحضرت کا انتقال ہوتے ہی صحابہ میں ایک عظیم پریشانی پھیل گئی جو شخص اس واقعہ کو سنتا تھا حیران اور ششدر ہو جاتا تھا نہ تو اُنکے ہوش و حواس باقی تھے جو اُسوقت حجرہ شریفہ اور مسجد اقدس میں موجود تھے۔ اور نہ وہ حیرت و پریشانی سے بری تھے جو یہ خبر سنکر جوق جوق چلے آتے تھے۔ ابو بکر اسوقت اپنے گھر محلہ سنخ میں گئے ہوئے تھے (جو ایک میل کے فاصلہ پر تھا) عمر خطاب اور اکثر اجلہ صحابہ موجود تھے عمر خطاب اس حادثہ ناگہانی سے متحیر سے ہو گئے کچھ ہوش و حواس نہیں رہے (بروایت حلبی سونھ میں کف بھرے ہوئے) تلوار کھینچکر کھڑے ہو گئے (اور بروایت ابروتاگ تلوار کھینچے ہوئے گھوم رہے تھے) اور آواز بلند سے کہنے لگے بیشک منافقوں کے چند گروہ گمان کرتے ہیں کہ رسول اللہ انتقال کر گئے ہیں حالانکہ وہ نہیں مرے اور بیشک وہ اپنے رب کے پاس گئے ہیں جیسا کہ موسیٰ گئے تھے اور بیشک وہ واپس آئینگے (جو کوئی کہیگا کہ انتقال ہو گیا میں اس تلوار سے اُسکا سر قلم کر ڈالونگا۔ طبری) اتنے میں ابو بکر بھی آ پہنچے اور عمر سے کہا چپ رہو اور لوگوں کے سامنے یہ خطبہ پڑھا۔ اے لوگو! جو شخص محمدؐ کی پرستش کرتا رہا ہو پس بیشک محمدؐ مر گئے اور جو شخص اللہ کی عبادت کرتا ہو پس بیشک اللہ زندہ ہے۔ نہیں مریگا۔ اور نہیں ہے محمدؐ مگر اللہ کے بھیجے ہوئے اُن سے پہلے اور بھی رسول آئے ہیں پس کیا اگر یہ مر جائیں یا مارے جائیں تو تم لوگ اپنی پچھلی عادت کی طرف لوٹ جاؤگے اور جو شخص لوٹ جائیگا اپنی پچھلی عادت پر پس وہ ہرگز کچھ نقصان نہ پہنچائیگا اللہ کو اور عنقریب اللہ شاکرین کو جزا دیگا (وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات او قتل انقلبتم على اعقابكم ومن ينقلب على عقبيه فلن يضر الله شيئا وسيجزي الله الشاكرين) عمر کہتے ہیں کہ پہلے میں نے ابو بکر کے کہنے پر مطلق خیال نہیں کیا تھا لیکن جسوقت اُنہوں نے یہ آیت پڑھی تو مجھے یہ معلوم ہوا کہ یہ آیت ابھی نازل ہوئی ہے مارے خوف کے میرے پاؤں تھرا گئے اور میں زمین پر گر پڑا اور مینے سمجھ لیا کہ آپ کا انتقال ہو گیا۔ یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک شخص نے آکر خبر دی کہ انصار سقیفۂ بنی ساعدہ میں جمع ہیں اور وہ سب سعد بن عبادہ کی بیعت کیا چاہتے ہیں۔ اور اُنمیں سے اکثر یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک قریش سے۔ ابو بکر و عمر

---

(۱) تحقیقی نظر سے دیکھا جائے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرات شیخین دفن رسول بلکہ تجہیز و تکفین میں بھی شریک نہ ہو سکے اور جن روایتوں سے ایسا پایا بھی جاتا ہے وہ بوجہ اختلاف قابل اعتماد نہیں حضرت عثمان کی شرکت کسی مورخ نے لکھی ہی نہیں احوال سقیفہ کی فصل میں معلوم ہوگا کہ وہ اپنی خلافت کا رنگ الگ ہی جما رہے تھے۔ (۲) اور بروایت طبری ابن اثیر روضۃ الصفا۔ روضۃ الاحباب وغیرہ عمر مسجد نبوی میں موجود تھے اور ابو بکر موجود نہ تھے اپنے گھر محلہ سنخ میں گئے ہوئے تھے (۳) مگر عمر نہ مانے اور چپ نہ ہوئے جبر ابو بکر نے عمر سے علیحدہ ہو کر لوگوں کے سامنے

مع ایک گروہ مہاجرین صحابہ کے اس شور وغل کی روک تھام کو سقیفہ بنو ساعدہ کی طرف گئے اور علی اور عباس اور اُنکے دونو لڑکے فضل وقثم اور اسامہ بن زید آنحضرت کی تجہیز وتکفین پر متعین ہوئے - (ابن خلدون طبری - ابن اثیر - روضۃ الاحباب حبیب السیر - مدارج النبوۃ - معارج - ایرونگ وغیرہ) +

ابن عبد البر نے استیعاب میں لکھا ہے "ابو ذویب کہتے ہیں کہ ہم جو مدینہ میں آئے تو تمام مدینہ میں شور ماتم قایم تھا دریافت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلعم نے انتقال کیا - مسجد میں گیا تو اُسکو خالی پایا - حجرۂ رسول کیطرف گیا تو وہاں رونے کی آواز بلند تھی اور حضرت لٹائے ہوئے تھے اور صرف آپکے اہل بیت وہاں تھے مینے پوچھا کہ اور لوگ کہاں ہیں کہا کہ سقیفہ میں وہاں گیا تو سب کو پایا - ابوبکر رض عمر رض ابو عبیدہ - سالم اور ایک گروہ قریش کا وہاں موجود تھے +

(۱۲۵) تجہیز وتکفین ابن خلدون لکھتا ہے کہ علی آپ کی پشت کو سہارا دیے ہوئے غسل دے رہے تھے اور عباس اور اُنکے دونوں لڑکے کروٹ پھراتے جاتے تھے اور اُسامہ اور شقران پانی ڈالتے تھے +

صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ جب اکابر مہاجرین وانصار کو تحقیق ہو گیا کہ آنحضرت نے وفات پائی - ابوبکر صدیق عمر فاروق اور ابو عبیدہ بن جراح کو ساتھ لئے ہوئے مہم خلافت کا فیصلہ کرنے کے واسطے سقیفہ بنی ساعدہ کو چلے گئے - اور مردان اہل بیت نے حجرۂ مبارک کا دروازہ بند کرکے یمنی چادر کا ایک پردہ ڈالا اور علی مرتضی اور عباس اور عباس کے دونوں بیٹے فضل اور قثم اور اسامہ بن زید اور صالح آزاد کردۂ رسول جس کا لقب شقران تھا جسد مطہر کو اُن حضرت کے اُٹھا کر پردہ کے اندر لیگئے اور غسل میں مشغول ہوئے - علی مرتضی حضرت کو غسل دینے کے متعہد تھے اور فضل پیرہن حضرت کا اونچا کرتے جاتے تھے اور عباس وقثم کروٹ دلاتے جاتے تھے اور اسامہ بن زید اور شقران پانی ڈالتے جاتے تھے - ان چھ آدمیوں کے سوا کوئی اور غسل میں شریک نہ تھا - اور بعد غسل جو پانی کے قطرے آنحضرت کے گوشہ چشم اور پلکوں میں جمع ہوئے تھے علی نے چاٹ لئے اور وہ علی کے ازدیاد علم کا باعث ہوئے - بعد غسل حضرت کو ایک سریر پر لٹا دیا اور آنحضرت کی عترت اور اصحاب عالیمقدار نے آنحضرت پر نماز پڑہی - اصحاب میں دفن کے بارہ میں اختلاف ہوا اور آخر کو شاہ ولایت کی صلاح سے جسجگہ حضرت کی روح قبض ہوئی تہی فرش کو اُٹھا کر ابو طلحہ نے قبر کھودی - اور نیم شب چہار شنبہ یا صبح چہار شنبہ کو علی مرتضی اور عباس اور فضل اور قثم اور عبد الرحمن بن عوف اور بقولے عقیل بن ابیطالب اور اُسامہ اور شقران بہی قبر میں اُترے[1] اور حضرت کو دفن کیا - کہتے ہیں آخر شخص جو حضرت کی قبر سے باہر آیا وہ علی مرتضی تھے الغرض مٹی ویچا اور پانی چھڑک کر یہ لوگ سب سے پہلے جناب سیدہ کے دروازہ پر آئے اور پرسا دیا +

(۱۲۶) حلیہ شریف ابو الفدا لکھتا ہے حضرت علی فرماتے ہیں کہ رسولخدا نہ لانبے تھے نہ ٹھگنے - میانہ قد تہا - سر مبارک بڑا تہا - ڈاڑہی بڑی اور گھندار - ہتیلیاں اور تلوے سخت - تمام اعضائے بدن فربہ - چہرۂ مبارک سرخ - چشم سیاہ - مو کشادہ - رخسارے نرم - گردن لانبی مثل چاندی کی صراحی کے - انس کہتے ہیں کہ آپ کی ڈاڑہی میں صرف بیس بال سفید تھے اور چند یا پر بہی سفید بال تھے - مہندی اور نیل سے خضاب کرتے تھے - دونوں مونڈھوں کے بیچوں بیچ مہر نبوت تہی یہ ایک پارۂ گوشت علیحدہ کبوتر کے انڈے کے برابر تہا رنگ اسکا سرخ تہا اور گرداگرد بال تھے انتہی + مسلمان مورخوں نے لکھا ہو کہ حضرت کا انتقال ہوتے ہی مہر نبوت حضرت کے جسم پر سے غائب ہوگئی + ایرونگ لکھتا ہے کہ سینہ بہت چکلا تہا - جسم مضبوط - ہاتھ اور پاؤں بڑے - بچپن میں غیر معمولی زبردست اور طاقتور مگر آخر زمانہ میں فربہ زیادہ ہوگئے تھے - سر بہت بڑا اور خوشنما تہا - چہرہ بیضوی - پیشانی بڑی کنپٹیوں کے قریب

---

[1] بروایت روضۃ الصفا یہ لوگ قبر کے قریب تھے +

چوڑی - پیشانی پر رگیں ابروؤں تک آئی ہوئی تہیں جو غصہ کے وقت پھول جاتی تہیں - ناک اُبھری ہوئی نوکدار - آنکہیں سیاہ - بھویں محراب نما جو آپس میں پیوستہ تہیں لیکن لمبی چمکدار بڑا دہانہ جو فصاحت کا نشان تہا - سفید دانت جو کیقدر چھدرے اور غیر منتظم تھے - سیاہ بال جو گھونگر والے نہ تھے - اور شانہ تک آئے ہوئے تھے - لمبی اور گھنی داڑہی بڑے قایم مزاج تہے مگر کبھی کبھی مزاح بہی کرتے تہے - تاہم زیادہ تر سنجیدہ اور بہاری بھرکم رہتے تھے - مسکراتے تو گویا پھول جھڑتے تہے - چہرہ اس سے زیادہ سرخ تہا جیسا کہ عربوں کا ہوتا ہے اور بہت چمکدار +

(۱۲۷) اخلاق و اوصاف ابو الفدا لکھتا ہے کہ پیغمبر خدا سب آدمیوں سے زیادہ تیز عقل - ذی ہوش اور صاحب الرائے تہے - ہمیشہ ذکر خدا کرتے - لغویات آنحضرت سے کبھی سرزد نہ ہوتے - بشاش - ہنس مکھ - چپ چاپ - نرم خو - خوش خُلق رہتے تہے - آپ کے نزدیک قریب بعید - قوی و ضعیف اپنے حق میں برابر تہے - مساکین اور غربا سے محبت رکھتے فقیر کو بسبب افلاس کے کبھی حقیر نہ سمجھتے - کسی بادشاہ سے بسبب اُسکی سلطنت اور حکومت کے کبھی نہ ڈرتے - اشراف کی تالیف قلوب فرماتے - اپنے اصحاب سے بہت گھلے ملے رہتے - کبھی اُن سے نفرت نہ فرماتے - جو کوئی شخص حضرت کے پاس آکر بیٹھتا تحمل فرماتے اور کبھی گھبرا کر اُس سے مونہہ نہ موڑتے جبتک وہ خود ہی نہ چلا جاتا - اور جس سے مصافحہ کرتے اول اُسکا ہاتھ نہ چھوڑتے جبتک وہی نہ چھوڑتا - اور جو کوئی اپنی غرض کے لئے حضرت کو کھڑا کر لیتا اُسکے ساتھ کھڑے رہتے جبتک وہی نہ چلا جاتا ہرگز وہاں سے نہ ہلتے - اور اپنے یاروں پر بڑی مہربانی فرماتے - زمین پر بیٹھ کر بھیڑوں کا دودہ دوہتے - اپنی جوتی آپ گانٹھ لیتے - گٹھی ہوئی جوتی اور پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتے - ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول خدا نے مرتے دم تک تمام عمر میں جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہیں کہائی - اور کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ ایک ایک دو دو مہینے متواتر اہلبیت پر ایسی سختی گذرتی تہی کہ چولہے میں آگ تک نہیں سلگتی تہی - کھجوریں کھا کر اور پانی پیکر بیٹھ رہتے تہے - اور رسول اللہ بھوک کے سبب اپنے پیٹ پر پتھر باندہ لیتے تہے +

مسلمان مورخین و اہل سیر نے لکھا ہے کہ حضرت نے کسی انسان سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا تہا - مگر حضرت لکھ پڑھ سکتے تہے - اب ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ محققین اہل فرنگ نے اپنی تصانیف میں آنحضرت کے اخلاق و اوصاف کی بابت کیا رائے قایم کی ہے +

ایرونگ لکھتا ہے کہ حضرت کے دماغی اوصاف بلاشبہ غیر معمولی اور عجیب قسم کے تہے - بڑے تیز فہم تہے - حافظہ بہت تیز - قوت متخیلہ نہایت چونچال - طبیعت پر ایجاد - معمولی گفتگو سنجیدہ قلیل الالفاظ - کثیر المعانی ہوتی تہی جو فصاحت اور خوش الحانی سے دوبالا ہو جاتی تہی - بڑے پرہیزگار اور متقی تہے - روزے بہت رکھتے تہے لباس کی شان و شوکت کا کچھ خیال نہ تہا جو چھوٹی طبیعت کی نمود ہوتا ہے - لباس کی سادگی بناوٹی نہ تہی - بلکہ ایسے خفیف اور بے حقیقت ذریعہ سے اپنے کو ممتاز کرنا در حقیقت بیفائدہ اور فضول سمجھتے تھے - اکثر بالوں کے کپڑے پہنتے - بعض اوقات یمن کے دہاری دار روئی کے کپڑے - اکثر اُنمیں پیوند ہوا کرتا تہا - عمامہ باندہتے تہے فرمایا کرتے تہے کہ عمامہ فرشتوں کا لباس ہے - شملہ چہوڑتے تہے اور فرماتے تہے کہ فرشتے ایسا ہی کرتے ہیں - صفائی کا بہت ہی خیال تہا اور اکثر غسل کیا کرتے تہے - خوشبو کے بہت شایق تھے - معاملہ میں بڑے منصف - اپنے پرائے امیر غریب قوی ضعیف سبکے ساتھ یکساں انصاف برتتے - جس محبت سے عوام الناس سے پیش آتے تھے اور اُنکی شکایتیں سنتے تھے ہر دلعزیز ہو گئے تھے - اگرچہ پیدائشی زود رنج اور تنگ مزاج تھے مگر طبیعت پر ایسے حاوی تہے اور مزاج پر ایسا قبضہ کر لیا

لہ اکثروں کے نزدیک - اسی وجہ سے آنحضرت نبی اُمّی کے نام سے مشہور ہیں - مگر اصل میں حضرت کے اُمّی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت مکہ ہی میں پیدا ہوئے اور ۵۳ برس کی عمر تک مکہ ہی میں رہے اور مکہ کا نام اُم القریٰ ہے - ام القریٰ سے منسوب کرکے حضرت اُمّی مشہور ہوئے +

کہ خانگی زندگی میں بھی نہایت مہربان بردبار اور متحمل تھے۔ حضرت کے خادم انس کہتے ہیں کہ میں دس (دسویں) برس کی عمر سے حضرت کی خدمت میں تھا کسی بات پر مجھے کبھی نہیں جھڑکا۔ اگرچہ مجھ سے نقصان بھی ہو جاتا تھا۔ خود غرض نہ تھے کیونکہ جنگی فتوحات سے جو غرور و نخوت خود غرضوں میں پیدا ہو جاتی ہے حضرت میں مطلق نہ ہوئی۔ نہایت عروج اور اقتدار کے زمانہ میں بھی حضرت ایسے ہی سادے رہے جیسا کہ افلاس اور ادبار کے زمانہ میں۔ بادشاہی شان و شوکت تو درکنار اگر کسی کمرہ میں داخل ہوتے وقت کوئی غیر معمولی تعظیم کیجاتی تو حضرت بہت ناراض ہوتے۔ اگر دنیا کی سلطنت کا خیال تھا تو اسلام پھیلانے کے خیال سے۔ دولت جو جزیہ اور خراج اور مال غنیمت سے حاصل ہوتی تھی مذہبی فتوحات کی ترقی میں اور مفلس مسلمانوں کی پرورش میں صرف ہوتی تھی۔ بیت المال ہمیشہ خالی رہتا تھا۔ کبھی ایک درہم نہ بچتا تھا۔ عمر بن حارث کہتا ہے کہ وقت انتقال حضرت نے نہ کوئی درہم چھوڑا نہ دینار۔ نہ کوئی لونڈی نہ غلام۔ سوائے بھوری استر دلدل کے اور ہتھیاروں اور زمین کے۔ جو اپنی بیویوں اور بچوں اور غریبوں میں تقسیم کر دی۔ دنیا سے مطلق غرض نہ تھی۔ ہمیشہ نماز میں مصروف رہتے جو اسلام کا رکن اعظم اور روح کی صفائی کرنے والی چیز ہے۔ مصیبت اور دل شکستگی کے وقت توکل پر پورا بھروسہ تھا۔ آخرت کی خوشیاں خدا کے رحم پر منحصر سمجھتے تھے فرماتے تھے کہ اگر خدا رحم نہ کرے تو میں بھی بہشت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اپنے اکلوتے بیٹے ابراہیم کے بستر مرگ اور وفات پر رضا بقضا ظاہر فرمائی۔ اور یہ کہکر تسلی دی کہ بہشت میں پھر دونوں ملیں گے۔ خود مرتے وقت جبکہ کوئی دنیوی تحریک یا ترغیب مکر کرنے کے واسطے نہیں ہو سکتی حضرت کی مذہبی سرگرمی بدستور تھی۔ آخری لفظوں سے جو حضرت کے منہ سے نکلے ثابت ہوتا ہے کہ انہیں اس بات کا بھروسہ تھا کہ جلد ان پیغمبروں سے جا کر ملتا ہوں جو مجھ سے پہلے گذر گئے ہیں۔ پس ایسے پرجوش مستقل زہد والے شخص کو کافر یا کہنا ہی نہیں کہہ سکتے اور نہ ایسی بے کھوٹ عالی مرتبہ۔ بلند پایہ۔ پُر اخلاق تعلیم کو جیسی قرآن میں ہے ایسی طبیعت کی طرف منسوب کر سکتے ہیں جسمیں کمینہ پن ہو اور ہوس لبسیر البتی ہو اور صرف دنیاوی ذلیل اغراض مد نظر رکھتی ہو۔ گبن لکھتا ہے "منصف یقین کر لے گا کہ محمدؐ کے اصلی ارادے (خیالات) خالص اور اصلی خیر خواہی کے تھے شاہی شان و شوکت کو حقیر سمجھتے تھے۔ گھر کے ادنیٰ ادنیٰ کام کرتے تھے۔ آگ سلگاتے۔ جھاڑو دیتے۔ دودھ دوہتے۔ اپنی جوتیاں گانٹھتے۔ کپڑوں میں اپنے ہاتھ سے پیوند لگاتے۔ جو کی روٹی کھاتے مہمانوں کو اچھا کھلاتے مگر آپکے گھر میں اکثر مہینوں آگ نہ سلگتی۔ دودھ اور شہد بہت بھاتا تھا۔ معمولی خوراک کھجوریں اور پانی" گلمن اپنی تاریخ اسلام میں لکھتا ہے کہ کیا ہم اُس حالت کو تصور میں لا سکتے ہیں جو عربوں کی ہوئی جب انہوں نے سنا کہ رسول اللہ نے انتقال کیا۔ کیا ہم بتا سکتے ہیں کہ انکی اور انکی رسالت کی بابت وہ نہ دل سے کیا کچھ خیال کرتے تھے۔ دس برس تک مدینہ کے لوگوں کے سامنے چلتے پھرتے رہے اور وہ انکی غریب سلیم زندگی کے ہر بھید سے واقف تھے۔ انکے سادہ لباس سے انکی سادہ خوراک سے۔ نمود نہ کرنے کی عادت سے۔ انکی پرہیزگاری سے انکے تقویٰ سے انکے روزہ نماز سے انکے نیک مشورہ سے انکے حلم و تحمل سے۔ خوش صحبتی سے بخوبی واقف تھے۔ انہیں یاد تھا کہ کس طرح اپنی دائی حلیمہ کے ساتھ جب وہ انکی جوانی میں آئی تھی بخششیں کی تھیں۔ اور کس طرح اپنی والدہ آمنہ کی قبر پر روئے تھے جب مکہ سے آتے ہوئے انکی قبر کے قریب سے گذرے تھے انہیں محبت کی ہمدردی کے ساتھ یہ بھی یاد تھا کہ جب انکی اُمید اور انکی دولت ابراہیم انکے ہاتھ سے چھینا گیا تو انکو کیسا رنج ہوا تھا۔ کیا وہ انکا وعظ کرنا بھول سکتے تھے۔ کیسا لڑکوں کو سمجھاتے تھے کہ اپنے ماں باپ سے محبت کرو انکی عزت کرو اور انسے نرمی سے پیش آؤ ماں کے پاؤں کے نیچے بہشت ہے۔ کیسا سمجھاتے تھے کہ زن و شوہر کے ایک دوسرے پر برابر حقوق ہیں محبت اور الفت میں کیسی بیووں کی عزت افزائی کی اُس ذلیل حالت سے نکالکر جو ان سے پہلے تھی اور تعداد ازواج کی حد مقرر کر دی کیونکہ

آنحضرت سے پہلے عرب میں دستور تھا کہ جسکا جتنی بیویاں رکھنے کو جی چاہتا تھا کر لیتا تھا کوئی حد نہ تھی) بت پرستی کی حالت سے عربوں کو کیسی خدا پرست قوم بنا دیا اور اُنہیں بتا دیا کہ وہ ایک ہی کوئی اُسکا شریک نہیں کیا وہ اُنکی معزز اور عالیمرتبہ صورت کو بھول سکتے تھے جب وہ بازاروں میں سے گذرتے تھے یا مسجد میں آتے تھے اُنکی غمخوار سیاہ آنکھ جو ایک ہی ملاقات میں مسخر کر لیتی تھی۔ وضعدار مسکراہٹ یا مُسکرانے کی ادا۔ بڑی ہلتی ہوئی ڈاڑھی۔ تیز اور غواص نظر سختی سے ابرو کا بل کیا یہ سب باتیں اُنکے دل پر نقش نہ تھیں۔ اُنکی دیانتداری ٹکسالی تھی۔ آج جو کچھ نقص اُنمیں نکالیں اور اُس سے بھی زیادہ نکتہ چینی یا تنقید کریں جتنی اُنکے مقلدین کر سکتے تھے وہ ایسے نقص تھے جو اہل عرب کی خصلت اور ساتویں صدی مسیحی میں ہونے بعید نہ تھے۔ اُنہوں نے ایک اخلاقی اور تمدنی ضابطہ تیار کیا جسکو وہ آخر دم تک سمجھاتے رہے۔ کہ خدا کی طرف سے تمام دنیا کو ترقی دیگا۔ اگرچہ اُس قانون میں تعدد ازواج اور غلام بنانیکا نقص موجود ہے مگر پھر بھی ان سے پہلے ان دونوں باتوں میں جو زیادتی تھی اُس میں بہت کمی کر دی۔ اور اُنکی حالت میں بہت ترقی دی ÷ کیا ہم محمد میں یہ نقص نکال سکتے ہیں کہ اُس نے اللہ کو کریم الرحیم بتایا اور عرب کے سینکڑوں بتوں کے مقابلہ میں خدا کو وحدہ لاشریک جتایا۔ کیا اس سے محمد کی بزرگی اور عظمت ظاہر نہیں ہوتی کہ اُس نے ایسا اعلےٰ درجہ کا خیال ظاہر کیا۔ کیا اس سے اُسکی سچائی ثابت نہیں ہوتی کہ مرتے دم تک اپنی تمام زندگی کے اس بڑے اعلےٰ خیال پر مستقل طور سے جما رہا" موریس اپنی کتاب مذاہب الدنیا میں لکھتا ہے کہ "محمد نے ایک بکھری ہوئی قوم کو جسکا صدیوں سے کوئی خاص معبد یا دار الحکومت نہ تھا جسکو تمام قومیں نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھتی تھیں اتحاد کی رسی میں باندھ کر ایک کر دیا تھا۔ اور اُنکو ایسا مضبوط جکڑا تھا کہ وہ اپنا مال بلکہ جان تک اُسکی مدد میں قربان کرنے کو تیار تھے۔ کیونکہ اُن کو دلنشین ہو گیا تھا کہ خدا ہی نے ہمکو اس کام کا حکم دیا ہے ÷

ڈبلیو۔ ڈبلیو۔ آیرلینڈ اپنی کتاب 'بلوٹ اون دی برین' میں لکھتا ہے "یہ پرانا خیال کہ محمد صرف ایک دغاباز آدمی تھا ایسا نا قابل یقین ہے کہ کوئی شخص بھی جو ذرا بھی تاریخی تحقیقات میں شعور رکھتا ہے اس خیال کو نہیں مان سکتا" ڈاکٹر اوگسٹ ویل لکھتا ہے "بطور مصلح قوم کے جو کہ اصل میں محمد تھا اور ہونا چاہتا تھا وہ ہماری تعریف و توصیف کا مستحق ہے وہ رسول کے نام کا شایاں ہے" ای۔ اے فری مین اپنی تاریخ فتوحات اسلام میں لکھتا ہے۔ "اسمیں کوئی شک نہیں کہ سوائے سچے راستبازی کے ارادوں کے جو اُسکے دل میں تھے محمد ہرگز ایسا مستقل استوار اور ثابت قدم نہیں رہ سکتا تھا بغیر اسکے کہ کبھی ڈگمگاتا یا لغزش کرتا" جان ڈیون پورٹ۔ اپنی کتاب 'اپالوجی فور محمد' میں لکھتا ہے "محمد کی صداقت اور خلوص کا یہ پکا ثبوت ہے کہ سب سے اول جو ایمان لانے والے ہیں وہ اُسکے گھر والے اور اُسکے ہمدم دوست ہیں۔ یہ سب اُسکے خانگی طریق زندگانی سے بخوبی اور پورے پورے واقف تھے اگر اُس میں خلوص نہ ہوتا تو وہ ضرور اُن اختلافات کو پکڑتے جو ہمیشہ کم و بیش ریاکار فریبیوں کے دعووں اور اُن کے خانگی کاموں میں ہوا کرتے ہیں" "اعجاز التنزیل میں ہے سر ولیم میور لکھتے ہیں کہ "کتب مقدسہ سماویہ میں انبیائے بنی اسرائیل میں سے کوئی نبی بھی بجز ایک کے آپ سا عالیمرتبہ و جلیل الشان معلوم نہیں ہوتا" سیل مقدمہ ترجمہ قرآن میں کہتا ہے "ہم نے کبھی کسی کتاب میں نہیں پڑھا کہ خدیجہ کو محمد کی رسالت کے دعوی میں کبھی شبہ ہوا ہو یا اُسکو فریبی و مکار سمجھی ہو" ٹامس کارلائل لکھتا ہے کہ "صحرا کا غواص طبیعت والا باشندہ (محمد) اپنی چمکتی ہوئی کالی آنکھوں اور کھلی صاف ملنسار اور وسیع روح (عقل) کے ساتھ بلند نظری اور ہوا و ہوس کے نہیں بلکہ کچھ اور ہی خیالات رکھتا تھا۔ کم سخن گمبھیر بڑی اعلےٰ درجہ کی روح وہ ضرور نہایت سرگرم پر جوش لوگوں میں سے تھا۔ جنکو خدا ہی نے خلوص اور صداقت کے ساتھ

پیدا کیا ہے۔ اور لوگ تو قاعدوں اور سُنی سنائی باتوں پر چلتے ہیں اور اُنپر قناعت کرتے ہیں یہ شخص قانون اور قواعد پر قناعت نکرتا تھا بلکہ اپنی روح کو چیزوں کی اصلی ماہیت پر متوجہ کرتا اور اُسپر غوض و فکر کرتا تھا ہستی کا بڑا بھید اپنے خوفوں اور شوکتوں کے ساتھ اُسپر کھل گیا تھا۔ اس قسم کا خلوص سچ مچ کوئی چیز خدا کی طرف سے ہے۔ ایسے شخص کا کلام خود خدا کی آواز ہے۔ انسان اسکو سنتا ہے اور ضرور ہے کہ سُنے اور سوا اسکے کچھہ نہ سنے اسکے مقابلہ میں اور سب ہوا ہے۔ اپنے سفروں اور حجوں کے زمانہ میں۔ بتوں سے ہزارہا خیالات اس شخص کے دل میں تھے۔ یعنے میں کیا چیز ہوں؟ یہ تہاہ چیز کیا ہے جس میں میں رہتا ہوں جسکو لوگ عالم کہتے ہیں؟ زندگی کیا ہے؟ موت کیا ہے؟ میں کس چیز کا یقین کروں یا کس پر ایمان لاؤں؟ مجھے کیا کرنا چاہیئے؟ کوہ حرا اور کوہ طور کی چٹانوں نے اور ریتیلے بنجر ویرانوں نے اسکا جواب نہیں دیا اور بڑے آسمان نے جو سر پر تھا اور اُسکے ستاروں نے جواب نہیں دیا۔ کوئی جواب نہ ملا۔ اُس آدمی کی اپنی روح نے اور خدا کے الہام نے جواب دیا۔ محمدؐ نے جو صرف ایک سیدھا سادہ عرب تھا۔ اپنے ملک کی بکھری ہوئی چھدری ننگی بھوکی قوموں کو ایک ٹھوس مستحکم اور زبردست جتھا بنا دیا۔ اور دنیا کی قوموں میں اُنکو نئے خطابوں اور نئی خصلتوں سے ممتاز کیا۔ تیس برس سے کم میں اس منصوبے اور نظام نے شہنشاہ قسطنطنیہ کو شکست دی۔ ایران کے بادشاہوں کو مغلوب کیا۔ شام۔ عراق۔ عرب اور مصر کو فتح کر لیا اور بحیرۂ خزر سے ظلمات تک فتوحات کو پھیلا دیا اور بارہ صدی سے ابتک سوائے سپین کے ان حدود میں برابر مسلمانوں کی سلطنت چلی آئی ہے اور اسلام شمالی ایشیا۔ وسط افریقہ اور علاقہ کیسپین میں پھیل گیا۔ اور پھیلتا چلا جاتا ہے +

گسٹیو لیبان فرانسیسی مورخ کی رائے۔ آنحضرت۔ قرآن اور اسلام کی بابت - آنحضرت کو اپنے نفس پر بے انتہا حکومت تھی آپ نہایت غور پسند۔ کم سخن اور اپنے ارادوں میں نہایت مضبوط تھے۔ آپ کا سادہ پن تعجب انگیز تھا۔ اسکے ساتھ ہی آپ اپنے جسم مبارک کو نہایت پاک و صاف رکھتے تھے۔ تمام عمر میں اور اسوقت میں بھی جبکہ آپ صاحب مال و متاع ہوگئے تھے حضرت نے کبھی اپنا ذاتی کام دوسرے سے نہیں لیا۔ حضرت میں محنت و مشقت اُٹھانے کی بے انتہا صلاحیت تھی جس درجہ آپ مستعد تھے اُسیقدر صابر و شاکر بھی تھے۔ جنگ میں نہایت جری تھے۔ خطرہ سے کبھی نہ بھاگتے ساتھ ہی بے سبب اپنے کو خطرہ میں نہ ڈالتے۔ آپ میں اسدرجہ دور اندیشی تھی کہ وہ بے انداز تہور و جسارت جو قوم عرب میں پائی جاتی تھی آپ میں نہ تھی آپ متحمل بھی انتہا درجہ کے تھے۔ گو کہ اُمی تھے مگر حضرت میں اعلی درجہ کی عقلمندی تھی جو ہمیں حضرت سلیمان کے اُس فہم اور ادراک کو یاد دلاتی ہے جسکا ذکر کتب یہود میں ہے۔ اگرچہ حضرت نے ۱۵ نکاح کئے مگر یہ تعداد حضرت سلیمان کی تعداد ازواج سے بہت کم ہے۔ حضرت بے انتہا صاحب الرائے تھے +

حضرت نے چاند کے دو ٹکڑے کئے۔ آفتاب کو غروب سے عود کرایا تاکہ حضرت علی کی نماز قضا نہ ہو جاوے۔

یہ کہنا کہ حضرت دھوکہ باز شخص تھے میرے نزدیک ایسا قول ہے کہ ایک لمحہ کے لئے بھی نہیں ٹھیر سکتا۔

اس میں شک نہیں کہ حضور صلعم نے ملک عربستان میں وہ نتائج پیدا کرلئے جو کوئی مذہب قبل اسلام جن میں مذہب یہود و نصاری دونوں شامل ہیں پیدا نہ کرسکا تھا حضرت نے عربوں کے ساتھ بے انتہا سلوک کیا +

اگر اشخاص کی بزرگی اور وقعت کا اندازہ اُنکے کاموں سے کیا جاسکتا ہے تو ہم کہیں گے کہ آنحضرت رجال التاریخ میں ایک بہت بڑے شخص گذرے ہیں۔ قدیم مورخوں نے تعصب مذہبی کی وجہ سے اُنکے کاموں کی پوری وقعت نہیں کی۔ لیکن فی زمانا خود مورخین نصاری انصاف کرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ موسیو بارتھیلیمی سینٹ ہیلیر جو اس زمانہ کے سربرآوردہ مورخین میں سے ہیں حضرت کے بارہ میں یوں لکھتے ہیں "حضرت رسالت مآب اپنے زمانہ کے عربوں میں

سب سے زیادہ دلیر، سب سے زیادہ باخدا اور سب سے زیادہ رحم دل شخص تھے آپ نے جو کچھ حکومت حاصل کی وہ محض اپنی ذاتی فضیلت کی وجہ سے تھی - جس مذہب کی آپ نے اشاعت کی وہ اُن اقوام کے لئے جنہوں نے اُسے قبول کیا ایک نعمت عظمیٰ ہوگیا"

اگرچہ قرآن سن جا بجا بعد نازل ہوا لیکن اُسکے اجزا میں بہت کم تناسب ہے عبارت تو اُسکی حیرت انگیز ہے لیکن سلسلہ مضامین اور دلائل منطقی اسمیں اکثر مفقود ہیں - قرآن فی الحقیقت دن بدن اور وقتی ضرورتوں کے لحاظ سے نازل ہوتا رہا حضرت جبرئیل کی وساطت سے جب کوئی ضرورت پڑتی یا کسی مشکل کا سامنا ہوتا تو ایک نئی وحی نازل ہوتی - اور اشکال کو رفع کردیتی اور یہ وحی فوراً شریک قرآن ہوجاتی - قرآن شریف کی ترتیب بعد آنحضرت کے ہوئی اپنی حین حیات میں خود آپ ایک ہی آیت کا کئی طرح سے پڑھا جانا جائز رکھتے تھے لیکن خلیفہ ثالث نے مختلف روایتوں اور قرأتوں کا جو صحابہ میں جاری تھیں مقابلہ کرنے کے بعد ایک آخری نسخہ قرار دیدیا - قرآن میں یہود و نصاری کے ساتھ ہمدردی ہے یہود و نصاری اور اسلام ایک ہی درخت کی تین ٹہنیاں ہیں - اسلام ایک قسم کا مذہب عیسائی ہے مشکلات اور پیچیدگیوں سے نکلا ہوا - تمام مذاہب عالم میں یہ فخر اسلام ہی کو حاصل ہے کہ اُسنے پہلے پہل وحدانیت خالص و محض کی دنیا میں اشاعت کی - اسی خالص وحدانیت کی وجہ سے اسلام کی ساری سادگی اور ساری شان ہے - اور یہی سادگی باعث ہوئی ہے اسلام کی قوت اور اسلام کی مضبوطی کی +

اسلام قلوب میں اس قسم کا زندہ اور پُرزور جوش ایمان پیدا کردیتا ہے کہ پھر اُسمیں مطلقاً شک اور تذبذب کی گنجائش نہیں رہتی + اسلام کا ملکی اور تمدنی اثر فی الواقع بے حد و بے پایاں ہے - زمانۂ جاہلیت میں عربستان کا ملک چھوٹے چھوٹے خود مختار صوبوں اور قبیلوں میں منقسم تھا جو ہمیشہ ایک دوسرے سے لڑا کرتے تھے ظہور پیغمبر اسلام سے ایک صدی کے اندر عربوں کا ملک دریائے سندھ سے اندلس تک پہنچگیا تھا اور اُن تمام شہروں میں جہاں اسلامی پرچم جلوہ فگن تھا ایک حیرت انگیز ترقی نظر آتی ہے - اسکی وجہ یہ ہے کہ اسلام وہ مذہب ہے جسکے اعتقادات کو مسائل علوم طبیعی کے ساتھ پورا توافق ہے اور ان اعتقادات کا خاصہ یہ ہے کہ ہمارے اخلاق کو نرم کریں اور ہم میں نیکی اور انصاف اور دوسرے مذاہب کی رواداری پیدا کریں +

بعض مورخین کا یہ خیال کہ اشاعت قرآن اور دین اسلام کی حیرت انگیز سرعت اس سبب سے ہوئی کہ اس مذہب نے شہوات نفسانی کی باگ ڈھیلی کردی گئی ہے اور علاوہ اسکے یہ مذہب بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے - نہایت آسانی سے ثابت ہوسکتا ہے کہ بالکل غلط ہے - ہاٹنگر نے ایک بڑی لمبی چوڑی فہرست اُن اخلاقی احکام کی دی ہے جو مسلمانوں میں بطور مقولوں کے رائج ہیں اور بلا خوشامد مذہب اسلام کہا جاسکتا ہے کہ ان مقولات سے بہتر کوئی دستور العمل انسان کو عملاً نیکی کی طرف راغب اور بدی سے محترز کرنے کے لئے نہیں ہوسکتا +

یہ امر تاریخ سے ثابت ہوچکا ہے کہ کوئی مذہب بزور شمشیر نہیں پھیلسکتا جسوقت عیسائیوں نے اندلس کو عربوں سے فتح کرلیا اُسوقت اس مفتوح قوم نے جان دینا قبول کیا - لیکن مذہب کا بدلنا قبول نہیں کیا - چین میں اگرچہ عربوں نے گز بھر زمین پر بھی قبضہ نہیں کیا تاہم اسوقت چینی مسلمانوں کی تعداد دو کروڑ نفوس[1] سے زیادہ ہے +

---

[1] چین کی مسلمانوں کی ایمانداری بالکل مسلم ہے اُنکی حق پرستی اور دیانتداری کا نہایت درجہ خیال ہے اُنمیں سے جو سرکاری ملازم ہیں اُن سے رعیت خوش ہی ہے اور اُنکی عزت بھی کرتی ہے - اور جنہوں نے تجارت کا پیشہ اختیار کیا ہے وہ نہایت نیکنام ہیں - اصول مذہبی نے اُنکے خمیر بنادیا ہے دوسرے مذاہب کے مقابل میں پورا تحمل خیال کی آزادی ہر ایک رسم و رواج و قانون و اعتقادات کی پوری ہمدردی اور عزت کرنا یہ وہ چیزیں ہیں جنہوں نے چین کے مسلمانوں کے لئے وہی حقوق پیدا کردیے ہیں جو اور چینیوں کو حاصل ہیں - وہ ملک میں عامل بھی ہوسکتے ہیں اور ہر قسم کی فوجی خدمات پانیکے بھی مجاز ہیں یہاں تک

... (تمدن عرب - گسٹاؤلیبان)

فصل چہارم ازواج آنحضرت

حضور صلعم کی تمام بیویاں سوائے حضرت عایشہ کے ثیبہ تہیں یعنی سب کا پہلے کسی اور سے نکاح ہو چکا تہا - حضور کی بیویوں کی دو پارٹیاں تہیں ایک پارٹی کی سرگروہ عایشہ تہیں اور حفصہ بنت عمر اور سودہ وصفیہ اُن کے ساتھ تہیں اور دوسری پارٹی میں باقی ازواج جنکی سرگروہ ام سلمہ تہیں (روضۃ الاحباب) +

(۱) خدیجہ بنت خویلد (بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی بن کلاب) کنیت اُم ہند - انکی والدہ فاطمہ بنت زایدہ بن اصم بن عامر بن لوے کی نسل سے - خدیجہ کے پہلے شوہر کا نام عتیق بن عایذ بن عبد اللہ مخزومی تہا اُس سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی - اُسکے بعد ابو ہالہ مالک بن النباش بن زرارہ تیمی کی زوجیت میں آیئں اُس سے دو لڑکیاں پیدا ہوئیں - ہالہ اور ہند - ابو ہالہ کے مرنے کے بعد حضور کی زوجیت میں آیئں +

خدیجہ بڑی فاضلہ - عاقلہ اور حازمہ تہیں اور زمانہ جاہلیت میں اُنکو طاہرہ کہتے تہے - نسب عالی اور مال وافر رکہتی تہیں + حضرت کا اول نکاح خدیجہ ہی سے ہوا اسوقت خدیجہ کی عمر چالیس سال اور آنحضرت کی ۲۵ سال تہی ابو طالب نے نکاح کا خطبہ پڑھا + جتنی اولاد آنحضرت کی ہوئی خدیجہ سے ہوئی سوائے ابراہیم کے جو ماریہ قبطیہ سے پیدا ہوئے تہے - نکاح مکہ میں ہوا - انکی حیات میں حضرت نے دوسرا نکاح نہیں کیا +

دنیا بہر میں سب سے پہلے خدیجہ حضرت پر ایمان لایئں اور تصدیق کی - اُنہوں نے سب سے پہلے اپنے مال سے حضرت کی مدد کی - حضرت فرمایا کرتے تہے کہ چار عورتیں بہشت میں سب سے بزرگ ہیں - مریم بنت عمران مادر عیسیٰ - خدیجہ بنت خویلد فاطمہ بنت محمدؐ اور آسیہ بنت مزاحم زن فرعون +

حضرت عایشہ کہتی ہیں کہ مجہے کسی عورت پر ایسا حسد نہیں آیا جتنا خدیجہ پر - اگرچہ جب میں حضرت کے نکاح میں آئی خدیجہ زندہ نہتہیں کیونکہ حضرت اُنکے مرنیکے بعد اُنکو اکثر یاد کیا کرتے تہے کبہی ایسا کیا کرتے تہے - کہ گوسفند ذبح کرکے اُسکے پارچے خدیجہ کی سہیلیوں کو بہیجا کرتے تہے اور میں مارے حسد کے حضرت سے کہتی تہی کہ گویا سوائے خدیجہ کے کوئی عورت دنیا میں ہے ہی نہیں - جواب میں آنحضرت فرماتے تہے اُس میں بہت سی عمدہ صفتیں تہیں اور میرے اولاد اُسی سے پیدا ہوئی - ایک دفعہ حضرت نے خدیجہ کو یاد کیا مینے رشک سے کہا کہ اُس قریش کی بڑھیا کو یاد کئے جاؤ گے کہ بڑھاپے سے اُسکے دانت بھی منہ میں نہ رہے تہے - اور اپنی عمر گذار چکی تہی اور حقتعالی نے اُسکی عوض میں اُس سے بہتر آپ کو عنایت کی ہے - حضرت ایسے غضبناک ہوئے کہ پیشانی کے بال ہلنے لگے اور فرمایا قسم خدا کی کہ اُس سے بہتر کوئی عورت خداوند تعالی نے مجہے نہیں دی - وہ مجہپر ایمان لائی جبکہ تمام لوگ کافر تہے اور میری تصدیق کی جب کہ سب مجہے جہٹلاتے تہے اور (اپنے مال سے) میری مواساۃ کی اسوقت جبکہ سب لوگ مجہے محروم رکہتے تہے اور خدا نے مجہے اُس سے فرزند عطا کئے - عایشہ کہتی ہیں اُسوقت سے مینے اپنے دل میں بچار لیا کہ آیندہ کبہی خدیجہ کو بدی سے یاد نکرونگی + خدیجہ نے ماہ رمضان سال دہم بعثت میں وفات پائی اور مقبرہ حجون میں دفن ہوئیں اسوقت انکی عمر ۶۵ سال کی تہی آنحضرت کمال ملول ومحزون ہوئے (روضۃ الاحباب)

(۲) سودہ بنت زمعہ (بن قیس بن عبد الشمس بن عبدود) از نسل عامر بن لوی - کنیت ام الاسود - انکی والدہ شموس بنت قیس از نسل لبید خداش + سودہ مکہ میں اوائل بعثت میں مسلمان ہوئی تہیں - پہلے اپنے چچا زاد سکران بن عمرو بن عبد شمس کے نکاح میں تہیں اور اُس سے ایک بیٹا مسمی عبد الرحمن جنی تہیں جو جنگ جلولا میں شہید ہوا - سودہ نے سکران کے ساتھ حبشہ میں ہجرت بہی کی تہی - بعد مدت مکہ میں آکر رہنے لگیں جب اُنکا شوہر مرگیا تو دسوین سال بعثت میں خدیجہ کی وفات کے بعد (عایشہ کے نکاح سے پہلے) سودہ سے آنحضرت نے نکاح کرلیا

ساختگی کی اور کہا کہ مجھے آپ چھہ سرو کار رہے ہے

اب شوہر کی خواہش نہیں رہی ہے آپ میری باری میں بھی عائشہ ہی کے پاس رہا کیجے مگر طلاق نہ دیجے تاکہ قیامت کے روز آپ کی زوجات میں محشور ہوں - حضرت اپنے ارادہ سے باز رہے - ان سے ۵ حدیثیں مروی ہیں (روضۃ الاحباب)

(۳) عائشہ بنت ابوبکر کنیت ام عبداللہ - انکی ماں کا نام امّ رومان بنت عمیر - بڑی علامہ فقیہہ - فصیحہ - فاضلہ اور عقلمند تھیں - حضرت کی محبوبہ تھیں - مکہ میں ۶ برس کی عمر میں شوال سنہ ۱۰ بعثت میں ہجرت سے ۳ سال پہلے آنحضرت سے نکاح ہوا اور ۹ برس کی عمر میں زفاف واقع ہوا - اور ابھی تک گڑیاں کھیلتی تھیں - آنحضرت کی وفات کے بعد حضرت عمر نے اپنے عہد میں دیگر زوجات کا دس دس ہزار درہم وظیفہ مقرر کیا اور حضرت عائشہ کا بارہ ہزار کیونکہ وہ حضرت رسول کی سب سے زیادہ محبوبہ تھیں - انکی مرویات کتب معتبرہ میں دو ہزار دو سو دس حدیثیں ہیں - صحابہ و تابعین میں سے اکثر لوگ عائشہ سے روایت کرتے ہیں +

وفات شب سہ شنبہ ہفتدہم ماہ رمضان ۵۸ھ ہجری جبکہ عمر ۶۶ سال کی تھی - بقیع میں دفن ہوئیں[1] (روضۃ الاحباب) مگر صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ تاریخ حافظ ابرو اور ربیع الابرار اور کامل السفینہ میں منقول ہے کہ ۵۶ھ میں معاویہ بن ابوسفیان یزید کی بیعت لینے کیواسطے مدینہ گیا اور حسین بن علی اور عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر کو رنج پہنچایا صدیقہ نے زبان ملامت و اعتراض اسپر کھولی - معاویہ نے اپنے گھر میں ایک کنواں کھودا اور اسکا منہ خاشاک سے بند کیا اور کرسی آبنوس اُسپر رکھی پھر صدیقہ کو اپنے یہاں دعوت میں بلایا اور اُس کرسی پر بٹھایا یہانتک کہ وہ کنوئیں میں جا پڑیں اور معاویہ نے کنوئیں کا منہ چونے سے مضبوط کر دیا اور مدینہ سے مکہ چلا گیا[2] +

اسماء الرجال مشکوۃ میں ہے کہ نکاح کے ۱۸ مہینہ بعد ماہ شوال ۲ھ میں مدینہ میں زفاف واقع ہوا - مگر اسپر سبکا اتفاق ہے کہ وقت زفاف ۹ برس کی عمر تھی اور ۹ برس حضرت کے ساتھ رہیں حضرت کی وفات کے وقت انکی عمر ۱۸ سال کی تھی ۵۷ھ میں مدینہ میں وفات ہوئی جبکہ مروان معاویہ کی طرف سے مدینہ کا حاکم تھا (رجال مشکوۃ)

نوٹ حضرت عائشہ میں رشک اور کھسایٹ کی عادت تھی - خدیجہ سے تو اسقدر جہ کہ اگرچہ خدیجہ خود زندہ تھیں مگر خدیجہ کی بیٹی فاطمہ اور داماد علی سے ہمیشہ نفرت اور کراہت رکھتی تھیں - تمثیلاً - تاریخ الخمیس اور جذب القلوب میں لکھا ہے کہ درمیان دو لتخانہ جناب سیدہ و جناب رسولخدا جسمیں عائشہ رہتی تھیں ایک کھڑکی تھی اور اس راہ سے اکثر آنحضرت بھی آجایا کرتے اور ہر دفعہ خیریت حسنین و جناب سیدہ و جناب امیر دریافت کرتے تھے - ایک دفعہ آدھی رات کو بی بی عائشہ اس کھڑکی سے جناب سیدہ کے ہاں آئیں اور لڑائی لڑنے لگیں اس گفتگو سے جناب سیدہ کو اسقدر ملال ہوا کہ خود رسول اللہ سے عرض کیا یا حضرت اس دریچہ کو بند کرا دیجے پس آنحضرت نے وہ دریچہ بند کرا دیا -

شرح مشکوۃ میں لکھا ہے کہ جناب سیدہ نے اسماء بنت عمیس سے وصیت کی کہ عائشہ کو میرے جنازہ پر نہ آنے دینا +

ابن حجر فتح الباری شرح صحیح بخاری میں کتاب الصلوۃ میں لکھتے ہیں (اس حدیث کی شرح میں کہ عائشہ نے کہا کہ رسول خدا عباس اور ایک شخص پر تکیہ کرکے مسجد میں تشریف لائے) کہ وہ دوسرا شخص علی تھا اور یہ کہ ابن عباس نے کہا ہے کہ عائشہ کا دل ذکر خیر علی سے خوش نہیں ہوتا تھا - اور زہری کی روایت ہے کہ عائشہ انکی

---

[1] کتاب المعارف میں ابن قتیبہ لکھتا ہے کہ "وفات کے وقت اُن سے دریافت کیا گیا کہ آیا آپ کو رسول اللہ صلعم کی قبر کے قریب دفن کیا جائے تو انہوں نے جواب دیا نہیں میں نے حضور انور کے بعد بعض نئی باتیں (احداث) کی ہیں اس لئے مجھکو میری بہنوں کے پاس دفن کرنا چنانچہ وہ بقیع میں دفن ہوئیں - عبداللہ بن زبیر اُنکے وصی تھے"۔ [2] اوکلی نے بھی اپنی تاریخ میں یہی مضمون لکھا ہے + پہلی روایت میں ہے کہ بقیع میں دفن کیگئیں اور دوسری میں ہے کہ معاویہ نے ایک

ہو سکتا ہے کہ پہلے عائشہ کسی بیماری میں قریب بمرگ پہنچ گئی ہونگی اُسوقت بقیع میں دفن کرنے کی وصیت کی

قدرت نہیں رکہتی تہیں کہ علی کو بخیر یاد کریں اسیکا نتیجہ جنگ جمل وغیرہ کے واقعات ہیں - جب حضرت علی کی وفات کی خبر عایشہ کو پہنچی تو علامہ دمیری حیات الحیوان میں لکہتے ہیں کہ عایشہ نے اس شعر کو پڑہا فالقت عصاہا فاستقر بہا النوی کما قر عینا بالایاب المسافر + (معنی) ڈالدیا اُس نے اپنا عصا اور جائے اطمینان ملگئی جیساکہ مسافر کا دل منزل پر پہنچ جانے کے بعد خوش ہوتا ہے - علامہ دمیری کہتے ہیں کہ القاعصا سے کنایہ ہے حصول اطمینان سے محاورہ عرب ہیکہ جب کوئی جای اطمینان پر پہنچ جاتا ہے اور کل امور اُسکے درست ہوجاتے ہیں تو اُسکو القی عصا کہتے ہیں کہ عصا اپنا ڈالدیا +

پس اس شعر سے مسروری جناب عایشہ کی ثابت ہوئی - ابن جوزی کی تذکرہ خواص الامہ اور تاریخ ابو الفدا - اور روضۃ الصفا اور روضۃ الاحباب میں ہے کہ امام حسن کے واسطے ایک قبر رسول اللہ صلعم کی قبر کے قریب کہودیگئی اور جنازہ اُن جناب کا اُسپر لاکر رکہا گیا مگر دفن کرنے سے پہلے حضرت عایشہ کو اس بات کی خبر لگ گئی وہ ایک خچر پر سوار ہوکر اُس مقام پر پہنچیں جناب امیر کے شیعہ غل کرنے لگے اور کہا کہ کبہی تو اونٹ پر بیٹھکر جناب امیر سے لڑتی ہو اور کبہی خچر پر سوار ہوکر پیغمبر خدا کے نواسے کے جنازہ پر جھگڑتی ہو اور دفن نہیں کرنے دیتیں - بہت کوشش کی مگر مفید نہ ہوئی کیونکہ لوگ دو گروہ ہوگئے اور ایک دوسرے کیطرف تیر پھینکنے لگے یہانتک کہ چند تیر جنازہ میں بہی لگے اُسوقت جناب امام حسین اُس وصیت کے موافق جسکا پہلے ذکر ہوا جنازہ کو گورستان بقیع میں لیگئے -

مدارج النبوۃ میں بذیل قصۂ تزویج اسما بنت النعمان بن ابی الجون درج ہے کہ جب حضرت رسول اللہ نے اُن سے عقد کیا اور دولتسرا ئے میں لائی گئیں تو ازواج کو بڑا رشک ہوا کیونکہ نہایت حسین وجمیل تہیں - اُنکے حسن وجمال کا آوازہ تمام مدینہ میں مشہور ہو گیا تہا - اُسوقت ان ازواج نے یہ ترکیب سوچی کہ اُنکو رم ہٹی دیکر فریب دینا چاہیئے - چنانچہ پہلے اُنہوں نے حضرت کے سامنے بڑی خوشی ظاہر کی اور اپنی طرف سے مطمئن کیا بعدہ اُس نوعروس کے ساتھ محبت کا برتاؤ شروع کیا جب ہر طرح اُنپر اپنی محبت جتائی تو بی بی عایشہ نے حفصہ سے کہا کہ تم انکے مہندی لگاؤ ہم کنگہی چوٹی کرتے ہیں اس حالت میں بکمال دردمندی وخیر خواہی یہ تعلیم کیا کہ جب حضرت تشریف لاویں اور قصد کریں تو تم اعوذ باللہ منک کہنا اس سے حضرت بہت خوش ہونگے چنانچہ جب حضرت اندرون حجرہ تشریف فرما ہوئے تو اُس سادہ لوح نے بنا بر تعلیم ہر دو معلمۂ کاملہ عایشہ وحفصہ وہی لفظ کہے جسپر حضرت فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ بڑی پناہ مانگی جا اپنی قوم وقبیلہ سے ملحق ہو اور ابو اسید سے کہا اسے پہنچا آؤ - بعد اسکے لوگوں نے خبر دی کہ یا حضرت ان ازواج عایشہ وحفصہ نے یہ فکر کیا ہے حضرت نے فرمایا انہن صواحب یوسف وان کیدہن عظیم یعنے یہ عورتیں حضرت یوسف کے زمانہ کی عورتوں کی ساتھیوں سے ہیں اور انکا کید بڑا عظیم ہے انتہی +

(۴) **حفصہ بنت عمر** (بن خطاب) ماں کا نام زینب بنت مظعون بن حبیب - حفصہ پہلے خنیس بن حذافہ کی بیوی تہی خنیس مہاجرین حبشہ اور حضار غزوہ بدر سے تھے - خنیس نے واقعہ بدر یا واقعہ احد کے بعد وفات پائی - رسول صلعم سے سال دوم یا سوم میں نکاح ہوا - آنحضرت سے پہلے حضرت عمر نے حضرت ابوبکر اور حضرت عثمان سے انکا نکاح کرنا چاہا تھا مگر انہوں نے نامنظور کیا تہا - نقل ہے کہ کسی افشای راز پر آنحضرت نے حفصہ کو طلاق دیدی تہی - بعد میں حضرت عمر کے کہنے سے رجعت کی - ولادت حفصہ ۵ سال قبل از بعثت - وفات میں اختلاف ہے ۴۱ یا ۴۵ یا ۴۷ یا ۵۰ ہجری کی روایت ہے - عمر ۶۰ سال - انکی مرویات کتب متداولہ میں ۶۰ حدیثیں (روضۃ الاحباب)

(۵) زینب بنت خزیمہ بن الحارث - پہلے طفیل بن حارث بن عبد المطلب کی زوجہ تہیں اُس نے طلاق دی تو اُسکے بہائی عبیدہ بن حارث نے اُن سے شادی کرلی - عبیدہ غزوہ بدر میں شہید ہوئے - اور قول مرجح یہ ہے کہ

عبداللہ بن جحش نے ان سے شادی کی وہ بھی جنگ احد میں شہید ہوئے۔ پس رمضان سال سوم ہجرت میں آنحضرت نے نکاح کرلیا ۳ یا ۸ ماہ حضرت کے گھر میں رہ کر ربیع الثانی سال چہارم ہجری میں وفات پائی ام المساکین انکا لقب ہے (روضۃ الاحباب)

(۶) ام سلمہ بنت ابی امیہ حذیفہ یا سہیل بن مغیرہ بن عبداللہ مخزومی انکا اصل نام ہند تھا آنحضرت کی پھوپھی عاتکہ بنت عبدالمطلب کی بیٹی تھیں۔ پہلے ابوسلمہ بن عبداللہ بن عبدالاسد کی بیوی تھیں اور یہ حضرت کی پھوپھی برہ بنت عبدالمطلب کا بیٹا تھا ثوبیہ کا دودھ آنحضرت اور ام سلمہ دونوں نے پیا تھا۔ ابوسلمہ سے ام سلمہ کے چار بچے تھے۔ زینب۔ سلمہ۔ عمرو۔ درہ۔ ابوسلمہ اور ام سلمہ نے حبشہ کی بھی ہجرت کی تھی اور وہاں سے آکر مدینہ میں ہجرت کی تھی۔ ابوسلمہ نے جنگ احد میں ایک زخم کھایا تھا جس کے باعث بعد مدت وفات پائی ابوسلمہ کے انتقال کے بعد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے اُن سے خواستگاری کی ام سلمہ نے منظور نکیا شوال سال چہارم ہجرت میں حضرت نے ان سے عقد کیا۔ زینب بنت خزیمہ کا مکان (جسمیں اُنہوں نے وفات پائی تھی) رہنے کو ملا۔ ازواج رسول میں سب سے آخر انہوں نے عہد یزید میں امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد سنہ ۶۱ھ میں وفات پائی۔ جب خبر قتل امام حسین پہنچی تو اہل عراق پر لعنت کی بقیع میں دفن ہوئیں عمر ۸۴ سال۔ مرویات ۳۷۸ +

(۷) زینب بنت جحش بن رباب اصل نام برہ تھا حضرت نے زینب نام رکھا۔ کنیت ام الحکم۔ ماں کا نام امیمہ بنت عبدالمطلب جو پھوپھی تھیں رسول اللہ کی۔ انکا اول نکاح زید بن حارثہ سے ہوا۔ چونکہ اُن بن رہتی تھی زید نے انکو طلاق دیدی اور ماہ ذیقعد سنہ ۵ھ میں آنحضرت نے ان سے نکاح کرلیا۔ اسی موقع پر آیہ حجاب نازل ہوئی +

نوٹ زید کو حضرت نے متبنّیٰ کرلیا تھا اور حضرت ہی نے زینب کا نکاح زید سے کیا تھا۔ درخواست کے وقت زینب نے جانا تھا کہ حضرت نے اپنے واسطے درخواست کی ہے۔ مگر بوقت نکاح اگرچہ حضرت کے سمجھانے سے مان گئیں تاہم برابر زید کے ساتھ ان بن رہی۔ کئی دفعہ اُس نے طلاق دینے کا ارادہ کیا مگر حضرت نے روک روک دیا ناچار جب کسی طرح گذارا نہ ہوا تو زید نے طلاق دیدی اور بعد گذرنے عدت کے آنحضرت نے زید کی معرفت اپنا پیام دیا اور نکاح ہوگیا ڈیون پورٹ انگریزی مورخ اپنی کتاب اپولوجی فور محمد میں لکھتا ہے۔ "اصل حقیقت یہ ہے کہ اشاعت اسلام سے بہت پہلے سے اہل عرب میں دستور تھا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ماں کہہ دیتا تھا تو پھر اُس سے جماع نہیں کرسکتا تھا۔ یا اگر کسی لڑکے کو بیٹا کہہ لیتا تھا تو اُس لڑکے کو اصلی بیٹے کے حقوق حاصل ہوجاتے تھے۔ اب قرآن نے ان دونوں رسموں کو منسوخ کردیا۔ محمد اپنی پھوپھی کی بیٹی زینب کو بہت عزیز رکھتے تھے اور ایسا ہی اپنے آزاد کردہ زید بن حارثہ کو جسے متبنّیٰ کرلیا تھا بہت چاہتے تھے۔ زینب کی شادی زید سے کردی تھی۔ چونکہ دونوں میں موافقت نہ آئی زید نے طلاق دینی چاہی محمد نے بہت کچھ سمجھایا کہ ایسا نکرے مگر آخر زید نے طلاق دے ہی دی۔ محمد کو خیال ہوا کہ مینے ہی زینب کی شادی زید سے کی تھی اور اس طلاق کا الزام مجھ ہی پر رہے گا لیکن زینب کو روتا پیٹتا دیکھکر صرف یہی علاج مناسب سمجھے کہ اُس سے خود نکاح کرلیں۔ حالانکہ حضرت کو اس بات کا اندیشہ تھا کہ اہل وطن اپنی رسم کے موافق مجھپر اعتراض کرینگے مگر سوا اسکے چارہ بھی نہ تھا + تعدد ازواج کے بارہ میں صرف اتنا ہی لکھنا کافی ہے کہ ہر شخص پر ظاہر ہے کہ شہوت رانی کا زور بعد چالیس برس کے نہیں رہتا۔ آنحضرت نے جتنے نکاح اور کئے ہیں وہ سب خدیجہ کی وفات کے بعد جب حضرت کی عمر پچاس برس کی ہوچکی تھی اسلئے حضرت کا متعدد نکاح کرنا بنظر شہوت پرستی نہ تھا بلکہ بغرض خاص مصلحتوں کے خدا کے حکم سے تھا" +

عائشہ کہتی ہیں کہ کوئی عورت زینب سے زیادہ دین میں خیر اور متقی اور سچی اور صلہ رحم بجالانیوالی اور زیادہ صدقہ دینے والی نہیں ہوئی۔ وفات سنہ ۲۰ یا سنہ ۲۱ھ میں عمر ۵۳ سال۔ مدفن بقیع۔ حضرت کے بعد آپکی ازواج میں

سب سے پہلے انہوں ہی نے وفات پائی - مرویات ۱۱ حدیثیں (روضۃ الاحباب)

(۸) جویریہ بنت الحارث بن ابو ضرار | اصل نام برہ حضرت نے جویریہ نام رکھا - پہلے اپنے چچازاد ذوالشفر بن مسافع بن صفوان کی بیوی تھی - جب وہ جنگ مریسیع میں مارا گیا مسلمانوں نے قید کر لیا پھر آزاد کیا - حضرت نے شعبان سال پنجم یا رمضان سال ششم ہجری میں ان سے عقد کیا وفات مدینہ میں سنہ ۵۰ھ یا ۵۶ھ میں عمر ۶۵ سال مرویات ۷ حدیثیں

(۹) ام حبیبہ بنت ابوسفیان بن حرب بن امیہ | اصل نام رملہ یا ہند - ماں کا نام صفیہ بنت ابوالعاص بن امیہ بن عبد شمس - عثمان بن عفان کی پھوپھی ام حبیبہ پہلے عبیداللہ بن جحش اسدی کی بیوی تھی اوائل اسلام میں دونوں نے مسلمان ہو کر حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی - وہیں حبیبہ انکی لڑکی پیدا ہوئی - اور وہیں عبیداللہ عیسائی ہو گیا - اور سنہ ۶ھ میں شراب پیتا مر گیا تھا حضرت نے معرفت نجاشی بادشاہ حبشہ کے ام حبیبہ کو نکاح کا پیغام دیا اور سنہ ۷ھ میں ام حبیبہ مدینہ میں آکر شرف مصاحبت حضرت سے ممتاز ہوئی سنہ ۴۲ھ یا سنہ ۴۴ھ ہجری میں مدینہ میں وفات پائی - مرویات کتب متداولہ میں پینسٹھ ۶۵ حدیث +

(۱۰) صفیہ بنت حیی بن اخطب | یہود بنی نضیر سے نسل ہارون علیہ السلام سے تھیں اول سلام بن مشکم کی بیوی تھیں جب دونوں میں جدائی واقع ہوئی تو کنانہ بن الربیع بن ابی الحقیق نے اپنی زوجیت میں لیا - کنانہ جنگ خیبر میں مارا گیا یہ قید ہو کر آئیں حضرت نے اپنی زوجیت میں لیا - منزل صہبا میں زفاف واقع ہوا - اسوقت انکی ۱۷ سال کی عمر تھی - عائشہ اور حفصہ انکو ستاتی رہتی تھیں آنحضرت نے دونو کو دھمکا دیا - صفیہ کی وفات سنہ ۳۶ھ یا سنہ ۵۰ھ یا سنہ ۵۲ھ میں ہوئی - مدفن گورستان بقیع - مرویات دس حدیث +

(۱۱) میمونہ بنت الحارث بن حزن بن بجیر بن حزم | ماں کا نام ہند بنت عوف بن زہیر بن حرب بنی حمیر سے یا بنی کنانہ سے - اصل نام برہ حضرت نے بدلکر میمونہ رکھا - میمونہ کی بہن ام الفضل لبابہ کبری - عباس عم پیغمبر کی زوجیت میں تھی - یہ دونو حارث سے تھیں - میمونہ کے ماں نے اول شوہر جو کیا تھا - عمیس خثعمی اُس سے ایک اسمار بنت عمیس تھی کہ اول جعفر بن ابوطالب کی اور اُنکے بعد ابوبکر کی اور ابوبکر کے بعد حضرت علی کی زوجیت میں آئی - اور دوسری سلمیٰ بنت عمیس حضرت حمزہ کی زوجیت میں تھی اور تیسری زینب بنت عمیس شداد بن الہاد کے بیوی تھی - میمونہ زمانہ جاہلیت میں مسعود بن عمر ثقفی کے بیوی تھی دونو میں مفارقت واقع ہوئی اور ابو رہم بن عبد العزی یا حویطب بن عبد العزی یا عیلیل بن عمرو کے نکاح میں آئی اور شوہر ثانی کی وفات کے بعد میمونہ ذیقعد سال ہفتم ہجری میں عمرۂ قضاء سے واپس ہوتے ہوئے آنحضرت کی زوجیت میں آئیں اور منزل شرف میں[۱] جو مکہ کے قریب ہے زفاف واقع ہوا بعد میں اسی مقام پر میمونہ کا انتقال بھی ہوا اور وہیں دفن بھی ہوئیں[۲] - سنہ وفات سنہ ۳۸ھ یا سنہ ۵۱ھ ہے یا سنہ ۶۱ یا سنہ ۶۳ یا سنہ ۶۶ پس اگر سنہ ۶۳ یا سنہ ۶۶ھ میں وفات ہوئی تو سب سے آخر زوجات میں سے انکا انتقال ہوا نہ کہ ام سلمہ کا - مرویات ۷۶ احادیث + ان گیارہ عورتوں سے حضرت نے نکاح کیا ہے اسپر سب کا اتفاق ہے - ان میں سے خدیجہ اور زینب بنت خزیمہ حضرت کی حیات میں اور باقی ۹ بعد میں مریں - نوٹ علاوہ ازیں آنحضرت نے اسماء بنت النعمان ابی الجون الکندیہ سے نکاح کیا مگر زفاف سے پہلے اُسکے قبیلہ میں واپس بھجوا دیا - یہ نہایت خوبصورت تھیں انکے باپ نے انہیں حضرت کے پاس مدینہ بھجوایا تھا - وہ اہل کندہ کا سردار تھا امہات المومنین کے رشک نے انکو طلاق دلوائی تھی جیسا حضرت عائشہ کے حال میں لکھا جا چکا ہے (دیکھو مدارج النبوت و روضۃ الاحباب) +

[۱] مکہ سے دس میل پر [۲] میمونہ کی ایک بہن ام خالد لبابہ صغرا ولید بن مغیرہ کے نکاح میں تھی +

(۱) ماریہ[1] قبطیہ بنت شمعون کہ مقوقس بادشاہ اسکندریہ و مصر نے بطور ہدیہ حضرت کو بہیجی تہی۔ ان سے ابراہیم پیدا ہوئے وفات ماریہ سنہ ۱۶ ہجری میں۔ مدفن گورستان بقیع (روضۃ الاحباب)

(۲) ریحانہ بنت زید بن عمرو۔ بنی نضیر یا بنی قریظہ کی بندیوں میں آئی تہیں۔ حضرت نے سنہ ۶ھ میں آزاد کرکے اُن سے نکاح کیا بعض اُن کو کنیزوں میں اور بعض ازواج میں داخل کرتے ہیں۔ وفات بقولے حجۃ الوداع سنہ ۱۰ھ میں اور بقولے خلافت حضرت عمر میں۔ پہلے قول کو ترجیح ہے۔ مدفن بقیع (روضۃ الاحباب)

(۳) ایک کنیزک جمیلہ نام جو بندیوں میں آئی تہی ✤ (۴) ایک کنیزک جو زینب بنت جحش نے آنحضرت کو دی تہی ✤

فصل پنجم اولاد[2] آنحضرت

حضرت کے تین بیٹے تھے اور ۴ بیٹیاں۔ سوائے ابراہیم کے کہ ماریہ قبطیہ سے تہے باقی سب اولاد حضرت خدیجہ سے تہی ✤

قاسم[1] بعثت سے پہلے مکہ میں پیدا ہوئے دو سال کی عمر میں مرگئے۔ حضرت کا پہلوٹہی کا لڑکا۔ اسی کے نام سے حضرت کی کنیت ابوالقاسم ہوئی۔ عبداللہ[2] جو طیب و طاہر کے نام سے مشہور ہیں مکہ میں قبل بعثت پیدا ہوئے طفولیت ہی میں مرگئے۔ ابراہیم[3] مدینہ میں ۸ھ میں پیدا ہوئے۔ پیدائش کے ساتویں دن حضرت نے عقیقہ کیا بکرا ذبح کیا سر منڈوایا۔ بالوں کے وزن کے برابر چاندی تصدق کی۔ ڈیڑہ سال کی عمر میں ۱۰ ہجری میں ابراہیم کا انتقال ہوگیا۔ قبر بناکر اُسپر پانی ڈالا گیا اسلام میں یہ اول قبر ہے جسپر پانی ڈالا گیا ✤

زینب[1] سنہ ۳۰ عام الفیل میں پیدا ہوئیں اپنی خالہ ہالہ کے بیٹے ابوالعاص بن ربیع بن عبدالعزی بن عبدالشمس سے قبل بعثت بیاہی گئیں۔ بعد بعثت اگرچہ اسلام اُس کافر سے زینب کو علیحدہ کرتا تہا مگر حضرت مکہ میں مغلوب تہے جدا نکرسکے ابوالعاص کو جنگ بدر میں مسلمانوں نے گرفتار کیا۔ زینب نے اُسکی زر خلاصی کے طور پر وہ قلادہ (گلوبند) جو اُنکو خدیجہ نے دیا تہا مکہ سے مدینہ بہیجا۔ حضرت کو وہ قلادہ دیکہکر خدیجہ یاد آئیں بہت روئے۔ واپس کردیا اور ابوالعاص کو چھوڑ دیا مگر کہدیا کہ مکہ جاکر زینب کو ہمارے پاس بہیجدیجو۔ کہ اسلام اور کفر نے تم دونوں میں جدائی ڈالدی ہے ابوالعاص نے مکہ جاکر وعدہ پورا کیا۔ کچہہ عرصہ کے بعد محبت اسلام ابوالعاص کے دل میں پیدا ہوئی مدینہ میں آکر مسلمان ہوا حضرت نے بروایت ابن اثیر اُسی پہلے نکاح پر زینب کو محرم ۷ھ میں اُسکے حوالہ کیا۔ اور بقولے تجدید عقد کیا۔ زینب کے ابوالعاص سے ایک لڑکا علی نام اور ایک لڑکی امامہ نام پیدا ہوئی۔ علی نے قریب بہ جوانی انتقال کیا۔ اور امامہ سے جناب فاطمہ کی وفات کے بعد

---

[1] انکے ساتھ انکی بہن سیرین کو بہی بہیجا تہا جسے آنحضرت نے حسان بن ثابت کو دیا جس سے عبدالرحمن بن حسان پیدا ہوا ✤

[2] یہ فصل حبیب السیر سے لکھی گئی ہے۔ صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ صاحب اعلام الوریٰ اور بعض دیگر سالکان مذہب امامیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت کی سوائے جناب فاطمہ کے کوئی لڑکی نہیں ہوئی۔ زینب اور رُقیہ اور ام کلثوم خدیجہ کے ساتھ آئی تہیں اور وہ حضرت کی دختران ربیبہ ہیں۔ اور ظاہر کلام مؤلف کشف الغمہ کا (جو شیعہ تھے) اس باب میں موافق مذہب اہل سنت کے ہے کیونکہ جب اُنہوں نے حضرت علی کی بیویوں اور اولاد کا ذکر کیا ہے تو لکھا ہے کہ محمد اوسط کی والدہ امامہ بنت ابی العاص تہی جو زینب بنت رسول اللہ کے شکم سے تہی اور اسی طرح عتیق بن عائذ مخزومی سے اور ابوالعاص سے جو اولاد ہوئی اُسمیں زینب اور رقیہ اور ام کلثوم کا ذکر نہیں کیا واللہ اعلم عند اللہ۔ مولف کہتا ہے کہ شیعہ انکے ثبوت میں یہ بہی پیش کرتے ہیں کہ اگر سب صاحبزادیاں آنحضرت ہی کی ہوتیں تو جس طرح رسول اللہ جناب فاطمہ کی تعظیم کرتے تہے اور اُنکو پیار کرتے اور جسطرح فرمایا کرتے تہے کہ فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے دوسروں کی نسبت بہی فرماتے اور جسطرح بیشمار فضائل جناب فاطمہ کے رسول اللہ صلعم کی زبانی کتب فریقین میں مرقوم ہیں اُسیطرح دیگر صاحبزادیوں کے بہی ہوتے حالانکہ نہیں ہیں [3] نام بہ نمبر بہ لحاظ ترتیب پیدائش دیے گئے ہیں ✤

حسب وصیت جناب فاطمہ حضرت علی نے نکاح کیا۔ زینب کا انتقال ۸ھ میں ہوا +

رقیہ ۳۳ سنہ عام الفیل میں پیدا ہوئیں قبل بعثت۔ عتبہ بن ابولہب سے بیاہی گئیں۔ جب آنحضرت مبعوث بہ رسالت ہوئے تو زفاف واقع ہونے سے پہلے ابولہب نے بیٹے سے کہکر طلاق دلادی اور رقیہ کا بعد میں عثمان بن عفان سے نکاح کردیا گیا اور ان دونوں زن وشوہر نے ہجرت حبشہ کی۔ اسی ہجرت کے زمانہ میں حبشہ میں عثمان سے عبداللہ پیدا ہوا جب اسکی عمر ۶ سال کی ہوئی تو ایک مرغ نے آنکھ میں چونچ ماری۔ اُسکے صدمہ سے بیمار ہوکر ہلاک ہوگیا[۱]۔ رقیہ کا انتقال ۲ھ میں ہوا اور ابتک حضرت غزوہ بدر سے مدینہ واپس نہیں پہنچے تھے +

ام کلثوم۔ اصل نام آمنہ۔ رقیہ کے بعد ۳۴ یا ۳۶ سنہ عام الفیل میں پیدا ہوئیں۔ قبل بعثت عتیبہ بن ابولہب سے عقد ہوا ابولہب نے زفاف واقع ہونے سے پہلے طلاق دلوادی۔ رقیہ کی وفات کے بعد ۳ھ میں حضرت عثمان سے بیاہی گئیں۔ ان سے اُنکے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ ام کلثوم نے ۹ھ میں انتقال کیا +

فاطمہ زہرا سیدۃ النساء[۲]۔ تمام علماء و فضلاء کا اتفاق ہے کہ پیغمبر آخر الزماں کو سب اولاد سے زیادہ عزیز تھیں۔ کل اولاد سے شرف ذات۔ محاسن صفات علو مرتبت اور سمو منقبت میں ممتاز و مستثنےٰ تھیں۔ کشف الغمہ میں لکھا ہے (اور تاریخ الخمیس میں بھی ہے) کہ ابن خشاب نے تاریخ موالید و وفات اہل بیت سید کائنات میں اپنی اسناد سے ابی جعفر محمد بن علی الباقرؑ سے نقل کیا ہے کہ پیدائش فاطمہ رض ظہور نبوت اور نزول وحی کے پانچ سال بعد ہوئی اور ۱۸ سال ۷۵ دن کی عمر میں انتقال کیا اور بروایتے سن عزیز اُنکا ۱۸ سال ایک ماہ ۱۵ دن تہا۔ مکہ میں اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ ۸ سال کی عمر تک رہیں پھر مدینہ میں حضرت کے ساتھ ہجرت کرکے ۱۰ سال تک رہیں۔ تلقیح ابن جوزی میں مذکور ہے کہ ولادت فاطمہ رض پنج سال قبل از بعثت واقع ہوئی روضۃ الاحباب میں اس باب میں دو روایتیں مذکور ہیں۔ اول وہی جو تلقیح سے نقل ہوئی اور دوسرا قول یہ ہے کہ ۴۱ سنہ عام الفیل میں وہ جناب پیدا ہوئیں۔ اور اس کتاب میں وفات فاطمہ رض شب سہ شنبہ سوم ماہ رمضان ۱۱ھ کو لکھی ہے پیغمبر صلعم کی وفات کے ۶ ماہ بعد۔ بقولے ۳ ماہ اور بروایتے ۲۹ روز۔ اور ایک فرقے کے نزدیک ۷۵ روز اور ایک گروہ کے اعتقاد میں ۴۲ روز۔ اول قول صحیح تر ہے۔ روضۃ الاحباب کی دونوں روایتوں کی رو سے عمر جناب فاطمہ کی ۲۸ یا ۲۲ سال ہوتی ہے۔ ۲ سنہ ہجری میں جناب فاطمہ کا حضرت علی سے نکاح ہوا اسوقت بروایت اہل سیر عمر حضرت فاطمہ کی ۹ سال کی تھی

[۱] بعض مورخین نے وقت وفات عبداللہ کی عمر دو ہی سال کی لکھی ہے مگر سنہ وفات عموماً سبنے ۴ھ ہی لکھا ہے۔ اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ عبداللہ حبشہ میں پیدا نہیں ہوا تھا [۲] ہم اس روایت کو صحیح سمجھتے ہیں کیونکہ سنی و شیعہ میں متفق علیہ ہے۔ کشف الغمہ میں سالکان طریق الغمہ سے منقول ہے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ شب معراج کو بہشت کے درخت سے ایک خرما میں نے تناول کیا جو مسکہ سے زیادہ نرم تھا اور شہد سے میٹھا۔ اور اُس خرمے سے نطفہ میری پشت میں بنا جب زمین پر آیا خدیجہ سے نزدیکی کی۔ اُنکو فاطمہ کا حمل رہا۔ اس سبب سے جب بہشت کی خوشبو سونگھنی چاہتا ہوں تو فاطمہ کے پاس جاتا ہوں اور اُسے سونگھتا ہوں۔ ملا کمال الدین حسین واعظ نے روضۃ الشہداء میں روضۃ الواعظین شیخ مفید سے نقل کیا ہے کہ جب خدیجہ کو فاطمہ کا حمل رہا تو پیغمبر خدا نے فرمایا کہ جبرئیل نے مجھے خبر دی ہے کہ تو لڑکی جنے گی اُسکا نام فاطمہ رکھنا۔ کہ پاکیزہ اور بابرکت نام ہے۔ جب وضع حمل کا وقت قریب پہنچا تو اپنے کنبہ کی بعض عورتوں کو بلایا کہ موافق دستور کے جنے میں مدد دیں اُنہوں نے چونکہ خدیجہ سے اس سبب سے ناراض تھیں کہ اُنہوں نے پیغمبر خدا سے نکاح کرلیا تھا آنا منظور نہ کیا۔ اس سے خدیجہ کو کمال ملال ہوا۔ ناگاہ چار عورتیں مشابہ زنان بنی ہاشم کے خدیجہ کے پاس آئیں۔ خدیجہ کو اُن کیطرف سے توہم ہوا اُن میں سے ایک نے کہا ڈرتی کیوں ہے خدا تعالیٰ نے ہمکو تیرے پاس بھیجا ہے اور ہم تیری بہنیں ہیں۔ میں سارہ (زوجہ ابراہیم) ہوں اور دوسری مریم بنت عمران (مادر عیسیٰ) ہے اور تیسری کلثوم خواہر موسیٰ اور چوتھی آسیہ زن فرعون ہے اور یہ تیری (دیکھو صفحہ ۱۸۷)

بعض کے نزدیک ۱۴ سال اور بعض کے نزدیک ۱۳ سال ÷ صحاح اخبار میں وارد ہے کہ حضرت عائشہ سے پوچھا گیا کہ آدمیوں میں سے سب سے زیادہ پیغمبر خدا کو کون عزیز تھا جواب دیا فاطمہ رض - کہا مردوں میں سے - جواب دیا شوہر اُسکا - اور نیز حضرت عائشہ سے منقول ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے فصاحت کلام اور سکینہ اور وقار اور بیٹھنے اور اُٹھنے میں فاطمہ سے کسیکو رسول خدا سے زیادہ مشابہ نہیں پایا - جب فاطمہ پیغمبر خدا کے پاس آتیں حضرت کھڑے ہوجاتے اور بوسہ لیتے اور اپنی جگہ بٹھاتے - اور جب جناب رسالت پناہ فاطمہ کے گھر جاتے فاطمہ اُسی طرح اپنے والد بزرگوار سے پیش آتی تہیں - نیز درجہ ثبوت کو پہنچا ہے کہ رسول اللہ صلعم فرماتے تہے کہ فاطمہ بضعۃ منی من اذاھا فقد اذانی و من اغضبہا فقد اغضبنی - یعنے فاطمہ میرا ٹکڑا ہے

(بقیہ صفحہ ۱۸۶) بہشت میں رفیق ہونگی - پس یہ چاروں داہیں بائیں آگے پیچھے خدیجہ کے بیٹھ گئیں یہانتک کہ فاطمہ پیدا ہوئیں - اور اسوقت اس مولود سے اتنا نور چمکا کہ مکہ کے مکانوں کا اُس نور نے احاطہ کرلیا - اور زمین کے مشرق اور مغرب میں کوئی ایسا گھر نہ رہا جو اُس نور سے روشن نہوا ہو پھر دس حوریں خدا تعالی نے جنت سے بھیجیں جن میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ابریق (آفتابہ) آب کوثر کا اور ایک طشت تہا جو عورت خدیجہ کے سامنے بیٹھی تھی اُس نے فاطمہ کو اُٹھا کر اُس پانی سے نہلایا اور خوشبودار سفید کپڑا نکالکر اُسمیں فاطمہ رض کو لپیٹا - اور ویسا ہی دوسرا کپڑا لیکر بطور مقنعہ سر پر ڈالا اور کہلے لے خدیجہ - وہم نکو - کہ برکت اس لڑکی میں ہے اور اسکی نسل میں اور دوسری عورتوں نے خدیجہ کو مبارکباد دی - خدیجہ نے نہایت خوشی اور بہجت کے ساتھ فاطمہ کو لیلیا - جب حضرت پیغمبر خدا آئے تو اُنکی قرۃ العین کو اُنکی گود میں دیا اور حضرت نے فاطمہ نام رکھا - اور ام محمد کنیت مقرر کی جناب فاطمہ کے القاب - مبارکہ - طاہرہ - زکیہ - راضیہ - مرضیہ - محدثہ - بتول - زہرا - امام بحق ناطق جعفر صادق رض سے مروی ہے کہ حضرت مقدس نبوی نے ایک دن فاطمہ سے کہا اے فاطمہ آیا جانتی ہے کہ تیرا نام فاطمہ کیوں ہے ؟ علی مرتضی کرم اللہ وجہہ نے وجہ تسمیہ کے پوچھنے میں سبقت کی - حضرت نے جواب دیا لانہا فطمت ہی و شیعتہا عن النار (اس سبب سے کہ وہ اور اُسکے شیعہ نار جہنم سے الگ ہیں) ÷ اور امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلعم سے پوچھا گیا کہ بتول کے کیا معنے ؟ جواب دیا کہ بتول وہ عورت ہے جسے حیض نہ آتا ہو - پس تحقیق کہ حیض مکروہ ہے انبیاء کی بیٹیوں میں ÷ مروی ہے کہ سیدۃ النساء جناب فاطمہ کو زہرا جو کہتے ہیں امام محمد باقر ع سے سوال کیا گیا پس فرمایا ان اللہ خلقہا من نور عظمتہ فلما اشرقت اضاءت السماوات والارض بنورہا و غشیت ابصار الملائکۃ و خرت الملائکۃ للہ ساجدین و قالوا الٰہنا و سیدنا ما ہذا النور فاوحی الیہم ہذا نور من نوری اسکنتہ فی سمائی و خلقتہ من عظمتی اخرجہ من صلب نبی من انبیائی افضلہ علی جمیع الخلائق و اخرج من ذالک النور ائمۃ یقومون بامری و یہدون الی حقی و اجعلہم خلفائی فی ارضی بعد انقضاء وحی - یعنی بتحقیق اللہ نے پیدا کیا اُسکو (فاطمہ کو) اپنی عظمت کے نور سے - پس جب وہ نور طلوع ہوا تو اُسکی چمک سے زمین و آسمان روشن ہوگئے اور آنکھیں ملائکہ کی بند ہوگئیں - اور گر پڑے ملائکہ سجدہ میں اور عرض کی کہ بارالہا اے سردار ہمارے ! یہ نور کیسا ہے - پس وحی کی اللہ نے طرف اُنکے کہ یہ نور میرے نور میں سے ہے کہ ساکن کیا میں نے اسکو آسمان میں اور پیدا کیا اسکو اپنی عظمت سے نکالوں گا اسکو اپنے ایک نبی کی پشت سے جسے میں تمام خلائق پر افضل کرونگا - اور اُس نور سے ایسے امام پیدا کرونگا جو میرے امر کو قایم رکھیں گے (یا میرے امر پر قایم رہیں گے) اور میرے حق کی طرف ہدایت کریں گے اور کرونگا میں اُنکو اپنا خلیفہ اپنی زمین میں بعد اسکے کہ وحی منقضی (یعنے بند) ہو جائیگی (حبیب السیر) ÷ تکملہ اُن اماموں سے جنکا اس حدیث میں ذکر ہے ائمہ اثنا عشر مراد ہیں جن میں سے سوائے علی ع کے باقی گیارہ حضرت فاطمہ کی اولاد ہیں - اُنکے نام یہ ہیں - علی ع - حسن ع - حسین ع - زین العابدین - محمد باقر - جعفر صادق - موسی کاظم - علی رضا - محمد تقی - علی نقی - حسن عسکری - مہدی آخر الزمان علیہم السلام یہی وہ بارہ امام ہیں جن کی پیشین گوئیاں رسالتمآب صلعم سے کتب فریقین میں درج ہیں - دیکھو ینابیع المودت ۔ مودۃ القربی وغیرہ

لے پہلے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے جناب فاطمہ کے لئے خواستگاری کی تہی مگر آنحضرت نے یہ کہکر انکار کیا کہ میں وحی کا منتظر ہوں پھر جب الوحی حضرت علی سے نکاح کر دیا ۔ بخاری - مسلم - ترمذی -

جس نے اُسے ستایا اُس نے مجھے ستایا جس نے اُسے غضبناک کیا اُس نے مجھے غضبناک کیا۔ بعض اخبار میں ایسا آیا ہے ان اللہ یغضب بغضب فاطمۃ ویرضی لرضاہا۔ تحقیق اللہ غضبناک ہوتا ہے فاطمہ کے غضبناک ہونے سے اور راضی ہوتا ہے اُسکے راضی ہونے سے +

پیغمبر خدا کے غلام ثوبان سے مروی ہے کہ جب خیر البشر کسی سفر کو جاتے تھے تو فاطمہ زہرا سے سب سے آخر میں وداع ہوتے تھے اور جب واپس آتے تو سب سے پہلے فاطمہ زہرا بتول عذراء سے ملاقات کرتے تھے + اور کشف الغمہ میں بطریق ابن عرفہ ابوایوب انصاری سے روایت ہے کہ رسول صلعم نے کہا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منادی بطان عرش سے منادی کریگا کہ اے اہل محشر اپنے سر نیچے کرلو۔ اور آنکھیں بند کرلو یہانتک کہ فاطمہ صراط پر سے گذر جائیں۔ پس گذریں گی فاطمہ کے ساتھ ہزار حوریں بطور جاریہ کے۔ اور ابوسعید خدری سے نقل ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ فاطمہ خیر النساء اہل الجنۃ الا ماکان من مریم بنت عمران (فاطمہ زنان جنت میں سوائے مریم بنت عمران کے سب سے بہتر ہے) اور کتب فریقین میں متعدد طریقوں سے وارد ہوا ہے کہ جب آیہ کریمہ وآت ذا القربیٰ حقہ (دے قرابت دار کو حق اُسکا) نازل ہوی تو خواجہ کائنات سے مزرعۂ فدک کو فاطمہ زہرا کو دیدیا۔ اور امیر المومنین ابوبکر نے اپنے اوائل ایام خلافت میں اُس مزرعہ کو مع تمام متروکات سید کائنات کے داخل بیت المال کیا اور پھر جناب فاطمہ کو ندیا۔ اور نیز متروکات سید کائنات سے کچھ بھی بتول عذراء کو ندیا[۲] + ارباب اخبار بیان کرتے ہیں کہ جب فاطمہ علیہا السلام رسول اللہ صلعم کی مصیبت میں گرفتار ہوئیں تو صبح سے شام اور شام سے صبح تک اسقدر گریہ وزاری اور نالہ و بیقراری کرتی تہیں کہ اہل مدینہ اُنکی گریہ سے تنگ آگئے اور عرض کی کہ اے دختر پیغمبر خدا اگر آپ دن کو روتی ہیں تو رات کو چپ رہا کیجیے تاکہ ہم کو بھی آرام پہنچے اور اگر رات کو روتی ہیں تو دن کو خاموش رہا کیجے کہ ہمیں بھی آسایش حاصل ہو اور امام جعفر صادق رضؓ سے مروی ہے کہ فرمایا بہت رونے والے دنیا میں پانچ ہوئے ہیں۔ اول آدمؑ کہ بہشت سے نکالے جانے کے بعد اسقدر روئے کہ دو نالیاں اُنکے رخسار و نیر پیدا ہوگئیں۔ دوسرے یعقوبؑ کہ فراق یوسف میں اتنا روئے کہ آنکھوں کی بینائی جاتی رہی۔ تیسرے یوسف کہ زندان میں مفارقت یعقوبؑ سے اسقدر روئے کہ قیدی تنگ آگئے تھے۔ چوتھے فاطمہ رضؓ کہ فراق خیر الانام میں اسقدر روئیں کہ اہل مدینہ نے اُنکو پیغام دیا کہ اے قرۃ العینین خواجہ کونین لقد اذیتنا بکثرت بکائک (بہ تحقیق کہ آپ کے رونے کی کثرت سے ہم ایذا پاتے ہیں) اُسوقت سے بتول عذراء راتوں کو مقابر شہداء میں جاکر رویا کرتی تہیں[۳]۔ پانچویں امام چہارم (حضرت زین العابدین) کہ بسبب مصیبت کربلا کے ہمیشہ آنسو بہاتے تھے۔ یہانتک کہ کبھی کھانا اُس امام عالی مقام کے آگے نرکھتے تھے کہ آنسوؤں سے تر نہ ہوتا ہو۔ امام عالی ماثر محمد باقر سے مروی ہے کہ فرمایا بعد وفات حضرت سقدس نبوی کے کسی نے فاطمہ کو مرتے دم تک ہنستا نہ دیکھا +

صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ پیغمبر خدا صلعم ایک پشم کی چادر اوڑھے ہوئے گئے حسن بن علی پاس آئے اُنکو اُس چادر میں لیلیا۔ پھر حسین ابن علی آئے اُن کو بھی چادر کے نیچے لیلیا۔ پھر فاطمہ رضؓ

---

[۱] بخاری اور مسلم میں سیدۃ نساء اہل الجنۃ وسیدۃ نساء المومنین اور مستدرک حاکم میں سیدۃ نساء العالمین وسیدۃ نساء المومنین و سیدۃ نساء اہل الجنۃ وسیدۃ نساء ہذہ الامۃ لکھا ہے دارج المطالب ص ۳۰۸ [۲] قضیۂ فدک کو ہمنے آگے کسیقدر تفصیل کے ساتھ لکھا ہے

[۳] حضرت علی نے بقیع میں ایک مکان جناب فاطمہ کے رونے کے واسطے بنادیا تھا جو بیت الاحزان کے نام سے مشہور ہے اور جہاں جناب سیدہ صبح سے جاکر دن بھر رویا کرتی تہیں اور شام کو حضرت علی اُنکو گھر لے آتے تھے۔ (حبیب السیر و روایح المصطفے وغیرہ)

اور علی آئے اُنکو بھی اُس میں لیلیا اور پھر اُن چاروں کی شان میں فرمایا انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا (سوائے اسکے نہیں ہے کہ اللہ تعالی ارادہ کئے ہوئے ہے کہ تمسے ہر قسم کی ناپاکی دور رکھے اے اہل بیت اور تمکو پاک رکھے جو حق ہے پاک رکھنے کا) اور پھر فرمایا انا حرب لمن حاربہم وسلم لمن سالمہم (جو اُن سے لڑا وہ مجھہ سے لڑا جس نے اُن سے صلح رکھی اُس نے مجھہ سے صلح رکھی) مروی ہی کہ آنحضرت جناب علی اور فاطمہ کے گھر پہ آکر کھڑے ہوتے اور فرماتے السلام علیکم اہل البیت انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا +

ایک دن رسول اللہ صلعم جناب فاطمہ کے گھر تشریف لائے دیکھا کہ اونٹ کے بالوں کا ایک موٹا جامہ پہنے ہوئی بیٹھی ہیں آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور کہا کہ اے فاطمہ آج دنیا میں مشقت اور تنگی پر صبر کرو تا کہ کل قیامت کے دن بہشت کی نعمتیں تمہارے لئے ہوں +- شیخ نجم الدین عمر ونسفی اپنی تفسیر میں روایت کرتے ہیں کہ ایک دن پیغمبر خدا صلعم جناب فاطمہ زہرا کے مکان پر تشریف لائے دیکھا کہ فاطمہ محزون وملول بیٹھی ہیں اور روتی ہیں - پوچھا کہ محزون وملول کیوں ہو - عرض کیا یا رسول اللہ بطور حکایت روتی ہوں نہ بطور شکایت تین دن سے ہمارے گھر میں کھانا نہیں ہے - حسن اور حسین بیتاب ہو کر ماری بھوک کے روتے تہے مجھے اُنکے رونے پر رونا آیا اور علی بھی روتے تھے - اور آپ سے ہمنے پوشیدہ رکھا تھا - مگر آج حسن اور حسین سے ایسی بات سُنی کہ مجھے طاقت نہ رہی (کہ ضبط کروں) کہنے لگے کوئی بچہ بھی ایسا ہو کا ہو گا جیسے کہ ہم ہیں یہ سنکر جہاں مجھپر اندہیر ہو گیا - باوا جان آپ کیا فرماتے ہیں اگر بندہ خدا تعالی کے ساتھ مناجات میں گستاخی کری تو عیب تو نہیں ہی - فرمایا نہیں کچھہ عیب نہیں ہے - اے فرزند خدا تعالی بندوں کی گستاخی کو دوست رکھتا ہے - فاطمہ گئیں اور غسل کیا اور ایک گوشہ میں نماز کو کھڑی ہوئیں نماز سے فارغ ہو کر دعا کی اور ہاتھ اُٹھائے - اور روئیں اور کہا خداوندا تو جانتا ہے کہ عورتوں میں پیغمبر دل کی سی طاقت نہیں ہو سکتی اگر تجھکو میرے باپ کے ساتھ (معاملہ کرنے میں) کوئی بھید ہے مجھکو اُس بھید کی (برداشت کی) طاقت نہیں ہے یا تو مجھے طاقت دے یا اس بلا سے راحت دی یہ کہکر بیہوش ہو گئیں - جبرئیل نازل ہوئے اور کہا کہ یا رسول اللہ اُٹھو - فرمایا کیا ہوا - عرض کیا کہ فاطمہ نے فرشتوں کو رُلا رکھا ہے - اُسکی خبر لیجے خواجہ عالم تشریف لائے اور بیٹی کو دیکھا کہ بیہوش پڑی ہیں اُنکا سر زمین سے اُٹھایا اور گود میں لیا فاطمہ کو ہوش آیا اُٹھیں اور مثل شرمندہ کے گردن جھکا کر ہو بیٹھیں - حضرت نے فرمایا اے فاطمہ تحن قسمنا پڑھا کرو اور خدای تعالی کو قسام سمجھو تا کہ مشقتیں تمپر آسان ہو جائیں - پھر اپنا دست مبارک اُنکے سینہ پر رکھا اور کہا خداوندا اسکو بھوک سے محفوظ رکھ - فاطمہ فرماتی ہیں کہ اسکے بعد مجھے کبھی بھوک کی تکلیف نہ معلوم ہوئی +

نقل ہی کہ جناب فاطمہ چند روز بیمار رہیں جسدن انتقال ہو گا - علی مرتضی کسی کام کو باہر گئے ہوئے تھے - سلمی سے جو پیغمبر خدا کی آزاد کردہ تہی پانی تیار کرایا اچھی طرح غسل کیا پھر اپنے جامہائے پاک کو طلب کیا اور پہنے - بچھونا بچھوا کر قبلہ کی طرف منہ کرکے اور دایاں ہاتھ منہ کے نیچے رکھکر لیٹ گئیں اور کہا کہ اے سلمی اب میں اس دنیا سے جاتی ہوں مینے غسل کر لیا ہے چاہیئے کہ کوئی مجھکو برہنہ نکرے - یہ کہکر انتقال کر گئیں - جب علی تشریف لائے تو کمال محزون ہوئے اور اُسی غسل سے دفن کیا - محمد بن سعد کاتب واقدی نے اپنی طبقات میں اور صاحب کشف الغمہ نے مسند احمد بن حنبل سے اسیطرح نقل کیا ہے - لیکن مشہور یہ ہے کہ بعد وفات اسما بنت عمیس نے حسب وصیت غسل دیا - حسن ع اور حسین ع پانی لیجاتے اور ڈالتے تہے - اور زار زار روتے جاتے تہے +

نقل ہے کہ جب علی مرتضی نے آکر دیکھا کہ فاطمہ کا انتقال ہو گیا تو فرمایا کہ اے بنت رسول اللہ آنحضرت کی وفات کے بعد

ف اسی سبب سے ان چاروں کو آل عبا کہتے ہیں -

تسے اپنے دل کو تسکین دیتا تھا۔ اب تمہارے بعد کس سے تسکین دونگا۔ اور اُنکی مفارقت پر بہت روئے اور یہ دو بیتیں ارشاد فرمائیں۔ ؎ لکل اجتماع من خلیلین فرقہ۔ وکل الذی غیر الفراق قلیل + وان افتقادی فاطما بعد احمد دلیل علی ان لا یدوم خلیل + وفات جناب فاطمہ بروز سہ شنبہ پچہتر روز بعد وفات سرور کائنات۔ بقیع میں بوقت شب دفن کی گئیں[1]۔ مرویات کتب متداولہ میں ۸ احادیثیں +

اولاد۔ صاحب حبیب السیر نے ابن اسحق اور لیث بن سعد کی روایت سے لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ اور علی کے ۶ اولاد ہوئیں حسن[2]۔ حسین[3]۔ محسن[4]۔ زینب[5]۔ ام کلثوم[6]۔ رقیہ[7]۔ انمیں سے محسن اور رقیہ نے صغر سن میں وفات پائی[8]۔ آنحضرت صلعم کی نسل حسن اور حسین سے قایم ہوئی فقط انہیں دونوں کی اولاد کا نام سید ہے +

قضیۂ فدک[3] فدک ایک قریہ ہے مدینہ سے دو منزل اور خیبر سے قریباً ایک منزل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ پیشتر یہودیوں کے قبضہ میں تھا ۷ ہجری میں جو خیبر کے قلعے حضرت علی کے ہاتھ پر فتح ہوئے تو فدک کے باشندوں نے ڈر کر صلح کی درخواست کی۔ حبیب السیر و معارج النبوت وغیرہ میں ہے کہ آنحضرت نے علی کو بہیجا اور مصالحہ اُن حضرت کے ہاتھ پر واقع ہوا۔ اس طریق سے کہ علی اُنکے خون سے درگذر کریں اور باغہائے دیواری خاص رسول اللہ صلعم سے متعلق رہیں اور چونکہ بغیر جنگ اور بلا کسی کوشش کے مسلمانوں کے ہاتھ آیا تھا تو بموجب آیات قرآنیہ خاص رسول اللہ کا مال ہوا۔ پس جب جبرئیل آیہ وآت ذا القربیٰ حقہ (اے رسول قرابت دار کو اُسکا حق پہنچا دو) لیکر نازل ہوئے تو حضرت نے پوچھا کہ میرے ذوی القربیٰ کون ہیں اور اُن کا حق کیا ہے کہا رشتہ دار فاطمہ زہرا اور اُنکا حق باغ فدک ہے۔ فدک فاطمہ کے حوالہ کردو۔ اور جو کچھہ حصہ خدا اور رسول کا اُسمیں ہے وہ بہی فاطمہ کو دیدو۔ آنحضرت نے جناب سیدہ کو بلایا اور فدک اُنکو عنایت کیا (نیز دیکھو کنز العمال اور در المنثور) اور ایک وثیقہ اس باب میں لکھدیا کہ وہ وثیقہ جناب فاطمہ کے پاس تھا +۔ غرضکہ وہ وثیقہ جناب فاطمہ کے پاس تھا اور وہ فدک پر قابض تہیں۔ جب رسول اللہ کا انتقال ہوا اور حضرت ابو بکر خلیفہ ہوئے تو اُنہوں نے فدک کو ضبط کر لیا اور اموال فی و خمس کو اُنپر بند کر دیا جناب سیدہ نے حضرت ابو بکر سے دادخواہی کی نوشتہ پیش کیا۔ اُسوقت حضرت عمر بہی حضرت ابو بکر کے پاس تھے دونوں نے جناب فاطمہ کی تصدیق سے اعراض کیا اور وثیقہ کا خیال نہ کیا۔ بلکہ حضرت عمر نے اُس وثیقہ کو پہاڑ ڈالا[1] اور جناب فاطمہ سے گواہ طلب کیے[2]۔ جناب فاطمہ نے اپنی کنیز ام ایمن۔ جناب علی۔ حسنین اور ام کلثوم کو پیش کیا۔ مگر انکی شہادت دربار خلافت میں مقبول نہ ہوئی حسنین اور ام کلثوم بوجہ صغر سنی رد کر دیے گئے۔ علی اور ام ایمن سے نصاب گواہان پورا نہ ہوا ایک مرد یا ایک عورت کی کسر بتائی گئی۔ جب اسما بنت عمیس کو شریک کرکے نصاب پورا کیا گیا

---

[1] صاحب روضۃ الاحباب یہ بہی لکھتے ہیں کہ دوسرے دن ابو بکر صدیق اور عمر فاروق اور تمام اشراف صحابہ حضرت علی پر خفا ہونے لگے کہ ہمیں کیوں خبر نکی ہم بہی اُنپر نماز پڑھ کر شرف حاصل کرتے۔ علی نے عذر کیا کہ میں نے اُنکی وصیت کے سبب سے ایسا کیا[2]۔ محسن کا حمل اسقاط ہو گیا تہا۔ اسپر علمائے شیعہ کا اتفاق ہے۔ اور بعض علمائے اہل تسنن نے بہی لکھا ہے (دیکھو نزہۃ المجالس)۔ ملل و نحل ص ۱۰ میں شہرستانی نے لکھا ہے کہ نظام کہتا ہے کہ حضرت عمر نے لات ماری بطن فاطمہ علیہ السلام پر یہانتک کہ محسن اُنکے بطن سے نکل پڑے۔ [3] معجم البلدان میں یاقوت حموی نے لکھا ہے کہ یہ علاقہ بہت زرخیز ہے اور چشمہائے آب رواں اسمیں جاری ہیں اور درختان خرما بکثرت اور محاصل اسکے فراوان ہیں۔ صاحب حیات القلوب لکھتے ہیں کہ آنحضرت نے اہل فدک سے ۲۴ ہزار دینار سالانہ پر (جو ایک لاکھ ۴۴ ہزار روپیہ ہندوستانی رائج الوقت ہوتا ہے) مقاطعہ کیا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں اُسکی آمدنی میں نمایاں ترقی ہو گئی تہی۔ چنانچہ ابو داؤد میں ہے کہ عمر بن عبد العزیز کے زمانہ میں غلات فدک کی قیمت ۴۰ ہزار دینار کو پہنچ گئی تہی[4] فخر الدین رازی نے لکہا ہے جب فاطمہ نے کہا کہ باغ فدک مجھے رسول اللہ نے ہبہ کیا ہے تو حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ میں تیرے قول کی تصدیق نہیں کرتا یا تیری صداقت

[illegible] [5] شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر کا اس مقام پر گواہ طلب کرنا (دیکھو صفحہ ۱۹۱)

تو حضرت ابوبکر فدک کی واگذاشت پر راضی ہو گئے مگر عمرؓ مانع ہوئے اور کہا فاطمہ ایک عورت ہے اور علی اُسکا شوہر ہے اُس نے اپنے فائدہ کے لئے گواہی دی - باقی رہیں دو عورتیں اُنکی گواہی ازروئے شرع کافی نہیں - حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کی اس بات کو نہایا اور یہی جواب فاطمہ رضؓ کو دیدیا پس فاطمہ رضؓ رنجیدہ ہوئیں اور قسم کہائی کہ تم دونو کی شکایت رسولخدا سے کرونگی - اور قریب وفات حضرت علی کو وصیت کی کہ آپ کو پوشیدہ دفن کریں تاکہ ابوبکرؓ اور عمرؓ آپکے جنازہ پر نہ آنے پائیں - یہ روایت تاریخ آل عباس کی صاحب تہذیب المتین نے نقل کی ہے +

صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں کہ جب جناب فاطمہ نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ میرے باپ کی میراث مجھکو دو تو حضرت ابوبکر نے فرمایا البنی لایورث (نبی کا ورثہ نہیں ہوا کرتا) جناب فاطمہ نے فرمایا کیا سلیمان نے داؤد کا ورثہ نہیں پایا" - ابوبکر نے غضبناک ہوکر فرمایا نبی کا ورثہ نہیں ہوتا - پس جناب فاطمہ نے ارشاد کیا "کیا زکریا نے خدا سے یہ دعا نہیں کی فہب لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من آل داؤد" (پس عنایت کر مجھکو ایک ولی جو وارث ہو میرا اور آل داؤد کا) پس فرمایا جناب ابوبکر نے نبی کا ورثہ نہیں ہوتا - جناب فاطمہ نے پھر فرمایا "کیا خدا تعالیٰ نہیں فرماتا - یوصیکم اللّٰہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین (اللہ تمکو وصیت کرتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں کہ پسر کا حصہ دختر سے دُگنا ہے) یہ تو کہیں نہیں فرمایا کہ نبی کی اولاد کا ورثہ نہیں ہوتا" - حضرت ابوبکر نے پھر یہی جواب دیا کہ نبی کا ورثہ نہیں ہوتا - القصہ اس قضیہ میں درمیان امیرالمومنین علی و فاطمہؑ اور شیخین رضی اللہ عنہم کے جیسا کہ بعض کتب مبسوطہ میں مذکور ہے بہت کچھ گفت و شنید واقع ہوئی اور ابوبکر صدیق نے فدک اہل بیت کو واپس نہ دیا - اور نیز متروکات جناب سید الکائنات سے کچھ بھی جناب فاطمہ کو نہ دیا اور یہ معاملہ جمہور کے نزدیک نہایت عجیب و غریب ہے" +

الغرض جب ہبہ اور ورثہ دونو میں جناب فاطمہ کے کسی دعوی کی سماعت دربار خلافت میں نہ ہوئی تو مقنعہ سر پہ ڈالکر اور اپنے کو چادر سے محفوف کرکے چند زنان بنی ہاشم کے ساتھ مسجد رسولؐ میں تشریف لائیں جہاں مہاجرین اور انصار حضرت ابوبکر کے پاس جمع تھے ایک پردہ چادر سفید کا درمیان میں ڈالدیا گیا - اور جناب سیدہ نے مہاجر و انصار کے سامنے ایک نہایت فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا یہ خطبہ سنی اور شیعہ دونو نے اپنی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے چنانچہ اہل السنن میں سے ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں اور ابوبکر احمد بن عبدالعزیز جوہری نے کتاب السقیفہ میں اور ابن مردویہ نے کتاب مناقب میں درج کیا ہے اور احمد بن طاہر نے کتاب بلاغات النسا میں چند سندیں اسکی دی ہیں اور ابن اثیر نے نہایہ کے لغت لمہ میں اسکا تذکرہ کیا ہے اور زمخشری نے فائق لغت ہنبثہ میں اسکی طرف اشارہ کیا ہے - علامہ سیوطی نے لآلی مصنوعہ میں اُسکی اصلیت کا اقرار کیا ہے اور شیخ رحمۃ اللہ نے کتاب مختصر تنزیہ الشریعہ میں اسکی اصلیت ظاہر کی ہر بوجہ موافقیت صحیحین کے - سبط ابن جوزی نے تذکرہ خواص الامہ میں اسکے چند فقرے نقل کئے ہیں اور مسعودی نے مروج الذہب میں اسکی طرف اشارہ کیا ہے - علمائے شیعہ سے علی بن عیسیٰ نے کشف الغمہ میں ابوبکر جوہری کی کتاب السقیفہ سے نقل کیا ہے - سید مرتضیٰ نے کتاب شافی میں - شیخ صدوق نے علل الشرائع میں اور نیز شیخ مفید اور احمد بن ابی طالب طبرسی نے کلاًّ و جزءً اس خطبہ کو روایت کیا ہے - اِس خطبہ کے چند فقروں کا ہم ترجمہ لکھتے ہیں +

بعد حمد و صلواۃ آپ فرماتی ہیں "اے بندگان خدا تم مخاطبان امر و نہی اسلام حاملان حلال و حرام دین حجۃ الانام اور

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۹۰) خلاف قاعدہ شرع ناروا تہا کس لئے کہ جناب فاطمہ فدک پر رسول اللہ کے زمانہ سے قابض و متصرف چلی آتی تہیں - و القبض دلیل الملک (اور قبضہ ملکیت کی دلیل ہے) اور اس حدیث کے موافق کہ البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر (گواہ لانا مدعی کا کام ہے اور منکر پر قسم ہے) گواہ حضرت ابوبکر کو لانے چاہیئے تہے کہ وہ مدعی تہے نہ کہ حضرت فاطمہ سے طلب کرتے +

اُمنائے خدا اور رسول ہو۔ کہ دین اسلام کو اپنی بعد کی نسلوں اور آیندہ اُمتوں تک پہنچاؤ۔ پس ڈرو خدا سے اور اُسکی اطاعت کو واجب جانو۔ تاکہ مسلمانی کے بعد کافر نہ ہو جاؤ اور بحالت کفر تمہاری موت نہ ہو۔ ایہا الناس میں فاطمہ دخترِ رسول ہوں نہ جھوٹ کہتی ہوں نہ غلط۔ نہ کوئی فعل میرا خلاف حق ہے۔ پیغمبر خدا میرے باپ تھے نہ تمہاری عورتوں کے۔ میرے شوہر کے برادر و ابن عم تھے نہ تمہارے مردوں کے۔ حضرت نے تبلیغ رسالت کی۔ جہاد کیا بتوں کو توڑا۔ مشرکوں کے سرگروہوں کو ہلاک کیا یہانتک کہ دین حق ظاہر ہوا۔ تم لوگ بسبب کفر و شرک کے جہنم کے گڑھے کے کنارہ تھے اور ذلیل و خوار کہ ہر شخص تم پر حکومت کرنیکا ارادہ کرتا تھا۔ سڑا ہوا پانی پیتے تھے۔ جس میں پیشاب اور مینگنیاں اونٹ کی ملی ہوتی تھیں۔ درختوں کے پتے چباتے نہایت ذلت میں بسر کرتے تھے ہر وقت ڈرتے رہتے تھے کہ کوئی دھاوا نہ کر بیٹھے۔ خدا نے تمکو ان بلاؤں سے بذریعہ محمدؐ کے نجات دی۔ جب کوئی معرکہ جہاد قایم ہوا حضرت نے اپنے بھائی علی کو بھیجا جنھوں نے مونھہ نہیں موڑا اور آتش فساد کو سرد کیا۔ اُنکے سرکشوں کو پامال کیا اور اعلائے دین خدا میں کسی رنج و تعب کی پروا نہ کی۔ یہ علی وُہی ہیں جو رسول اللہ سے کسیوقت جدا نہ ہوتے تھے جنھوں نے اطاعت رسول پر کمر محکم باندہی تھی۔ اور خلایق کی خیر خواہی پر آمادہ تھے تم لوگ ان حالتوں میں امن سے تھے۔ عیش کرتے آرام مناتے تھے۔ اور ہر وقت ہم لوگوں کی بلا و مصیبت کی خبر سننے کے منتظر رہتے تھے۔ لڑائی کے وقت بھاگ جاتے تھے۔ جب رسول اللہ نے وفات پائی تو تمہارے دلوں میں کفر و شقاق کا کانٹا چبھنے لگا۔ آثار عصبیت و نفاق ظاہر ہونے لگے۔ اور وہ لوگ باتیں سنانے لگے جو تلوار کے خوف سے چُھپے تھے چند گمنام جو سب سے زیادہ ذلیل تھے ظاہر ہوئے اور شیطان کی آواز پر اُٹھ کھڑے ہوئے اُسکے بہکانے سے تم اہل حق پر غضبناک ہو گئے دوسروں کا حق اپنے گھر لیجانے لگے۔ حالانکہ ابھی رسول اللہ قبر میں اُتارے نہیں گئے تھے تم نے بہانہ کیا کہ بخوف فتنہ ایسا کیا۔ حالانکہ خود فتنے میں پڑے۔ اور جہنم محیط ہے کافروں پر۔ افسوس افسوس تم اور تدبیر اُمت کرو۔ تم اور دین و ملت کے محافظ بنو۔ دیکھو شیطان تمکو کہاں لیجاتا ہے۔ تم نے قرآن کو پس پشت ڈالدیا۔ بس اتنا صبر تمنے کیا کہ خلافت باطل تمہاری مضبوط ہو جائے پھر تو آگ لگانا تمنے شروع کیا اور بدعت فتنہ کی چنگاریاں چھوڑنے لگے۔ انوار دین خدا کو بجھانے لگے۔ سنت پیغمبر کو محو کرنے لگے۔ دینداری کے پردہ میں دین کو مٹاتے ہو اور بدعت جاہلیت کو زندہ کرتے ہو۔ اور رسول اللہ کا کینہ اُنکی اہل بیت سے نکالتے ہو ہمارا صبر ایسے حال میں ویسا صبر ہے کہ جیسے کسیکے جگر میں چھری چبھو دو۔ اور نیزہ اُسکے پیٹ میں توڑ دو۔ اور وہ صبر کرے۔ تم لوگوں کا یہ گمان ہے کہ ہمکو وراثت نہیں پہنچتی (ترجمہ آیہ) کیا جاہلیت کا حکم چاہتے ہو کون ہے خدا سے بہتر حکم کرنیوالا صاحبان یقین کے لئے'۔ کیا حقیقت میری نہیں جانتے۔ ضرور جانتے ہو۔ میں رسول اللہ کی بیٹی ہوں۔ اے مسلمانو! کیا میں محروم کر دی جاؤنگی وراثت سے اے ابو قحافہ کے بیٹے کیا خدا کی کتاب میں یہی ہے کہ تو اپنے باپ کا وارث ہو اور میں اپنے باپ کی میراث نہ پاؤں۔ (ترجمہ آیہ) عجیب افترا باندھا ہے تو نے خدا پر کیا قصداً تو نے کتاب خدا پر عمل کرنا ترک کیا۔ کیونکہ خدا تو فرماتا ہے۔ ورث سلیمان داؤد (وارث ہوئے سلیمان داؤد کے) اور قصہ حضرت یحییٰ بن زکریا میں کہتا ہے۔ یرثنی ویرث من آل یعقوب (میرا اور اولاد یعقوب کا وارث ہو) واولوا الارحام بعضہم اولی ببعض فی کتاب اللہ (قرابتمند لوگ اولی ہیں بعض اُنکے بعض سے کتاب خدا میں) اور فرماتا ہے یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین (خدا تمکو تمہاری اولاد کے بارے میں وصیت کرتا ہے کہ مرد کے لئے مثل حصہ دو عورتوں کے ہے) اور دوسری آیہ میں فرماتا ہے۔ کہ اگر مال چھوڑے تو وصیت

اور والدین اور قرابت مندوں کے لئے ہے۔ تم گمان کرتے ہو کہ میرا کوئی حصہ نہیں باپ کی وارث نہیں کیا خدا نے تمکو کسی آیہ میراث سے خاص کیا ہے اور ہمکو اور ہماری باپ کو اُس سے نکالدیا ہے۔ کیا میں اپنے باپ کے مذہب پر نہیں۔ یا تمکو عام و خاص قرآن کا علم میرے باپ اور میرے ابن عم (علی) سے زیادہ ہے۔ اے ابوبکر آجکے دن میرا حق بغیر کسی جھگڑے کے بیفکری سے لیلے تو بروز حشر خدا اُس کا تجھ سے حساب لے۔ اور محمد باز پرس کریں۔ قیامت میں تو زیانکار ہوگا اور ندامت نفع نہ دیگی (آیہ) ہر بات کے واسطے ایک قرارگاہ ہے اور عنقریب جانوگے کہ کس پر عذاب ہوگا۔ عذاب رسوا کرنے والا اور نازل ہوگا عذاب دردناک"۔ اسکے بعد انصار کیطرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے بہادرو کیا رسول اللہ نے نہیں فرمایا کہ ہر شخص کی رعایت اُسکی اولاد میں کرو۔ کتنا جلد تم بدعت اور احداث پر راضی ہو گئے ہم پر ظلم و ستم ہوتا ہے اور تم دیکھتے ہو۔ اے بنی قبیلہ کیا میراث میری ہضم ہو جائیگی۔ تمہارے پاس ہتھیار موجود ہیں کیوں مشرک ہو بعد ایمان کے۔ (آیہ) کیوں نہیں لڑتے ہو اُس قوم سے جس نے عہد توڑ دیا۔ قصد کیا کہ رسول کو نکالدیں۔ یہی لوگ ہیں جنہوں نے ابتداءً قتال کی تھی۔ کیا ڈرتے ہو ان سے۔ خدا زیادہ مستحق ہے کہ اُس سے ڈرو اگر ہو ایمان والے" +

جب کسی نے کچھ جواب نہ دیا تو فرمایا "معلوم ہوتا ہے کہ اب تم میں راحت پسندی آگئی مستحق خلافت کو نکالکر چین سے بیٹھے ہو علم دین جو گلے تک پہنچا تھا اُسکو تم نے تھوک دیا۔ (آیہ) پس اگر کافر ہو جاؤ تم یا جتنے لوگ زمین پر ہیں سب کے سب (تو کچھ پروا نہیں) خدا غنی و حمید ہے" + میں جانتی ہوں تم میری مدد نہ کروگے۔ دلمیں درد و الم کے بخارات جمع تھے اسوجہ سے مینے ظاہر کیا اسقدر کہکر حجت کو تم پر تمام کیا کہ قیامت کے دن کوئی عذر نکرو۔ لیلو۔ لیجاؤ میرے حق کو جس سے دائمی ننگ عار اور غضب خدائے قہار کے مستحق ہو۔ خدا تمہاری کرتوتوں کو دیکھتا ہے (آیہ) اور عنقریب جان لیں گے وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا ہے کہ کس جگہ اُلٹے پلٹے جائیں گے"۔ جو تمہارا جی چاہے کرو۔ ہم بھی جو حق سمجھتے ہیں وہی کرتے ہیں۔ اور انتظار کرو عذاب کا جیسا ہم انتظار کرتے ہیں ثواب کا"۔ (یہ خلاصہ مطلب ہے خطبہ لمہ کا جو کشف الغمہ سے ترجمہ کیا گیا ہے) ہا

الغرض بعد اختتام خطبہ جناب ابوبکر نے جواب میں فرمایا کہ تم سیدۃ النساء اور دختر خاتم الانبیاء ہو۔ نیکبخت ہے وہ جس نے تمہیں دوست رکھا اور بدبخت ہے وہ جو تم سے دشمنی کرے وغیرہ وغیرہ۔ اور پھر وہی حدیث نحن معاشر الانبیاء لانرث ولا نورث مانع استرداد فدک بتا کر کہا کہ مینے اسکی آمدنی کو بصلاح و اتفاق مسلمین تجہیز لشکر اور سامان حرب و جہاد کے لئے رکھا ہے۔ تم کو ہرگز نہیں دیسکتا۔ ہاں میرا مال موجود ہے اُسپر اختیار ہے جس طرح چاہو تصرف کرو۔ تمہارے باپ کے حکم کے خلاف نہیں کر سکتا فدک نہیں دیسکتا۔ جناب فاطمہ نے فرمایا "یہ سب تمہارا مکر و فریب ہے کہ سب جمع ہو گئے ہو اور رسول اللہ پر تہمت لگاتے ہو مگر تمہارے نفسوں نے تمہیں کو فریب دیا ہے بس صبر کرنا ہی بہتر ہے اور اس امر پر جو تم بیان کرتے ہو خدا ہی مستعین ہے"۔ (اور صحیح بخاری میں اس طرح ہے کہ فدک نہ دینے پر فاطمہ غضبناک ہوئیں ابوبکر پر اور چھوڑ دیا

لہ علمائے شیعہ لکھتے ہیں کہ اس مقدمہ میں جناب سیدہ کی یہ تمام کدوکاوش اس غرض سے تھی کہ لوگوں پر حجت تمام ہو جائے اور سب کو معلوم ہو جائے کہ وہ کمال ستم رسیدہ ہیں ورنہ وہ مال و جائداد کی اپنے یا اپنی اولاد کے واسطے کچھ پروا نہ رکھتی تھیں وہ تو فقر و فاقہ ہی کی عادی تھیں۔ اسیطرح حضرت علی کو جسقدر قلق خلافت نہ ملنے پر ہوا وہ سب دردِ دین سے تھا اور اپنی مظلومیت اور محرومیت ظاہر کرنیکے لیے تمام لوگوں سے طلب استعانت کرتے تھے۔ وہ حضرت کمال شوق و رغبت ہدایت خلق کی رکھتے اور ہدایت کی قابلیت اپنی ذات میں منحصر پا کر اپنا ممکن جانتے تھے اور جنگ و جدل سے اسکراہ اسلیئے تھا کہ یہ لوگ مرتد نہ ہو جائیں۔ چنانچہ بروایت استیعاب علی مرتضیٰ خود فرماتے ہیں کہ بعد وفات رسول ہمنے خیال کیا کہ ہم بنی ہاشم اہل بیت اور اُنکے ولی ہیں کوئی حضرت کی سلطنت میں ہم سے مزاحمت نکریگا۔ ہماری قوم نے غیر کو خلیفہ بنایا قسم خدا کی اگر تفرقہ پڑجانے کا خیال نہ ہوتا اور یہ کہ کفر عود کر آئیگا اور دین غیروں کا ہو جائیگا (تو ہم بتا دیتے) پس ہمنے اس تنگی پر صبر کیا (استیعاب جلد ۱ صفحہ ۸۲)

دم تک اُن سے بات نہ کی) بعد ازاں رسول خدا کے روضہ پر تشریف لائیں اور قبر انور پر جاکر اپنے تئیں گرا دیا اور بروایت مسعودی اشعار
درد آگین بادل حزیں پڑھتی تھیں کہ ایک شعر اُنہیں کا یہ ہے ؎ انا فقدناک فقد الارض وابلها - واختل قومک فاشہد فقد نکبوا +
(اے پدر بزرگوار آپ کا مفقود ہونا ہمارے لئے ایسا ہی جیسا کہ زمین سے باران رحمت کا دور ہونا - تمہاری قوم و قبیلہ میں
خلل و خرابی نے راہ پائی - آؤ اور اُنکو دیکھو کہ وہ حق سے پھر گئے) بعدہ اپنے حجرۂ طاہرہ کی طرف مراجعت فرمائی +
شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ مشکل ترین قضایا قضیۂ فاطمہ زہرا ہے - کیونکہ اگر ہم یہ کہتے
ہیں کہ وہ جاہل تھیں اس حدیث (نحن معاشر الانبیاء) سے جو ابوبکر نے بیان کی تو بعید ہے فاطمہ سے - اور اگر ہم یہ
التزام کریں کہ شاید فاطمہ کو آنحضرت سے اس حدیث کے سننے کا اتفاق نہیں ہوا تو اور بھی زیادہ مشکل ہے کہ ابوبکر سے
سنکر اور صحابہ کی شہادت اُسپر ہونے پر کس لئے قبول نہ کی - اور غضبناک ہوئیں - اور اگر اُنکا غضبناک ہونا اس حدیث
کے سننے سے پہلے تھا تو سننے کے بعد غصہ کیوں نہ جاتا رہا - یہانتک طول کھینچا غصہ نے کہ جب تک زندہ رہیں ابوبکرؓ
سے مہاجرت کی + مؤلف کہتا ہے کہ ایک اور مشکل یہ ہے کہ صحیح بخاری میں ہے لا یحل لمسلم عن یہجر اخاہ فوق ثلاث لیال
(مسلمان کو حلال نہیں کہ تین شب سے زیادہ برادر مسلم سے مہاجرت کرے) اور جناب فاطمہ نے حضرت ابوبکر سے بقیۃ العمر
مہاجرت کی - دونوں میں سے کسکو کیا کہیں - بڑا مشکل معاملہ ہے +
ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں لکھتا ہے کہ مینے علی بن فارقی شافعی مدرس مدرسہ غربیہ بغداد سے سوال کیا کہ فاطمہ راست گو
تھیں یا نہیں کہا البتہ صادقہ تھیں - مینے کہا ابوبکر نے پھر فدک کیوں نہیں دیا جبکہ وہ جانتے تھے کہ وہ جھوٹی نہیں ہیں -
یہ سنکر وہ فاضل مسکرایا اور ایک کلام لطیف و مستحسن اُسکے جواب میں کہا حالانکہ صاحب ناموس و متدین شخص تھا اور مزاح و
تمسخر اُسکے مزاج میں کمتر تھا وہ کلام لطیف یہ ہے کہ "اگر ابوبکر آج اُنکے دعوی کی تصدیق کرکے فدک اُنکے حوالہ کر دیتے تو کل فاطمہ
آتیں اور اپنے شوہر کے لئے خلافت کا دعوی کرتیں - اور اُن کو خلافت سے معزول کراتیں تو وہ پھر کیا عذر پیش کرتے - اور
کس دلیل سے اُنکے دعوی کو رد کرتے کیونکہ جب فدک کے بارے میں اُنکا دعوی بغیر گواہوں کے قبول کر لیتے تو اُن کے تمام
دعوی بلا گواہ قبول کر لینے پڑتے اور سب جگہ اُنکی صداقت کا قائل ہونا پڑتا" - انتہی +
ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ یہ کلام حق اور صحیح ہے - ہر چند کہ مقام مزاح و خوش طبعی میں کہا گیا ہے [لہ] +

[لہ] یاقوت حموی نے معجم البلدان میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر نے فدک جناب فاطمہ کو نہ دیا - جب عمر خلیفہ ہوئے اور ملک فتح ہوئے اور مسلمانوں کو کشائش
حاصل ہو گئی تو حضرت عمر نے اپنے اجتہاد سے فدک وارثان رسول اللہ کو ہبہ کر دیا پس علی اور عباس میں اُسکی بابت جھگڑا ہوتا تھا علی تو کہتے
تھے کہ رسول اللہ نے فاطمہ کو ہبہ کیا ہے اور عباس اس سے انکار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ رسول اللہ کی ملکیت ہے اور میں اُسکا وارث ہوں یہ دونو حضرت
عمر کے سامنے اپنا مقدمہ لاتے تھے حضرت عمر اُنکا فیصلہ چکانے سے انکار کرتے اور فرماتے تھے تم دونوں اپنا حال خوب جانتے ہو میں تو وہ تم دونوں کے
حوالہ کر دیا پس تم دونوں میں سے ایک قلت معرفت سے جو کچھ بھی دکھ وہ دوسرے کو دے لیں (حضرت عثمان خلیفہ ہوئے تو بروایت ابو الفداء فدک مروان کو جاگیر میں دیا)
پس فدک آل مروان کے قبضہ میں رہا یہانتک کہ) جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوا تو اپنے مدینہ کے حاکم کو لکھا کہ فدک اولاد فاطمہ کے حوالہ کر دیا جائے
پس عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں فدک اولاد فاطمہ (امام محمد باقر وغیرہ) کے قبضہ میں رہا - یزید بن عبدالملک نے ضبط کر لیا اسوقت سے بنی
اُمیہ ہی کے قبضہ میں رہا یہانتک کہ ابو العباس سفاح خلیفہ ہوا اور اُس نے حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب کے حوالہ کر دیا جو اُسکی
آمدنی اولاد علی میں تقسیم کر دیا کرتے تھے - منصور خلیفہ ہوا اور بنی حسن نے اُسپر خروج کیا تو اُس نے ضبط کر لیا - مہدی بن منصور نے پھر بحال
کر دیا موسی ہادی خلیفہ ہوا تو ضبط کر لیا یہانتک کہ مامون خلیفہ ہوا اور اولاد علی نے اپنا قاصد طلب فدک میں اُسکے پاس بھیجا -
پس بروایت معجم البلدان جلد ششم ص ۳۴۵ اور فتوح البلدان بلاذری ص ۴۰ سنہ ۲۱۰ھ میں مامون نے حکم دیا کہ فدک بنی فاطمہ کو دیدیا جائے (بقیہ صفحہ ۱۹۵)

فصل ششم

(۱) کاتبان آنحضرت صلعم صاحب حبیب السیر روضۃ الاحباب سے لکھا ہے کہ حضرت کے ۴۲ کاتب تھے +

(۱) علی ابن ابیطالب - کاتب وحی - صلح ناموں کا لکھنا خاص حضرت علی سے مخصوص تھا کسی اور سے نہ لکھواتے تھے -

(۲) عثمان بن عفان - کاتب وحی -

(۳) ابی بن کعب } حضرت علی اور حضرت عثمان کی عدم موجودگی میں ان دونوں میں سے کسی سے وحی لکھواتے تھے -

(۴) زید بن ثابت } اور اگر ان چاروں میں سے کوئی موجود نہوتا تھا تو کاتب اصحاب میں سے جو کوئی حاضر ہوتا تھا اس سے لکھواتے تھے

علاوہ انکے زبیر بن العوام و جہیم بن الصلت کتابت اموال صدقات کیلئے مقرر تھے ہمیشہ لکھتے تھے کہ زکوۃ کہاں سے حاصل اور کس طرح صرف ہوئی - حذیفہ بن الیمان کاتب خرمن نخیلات تھے - اور مغیرہ بن شعبہ اور حصین بن نمیر معاملات لکھنے کیلئے مقرر تھے - اور زید بن ارقم بادشاہوں کے نام مکتوب لکھا کرتے تھے +

(۲) عمال سید کائنات بر صدقات (۱) عبدالرحمن بن عوف صدقات بنی کلب پر (۲) عدی بن حاتم صدقات بنی طے پر -

(۳) عیینہ بن الحصین صدقات فزارہ پر (۴) ایاس بن قیس اسدی بنی اسد پر (۵) ولید بن عقبہ بنی مصطلق پر -

(۶) حارث بن عوف مزنی بنی مرہ پر (۷) مسعود بن رحیل اشجعی اشجع پر (۸) عبداللہ بن غطفان بنی عبس پر -

(۹) عجم بن سفیان عذرہ پر (۱۰) سلامان ذہلی و (۱۱) جہینہ و (۱۲) عباس بن مرداس بنی سلیم پر (۱۳) بید بن الحاجب قبیلہ دارم پر (۱۴) عامر بن مالک بن جعفر بنی عامر بن صعصعہ پر (۱۵) سعد بن مالک و (۱۶) عوف بن مالک النضری و ضحاک بن سفیان کلابی بنی کلاب پر +

(۳) خدام ۲۷ مرد ۱۱ عورتیں - اُنمیں سے مشہور یہ ہیں (۱) انس بن مالک دس سال حضرت کی ملازمت میں رہے (۲) ربیعہ بن کعب - آب وضو کی ترتیب ان سے متعلق تھی (۳) عبداللہ بن مسعود - صاحب نعلین و مسواک و تکیہ و عصا (۴) عقبہ بن عامر سفر میں حضرت کے استر کو کھینچتا تھا (۵) بلال حبشی مؤذن (۶) سعد آزاد کردہ ابوبکر (۷) ذو مخمر جنکو ذو مخبر بھی کہتے ہیں خواہر زادہ نجاشی (۸) بکیر بن شداخ لیثی (۹) ابوذر غفاری (۱۰) اسود بن مالک اسدی (۱۱) ایمن بن ام ایمن صاحب مطہرہ (۱۲) ثعلبہ بن عبدالرحمن انصاری (۱۳) حر بن مالک +

خادمہ - برکہ یعنی ام ایمن - امۃ اللہ بنت زربیہ - خولہ جدہ حفص - زربیہ - ام علیہ - سلمیٰ - ام رافع - میمونہ - ماریہ -

(۴) موالی مرد ۵۹ جن میں سے مشہور یہ ہیں -

(۱) زید بن حارثہ بن شراحیل کلبی کہ سریہ موتہ میں امیر تھا اور وہاں شہید ہوا - (۲) اسامہ بن زید بن حارثہ -

(۳) ابوکبشہ کہ موسوم بہ سلیم یا اوس تھا (۴) صالح ملقب بہ شقران (۵) ابورافع مسمیٰ بہ اسلم (۶) سلمان فارسی +

(۵) موالیات ۹ نفر مشہور سلمیٰ - ام رافع - امیمہ - ماریہ - شیریں خواہر ماریہ +

(بقیہ صفحہ ۱۹۴) دیدیا جائے اور اپنے مدینہ کے عامل قثم بن جعفر کو لکھا کہ فدک اُسکے وارثوں کے حوالہ کر دو کیونکہ رسول اللہ صلعم نے فدک اپنی بیٹی جناب فاطمہ کو عطا کر دیا تھا اور یہ امر ظاہر و مشہور تھا آنحضرت صلعم کی آل میں سے کسیکو اسمیں اختلاف نہیں ہے یہ بھی ہے کہ فاطمہ اسپر ہمیشہ دعوی کرتی رہیں میری رائے میں فدک فاطمہ کے وارثوں کو واپس دیدینا چاہیے پس مامون کے حکم کے موافق فدک محمد بن یحیی بن حسین بن زید بن علی بن حسین بن علی ابن ابیطالب اور محمد بن عبداللہ بن حسین بن علی بن حسین بن علی بن ابیطالب کے سپرد کر دیا گیا جو اپنی تولیت میں اُسکی آمدنی اسکے حقداروں میں تقسیم کر دیتے تھے لیکن جعفر متوکل (ناصبی) خلیفہ ہوا تو اُس نے پھر ضبط کر لیا ۱۵ از حبیب السیر و روضۃ الاحباب +

فہرست مضامین تاریخ اسلام جلد دوم

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
ملک عرب کا جغرافیہ	۱	وفات ابوطالب و خدیجہ	۵۸	نزول آیہ تیمم	۱۰۷	حجۃ الوداع	۱۵۷
حدود ۔ وسعت ۔ آبادی ۔	؍؍	معراج	۶۴	غزوہ خندق	؍؍	واقعہ غدیر خم	۱۵۸
آب و ہوا و سرزمین	۲	بیعت عقبہ	؍؍	غزوہ بنی قریظہ	۱۱۲	الحاق یمن	۱۵۹
پیداوار حیوانات ۔ تجارت	۴	ہجرت	۶۶	سریہ سیف البحر	۱۱۳	کثرت وفود	۱۶۰
ملکی تقسیم ۔ مشہور شہر	۵	پیغمبر مدینہ میں	۷۰	غزوہ حدیبیہ	۱۱۵	مباہلہ با نصارائے نجران	۱۶۱
قدیم عربوں کے قبیلے ۔	۱۰	مسجد نبوی	۷۱	خطوط بنام شاہان اطراف	۱۱۸	اسود عنسی	۱۶۲
جدید عرب ۔	۱۲	نماز ۔ زکوٰۃ ۔ اذان اقامت	۷۳	جنگ خیبر	۱۲۱	دیگر مدعیان نبوت	۱۶۳
عرب کا مذہب زمانہ جاہلیت میں	۱۶	اسلام سلمان فارسی	۷۴	مہاجرین حبشہ کی مراجعت	۱۲۵	نزول سورہ ہل اتیٰ	؍؍
عربوں کی حکومت زمانہ جاہلیت میں	۱۹	عقد مواخات	؍؍	اسلام ابو ہریرہ	۱۲۶	تجہیز جیش اسامہ	۱۶۴
عربوں کی حالت اسلام سے پہلے	۲۲	انصار ۔ مہاجر ۔ منافقین	۷۵	اسلام خالد و عمرو عاص	؍؍	ایام مرض و امامت نماز	۱۶۵
عربی خط کی تاریخ	۲۵	نکاح فاطمہ	۷۶	سفر کی ابتداء	۱۲۷	وفات رسول	۱۷۱
قبیلۂ قریش	۲۷	حکم جہاد و غرض و طریق جہاد	۷۸	سریہ موتہ	؍؍	تجہیز و تکفین	۱۷۴
واقعہ اصحاب الفیل	۲۹	جزیہ کیا ہے؟	۸۱	سریہ ذات السلاسل	۱۲۹	حلیہ شریف	؍؍
قریش کا شجرہ نسب	۳۰	غزوہ ابوار	۸۳	فتح مکہ	؍؍	اخلاق و اوصاف	۱۷۵
ولادت رسول اللہ صلعم	۳۱	غزوہ ذو العشیرہ	۸۴	خالد اور بنی جذیمہ	۱۳۵	محققین فرنگ اور آنحضرت	؍؍
ایام طفولیت و نوجوانی	۳۲	سریہ بطن نخلہ	۸۵	جنگ حنین	۱۳۶	ایک فرانسیسی مورخ کی رائے	
تزویج بہ خدیجۃ الکبریٰ	۳۵	غزوہ بدر	؍؍	جنگ اوطاس	۱۳۸	آنحضرت قرآن اور اسلام	
قریش کی تعمیر کعبہ	۳۶	غزوہ بنی قینقاع	۹۲	غزوہ طائف	۱۳۹	کی بابت ۔	۱۷۸
کعبہ کی مختصر تاریخ	؍؍	غزوہ سویق	؍؍	تقسیم غنیمت حنین	۱۴۰	ازواج آنحضرت	۱۸۰
بعثت	۳۹	تحویل قبلہ	۹۳	جنگ تبوک	۱۴۴	اولاد آنحضرت	۱۸۵
سابقین اسلام	۴۲	غزوہ احد	۹۴	واقعہ عقبہ	۱۴۷	قضیہ فدک	۱۹۰
اعلان رسالت	۴۵	غزوہ حمراء الاسد	۱۰۰	ہدم مسجد ضرار	۱۴۸	کاتبان آنحضرت	۱۹۵
قریش کی دشمنی	۴۷	قصہ بیر معونہ	۱۰۲	عبداللہ بن ابی کی وفات	؍؍	عمال بر صدقات	؍؍
ہجرت حبشہ	۴۹	غزوہ بنی نضیر	؍؍	حضرت کی ازواج سے علیحدگی	۱۴۹	خدام	؍؍
حضرت حمزہ کا اسلام لانا	۵۲	حرمت خمر	۱۰۴	تبلیغ سورہ برات	۱۵۲	موالی	؍؍
اسلام حضرت عمر بن خطاب	۵۳	صلوٰۃ خوف و صلوٰۃ قصر	؍؍	سریہ وادی الرمل	۱۵۳	موالیات	؍؍
حضرت ابوبکر سے بے ادبی	۵۴	رجم زانی و زانیہ	۱۰۵	سریہ علی بطرف یمن	۱۵۵	الحمد للہ کہ جلد دوئم تمام ہوئی	
پیغمبر شعب میں	۵۵	غزوہ بنی مصطلق	؍؍	ابوعامر	۱۵۶	اور جلد سوئم انشاء اللہ اکتوبر	
بعض مہاجرین حبشہ کی واپسی	۵۷	افک عائشہ	۱۰۶	روانگی علی بطرف یمن	؍؍	سنہ ۱۳ء کے آخر تک شائقین کو پہنچتی ہے	

۱۷ جولائی سنہ ۱۹۱۳ء

علم تاریخ کی تعریف اور فائدے

علم تاریخ وہ علم ہے جس سے طوائف بنی آدم اُن کے شہروں اُنکی رسموں - عادتوں - صنایع - انساب اور اُنکے وفیات وغیرہ کے حالات کی معرفت حاصل ہوتی ہی - موضوع اسکا اشخاص ماضیہ انبیاء و اولیاء - علماء - حکماء - شعراء اور ملوک و سلاطین وغیرہ کے حالات ہیں اور غرض اس سے احوال ماضیہ کی معرفت ہی - اور فائدہ اُسکا اس احوال سے انقلاب زمانہ کو دیکھکر عبرت اور نصیحت اور ملکہ و حصول تجارب ہی - کہ نقصان دینے والے امور سے پرہیز کرے اور نفع پہنچانیوالی باتوں سے فائدہ اُٹھائے اور یہ علم جیسا کہ داناؤں نے کہا ہے پڑھنے والیکے لئے ایک دوسری عمر ہے اور گھر بیٹھے اُن باتوں سے فائدہ اُٹھاتا جو لوگوں نے عمریں گذار کر اور سفر و سیاحی کی مشقت عظیم اُٹھا کر حاصل کی ہیں +

اس علم تاریخ عبرت ہی عبرت ہے پڑھنے والے کیلئے اور نصیحت ہے نصیحت حاصل کرنے والے کے لئے کیونکہ وہ باری تعالی کی صنعت ہائے ماضیہ سے خبر دیتا ہے وہ اپنی قدرت اور ارادہ سے زمانہ گذشتہ میں کیا کیا کر چکا اور اپنی مخلوقات میں مختلف زمانوں میں اپنے عدل و احسان کو کس طرح جاری فرما چکا ہے - پس جو کوئی اخبار گذشتگان کو امعان نظر سے ملاحظہ کریگا وہ عجیب عجیب باتیں دیکھیگا اور جو بادشاہوں کے حالات اور انقلاب زمانہ پر غور و تامل کی نظر ڈالیگا اگر ذی ہوش ہوگا تو ضرور عبرت حاصل کریگا - بعض مفسرین نے آیہ سیروا فی الارض کی تفسیر میں کتب سیر و تواریخ ماضیہ کا مطالعہ بھی شامل کیا ہے علم تاریخ میں دینی اور دنیوی دونوں فائدے ہیں - دنیوی فائدے یہ - اول تو یہ کہ حالات گذشتگان کو پڑھکر گویا وہ اُنکے زمانہ میں موجود ہو گیا - دوسرے یہ کہ بادشاہ اور حکام جب اہل جور و عدوان کے حالات پڑھینگے اور دیکھینگے کہ لوگ اُن حالات کو نقل کرتے چلے آتے ہیں اور یہ کہ اُنکے ظلم اور جور کی وجہ سے اُن کے نام پہ بدنامی کا دھبہ رہ گیا اور ملک بندگان خدا تباہ و ہلاک اور مال ضایع و برباد اور حال بدحال ہو گئے تو وہ ظلم و جور کو برا سمجھینگے - اور اُس سے اعراض کرینگے اور جب منصف و عادل حکمرانوں کے حالات پڑھینگے اور دیکھینگے کہ اُن کا نیکنام باقی رہگیا - اُنکی مملکت آباد و معمور ہوئی اور اُنکے اموال میں زیادتی ہوئی تو عدل و احسان کو اچھا سمجھینگے اور اُسکی طرف رغبت کرینگے اور اُسکے خلاف کو ترک کر دینگے - علاوہ اسکے اُنکو بہت سی نیک رائیں اور ترکیبیں ایسی معلوم ہو جائینگی جن سے وہ دشمنوں کے مکر و کید کی مدافعت کرتے تھے مہلکوں سے خلاصی پاتے اور بڑے بڑے شہروں اور ملکوں کو بچاتے تھے اور یہ ایسا فخر ہے کہ اگر اُسکے سوا کوئی اور فائدہ بھی نہ ہوتا تو بھی بہت کافی تھا اس سے آدمی کو تجربہ اور معرفت حوادث کا علم حاصل ہوتا ہے اور انجام کار سے واقفیت ہوتی ہے کیونکہ کوئی امر ایسا نہیں ہی کہ وہی یا اُس جیسا پہلے واقع نہ ہوا ہو پس اس سے عقل بڑھتی ہی کیونکہ عقل دو طرح کی ہوتی ہے عقل مطبوع اور عقل مسموع - عقل مطبوع تو عقل غریزی ہوتی ہے جو خدا نے انسان کے واسطے پیدا کی ہی - اور عقل مسموع وہ تجربہ ہے جس سے عقل غریزی کو زیادتی حاصل ہوتی ہی اور وہ گویا عقل ثانی کا درجہ رکھتی ہی - لیکن جب عقل مطبوع نہ ہو تو عقل مسموع سے کوئی نفع حاصل نہیں ہو سکتا جس طرح اندھے کو سورج سے کوئی نفع نہیں پہنچ سکتا - امام سخاوی لکھتے ہیں کہ "جس نے تاریخ کو یاد کیا اُسکی عقل زیادہ ہوئی - اور جس نے زمانہ کے واقعات پر نظر کی اُسے مصیبت آسان معلوم ہونے لگی" - تاریخ کا اور فائدہ یہ ہی کہ مجلسوں اور محفلوں میں جب کوئی تاریخ داں کوئی واقعہ بیان کرتا ہی تو لوگ اُسی کیطرف متوجہ اور دل اُسکی طرف مائل ہو جاتے ہیں - صفدی کہتا ہی کہ "تاریخ زمانہ کا آئینہ ہے" - پس وہ واقفیت جو حالات امم سابقہ اور انقلاب زمانہ سے - اس سے ملکہ تجربہ کا اور زمانہ کے مکر سے بچنے کا حاصل ہوتا ہے - خدا تعالی نے خود اپنے رسول کو تسلی دینے کی غرض سے انبیائے سلف کا حال بیان کیا ہے اور ہماری عبرت کے واسطے امم سابقہ کے حالات سے خبر دی ہے یہ بھی فائدہ ہی کہ اگر کوئی شخص زمانہ قدیم کا کوئی واقعہ بیان کری اور تمکو اُس واقعہ سے بذریعہ تاریخ اچھی طرح واقفیت ہے تو تمہیں اُسکے سچ اور جھوٹ کا حال معلوم ہو جائیگا - لیکن سب سے بڑا فائدہ آخروی یہ ہے عاقل لبیب جب تاریخ میں فکر کریگا اور اہل دنیا کے انقلاب کو دیکھے گا اور یہ کہ چھوٹے بڑے کس طرح فنا ہو گئے اُنکی جان و مال سب ضایع ہو گئے - امیر و غریب بادشاہ فقیر کوئی بھی اُسکے تکمہ سے اچھوتا نہ رہا تو وہ زہد اختیار کریگا اور زاد آخرت بہم پہنچانے پر آمادہ ہوگا - اور اُس گھر کی طرف رغبت کرے گا جو ان مخمصوں سے منزہ ہے - علاوہ زہد کے صبر و قناعت کی عادت پیدا ہوتی ہی کیونکہ جب عاقل دیکھیگا کہ مصائب سے نہ کوئی نبی مکرم بچا نہ بادشاہ معظم بلکہ کوئی فرد بشر نہیں بچا تو اُسے صبر آجائیگا کہ دنیا میں ہوتا یہی ہے - فقط

بغیر استاد کی مدد کے انگریزی سکھانیوالی بینظیر کتابیں

(۱) اتالیق انگریزی - جلد اول یعنی مخزن الفوائد ۱۲۸ صفحہ - قیمت ۵ ر اسمیں (۱) اُردو نام وعبارت کو انگریزی میں لکھنے (۲)
اُردو سے انگریزی میں ترجمہ کرنے (۳) انگریزی چٹھی لکھنے (۴) ہجے کرنے (۵) تلفظ کے قاعدے (۶) انگریزی اور اُردو بول چال کے کئی سو
فقرے (۷) ایکہزار کے قریب اُردو فقرے قاعدوں کے ساتھ اور ۳۰ حکایتیں انگریزی میں ترجمہ کرنیکے لئے درج ہیں اس کتاب کے پڑھنے
سے ایسا مبتدی بھی جو انگریزی کی الف - بے سے بھی واقف نہیں ہے بغیر اُستاد کی مدد کے قلیل عرصہ میں بہت خاصی استعداد
حاصل کر سکتا ہے (۲) اتالیق انگریزی جلد دوم یعنی مخزن المحاورات والالفاظ ۱۲۱ صفحہ قیمت فی جلد ۵ ر اسمیں (۱) ایکہزار دو سو انگریزی محاورے
اور ۹۰۰ مثلیں معہ ترجمہ اُردو جو انگریزی میں باتیں کرنے اور ترجمہ کرنیکے لئے از حد مفید ہیں (۲) ۱۰۰ اُردو مصادر معہ ترجمہ انگریزی ترتیب
حروف تہجی اور (۳) ۴ ہزار کے قریب ایسے ناموں اور چیزوں کی انگریزی جنسے کام پڑا کرتا ہے اور سینکڑوں ایسی ہی باتیں بڑی خوش اسلوبی
سے درج ہیں (۳) ہادی الترکیب - اتالیق جلد سوم (یعنے کمپلیٹ گائڈ ٹو پارسنگ اینڈ وکیٹشن) ۱۲۵ صفحے قیمت ۵ ر اسمیں (۱) ڈکٹیشن
لکھنے (۲) انگریزی بے پڑھے لفظوں کے صحیح ہجے کرنے (۳) صحیح تلفظ (۴) پارسنگ کے تمام قاعدے ابتدا سے انتہا تک مثالیں اور نمونہ دیکر سمجھائے ہیں
پارسنگ اس خوبی سے بتایا ہے کہ جو طالبعلم پارسنگ کا نام بھی نہ جانتا ہو قلیل عرصہ میں بغیر اُستاد کی مدد کے اعلیٰ پارسنگ کر سکتا ہے (۴) انگریزی
بولنا یعنی اتالیق جلد چہارم قیمت ۵ ر اسمیں ۳ ہزار ایسے فقرے جو روزمرہ کی بول چال میں رائج ہیں درج ہیں - مقابل میں انکا انگریزی ترجمہ لکھا ہے اسمیں مخزن
الفوائد کے تمام اُردو جملوں کا بھی انگریزی میں ترجمہ کیا ہوا ہے - اس سے انگریزی بولنے میں بڑا ملکہ ہوگا (۵) اُردو سے انگریزی ڈکشنری - یعنی اتالیق
جلد پنجم ۵۰ صفحہ قیمت ۶ ر (۱) اسمیں ۷ ہزار سو ایسے اُردو لغت جو اکثر تحریر و تقریر میں آتے ہیں بترتیب حروف تہجی اُردو خط میں ہیں اور انکے آگے
انکی انگریزی انگریزی خط میں ہے (۲) ۴ سو انگریزی لغت جو اُردو میں مستعمل ہیں جنکی اصل سے واقفیت ضرور ہے (۳) کئی سو ایسے مخففات انگریزی
جو عموماً تحریر میں آتے ہیں اور کسی ڈکشنری میں نہیں ملتے درج ہیں (۶) کامل القواعد یعنی اتالیق جلد ششم طبع جدید نو ترمیم ۳۰۷ صفحے قیمت ۸ ر اسمیں
صرف و نحو کے تمام و کمال قاعدے جو ترجمہ کرنے اور انشاپردازی سے متعلق ہیں نہایت خوبی اور وضاحت سے درج ہیں یہ ۷۰ اعلیٰ درجہ کی مستند انگریزی
گرامروں کا لب لباب نہایت کامل گرامر ہے (۷) خلاصۃ القواعد یعنی اتالیق جلد ہفتم ۹۳ صفحے نو ترمیم قیمت ۴ ر - اسمیں مبتدی کو پارسنگ
کرنا اور اُردو سے انگریزی میں ترجمہ کرنا بخوبی سمجھایا ہے (۸) نیو مینوئل گرامر کا اُردو ترجمہ سنہ ۱۹۰۳ع کی نو ترمیم کا یعنی اتالیق جلد ہشتم (پہلا
جزو) قیمت ۴ ر اسمیں تمام ارتھوگرافی اور ایٹی مولوجی وغیرہ کا ترجمہ ہے - نیو مینوئل گرامر کا اُردو ترجمہ (دوسرا جزو) قیمت ۶ ر اسمیں
تمام سنٹیکس کے قاعدوں نوٹوں مثالوں اور پارسں اور کرکٹ کے فقروں کا ترجمہ ہے اور تمام کرکٹ کے فقروں کو کرکٹ یعنے صحیح کرکے بھی
لکھا ہے (۹) انگریزی اُردو خط کتابت (یعنی اتالیق انگریزی جلد نہم) ہر قسم کی چٹھیاں - عرضیاں - درخواستیں - نوٹس اور
ہر قسم کی تحریروں کے کامل قاعدے اور نمونے معہ ترجمہ اُردو قیمت ۳ ر (۱۰) ضمیمہ مخزن الفوائد یعنی اتالیق جلد دہم ۱۲۵
صفحے قیمت ۵ ر اسمیں اتالیق جلد اول یعنی مخزن الفوائد سے علاوہ ترجمہ کے ۱۴۰ - اعلیٰ قاعدے سمجھا کر ترجمہ کے واسطے ایکہزار
فقرے اور بہت سی عبارت دی ہے طبع جدید میں علاوہ ترمیم کے انشاپردازی اور جواب مضمون وغیرہ کے متعلق بہت سے
قواعد اور نمونے زیادہ کئے گئے ہیں اور کئی سو سو نمبر یعنے مرادف وہم معنی الفاظ کا فرق سمجھایا گیا ہے (۱۱) مخزن الحکایات
اتالیق جلد یازدہم یعنی ۲۰۷ کہانیاں اور اُن کا ترجمہ قیمت ۴ ر (۱۲) ضمیمہ مخزن المحاورات (یعنی اتالیق جلد دوازدہم قیمت ۵
اسمیں اتالیق جلد دوم سے علاوہ ڈھائی ہزار محاورے اور ۸ سو مخصوص پریپوزیشنوں کے استعمال کے فقرے معہ ترجمہ اُردو درج
ہیں (۱۳) انگریزی خوشنویسی یعنی اتالیق جلد سیزدہم جس میں انگریزی لکھنے اور خوشنویسی کے تمام قاعدے معہ نمونوں اور
اور تصویروں کے درج ہیں قیمت ار (۱۴) پاکٹ بک آف ہسٹری اینڈ سیلیبس تاریخ ہند اور حفظ صحت دونوں کا
کامل خلاصہ بطور سوال وجواب قیمت ۲ ر (۱۵) آئینۂ تاریخ ہند - تاریخ ہند کا پورا خلاصہ ایک بہت بڑے کاغذ پر
چھپا ہوا ہے کہ دیوار پر بطور نقشہ کے لگا ہے قیمت ار

(المشتہر - ذاکر حسین جعفر رمزی - مالک دفتر اتالیق انگریزی - کلاں محل دہلی)